ماہنامہ

دوشیزہ

جولائی 2020

PAKISTANIPOINT
WWW.PAKISTANIPOINT.COM

حمد — امیر عبدالعزیز — 9

نعت — مبارک مونگیری — 9

انٹرویو

اک ذرا فرصت ملے، شاہین رشید — 10

میری بھی سنیے، آمنہ نور العین بیگ — 18

مقابل ہے آئینہ، ارم کمال — 22

ناول

میرے ہم نفس، میرے ہم نوا، آسیہ رزاقی — 24

ہوائیں رخ بدل گئیں، نگہت عبداللہ — 164

مکمل ناول

کنارِ خواب جو، فرح بخاری — 128

شناسائی، سدرۃ المنتہیٰ — 52

اے مسیحا دل کے، فرح بھٹو — 186

ناولٹ

اسی گلے نہیں خراب، منعم ملک — 100

افسانے

صفِ دوستاں، قرۃ العین سکندر — 123

آپ ہو، حمیرا عروش — 227

موازنہ، فرح انیس — 92

بند کتاب، ماہ نور بنت نعیم — 47

ندامت، سمیرا غزل صدیقی — 182

بھرم، عندلیب زہرا — 160

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری

پاکستان (سالانہ) .... 840/- روپے

ایشیاء افریقہ، یورپ .... 7000/- روپے

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا .. 8000/- روپے

سالانہ خریداری کے لیے ای میل کریں

subscriptions@khawateendigest.com

ماہنامہ خواتین ڈائجسٹ اور ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے تحت شائع ہونے والے پرچوں ماہنامہ شعاع اور ماہنامہ کرن میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹی وی چینل پہ ڈراما، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

0317 2266944

کرن کتاب

بیوٹی باکس	ادارہ	4
صحت	ادارہ	9
اس ماہ کا پھل	ادارہ	5
معاشرتی اور نفسیاتی مسائل	ادارہ	7
کچن اور آپ	[illegible]	12
کرن کا دسترخوان	خالدہ جیلانی	13
مجھے یہ شعر پسند ہے	شگفتہ سلیمان	16
مسکراتی کرنیں	ادارہ	17
موتی چنتے ہیں	ادارہ	18

مستقل سلسلے

کرن کرن خوشبو	شعاع عمیر	232
یادوں کے دریچے سے	بشریٰ محمود	235
نامے میرے نام	مدیرہ کرن	237

جولائی 2020

جلد 42 شمارہ 4

قیمت 70 روپے

خط وکتابت کا پتہ

کرن

37- اردو بازار کراچی

خط وکتابت کا پتہ: ماہنامہ کرن، 37- اردو بازار، کراچی۔

پبلشر آزر ریاض نے ابنِ حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔ مقام: [illegible] کراچی

Phone: 32721777, 32726617, 021-32022494 Fax: 92-21-32766872

Email: kiran@khawateendigest.com Website: www.khawateendigest.com

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مدیرہ

اداریہ

ایک کے بعد دوسرا بحران ۔ ایک مسئلہ ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے ۔ ہم بھی بڑی حد تک اس صورت حال کے عادی ہو چکے ہیں ۔ لیکن اس بار جو مسئلہ سامنے آیا ہے، وہ صرف ہمارا نہیں پوری دنیا کا مسئلہ ہے ۔ وبا کی وجہ سے پوری دنیا کی معیشت کی بنیادیں ہل گئی ہیں ۔ ہمارے حالات تو پہلے ہی دگرگوں تھے ۔ اس وبا نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے ۔

اس وبا نے ایک بار پھر ثابت کیا ہے کہ دنیا کتنی بھی ترقی یافتہ ہو جائے ۔ قدرتی آفات کے سامنے بے بس ہے ۔ اور جب انسان ہر طرف سے مایوس و بے بس ہو تو اس وقت ایک ہی راستہ ہوتا ہے ۔ اپنے خالق کی طرف رجوع کرنے کا راستہ کہ وہی ہے جو بے قرار کی سنتا ہے ۔ جب وہ اسے پکارے اور وہی اس کی تکلیف رفع کرتا ہے ۔

عیدالاضحیٰ کی آمد آمد ہے ۔

یہ عید قربانی کے ایک عظیم الشان واقعے کی یاد میں منائی جاتی ہے ۔ قربانی کا مفہوم بہت وسیع ہے ۔ ایک مسلمان کی تو پوری زندگی ہی ایثار و قربانی کا مظہر ہوتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا امتحان لیتا ہے ۔ انہیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اور جو اس آزمائش میں پورا اترتے ہیں، انہیں بڑے انعامات سے نوازتا ہے ۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

عیدالفطر پر لاک ڈاؤن میں نرمی ہوئی تو لوگ بڑی تعداد میں باہر نکلے ۔ بے احتیاطی کے بہت سے مظاہرے دیکھنے میں آئے ۔ اور اس بے احتیاطی کا نتیجہ بھی سامنے آیا ۔ اب عیدالاضحیٰ کی آمد پر عید کی تیاری ضرور کریں ۔ اور پورے اہتمام کے ساتھ عید بھی منائیں کہ یہ ہمارا مذہبی تہوار ہے لیکن احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں ۔ یہ نہ بھولیں کہ ابھی تک کرونا کی کوئی دوا یا ویکسین دریافت نہیں ہوئی ہے ۔ اور احتیاط کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں ہے ۔

دعا ہے کہ عید ہم سب کے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آئے ۔ آمین ۔

اس شمارے میں،

- "اک ذرا فرصت ملی ہنگام زندگی سے" شاہین رشید کا سروے،
- گلوکارہ "آئمہ نورالعین بیگ" کہتی ہیں "میری بھی سنیے"
- اس ماہ ارم کمال کے "مقابل ہے آئینہ"،
- "میرے ہم نفس میرے ہم نوا" آسیہ مرزا کا سلسلے وار ناول،
- نگہت عبداللہ کا سلسلے وار ناول "ہوائیں رخ بدل گئیں"،
- "کنار خواب جو" فرح بخاری کا مکمل ناول،
- سدرۃ المنتہیٰ کا مکمل ناول "شناسائی"
- "اے مسیحا دل کے" فرح بھٹو کا مکمل ناول،
- منعم ملک کا ناولٹ "اسی کلفتیں خراب"،
- قرۃ العین سکندر، حمیرا عروش، فرح انیس، ماہ نور بنت نعیم، سمیرا غزل اور عندلیب زہرا کے افسانے اور مستقل سلسلے،

کرن کتاب :۔ معلوماتی، دلچسپ مضامین اور مزے دار ریسپیز کے ساتھ ۔

حمد باری تعالیٰ

بزم موجود کے منظر کے بنا ہے اللہ
روز و شب، صبح و مسا، ارض و سما ہے اللہ

جسم و جاں، قلب و نظر، فہم و ذکا ہے اللہ
سینے میں دل کے دھڑکنے کی صدا ہے اللہ

قطرۂ باراں میں معکوس حیاتی کیا ہے
ہر لب برگ پہ اک نام لکھا ہے اللہ

ذوق تعمیل ہے [illegible] کا عالم
آب و مہتاب کا [illegible] ہے اللہ

ایک میزان پہ ہے گرما و سرما کا مدار
فرشِ قطبین کی تہہ بستہ ہوا ہے اللہ

مسلم [illegible] نہیں رزق [illegible] پر
ہاں کم و بیش میں مختارِ عطا ہے اللہ

رنج و آسودگی بھی اس کی عطائیں ہیں عزیز
قادرِ مرض و شفا، قدر قضا ہے اللہ

امیر عبدالعزیز

نعت رسول مقبولؐ

شافع حشر، شاہ جہاں مصطفیٰؐ
دونوں عالم میں ہیں حکمراں مصطفیٰؐ

رابطہ بن گئے، واسطہ بن گئے
عبد و معبود کے درمیاں مصطفیٰؐ

وہ مزمل بھی ہیں، وہ مدثر بھی ہیں
پردہ پوش غمِ عاصیاں مصطفیٰؐ

نام یٰسین کچھ سبب تو نہیں
دل کی تسکین ہیں بے گماں مصطفیٰؐ

[illegible] بشر کیا ہیں تجھ پر ملائک نثار
[illegible] زمیں کیا ہے خم آسماں مصطفیٰؐ

تن پہ کہنہ ردا اور تاج شہی
ٹھوکروں میں تری دو جہاں مصطفیٰؐ

ایک عجمی میں اتنی جسارت کہاں
ہو مبارک ترا مداح خواں مصطفیٰؐ

مبارک مونگیری

تاریخ گواہ ہے کہ ہر سو سال بعد دنیا میں ایک ایسی بیماری ضرور آتی ہے جو لاکھوں جانوں کو نگل جاتی ہے۔ اس بیماری سے جو بچ جاتے ہیں وہ خوش قسمت کہلاتے ہیں اور جو گزر جاتے ہیں ان کے لیے اللہ کی رضا پر راضی ہونا پڑتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ نے ہماری موت کا سبب بھی لکھ دیا ہے کہ کس کے لیے موت کا کیا بہانہ ہوگا۔ چنانچہ آج جو لوگ اس بیماری سے جاں بحق ہو رہے ہیں شاید ان کی موت اسی طرح لکھی تھی۔ اور جب اللہ چاہے گا۔ ''بیماری'' یا ''وباء'' بھی ختم ہو جائے گی۔ لیکن چونکہ کسی کو نہیں معلوم کہ اس کی موت کا کیا سبب ہوگا لہٰذا وہ اپنے بچاؤ کی تمام تدابیر اختیار کرتا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ یہ بیماری ایک انسان سے دوسرے انسان میں با آسانی منتقل ہو جاتی ہے اگر اس سے بچنا ہے تو گھر پر رہیں۔ اور ان ہدایات پر عمل کریں جو تقریباً روزانہ ہی چینلز پر آپ کو دی جاتی ہے۔ لوگوں کو اس بیماری سے بچانے کے لیے، ان کو ان کے گھروں میں میسور کرنے کے لیے پورے ملک کے لیے ''لاک ڈاؤن'' کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ اسکول کالج یعنی تمام تعلیمی ادارے اور کاروبار بند کر دیا گیا اور گھر سے باہر مجبوری کے تحت نکلنے والوں کو خاص حفاظتی تدابیر سے روشناس کرایا گیا۔

اس ساری تمہید کا مقصد یہ ہے کہ تقریباً دو ماہ سے خواتین و حضرات اپنے گھروں میں تقریباً بند رہے تو یہ دو ماہ لوگوں نے کس طرح گزارے، اچانک کی یہ چھٹیاں انجوائے کیں؟ کوئی کریئیٹو کام کیا؟ اپنی نیندیں پوری کیں؟ لڑائی جھگڑوں سے فاصلے بڑھے یا محبتوں میں اضافہ ہوا؟ اور جو کہتے تھے کہ بس چھٹیاں مل جائیں تو یہ بھی کریں گے اور وہ بھی کر لیں گے تو ''یہ وہ کیا'' مطلب آپ نے لاک ڈاؤن کے دن کیسے گزارے اور کوئی قابل ذکر واقعہ کوئی انہونی بات ہوئی ہو تو بتائیے۔ یہ سروے ہم نے ہر خاص و عام سے کیا ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اِک ذرا فرصت ملی ہنگامِ زندگی سے

شاہین رشید

ڈاکٹر شکیل احمد
(Diabetes Specialist)

''دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن۔'' کام، کام اور صرف کام، زندگی گویا مشین بن کے رہ گئی تھی۔ لفظ ''فرصت'' زندگی سے نکل چکا تھا اور انہی مصروفیات کی وجہ سے بہت سے کام ادھورے اور بہت سے کام اس بات کے منتظر تھے کہ انہیں کب مکمل کیا جائے گا۔ یہ بات تو وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اتنی زیادہ فرصت مل جائے گی کہ پھر یہ فرصت بھی بوریت کا باعث بن جائے گی، مسلسل کام اور مصروفیت کی وجہ سے نیند پوری نہیں ہوتی تھی مگر جب فرصت ملی تو سب سے پہلے اپنی نیند پوری کی تو ایسا لگا کہ ''زندگی، زندگی میں آ گئی ہے۔'' سر کا بھاری پن ختم ہوا اور ایک تازگی کا احساس ہوا، زندگی مشینی دور سے نکلتی ہوئی ''انسانی'' دور میں آتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ گھر والوں کے ساتھ صرف شادی بیاہ میں یا کسی خاندانی تقریب ہی میں مل بیٹھنے کا موقع ملتا تھا۔ اب اس فرصت میں بیٹھے تو احساس ہوا۔ بہت قیمتی وقت جوان کو دینا تھا نہیں دے پائے۔ گھر والوں کے ساتھ مل بیٹھ کر ساری ٹینشنیں جاتی

رہیں کبھی کیرم تو کبھی لڈو، کبھی شطرنج، کبھی ادھر ادھر کی دلچسپ باتیں اور کبھی ان لوگوں کا ذکر والدین، بھائیوں اور رشتے داروں کو جو اب ہم میں نہیں رہے ماضی کو یاد کیا۔ اپنی جدوجہد کو یاد کیا۔ فرصت کے کچھ لمحات کو اپنی معمول کی اسٹڈی کی نذر کیا تو سوچا کہ کیوں نہ ذیابیطیس پر ایک کتاب اور لکھ دی جائے۔ اس کو شروع کیا اور الحمدللہ اب اس کے آٹھ باب مکمل ہو چکے ہیں۔

ساتھ ہی احتیاطی تدابیر کے ساتھ مریضوں کے چیک اپ کے لیے بھی دوستوں کی مخالفت کے باوجود اہتمام کیا۔ میرا نظریہ اس بارے میں یہ ہے کہ صحت کے محاذ پر ڈاکٹر فرنٹ لائن سولجر ہے۔ اگر جنگ شروع ہو جائے تو سولجر محاذ کو ترجیح دے گا۔ اس جنگ میں ہمارے کئی ڈاکٹر ساتھی شہید بھی ہوئے، میں ان کو اور ان کی فیملی کو سلوٹ پیش کرتا ہوں۔ گھر کے بہت سے کام جو سالوں سے منتظر تھے وہ کیے۔ بیگم کے ساتھ وقت گزارا تو ایک نئی الفت کا احساس ہوا۔ اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ بیگم پر ہم نے اپنی بھی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال دیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ پہلے جھگڑتے تھے نہ اب۔ ان فرصت کے لمحات میں میں نے جو سیکھا وہ یہ کہ "کام کے شیڈول کو اس طرح رکھا جا سکتا ہے کہ فیملی کے لیے وقت نکالا جا سکے۔ اپنے سونے جاگنے کو وقت دینے سے جسم چاق و چوبند رہتا ہے۔" فیملی کو پیسوں سے کہیں زیادہ آپ کا قیمتی وقت درکار ہوتا ہے۔ زندگی فاسٹ فوڈ کے بغیر بھی گزاری جا سکتی ہے۔" اور دعا ہے (علامہ اقبال سے معذرت کے ساتھ)

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی کرونا سے ہو محفوظ خدایا میری

رب کریم جس طرح ہم نے مصروفیات کی وجہ سے گھر والوں کو ٹائم نہیں دیا' بالکل اسی طرح تیری عبادت کو بھی وقت نہ دے پائے۔ تو بڑا ہے۔ معاف کرنے والا ہے ہمیں معاف فرما اور اپنی دنیا کی رونقوں کو بحال کر دے۔

صدف آشان (فنکارہ، ڈائریکٹر، پروڈیوسر)

لاک ڈاؤن کے دن ایسے گزارے کہ شروع میں تو بہت Panic (خوف) کہ ایسا وائرس آیا پوری دنیا میں کہ جس سے ہم لوگ واقف نہیں تھے اور دماغی طور پر تیار ہونے کے لیے تھوڑا ٹائم لگا۔ ایک دم

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سے لائف اسٹائل بدل گیا۔ ہر ایک سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہر ایک کو گھر میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔ گھر کی میڈز کو بھی چھٹیوں پر بھیج دیا۔ ڈرائیور کو چھٹیوں پر بھیج دیا۔ گھر میں چیزیں آرہی تو ان کا پروٹوکول مختلف ہوگیا کہ کس طرح اور کس احتیاط کے ساتھ چیزیں استعمال کرنی ہے۔ تو پھر اس طرح زندگی گزارنے کا طریقہ آ گیا۔ اور پھر صورت یہ ہوگئی کہ گھر کی صفائیاں کرتے دن گزرنے لگے۔ کپڑے دھوتے ہوئے دن گزرنے لگے۔ لوگوں کے مسائل سنتے ہوئے دن گزرے لگے۔ اور خود سے گھر کے کام کرنے میں جو اطمینان حاصل ہوا وہ دوسروں کے کام سے نہیں ہوتا تھا۔ بچوں کو ان کی عادت واطوار کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو اندازہ ہوا کہ کیا اچھا ہو رہا ہے اور کیا برا۔ اور مجھے اپنی ذات پر غوروخوض کرنے کا خاص موقع ملا۔ کریئیٹو کام بھی کیا جب لاک ڈاؤن شروع ہوا تو میں نے سٹ کام کی کچھ اقساط کیں۔ پھر میرے میاں صاحب ''آشان'' کے ایک دوست ہیں عطاالرحمن اور ''رومان رئیس'' جو کہ فاسٹ باؤلر ہیں ان لوگوں نے مل کر غریبوں کے گھروں میں راشن پہنچانے کا بیڑا اٹھایا تو ہم نے بھی ان کو جوائن کرلیا اور راشن جمع کرنے مالی امداد کرنے اور گھروں تک پہنچانے کا کام شروع کیا جو کہ تاحال جاری ہے۔ اور رمضان کی وجہ سے نیندوں کا شیڈول بھی تبدیل ہو جاتا ہے تو ابھی تو بس ایسے ہی چل رہا ہے۔ لڑائی جھگڑے بالکل نہیں ہوئے ہم بڑوں میں۔ البتہ بچیوں میں آپس میں جھگڑے ہوئے جو کہ ایک نیچرل بات ہے۔ فاصلے بالکل نہیں بڑھے۔ ہم پہلے جیسے ہی ہیں سب کے ساتھ۔ اور محبت کا مجھے اندازہ ہی نہیں ہے کہ کس سے ہے اور کس سے نہیں ہے۔ اور ہاں۔ بہت سے کاموں کے لیے سوچتی تھی کہ مجھے کام ملا تو یہ کروں گی وہ کروں گی۔ خاص طور پر قرآن کو ترجمے اور تفسیر کے ساتھ پڑھوں گی۔ اور آج کل ہمارا مشن یہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کام آسکیں اور لوگوں سے اپیل بھی کی ہے کہ اگر آپ پانچ روپے بھی اچھی نیت سے دیں گے تو وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی رقم ہوگی۔ تو صبح اٹھ کر میں مخیر حضرات کو کال کر رہی ہوتی ہوں کہ وہ غریبوں کے لیے کچھ دے سکتے ہیں تو ضرور دیں۔ لوگوں کو موٹیویٹ کرتی (ترغیب دیتی) رہتی ہوں۔ اور افطار کے بعد مختلف سیلبریٹیز کو لے کر ہم وہاں جاتے ہیں جہاں سے ہم نے یہ سلسلہ شروع کیا اور وہاں ان لوگوں کے شارٹ آؤٹ لے کر لوگوں کو جھنجوڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کار خیر میں آپ بھی حصہ لیں۔ ہم بھی کام کر رہے ہیں آپ بھی کام کریں۔

فروا احمد خان

لاک ڈاؤن کے دن بہت اچھے گزرے الحمدللہ...... چھٹیاں بھی انجوائے ہو رہی ہیں اور نیندیں بھی پوری ہو رہی ہیں۔ البتہ قابل ذکر واقعہ تو کوئی نہیں ہوا۔ ایسا کوئی خاص کریئیٹو کام بھی نہیں کیا لیکن Self analysis (اپنی ذات کا تجزیہ) خوب دل لگا کر کیا ہے ان دونوں میں، اور میرے

خیال میں یہ ہر انسان کے لیے بہت ضروری ہے۔ لڑائی جھگڑے تو زندگی کا حصہ ہیں جو چلتے ہی رہتے ہیں۔ اس لیے لڑائی جھگڑوں کو میڈیسن ڈوز (دوائی) سمجھنا چاہیے۔ جو انسانی جسم کے لیے بہت ضروری ہے۔ رہی فاصلے اور محبتیں دونوں ساتھ ساتھ ہی چل رہے ہیں اور ان پر ابھی تک کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ بہت ساری چھٹیاں اگر مل جائیں تو یقیناً دل چاہتا ہے کہ نئی نئی جگہوں پر جائیں تو پاکستان ٹور پر جائیں۔ لیکن بدقسمتی سے صورت حال کچھ ایسی ہے کہ گھر میں ایک ساتھ نہیں بیٹھ سکتے تو مل کر کہیں جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دعا ہے کہ یہ مشکل وقت جلدی ختم ہو جائے اور پہلے کی طرح زندگی کی رونقیں لوٹ آئیں (آمین)

صائمہ قریشی (فنکارہ)

اپنے آپ کو ٹائم دیا۔ اسکن ..... پیران کا خیال کیا۔ ورک آؤٹ کیا گھر میں رہنے سے جھگڑے بھی ہوئے۔ اور نیندیں بھی پوری ہوئیں۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی پوری ہوئی ہیں اور بھئی صحت ہے تو سب کچھ ہے اور الحمدللہ صحت بہت اچھی ہے۔ گھر زیادہ رہنے سے ڈیپریشن بہت ہوا۔ کیونکہ کچھ کرنے کو نہیں تھا اور میری نیچر تو ایسی ہے کہ جب تک کام کرتی رہوں بہت فریش رہتی ہوں اور کام کے وقت اگر نیندیں پوری نہ ہوں تو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا ہے میرے لیے میرے لیے زیادہ اہمیت میرے کام کی ہے۔

Vaqar Azeem
Pakistanipoint.com

شگفتہ یاسمین

(ہیڈ اپنا کراچی ایف یم 107)

میں آپ کو کیا جواب دوں کیونکہ میری چھٹیاں ہوئی ہی نہیں۔ ہم تو گھر پر نہیں تھے، ہم تو روزانہ آفس جا رہے تھے اور جا رہے ہیں۔ تو نہ ہم نے چھٹیاں انجوائے کیں۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ لاک ڈاؤن کے دونوں میں ایک ایکٹیویٹی شروع کی ہوئی ہے جو ہیلتھ اور فٹ نس کے حوالے سے ہے اس میں کوئی ایک ٹاپک پر ہم بات کرتے ہیں۔

ساجی گل (رائٹر)

میری فیملی کراچی میں اور میں اسلام آباد میں پھنس گیا تھا۔ ایک مہینے کے بعد بہت مشکل سے

ایک دوست کے ساتھ اس کی گاڑی میں کراچی آیا اور یوں ایک ماہ کے بعد بچوں سے ملاقات ہوئی۔ لوگوں کو لگتا ہے کہ ایک لکھاری کے لیے یہ آئیڈیل سچویشن ہے مگر میرے تجربے کے مطابق میں بالکل بلاک ہوگیا۔ مشکل سے ہی کچھ اقساط ایک ڈرامے کے لیے لکھ پایا۔ اور آپ نے پوچھا کہ چھٹیاں انجوائے کیں تو میرے نزدیک چھٹیوں اور قید میں فرق ہوتا ہے۔ نیندیں اڑ گئیں اور حالات کی غیر یقینی صورت حال نے بہت پریشان کیے رکھا۔ اور میں چونکہ اپنی فیملی سے کافی دور تھا تو لڑنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اس لیے محبتیں برقرار رہیں۔ فاصلے نہیں بڑھے۔ اور یہ جو سفر تھا اسلام آباد سے کراچی تک کا تو ایڈونچر سے بھرپور تھا خصوصاً جب موٹروے سکھر پر جی ٹی شروع ہوئی۔ پریشان کن حالات تھے۔ کرونا کی وجہ سے کوئی بھی احتیاط کرتا نظر نہیں آیا۔ چنگچیاں اور رکشے کھچا کھچ بھرے ہوئے نظر آئے۔ اور تھکاوٹ کے باوجود ایک لمحے کو بھی اس علاقے میں رکنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ بس اللہ تعالیٰ اس وبا سے نجات دلائے اور ہم نارمل زندگی کی طرف لوٹ آئیں۔

بلال قریشی (آرٹسٹ)

میں ایک فیملی اورینٹڈ انسان ہوں اور میرا دل چاہتا کہ میں زیادہ سے زیادہ وقت اپنی فیملی کے ساتھ گزاروں۔ تو میرے لیے تو گھر میں بیگم اور بچے کے ساتھ وقت گزارنا مشکل ہی تھا۔ اور میں بہت خوش ہوں کہ مجھے اپنی فیملی کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ اور سوشل ڈسٹنس تو بڑھا مگر گھر میں رہ کر سوشل میڈیا کے زیادہ قریب ہوگیا۔ میں نے موبائل بہت زیادہ استعمال کیا۔ اگرچہ پہلے بھی کرتا تھا مگر ان دنوں زیادہ ہوگیا۔ انسٹاگرم اور فیس بک ہر فین کور پلائی کرتا تھا اور اب بھی لائیو انسٹاگرم پر جاتا ہوں اور فینز سے گپ شپ لگاتا ہوں۔ اور یوں میڈیا سے قربت بڑھی۔ اس کے علاوہ گھر کے ''برتن'' دھوتا ہوں روزانہ، کیونکہ گھر کی ماسیوں کو چھٹی دے دی تو جب سے لاک ڈاؤن ہوا ہے گھر میں یہ تبدیلی آئی ہے کہ برتن دھونا میری ذمہ داری ہوگئی ہے۔ میں نے تو لاک ڈاؤن کو پوری طرح فالو کیا..... اور الحمدللہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ البتہ میں اپنے بیٹے کو باہر گھمانے پھرانے نہیں لے جاسکتا تو اس بات کو میں بہت زیادہ

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

محسوس کر رہا ہوں۔ کیونکہ ہم نے تو اپنے بچپن کی اور بڑے ہونے تک کی ساری انجوائمنٹ کر لی ہے اور اب ہمارے بیٹے کی باری ہے تو بس۔ اللہ خیر کرے اللہ پاک سب کے لیے آسانیاں پیدا کرے (آمین)

صائمہ اکرم چوہدری

(ڈرامہ رائٹر، ناول وافسانہ نگار)

لاک ڈاؤن سے پہلے زندگی کا پہیہ بہت تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے وقت کو "پر" لگ گئے ہوں۔ جاب، گھر، ٹی وی پروجیکٹس، فیملی فنکشنز، شاپنگز ان سب چیزوں میں ہی گھن چکر بن چکی تھی...... اور پھر "کورونا نامی" ایک "وبا" آئی جس نے ایسا منتر پڑھ کر پھونکا کہ وقت کا تیزی سے بھاگتا ہوا پہیہ ایک دم اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ جابز، شادیاں، فنکشنز اور چلتے ہوئے پروجیکٹس رک گئے۔ ایسا لگا جیسے پوری دنیا سویا ہوا محل بن گئی ہو۔ اپنے اپنے گھروں میں لاک ڈاؤن شروع ہو گیا۔ اور جیسے جیسے ٹی وی پر کورونا مریضوں کی تعداد بڑھ رہی تھی ویسے ویسے فشار خون (بلڈ پریشر) کی سطح بھی بلند ہو رہی تھی۔ تنگ آکر میں نے ٹی وی پر نیوز دیکھنا ہی چھوڑ دیں اور دل کو تسلی دی کہ "کورونا کوئی کرکٹ کا میچ تھوڑی ہے جس کا اسکور بار بار چیک کیا جائے۔"

لاک ڈاؤن سے پہلے میں رمضان میں آن ایئر ہونے والے سیریل کا اسکرپٹ لکھ رہی تھی اور لاک ڈاؤن کا فائدہ اٹھا کر اسے مکمل کرنے کی دھن میں تھی۔ لیکن مجھے یہ سن کر بہت دھچکا لگا کہ اس سیریل کا شوٹ رک گیا ہے۔ بلکہ میرے ایک اور سیریل کی بھی شوٹنگز کینسل ہو گئیں۔ جن کزنز کی شادیوں کی ساری شاپنگز کر چکی تھی وہ بھی خطرے میں پڑ گئیں۔ اور تب "حضرت علی" کا قول سمجھ میں آیا کہ "میں نے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے اپنے رب کو پہچانا، مجھے گرمیوں کی چھٹیوں میں دو ماہ کے لیے اپنے میاں کے ساتھ ایک کورس کے لیے جاپان جانا تھا۔ ساری تیاریاں مکمل تھیں لیکن کورونا نے تمام ارادوں کو پنچ کر رکھ دیا۔ زندگی میں بہت سالوں کے بعد گھر میں اکیلے دبک کر بیٹھنے کی سہولت میسر آئی لیکن اس سہولت میں ہزاروں اندیشے اور خوف پنہاں تھے۔ میاں چونکہ میڈیکل کے شعبے سے وابستہ ہیں اس لیے عام لوگوں سے زیادہ ہی کچھ معلومات گھر میں گردش کرتی تھیں۔ جنہوں نے دن کا چین رات کا سکون برباد کر کے رکھا ہوا تھا۔ اوپر سے کچھ اپنے لوگوں کی خطرناک حد تک بڑھی ہوئی لاعلمی جواب جہالت کی حدوں کو چھونے لگی تھی۔ اس چیز نے بھی زچ کر رکھا تھا۔ ان حالات میں کون سی تفریح اور چھٹیاں منائی جا سکتی تھیں۔ بس گھر بیٹھ کر سوشل میڈیا کا استعمال بڑھ گیا تھا اور وہاں بھی منفی چیزوں کا رجحان دیکھ کر اکتاہٹ ہونے لگی۔ تنگ آکر میں نے موویز اور کتابوں میں پناہ لے لی۔ اسکرپٹ رائٹنگ کا کام چونکہ بیٹھ کر ہوتا تھا اس لیے ذہنی سکون تو میسر نہیں تھا لیکن ان چھٹیوں میں کافی کام نپٹا لیا۔ میاں کے کوکنگ کے ہنر بھی دیکھے اور اب تو بس دلی دعا ہے کہ خدا کرے کہ ہم سب نارمل زندگی کی طرف آجائیں اور پوری دنیا کو اس کورونا

نامی وبا سے نجات مل جائے، (آمین)

امت العزیز (رائٹر)

ابتدائی ایام تو خاصے پریشان کن اور تفکرات سے بھرپور رہے کہ میں ان دنوں اپنی صحت کے لیے حوالے سے مسائل کا سامنا کر رہی تھی اور صحت یابی کے بعد کرنے والے بہت سے کاموں کی فہرست بنا رکھی تھی۔ جو ظاہر ہے کہ سب دھرے کے دھرے رہ گئے۔ ذہن پہلے ہی منتشر تھا پھر میری دیرینہ دوست سارا مجید کے والد ''کورونا'' کا شکار ہوگئے۔ یوں میں نے اس وبا کی تباہ کاری کو اتنے نزدیک سے دیکھ لیا کہ ہر شے سے دل اچاٹ ہوگیا۔ اور میں نے ہمہ وقت خود کو رونے دھونے، منفی سوچنے، بے وجہ لڑنے بھڑنے پر آمادہ پایا۔ تو پھر ایک دن اپنا تجزیہ کیا تو اندازہ ہوا کہ میں تو نفسیاتی ہوتی جا رہی ہوں۔ اور چونکہ میں بنیادی طور پر رجائیت پسند واقع ہوئی ہوں سو جلدی ہی اپنی کیفیت پر قابو پا کر حالات کا روشن پہلو دیکھنا شروع کر دیا اور یہ دیکھ کر بہت مسرت ہوئی کہ جہاں بہت سے مسائل ہیں وہیں لوگ مشکل وقت میں ایک دوسرے کا خیال بھی کر رہے ہیں۔ دامے..... درمے..... سخنے..... جس کی جو استطاعت ہے ایک دوسرے کے مددگار بنے ہوئے ہیں۔ اس ایک بات نے میری اداسی کسی حد تک دور کر دی اور یہ چھٹیاں جو بن مانگے ہمیں ملی تھیں میں نے انہیں اپنی ازلی زندہ دلی کے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کیا..... نیوز دیکھنا کم کر دیں..... واچ لسٹ میں موجود فلمز، ڈرامے وغیرہ دیکھنا شروع کیے..... سنجیدہ موضوعات پر مبنی وہ کتب پڑھ ڈالیں جو عام حالات میں نہ پڑھ سکی..... شہزاد صاحب کو چائے، قہوہ بنانا سکھا دیا۔ ہم نے ساتھ مل کر گھر کے بھاری بھاری کام کیے۔ زینب کو خود پڑھانے لگی..... اس کے ساتھ مل کر ڈرائنگز بنائیں..... کوکنگ کا مجھے شوق ہے مگر ان دونوں اس جانب خاص توجہ کا دل نہیں چاہا۔ ہاں اپنی کچھ ادھوری کہانیوں کے مسودے نکالے ہیں۔ شاید مکمل کر ہی لوں..... وقت بے وقت سو کر نیندیں بھی پوری ہو چکی ہیں۔ پر دل میں طمانیت اب بھی نہیں کہ انسان مشکل میں ہے۔ اور ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ یہ ہمارے ایمان کا جز ہے سو میں ناامید نہیں ہوں۔

Waqar Azeem
Pakistani Point.com

نازیہ علی (میڈیا پرسن + کالم نگار)

چھٹی کا لفظ سن کر خوشی بہت ہوتی ہے مگر میری زندگی میں چھٹی لفظ کسی طور پر آ ہی نہیں پاتا۔ گزشتہ پندرہ سال سے میڈیا سے وابستہ رہی ہوں جس کی بدولت میڈیا سے جڑے بیشتر شعبوں سے منسلک رہی ہوں اور ہمیشہ انسانیت کے کام آتی رہی ہوں۔

ملک و قوم کی خدمت کرنا اور انسانیت کے کام آنا ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ اس لیے خواہ سیاسی پلیٹ فارم ہو یا قلم کی آواز، اس کورونا وائرس کی وبا اور لاک ڈاؤن میں رات دن سماجی خدمت میں مصروف ہوں۔ بلکہ میری طرح اور بھی بے شمار شعبوں سے وابستہ لوگ جو یہ دن چھٹی منا کر نہیں بلکہ ایک جنگ

مسز حرا تنزیل (ہاؤس وائف.....دبئی)

جی..... میں ہاؤس وائف ہوں۔ قرنطینہ میں وقت کو انجوائے کیا۔ خالی نہیں بیٹھے بلکہ روزے بھی

رکھے اور عبادت بھی کی۔ اللہ سے گڑگڑا کے دعائیں مانگیں کہ اس وبا سے ہمیں نجات دلا۔ اور ان چھٹیوں میں جناب والوں نے تو گھر بیٹھ کر بھی کام کیا اور آپ کو پتا ہوگا کہ جب سب گھر پر ہوں تو کھانے پینے کا دور کچھ زیادہ ہی چل رہا ہوتا۔ تو اس لحاظ سے خواتین کو تو کیا چھٹیاں ملیں گی اور کیا نیندیں پوری ہوں گی انہیں تو بس کام کرنا ہے۔ تو جناب میں نے گھر میں رہ کر نت نئے کھانے پکائے..... اور جن کھانوں کے بارے میں کبھی سوچا کرتی تھی کہ یہ ضرور ٹرائی کروں گی انہیں بھی ٹرائی کیا اور جن کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ میں کبھی گھر پر بھی بنا رہی ہوں گی وہ بھی بنائے۔ ''دبئی'' میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کو ٹائم دینا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ تو لاک ڈاؤن کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ ''میاں صاحب'' کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع مل گیا۔ اور محبتوں میں اضافہ ہوا۔

سمجھ کر گزار رہے ہیں جیسے کہ فرنٹ لائن میں ڈاکٹرز اور پیرامیڈیکل اسٹاف اور سیکورٹی ادارے شامل ہیں۔ چھٹی تو دور کی بات بلکہ کام کا لوڈ اور ذمہ داریاں زیادہ بڑھ گئی ہیں..... تمام صورت حال بہتر ہونے کے بعد لازمی چند دن کی چھٹی چاہتی ہوں..... مگر اس وقت ملک و قوم کی خدمت فرض سمجھ کر کر رہی ہوں..... آپ نے پوچھا کہ کوئی کریئیٹو کام کیا تو مجھے ہمیشہ سے کوکنگ کا بہت شوق رہا ہے تو اس لاک ڈاؤن نے مجھے وہ تمام چیزیں بنانا بھی سکھا دیں جو ہم بازار کے علاوہ گھر میں بنانے کا تصور ہی نہیں کر سکتے تھے۔ بے پناہ مصروفیات کے باوجود کوکنگ سے گھر والوں کو محظوظ کیا..... اس لاک ڈاؤن میں سوشل میڈیا اور فیس بک پر کسی بھی نیکی کی تصاویر اور تشہیر نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس عہد پر قائم رہنے کی اللہ نے توفیق بھی دی۔ اور بغیر تذکیل کیے مصیبت زدہ لوگوں کے مسائل اپنے دوستوں اور احباب کی مدد سے حل کیے۔ اس کے لیے اللہ کی بہت شکر گزار ہوں..... اپنی نیندیں پوری کرنا چاہتی ہوں۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ ایسا لاک ڈاؤن کے بعد ہی ہوگا۔ دعا گو ہوں کہ اس وبا سے جلد چھٹکارا ملے اور نہ صرف میری بلکہ میری طرح ہر انسان کی نیند اس لاک ڈاؤن کے بعد پوری ہو..... اور لڑائی جھگڑا کیا ہونا، میرا اصولوں پر ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہا ہے۔ نرم مزاج ہوں لڑائی جھگڑوں سے دور ہی رہتی ہوں۔ اس لیے اس کی نوبت نہیں آتی۔ البتہ محبتوں میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ رشتے پہلے سے زیادہ مضبوط ہوئے ہیں۔ اور آپ صحیح کہہ رہی ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ چھٹیاں ملیں تو یہ کریں گے وہ کریں گے۔ تو ہوسکتا ہے کہ جن کو چھٹیاں ملیں انہوں نے ''یہ''، ''وہ'' کیا ہو۔ مگر میں لاک ڈاؤن ختم ہونے کے بعد چھٹی ضرور منانا چاہتی ہوں۔ تھوڑا آرام کرنا چاہتی ہوں اور فیملی کے ساتھ ڈھیر ساری شاپنگ اور پھر کہیں گھومنے جانا چاہتی ہوں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

میری بھی سنیئے

آئمہ نورالعین بیگ

شاہین رشید

1 ''نام؟''

''آئمہ بیگ ..... بلکہ پورا نام آئمہ نورالعین بیگ ہے۔''

2 ''پیار کے نام؟''

''بہت ہیں..... کیا کیا بتاؤں۔ ویسے مجھے اچھا لگتا ہے اگر لوگ مجھے میرے اصلی نام ''آئمہ'' کہہ کر بلایا کریں۔''

3 ''میں نے جنم لیا؟''

''10 مارچ 1989ء۔''

4 ''جنم شہر؟''

''رحیم یار خان۔''

5 ''میرا اسٹار؟''

''حوت..... Pisces۔''

6 ''تعلیم حاصل کی یا کون سی ڈگری لی؟''

''فلم اور ٹی وی میں بیچلرز کیا۔''

7 ''فیملی ممبرز؟''

''والدین، ہم تین بہنیں اور دو بھائی۔ والدین اس لیے کہا کہ کبھی ان کا ساتھ تھا۔ اللہ زندگی رکھے میرے والد کی۔ والد حیات ہیں ..... جبکہ والدہ انتقال فرما چکی ہیں اور انہوں نے انگریزی ادب میں ماسٹرز کیا ہوا تھا۔ جبکہ والد صاحب الیکٹریکل انجینئر ہیں۔''

8 ''گھر میں بولی جانے والی زبان؟''

''والدہ محترمہ اردو اسپیکنگ تھیں جبکہ والد صاحب پنجابی ہیں۔ تو گھر میں اردو پنجابی دونوں زبانیں بولی جاتی تھیں۔ لہٰذا میں دونوں زبانوں میں بڑے آرام سے بات کر لیتی ہوں۔''

9 ''مگر پھر بھی.....؟''

''مگر پھر بھی ..... انگریزی زیادہ بولی جاتی ہے گھر میں اور کبھی کبھار اردو اور پنجابی بولی جاتی ہے۔''

10 ''بہن بھائیوں میں میرا نمبر؟''

''(4th) چوتھا نمبر میرا ہے۔''

11 ''فیملی ممبرز میں کون کیا کیا کرتا ہے؟''

''جیسا کہ میں نے بتایا کہ والدہ حیات نہیں ہیں۔ والد صاحب الیکٹریکل انجینئر ہیں۔ بڑے بھائی میرے وہ بھی الیکٹریکل انجینئر ہیں۔ بڑی بہن

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ڈاکٹر ہیں۔ ان سے چھوٹی بہن ایم بی اے کر رہی ہیں۔ پھر میں ہوں اور مجھے تو آپ سب جانتے ہی ہیں۔ میرے بعد میرا چھوٹا بھائی ہے جو کہ ابھی پڑھائی مکمل کر رہا ہے۔"

12 "گانے کے علاوہ میرے ایکسٹرا شوق؟"

"میرے ایکسٹرا شوق تو بہت ہیں۔ البتہ میرے بڑے بھائی کو کی بورڈ اور گٹار بجانے کا شوق ہے اور مجھے بھی ہے تو ہم دونوں گٹار اور "کی بورڈ" بجاتے ہیں۔"

13 "باقاعدہ کون ہے اس فیلڈ میں؟"

"صرف میں ہی ہوں اور کوئی نہیں ہے۔"

14 "گھر میں سب سے زیادہ پیار کس سے ملا؟"

"سب سے..... مگر مجھے زیادہ پیار ماں سے ملا اور مجھے اپنے بھائی جو کہ مجھ سے بڑے ہیں ان سے نہ صرف بہت پیار ہے بلکہ میری دوستی بھی انہی سے ہے۔"

15 "کب خیال آیا کہ گلوکارہ ہی بننا ہے؟"

"مجھے گانے کا شوق گھر والوں کی وجہ سے ہوا۔ ابو کو گنگنانے کا شوق تھا اور بہت اچھا گنگناتے تھے..... اور مجھ سے بڑی بہن کو نعتیں پڑھنے کا..... مجھے لگتا تھا کہ میں گا سکتی ہوں۔ اسکول کالج اور یونیورسٹی میں گلوکاری کے مقابلوں میں حصہ لیا تو کامیابی ملی۔ بس اس کامیابی سے جو عزت و شہرت ملی اس نے اس بات پہ مجبور کیا کہ میں اس فیلڈ میں یعنی سنگنگ کی فیلڈ میں آجاؤں۔"

16 "کیریئر کا آغاز کیا؟"

"2015ء میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا اور اللہ نے کامیابیوں سے ہمکنار کیا..... آج میرا ایک نام ہے۔"

17 "کامیابی کی وجہ اچھی آواز، خوب صورتی یا کچھ اور.....؟"

"کچھ اور بالکل بھی نہیں۔ نہ ہی خوب صورتی ہے کہ کتنے دن اس کا فائدہ اٹھاؤں گی۔ اچھی آواز اور میری محنت..... اور بزرگوں کی دعاؤں نے یہ مقام دیا۔"

18 "بچپن میں کس بات پر ڈانٹ پڑتی تھی؟"

"ماما سے بہت ڈانٹ پڑتی تھی جب میں اوٹ پٹانگ شرارتیں کرتی تھی، خاص طور پر جب سوئچ کے سوراخوں میں انگلیاں ڈالنے کی کوشش کرتی تھی۔"

19 "کس بیماری سے خوف آتا ہے؟"

"کینسر سے، کیونکہ میری امی کا انتقال بھی اسی بیماری کی وجہ سے ہوا۔"

20 "فیوچر پلاننگ؟"

"بہت آگے جانا ہے۔ نام ور گلوکارہ بننا ہے اور اپنے آپ کو پاکستان کی پہلی خاتون کمپوزر کے روپ میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں..... اور یہی میرا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مشن بھی ہے۔''

21''لوگ پوچھتے ہیں کہ.....؟''

''تمہارا نام اتنا بڑا کیوں ہے۔آئمہ نورالعین بیگ۔تو میں بتاتی ہوں کہ''آئمہ''ماما نے رکھا اور ''نورالعین''بابا نے رکھا تو بس یہی وجہ ہے ..... ویسے بلاتے تو سب آئمہ ہی ہیں۔''

22''میں خوش قسمت ہوں کہ؟''

''کہ مجھے چھوٹی عمر میں ہی''لکس اسٹائل ایوارڈ''ملا۔''

23''کس کس کو سن کر اس فیلڈ میں آئی؟''

''میں نے تو سب کو سنا ہے۔مگر آئی میں اپنے شوق سے ہوں۔کسی سے متاثر ہو کر نہیں آئی.....اور شوق مجھے بچپن سے ہی تھا۔''

24''مجھے جھنجلاہٹ ہوتی ہے؟''

''جب کوئی ایک ہی بات کو بار بار دہرائے۔''

25''شہرت کے بارے میں سوچتی تھی کہ؟''

''نہیں.....نہیں کبھی نہیں سوچا تھا کہ مشہور ہو جاؤں گی۔لوگ میری آواز کو پسند کریں گے۔کیونکہ بچپن میں بھی اپنا شوق بند کمرے میں گا کر کرتی تھی اور ابو کے سامنے تو بالکل بھی نہیں گاتی تھی کہ ابو کیا کہیں گے۔''

26''مذہبی ہوں؟''

''بہت زیادہ.....اور اللہ سے تو بہت ہی ڈر لگتا ہے کہ اسے میری کوئی بات بری نہ لگ جائے۔''

27''مجھے شوق ہے؟''

''گھر کو سجانے کا.....کبھی آپ کو اتفاق ہو تو میرا کمرا دیکھیں میں نے کیسا سجایا ہوا ہے۔''

28''میرے کمرے کی خاص بات؟''

''میں نے ایک دیوار پہ مختلف رنگوں کی تتلیاں لگائی ہوئی ہیں اور میرے کمرے میں آپ کو زیادہ تر سیاہ اور سفید رنگ کے ڈیکوریشن پیس نظر آئیں گے۔''

29''کب بہت خوشی ہوتی ہے؟''

''جب اپنے گھر والوں کے سامنے پرفارم کرتی ہوں۔ان کی خوشی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔''

30''تنہائی میں اکثر روتی ہوں؟''

''ہاں بہت روتی ہوں۔اپنی ماما کو یاد کر کے ان کی تکالیف کو یاد کر کے۔''

31''میری ایکسٹرا صلاحیت؟''

''مجھے شارٹ اسٹوریز لکھنے کا بہت شوق ہے اور اکثر فارغ اوقات میں لکھتی بھی ہوں۔''

32''کوکنگ سے لگاؤ؟''

''ہے.....مگر زیادہ نہیں.....میری بڑی بہن بہت اچھا پکاتی ہیں۔برا میں بھی نہیں بناتی۔''

33''میرا پسندیدہ کھانا؟''

''بریانی.....اور گھر کی پکی ہوئی پسند ہے۔''

34''مشورہ لیتی ہوں یا اپنی چلاتی ہوں؟''

''میں سب کام بڑوں کی مرضی سے مشورہ لے کر کرتی ہوں اور میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں بڑوں کی رائے لے کر چلوں۔''

35''لوگ کس قسم کا میوزک سننا پسند کرتے ہیں؟''

''ایسا میوزک جو ایک دم سے کانوں کو بھا جائے۔میرا نہیں خیال کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ ہو میہ نہ ہو۔بس دل اور کانوں کو بھانی چاہیے۔''

36''گھر میں کون سب سے زیادہ پیار کرتا ہے؟''

''سب ہی۔مگر امی کے بعد ابو بہت زیادہ حساس ہو گئے ہیں اپنی اولاد کے معاملے میں۔''

37''لائیو کنسرٹ آسانی سے کر لیتی ہوں؟''

''جی.....جی بہت آسانی سے، بلکہ لائیو کنسرٹ میں زیادہ مزا آتا ہے کیونکہ فوری رسپانس

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مل جاتا ہے۔''

38 ''میرے لیے اللہ کا بہترین تحفہ؟''

''میری آواز، میری گائیکی اور میرے اپنے۔''

39 ''کن کے لیے ٹائم نکالنا مشکل ہو جاتا ہے؟''

''سب کے لیے..... اور سب میرے لیے یہی کہتے ہیں کہ ہمیں ٹائم نہیں دیتیں۔''

40 ''مگر کوئی ہے جس کے لیے میں ٹائم نکال لیتی ہوں؟''

''میں نے ایک ''کتا'' اور ایک بلی پالی ہوئی ہے چونکہ وہ بے زبان ہیں اس لیے ان کے لیے کسی نہ کسی طریقے سے ٹائم نکال ہی لیتی ہوں۔''

41 ''گھر میں کس کا رعب اور غصہ تیز ہے؟''

''ابا کا، رعب بھی ہے اور غصہ بھی ان کا بہت تیز ہے۔''

42 ''میرا پروفیشن؟''

''یہی میرا پروفیشن ہے۔ یہی میری منزل ہے۔ اسی کو لے کر بہت آگے جانا ہے اور میری ماما نے مجھے بہت سپورٹ کیا لہٰذا ان کے خوابوں کو تو ضرور پورا کروں گی۔''

43 ''شہرت کی خواہش تھی؟''

''شہرت کی خواہش تو تھی مگر کس طرح ملے گی اس کے بارے میں کبھی سوچا نہیں تھا اور اب اللہ کا بہت شکر کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اس قابل سمجھا۔''

44 ''شاپنگ جنون یا ضرورت؟''

''مجھے جنون کی حد تک شوق ہے شاپنگ کا اور نہ صرف خریداری کرنے کا شوق ہے بلکہ مجھے ونڈو شاپنگ میں بھی بہت مزا آتا ہے۔''

45 ''اگر ڈراموں میں کام کرنے کی آفر آئی تو؟''

''نہیں..... نہیں مجھے فلموں اور ڈراموں میں کام کرنے کا بالکل بھی شوق نہیں ہے۔ اگرچہ مجھے کافی آفرز آئی ہیں مگر میں نے سب کو انکار کر دیا۔''

46 ''زیادہ شہرت سے ڈر لگتا ہے؟''

''بالکل لگتا ہے۔ ابھی تو شہرت کا آغاز ہے۔ اللہ اسے قائم و دائم رکھے (آمین)۔''

47 ''ٹریولنگ کا شوق؟''

''بہت زیادہ..... اور میں اب تک کئی ممالک کی سیر کر چکی ہوں۔ اور ہمارا دوسرے ممالک میں جانے کا اتفاق اس طرح ہوتا رہتا ہے کہ والد صاحب اپنے کام کے سلسلے میں آئے دن کہیں نہ جاتے رہتے ہیں تو پھر ہم بھی ساتھ چلے جاتے ہیں اور اب تو کنسرٹ کے لیے بھی جانا رہتا ہے۔''

48 ''اکثر وہ دن یاد آتے ہیں؟''

''جب ہماری فیملی مکمل تھی۔ میری ماما حیات تھیں اور ہم سب بہت خوش رہتے تھے۔ بہت مزے کرتے تھے، اب سب کچھ ہے مگر ''ماما'' نہیں ہیں۔''

49 ''سکون کہاں ملتا ہے؟''

''دنیا کے کسی بھی کونے میں چلی جاؤں، مجھے سکون اپنے گھر میں اور اپنے کمرے میں ہی ملتا ہے۔ اپنا وطن اپنا گھر..... سب کچھ ہے۔ اللہ گھر کو اور اس ملک کو بلکہ ہمارے ملک کو قائم و دائم رکھے۔ (آمین)''

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مقابل ہے آئینہ

ارم کمال

ادارہ

س ''اصلی نام کیا ہے؟ گھر والے پیار سے کیا کہتے ہیں؟''

ج ''اصلی نام شادی سے پہلے ارم ناہید تھا۔ اب ارم کمال ہے گھر والے بچپن میں گڑیا کہتے تھے اب ارم کہتے ہیں۔''

س ''آئینہ آپ سے کیا کہتا ہے؟''

ج ''آئینہ مجھ سے کہتا ہے ''تم سا کوئی پیارا کوئی معصوم نہیں ہے۔''

س ''حسین صورتوں کو دیکھ کر دل میں کیا خیال آتا ہے؟''

ج ''اللہ تعالیٰ کی صناعی پر بہت پیار آتا ہے لیکن یہ خیال آتا ہے کہ ان حسین صورتوں کی سیرتیں بھی حسین ہوں تو کیا ہی بات ہے۔''

س ''اگر آپ کے پرس کی تلاشی لی جائے تو......؟''

ج ''میرے پرس میں پین، لپ اسٹک، پرفیوم ،لوشن، چابیاں، دوائیاں اور چھوٹی الائچیاں ضرور ملیں گی۔''

س ''بھوتوں سے ڈرتی ہیں؟''

ج ''کاکروچ اور چھپکلی سے ڈرنے والی خواتین بھوتوں سے نہیں ڈرتیں، ہے نا عجیب بات۔''

س ''مہمان کیسے اچھے لگتے ہیں؟''

ج ''مہمان بہت اچھے لگتے ہیں کچھ دن مہمان نہ آئیں تو طیبہ اور صبیحہ کہتی ہیں ''ماما کتنے دن ہو گئے ہمارے گھر کوئی مہمان نہیں آئے۔''

س ''کھانے میں کیا پسند ہے؟''

ج ''اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں مجھے پسند ہیں مگر شامی کباب، کریلے گوشت، مرغ پلاؤ کے ساتھ چائے الائچی والی مل جائے تو وہ دن یادگار۔''

س ''اگر آپ کو حکومت مل جائے تو کیا کریں گی؟''

ج ''اگر مجھے حکومت مل جائے تو عورتوں کے حقوق کا تحفظ کروں گی جو مرد عورتوں پر ظلم کرتے ہیں۔ انہیں نفسیاتی ٹارچر کرتے ہیں، چہرے پر تیزاب پھینک دیتے ہیں، غیرت کے نام پر قتل کرتے ہیں ان کو سرعام پھانسی لگواؤں گی۔''

س ''پسندیدہ شاعر؟''

ج ''پروین شاکر، احمد فراز اور امجد اسلام امجد۔''

س ''مزاجاً لڑاکا ہیں؟''

ج ''بالکل نہیں بلکہ جھگڑے سے بچنے کے لیے اپنا نقصان کروا لینے والوں میں سے ہوں۔''

س ''گھر سے باہر جاتے ہوئے کیا چیزیں ساتھ رکھتی ہوں؟''

ج ''پانی کی بوتل، ضرورت سے زائد پیسے۔''

س ''کس مزاج کے لوگ پسند ہیں؟''

ج ''ایسے لوگ جو محبت سے پیش آئیں، جن کی آواز سے محبت چھلکے جن کے لہجے گلاب گلاب ہوں۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

س ''اگر لوڈ شیڈنگ نہ ہوتی تو......؟''
ج ''تو میں چھت پر نہ جا پاتی کیونکہ لائٹ گئی ہوئی ہو تو میں چھت پر جا کر آسمان کی وسعتوں پر غور کرتی ہوں اور اگر رات ہو تو چاند، تاروں سے اپنے دل کی باتیں کرتی ہوں۔''
س ''اللہ کو یاد کرنے کا بہترین وقت؟''
ج ''جب بالکل خاموشی ہو، سب سو رہے ہوں تب اللہ تعالیٰ کو دل سے اور پوری روح سے یاد کرنے کا بہترین وقت ہوتا ہے۔''
س ''کیا نام شخصیت پر اثر کرتا ہے؟''
ج ''ففٹی ففٹی ہے۔ اکثر جلال الدین بہت ہی دھیمے مزاج کے نکلتے ہیں۔ حسینہ بہن بالکل الٹ ہوتی ہیں اور کبھی کبھار وجاہت واقعی ڈیشنگ ہوتے ہیں۔''
س ''وہ کون سے کام ہیں جن کو کرنے سے خیال آتا ہے کہ دنیا کیا کہے گی؟''
ج ''دنیا کچھ نہ کہے تو حیرانی اور پریشانی ہونی چاہیے۔ خیال یہ آنا چاہیے کہ وہ کام بالکل نہ کریں جن سے خدا نے منع فرمایا ہے۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

س ''اگر آپ سنسان راستے سے گزر رہی ہوں اور پیچھے کتا لگ جائے؟''
ج ''میں نے اتنی لگاتار اور زوردار چیخیں مارنی ہیں کہ کتا بے چارہ ڈر کر بھاگ جائے گا۔''
س ''آپ کی نظر میں محبت کیا ہے؟''
ج ''محبت اسم اعظم ہے ہر بند دروازے کو کھولنے والی کنجی ہے۔''
س ''کن لوگوں کی احسان مند ہیں؟''
ج ''سب سے پہلے اپنے والدین کی پھر اپنے پیارے ہزبنڈ کی جنہوں نے میری زندگی اپنے پیار سے گل و گلزار بنا دی۔''
س ''اپنی تعریف سن کر خوشی ہوتی ہے؟''
ج ''بہت......سیروں خون بڑھ جاتا ہے۔''
س ''اگر کوئی ناراض ہو جائے تو کیسے مناتی ہیں؟''
ج ''مجھے منانا بہت مشکل لگتا ہے اس لیے میں کوشش کرتی ہوں کہ کوئی روٹھے ہی نا پھر بھی اپنی غلطی ہو تو سوری کرنے میں پہل کر لیتی ہوں۔''
س ''حقیقی خوشی کس وقت حاصل ہوتی ہے؟''
ج ''جب میری ذات کسی کے لیے خوشی کا باعث بنے۔ کسی کے دکھ میری وجہ سے کم ہوں تب۔''
س ''زندگی سے کیا سبق سیکھا ہے؟''
ج ''ہر وقت اور ہر لمحہ خدا کی رضا میں راضی رہیں ناخوشگوار باتوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیں۔ چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو انجوائے کریں۔''
س ''ستاروں پر یقین رکھتی ہیں؟''
ج ''بالکل نہیں، بلکہ ستارے بنانے والے پر یقین رکھتی ہوں۔''
س ''کوئی ایسی بات جو ہمیشہ ذہن میں رہتی ہے؟''
ج ''دنیا کے کاموں کے ساتھ ساتھ آخرت کی تیاری ہمیشہ ذہن میں رہتی ہے۔''
س ''کوئی آخری بات؟''
ج ''زندگی کے سفر میں ہمیشہ محبتوں کا پرچم بلند رکھیں۔ محبت کے پودے کو کاشت کریں۔ اس پودے کی آبیاری میں کوئی کسر نہ چھوڑیں تو یہ پودا تناور درخت کی شکل میں آپ کی زندگی میں قوس وقزح کے ساتوں رنگ بھر دے گا۔''

☆☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

زرد موسم
راحت جبیں
قیمت -/1000 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021

آسیہ مرزا

میرے ہم نفس میرے ہم نوا

حیات علی کی تین بیٹیاں تھیں۔ یہ ایک متوسط گھرانہ تھا۔ اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ راحیلہ بیگم کے گھڑاپے کا منہ بولتا ثبوت۔ اولاد کی تربیت میں کہیں کوئی کسر نہ رکھی تھی۔ نیلوفر تو تھی ہی ماں کی طرح صابر و شاکر اور ارسلہ نے اس کا لقب قانع آپا رکھ دیا تھا۔ اریبہ چھوٹی فرسٹ ایئر کی طالبہ تھی۔ بس پڑھائی اور موبائل گیمز سے دلچسپی تھی مگر اماں کا دردسر تو ارسلہ تھی۔ نیلوفر کی منگنی جہاں ہوئی تھی وہ لوگ بہت لالچی تھے اور آئے دن کوئی نہ کوئی مطالبہ کرتے رہتے تھے۔ ارسلہ کو اس کی خالہ کا بیٹا سکندر پسند کرتا تھا لیکن غربت کی وجہ سے ارسلہ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

مہوش جیلانی اور اکبر جیلانی کے دو بچے ہیں، رومی اور آبص۔ آبص ایک حادثہ کی وجہ سے اپنی زندگی سے بے زار ہے۔ نادیہ شاہ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ کالج کے ایک ٹور پر اس کی ملاقات آبص سے ہوتی ہے جہاں دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

آبص کی ماں کو اس رشتے سے اختلافات ہوتا ہے اور وہ نادیہ شاہ کے گھر جا کر اس کی بہت بے عزتی کرتی ہیں۔ جب وہ اس کے بھائی کو مروانے کی دھمکی دیتی ہیں تو مجبوراً نادیہ شاہ آبص کو چھوڑ دیتی ہے اور اپنا گھر بھی تبدیل کر لیتی ہے۔

ارسلہ کو اپنی دوست رومی کے بھائی آبص میں اپنے خوابوں کی تعبیر نظر آتی ہے۔ جب اس کے گھر والے آبص کا رشتہ لے کر آتے ہیں تو وہ زبردستی اپنی بات منواتی ہے۔

ارسلہ کی شادی آبص سے ہو جاتی ہے لیکن وہ اس بات سے انجان ہے کہ آبص ایک حادثہ میں اپنی ٹانگ سے محروم ہو چکا ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ساتویں قسط

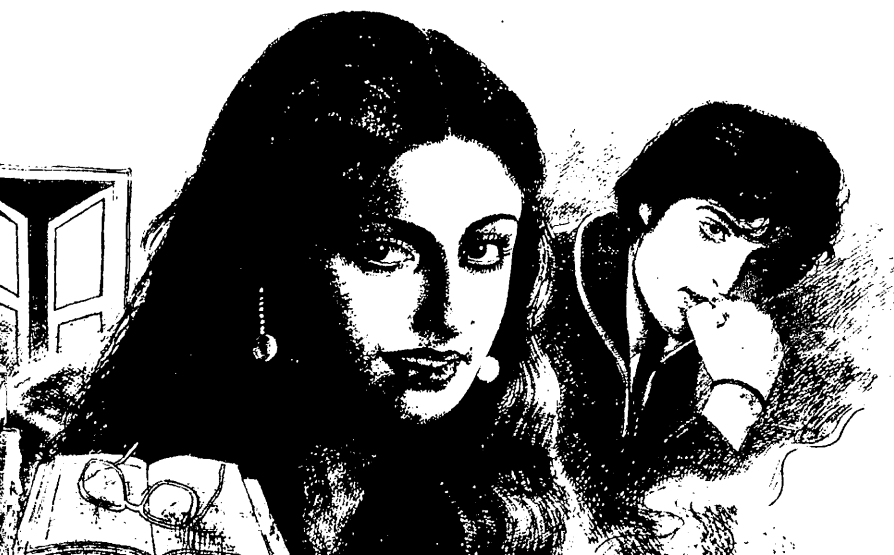

کون سا جرم ہے، کیا ستم ہوگیا
آنکھ گر اٹھ گئی آپ ہی کی طرف

اس نے لیٹے لیٹے کروٹ بدلی اور چت لیٹ کر چھت کو تکنے لگی۔ لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

رات ڈھلتے جب ان کا خیال آ گیا
ٹکٹکی بندھ گئی چاندنی کی طرف

اس کے دل میں سکندر کی کیا آمد ہوئی تھی، سکندر سے محبت کرنے لگی تھی بلکہ سکندر تو اس کے اندر سے ہی جیسے برآمد ہوا تھا۔ اس کے وجود میں عجیب سرمستی اور شگفتگی سی طاری رہنے لگی تھی۔ اسے سکندر کو سوچتے رہنا اچھا لگنے لگا تھا۔ شاید اسے ہی محبت کہتے ہوں گے کہ کوئی یک دم آپ کو بہت اچھا لگنے لگے۔ اسے رات بھر جاگ جاگ کر سوچنا اچھا لگنے لگے۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہوں مگر آنکھوں کو میٹھی سی اذیت دے کر نیند کو دور رکھنا اور اس کا تصور کرتے کرتے صبح کر دینا۔

وہ خود سے ہم کلام تھی۔ ایسا آج پہلی بار نہیں اکثر ہونے لگا تھا۔

شروع شروع میں تو ارسلہ اور نیلوفر کے جانے کے بعد یہ کمرہ اسے کاٹ کھانے کو دوڑتا۔ مسہری پر گرتی تو وحشت سی ہونے لگتی مگر جب سے سکندر کے بارے میں سوچنا شروع کیا تھا، اسے لگتا یہ تنہائی تو نعمت ہے اس کے لیے..... بلکہ وہ اب تنہا ہی کب رہتی تھی۔

سکندر کا تصور ہمہ وقت اس کے ہمراہ رہنے لگا تھا۔ ایک سرمستی اس کے اندر رہتی تھی۔ ایک خوش رنگ کیفیت ہمہ وقت چھائی رہتی تھی۔

اس نے اٹھ کر نیلوفر کی الماری سے ان کی ڈائریاں نکالیں۔ نیلوفر کی نوجوانی کا سارا شوق اور ذوق ان ڈائریوں میں قید تھا۔ کسی قیمتی ہیروں کی طرح ان ڈائریوں کو سنبھال کر رکھتی تھی۔

وہ ایک ڈائری اٹھا کر مسہری پر آ کر بیٹھ گئی۔ صاف ستھری ہینڈ رائٹنگ میں لکھیں، خوب صورت غزلیات نظمیں، اقوال..... اس کے اعلا ذوق کی ترجمانی کر رہے تھے۔

دلوں کی جگمگاتی بستیاں تاراج کرتے ہیں
یہی جو لوگ لگتے ہیں نہایت عام سے پہلے

اس نے ابھی چند لائنیں ہی پڑھی تھیں کہ اماں کی آواز ابھری۔ وہ چونکی اور صحن میں اماں کھڑ پٹر کر رہی تھیں۔ وہ جھٹکے سے اٹھی۔ اماں کے لیے نہیں بلکہ ان بوندوں کو دیکھ کر جو شیشے پر کسی موتیوں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں۔

''بیا! دیکھو۔ بارش ہو رہی ہے۔ تم نے کپڑے بھی نہیں اٹھائے تھے۔'' اماں کی آواز سارے رومانٹک ماحول کو چھن سے توڑ گئی۔ ''اس لڑکی سے تو بس باتیں کرا لو۔ اب دوپہر کے کپڑے ابھی تک پڑے لٹک رہے ہیں۔''

''آئی اماں۔'' اس نے کھڑکی کھول کر صحن میں جھانک کر دیکھا۔ امی کپڑے رسی سے کھینچ کھینچ کر بازو پر جمع کر رہی تھیں۔ ''آپ رہنے دیں، میں اتار لیتی ہوں۔''

''بس۔ اب تو اتار لیا۔ تم نکلو گی تب تک بھیگ جائیں گے۔ یاد رکھ کر اتار لیتیں پہلے ہی..... چلو خیر۔ یہ پکڑو۔'' امی نے اکٹھے کپڑے کھڑکی سے ہی اس کو تھمائے۔ وہ کپڑے ان کے ہاتھ سے لے کر یوں ہی کرسی پر پھینک کر صحن میں بھاگی چلی آئی۔

''ہائے اماں۔ کتنا خوب صورت موسم ہو رہا ہے۔''

''ارے ارے..... لڑکی! اب اتنی رات بھیگو گی، کیا بیمار ہونا ہے۔ چلو اندر چلو۔''

''امی۔ اب آپ بھی نا نیلو آپی تو مت بن جائیں۔'' وہ دوپٹا سینے پر پھیلا کر دونوں ہاتھ ادھر اُدھر پھیلا کر

سر اٹھا کر بارش کے قطروں سے لطف اندوز ہونے لگی۔
امی اس کے پاگل پن پر مسکرا دیں۔
''زیادہ مت بھیگنا۔'' امی بقیہ کپڑے اٹھا کر صحن سے جاتے جاتے رک کر بولیں۔ ''ارے ہاں۔ صبح یاد سے سکندر کو فون کر دینا ذرا۔''
سکندر کے نام پر اس کی ساری حسیات بیدار ہو گئی۔
''سکندر کو..... کیوں؟''
''ارے۔ وہ تمہارے ابا کی دوائی کا پرچا لے گیا ہے۔ اسے کہنا وہ دوائیاں نہ خرید لے۔ آج ہی تمہارا ابا دکان سے واپسی پر لے آئے ہیں۔ بلاوجہ ڈبل آ جائیں گی۔'' امی تو گویا اس کے دل کے تاروں کو ہی چھیڑ گئی تھیں۔ سکندر کے نام سے اس کا دل بہکنے لگا۔
''ابھی کر دیتی ہوں۔'' وہ وہیں سے چلائی۔ ''میرا موبائل دے دیں۔''
''ارے۔ باؤلی ہوئی ہو کیا۔ بارہ بج گئے ہیں۔ بچہ دن بھر کر تھکا ہارا سو رہا ہو گا۔'' امی نے گرل کھولتے ہوئے اسے گھرکا۔ پھر اندر چلی گئیں۔
''لگتا ہے، بارش بہت تیز ہو گی۔'' اس نے بادلوں سے بھرے آسمان پر نگاہیں ڈالیں اور ٹپکتی بوندوں کی تازگی لبوں پر، رخساروں پر، ماتھے پر محسوس کرنے لگی۔

یہ موسم کی بارش
یہ بارش کا موسم
یہ بارش کی بوندیں
تجھے ہی تو ڈھونڈیں
یہ ملنے کی خواہش
یہ خواہش پرانی
ہو پوری تجھی سے
میری یہ کہانی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

☆☆☆

''لگتا ہے بارش اب کے پورا ہفتہ منا کر جائے گی۔ رات بھر بارش ہوتی رہی ہے اور اب بھی دیکھو بادل پھر مستی میں ہیں۔'' وہ دونوں بھاگتی ہوئی شیلڈ کے نیچے آئیں۔
''ہاں شاید۔'' نادیہ نے نظریں اٹھا کر بادلوں کو دیکھا جو سیاہی مائل ہو رہے تھے۔ اسے بارش اب اچھی نہیں لگتی تھی۔ یہ موسم اس کے دل کی اداسی کو بڑھا دیا کرتا تھا۔ بارش کے ساتھ اسے مری میں گزارے دن اور وہ منظر یاد آ جاتے تھے۔
''چلو۔'' وہ رکشا کو ہاتھ دے چکی تھی۔
''ارے۔ کچھ دیر تو ٹھہرو۔ موسم کو انجوائے کر لیں، آئس کریم کھاتے ہیں یار۔ فرقان بھائی کے سموسے اور ہری چٹنی۔ اور.....''
''بس بس۔ یہ سب تم میرے گھر کھا لینا۔ اب چلو۔'' وہ صبا کا ہاتھ پکڑ کر رکشے میں بیٹھ گئی۔
''بس رہنے دو۔ تم نے کون سا مجھے سموسے فرائی کر کے کھلانے ہیں۔'' صبا نے اسے گھورا۔ وہ سنجیدگی سے بیٹھی رہی۔ یوں جیسے گھر پہنچنے کی جلدی ہو۔

''لگتا ہے تمہیں بارش پسند نہیں ہے۔ یہ موسم تمہیں چڑچڑا کر دیتا ہے۔'' وہ رکشے سے اتریں تو صبا نے بالآخر دبا ہوا سوال کر دیا۔

وہ فقط سر ہلا کر ڈور بیل بجانے لگی۔ لمحے بعد ہی امی نے دروازہ کھولا اور دونوں کو بھیگتا دیکھ کر جلدی سے دروازہ پورا کھول کر خود ایک طرف ہو گئیں۔

''تم دونوں تو اچھا خاصا بھیگ گئی ہو۔'' امی ان کے اندر آنے کے بعد دروازہ بند کرنے لگیں۔

''ہاں بس فضول میں۔'' وہ کندھے سے بیگ اتار کر ایک طرف پھینک کر دوپٹا اتار کر جھٹکنے لگی۔

''میں نے صبح کہا تھا تم سے کہ مت جاؤ۔ چھٹی کر لو۔ رات بھر بارش برسی ہے اور صبح بھی بارش کے آثار تھے مگر تم پر تو فرض شناسی کا بھوت سوار رہتا ہے۔ چلو کپڑے بدل لو۔''

''ارے۔ آنٹی! اس سڑو کو تو رہنے دیں۔ اتنا زبردست تو موسم ہو رہا ہے۔ کراچی والوں کے لیے یہ نعمت کم نہیں۔ لوگ پاگل ہو رہے ہیں خوشی سے اور یہ سڑ رہی ہے۔''

صبا کی بات پر نادیہ کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے عجیب ضبط کے مرحلے سے گزری تھی۔ ایک افسردہ سی سانس بھر کر رہ گئی۔

''اس نے سموسے بھی نہیں کھانے دیے۔ اب پکوڑے تو بنتے ہیں نا آنٹی۔''

''کیوں نہیں۔ سموسے بھی رکھے ہیں فریج میں۔ ابھی فرائی کر دیتی ہوں۔ تم دونوں جا کر کمرے میں بیٹھو۔ تم بھی کپڑے بدل لو۔ گیلے ہو رہے ہیں۔''

''ارے نہیں آنٹی۔ زیادہ گیلے نہیں ہیں۔ مزا آ رہا ہے۔ فرحت کا احساس ہو رہا ہے۔ یہ نادیہ تو بدذوق ہے بہت۔'' وہ اپنا شولڈر بیگ اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہتی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

امی کا ہاتھ آٹے کی پرات میں آٹا گوندھتے گوندھتے ایک پل رکا۔ افسردگی کی کوئی لہر دل کو گویا کاٹ کر گزری تھی۔ انہیں تو نادیہ کا وہ پاگل پن، دیوانگی سب یاد تھی بلکہ وہ تو خائف ہو جاتی تھیں کہ وہ اتنا بھیگتی تھی کہ انہیں ڈر لگنے لگتا کہ بیمار نہ ہو جائے کہیں۔ ایسی بچہ بن جاتی بارش کو دیکھ کر کہ مچل مچل جاتی۔ امی ڈپٹتیں تو وہ انہیں بھی پکڑ کر صحن میں لے آتی۔ مری جانے کے لیے بھی اس کی ضدیں یاد تھیں انہیں۔ دو دن بھوک ہڑتال کی تھی تب انہوں نے ہار مان کر اجازت دی تھی اور اب یوں تھا کہ سارے موسموں سے ناتا توڑ بیٹھی تھی۔ کوئی بھی موسم ہو اس پر ایک ہی موسم طاری رہتا تھا، اداسی کا، سنجیدگی، بردباری اور خاموشی کا۔

''تم سے ایک کام میرا ہوتا نہیں ہے۔ بس باتیں کرا لو تم سے۔ وعدے سچے جھوٹے۔'' نادیہ نے کپڑے بدل کر مسہری پر بیٹھ کر صبا کو رکھ کر سنایا اور پیر سہلاتے ہوئے چڑچڑے پن سے سر جھٹکا۔ سینڈل پہننے کے باعث پیر دکھ رہے تھے۔ سارا دن کھڑے کھڑے اسٹوڈنٹس کو پڑھا کر آج تو جیسے تھک سی گئی تھی۔ بے زاری الگ ہو رہی تھی۔

''ارے نہیں۔ کہا تو تھا تم کو کہ زبیر سے کہا ہے میں نے۔ دو دن میں ساری معلومات اکٹھی کرا لائے گا۔''

''تمہارا یہ کزن بھی تمہاری طرح نکھٹو ہے۔''

''اب میرے منہ پر اسے اتنا برا نام تو نہ دو یار۔ آخر کو ہونے والا مجازی خدا ہے میرا۔'' صبا نے اسے گھورا پھر کھڑکی کا پٹ پورا کھول کر اس کی طرف چلی آئی اور جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''تو یہ بات تو طے ہے کہ تمہارے خیالوں، سوچوں اور احساسات کی سوئی سال بھر پہلے جہاں رکی تھی اب تک وہیں اٹکی ہوئی ہے۔''

''مطلب؟'' اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ مگر دوسرے پل نظریں چرا لیں۔ مطلب تو بس یوں ہی اس نے پوچھ لیا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''اسے تم سانحہ کہہ لو، واردات محبت کہہ لو، احساس ندامت یا پشیمانی، پچھتاوا کچھ بھی۔ کوئی بھی نام دے دو مگر جو حصار تمہاری ذات کے گرد آبص جیلانی کھینچ کر گیا ہے، اس سے تم باہر نہیں نکل سکی ہو یا نکلنا نہیں چاہتی ہو۔'' وہ اس کے سامنے مسہری پر بیٹھ گئی۔

''تم آبص کے بارے میں معلومات چاہتی ہو، اس کی کھوج تمہیں اب تک اڑائے اڑائی پھر رہی ہے۔'' صبا نے یہ کہہ کر جیسے اس کے دل کی ساکن جھیل میں پتھر ہی پھینکا تھا۔ ہر شے جیسے منتشر ہونے لگی۔ وہ مسہری سے اٹھ کر کھڑکی کے پردے ایک طرف کرنے لگی۔

''یہی بات ہے نا.....'' صبا اس کی خامشی پر بولی۔

''ہاں۔ شاید۔ میں نے کب سوچا تھا، ایک غلطی عمر بھر کا پچھتاوا بن جائے گی۔'' اس نے ہلکی سی سانس کھینچی۔ یوں جیسے یہ سانس بھی بڑی مشکل سے پھیپھڑوں سے آزاد ہوئی ہو۔

''محبت کو غلطی کہہ رہی ہو یا آبص سے بچھڑنے کی غلطی کو غلطی مان رہی ہو۔''

''ارے نہیں۔ میں تو اس گھڑی کو کوس رہی ہوں، جب آبص سے ملی تھی۔ اس سے بچھڑنا تو ضروری تھا، نہ بچھڑتی تو بکھرنا لازمی تھا۔ تو ذلت اٹھا کر بکھرنے سے بہتر سمجھا کہ بچھڑ کر بکھر جاؤں۔'' اس کی آواز دھیمی ہونے لگی، جیسے وہ خود سے ہم کلام ہو رہی ہو۔ وہ مسہری کے نزدیک پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ''سچ کہوں۔ میں اسے ایک بار دیکھنا چاہتی ہوں۔''

صبا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

''ارے نہیں۔ ملنا نہیں، صرف دیکھنا۔'' وہ اس کی اٹھی ہوئی نگاہوں میں چھپے سوال اور حیرت کو خود ہی سمیٹتے ہوئے جلدی سے بولی پھر یوں مسکرائی جیسے کوئی بے دم پرندہ، بہت پرواز کے بعد یک دم تھک کر کسی سطح پر گرتا ہو۔ اپنی پرواز کا دم نکلتا محسوس ہو رہا ہو۔ پھڑ پھڑانے کی سکت بھی نہ ہو۔

''وہ اسی شہر میں ہے تو مجھ سے کبھی اتفاقاً ٹکرایا کیوں نہیں۔ کبھی نظر کیوں نہیں آیا۔''

صبا کے لیے یہ حیرت کا جھٹکا ہی تھا، وہ سال بھر کے بعد پہلی بار ایسی تمنا کر رہی تھی یا اظہار کر رہی تھی۔

''جب سے حمزہ کا نام میرے نام سے جڑا ہے، وہ جب پاکستان آتا ہے میرے حوصلوں کی چٹانیں تڑخنے لگتی ہیں۔ اندھیرے کا احساس بڑھنے لگتا ہے۔ ناقابل برداشت ہونے لگتا ہے۔ ضمیر کی خلش بڑھ جاتی ہے صبا! میں نے آبص کو یوں گنوا دیا جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر کنویں کے پاس جا کر پیاسا لوٹ آیا ہو۔ وہ سامنے تھا تب بھی مجھے اتنا دور محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ستارا۔ جس کو ہم دیکھ سکتے ہیں، چھو نہیں سکتے۔'' وہ رو نہیں رہی تھی مگر صبا کو لگا وہ دھاڑے مار کر رو رہی ہو۔

وہ مسہری سے اٹھ کر اس کے نزدیک آئی۔ اس کے کندھے پر تسلی بھرا ہاتھ رکھ کر تھپکی دی۔

''ہم جیسی لڑکیاں بہادر بنتی ہیں مگر ہوتی نہیں ہیں۔ بڑے بڑے فیصلے کر لیتی ہیں مگر اندر سے کہیں ٹوٹ جاتی ہیں اور ساری عمر خود کو جوڑنے میں اور یہ سمجھانے میں گزار دیتی ہیں کہ ہم نے جو کیا، وہ ٹھیک ہی تو کیا ہے۔ ماں باپ کی عزت تو بچا لی اور بچا بھی لیتی ہیں۔ چلو بھرم تو رہ گیا نا۔'' صبا کا لہجہ اور انداز چٹخا ہوا تھا۔ وہ نادیہ شاہ کی آنکھوں سے بہنے والے خاموش سلگتے آنسوؤں کو دیکھ رہی تھی، خالی نظروں سے تسلی کیا دیتی۔ کبھی کبھی انسان کو اپنے الفاظ کی بے مائیگی کا احساس ہو تو زبان ساتھ نہیں دیتی اور شاید اسے بھی یہی احساس تھا کہ نادیہ کے ان آنسوؤں کے آگے اس کے تسلی آمیز سارے جملے بہت چھوٹے اور بے وقعت تھے۔

جدائی تو عفریت ہے، مرنے والوں پر صبر آ جاتا ہے مگر جو زندہ ہو کر بچھڑ جائیں۔ ان کا جان لیوا دکھ، رگ رگ سے لپٹ جاتا ہے۔

☆☆☆

''سکندر آخر کب تک تم سوگ مناتے رہو گے۔ زندگی ایسے نہیں گزاری جاتی بیٹا۔''

عقیلہ خالہ بہت فکر مند رہنے لگی تھیں۔ اپنی بیوگی کے بعد اس کی تمام تر امیدوں کا مرکز ان کی محبت چاہت کا حق دار فقط ایک بیٹا ہی تھا۔ جسے وہ ایک مکمل اور کامیاب انسان دیکھنا چاہتی تھیں اور اب یہ کیسا روگ لے کر بیٹھ گیا تھا وہ۔ بذلہ سنجی اس کی شوخیاں، شرارتیں تو جیسے گزرے زمانے کی باتیں ہو کر رہ گئی تھیں۔ وہ راحیلہ کی طرف بھی یوں جاتا جیسے کوئی ڈیوٹی ادا کرنی ہو۔ وہ طلب، لگن، شوق، تڑپ سب ختم ہو چکی تھی۔ عقیلہ بھی جانتی تھیں کہ ارسلہ کی محبت اسے کشاں کشاں وہاں لے جاتی تھی۔ ان کی ہنسی کی چہکار میں ارسلہ جھلکتی تھی۔ اس کی شوخیوں میں ارسلہ مہکتی تھی اور اب سب کچھ اجڑ چکا تھا۔

''کھانا لگا دیتی ہوں آجاؤ۔''

''بھوک نہیں لگ رہی ہے امی۔'' وہ منہ پونچھ کر تولیہ ہینڈل پر لٹکاتے ہوئے بولا۔ ''کچھ دیر آرام کروں گا۔'' وہ مسہری کی طرف بڑھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا۔ بستر پر گر جائے اور آنکھیں بند کیے پڑا رہے۔ اب یہی معمول بن کر رہ گیا تھا۔

''اور میں جو تمہارے انتظار میں بھوکی بیٹھی ہوں اب تک۔'' عقیلہ خالہ اس کے نزدیک چلی آئیں پھر جانچتی نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

''ارے۔ آپ نے کھانا نہیں کھایا اب تک۔۔ پہلے کیوں نہیں بتایا۔'' وہ بیڈ پر گرنے کا ارادہ ترک کر کے اٹھ کر ان کے پاس آیا اور پیار سے ان کے کندھے پر بازو پھیلا لیے۔

''چلیے۔ کھانا کھاتے ہیں اور پھر اسٹرونگ سی چائے پیتے ہیں۔''

عقیلہ خالہ جلدی جلدی میز پر کھانا چننے لگیں۔

کھانا کھا کر وہ چھوٹے سے صاف ستھرے لاؤنج میں آ گیا اور ٹی وی آن کر دیا۔ عقیلہ خالہ چائے کے دو مگ بھر کر لے آئیں۔

''کتنے دنوں بعد تمہارے ساتھ بیٹھ کر چائے پی رہی ہوں ورنہ تم تو اپنے کمرے کے ہو کر رہ گئے ہو۔'' وہ اس کے سامنے قالین پر دھرے فلور کشن پر بیٹھ گئیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''تو خفا ہیں آپ۔''

''نہیں۔ نہ خفا ہوں، نہ شکایت کر رہی ہوں بلکہ خوشی کا اظہار کر رہی ہوں۔'' وہ مسکرائیں۔ ''پگلے تمہاری خوشی میری خوشی ہے..... مگر سکندر...... یہاں اس دنیا میں کچھ بھی پائیدار نہیں ہے، جب انسان ہی فنا ہو جانے والا ہے تو کیفیت، جذبات، خوشی غمی سب فانی ہے۔ یہاں کھونا بھی ہے اور پانا بھی ہے۔ کھویا بھی تو وقتی، پایا بھی تو عارضی۔ پھر انسان اس دلیل کو قبول کر لے اسی میں بھلائی، عافیت اور سکون ہے۔''

''آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں ناخوش ہوں...... میں خوش ہوں۔'' اس نے چائے کا مگ تپائی پر رکھ دیا اور صوفے سے اتر کر ان کے نزدیک قالین پر بیٹھ کر ان کے گرد اپنا بازو پھیلا لیا۔ ''اتنا مت سوچا کریں۔ رئیلی میں خوش ہوں۔ میں جذباتی اور زندگی کو جذبات کی نذر کر دینے والا آدمی نہیں ہوں۔ جانتا ہوں کہ میری ذات پر آپ بھی حق رکھتی ہیں۔'' اس نے محبت سے ان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا۔

''تو پھر میری ایک بات مانو گے؟'' عقیلہ خالہ آنکھوں سے بہتا پانی صاف کرتے ہوئے مسکرائیں اور پیار بھری نظریں سکندر کے چہرے پر جما دیں۔

''ضرور۔ حکم کیجیے۔'' وہ چائے کا کپ اٹھا کر چسکیاں بھرنے لگا۔

''شادی کر لو۔'' عقیلہ خالہ بلا تامل بغیر تمہید کے بولیں۔

سکندر کے اعصاب لمحہ بھر کے لیے کھنچے تھے۔ وہ بس ماں کا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔ اس کے چہرے پر یک بہ

یک سنجیدگی سمٹ آئی۔

"کچھ غلط کہہ دیا کیا؟" انہوں نے اسے خاموش پا کر پوچھا۔

"نہیں۔ مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔" اس نے ایک گہری سانس بھر کر افسردگی کے تاثر کو جھٹکا اور مسکرانے کی کوشش کی۔ "شادی بھی کرلوں گا، جلدی کیا ہے۔ شادی کے لیے عمر پڑی ہے۔ ذرا اسٹیبل (مستحکم) ہو جاؤں۔" وہ اٹھنے لگا۔

"بس بہانے شروع۔ اچھے خاصے اسٹیبل ہو۔ دو نہیں چار لوگوں کا خرچا اٹھا سکتے ہو خیر سے۔" عقیلہ خالہ پیار بھری خفگی سے گھورنے لگیں اور چائے کے خالی کپ ٹرے میں رکھتے ہوئے اٹھ گئیں۔

"سنو۔" اسے اٹھتے دیکھ کر بولیں۔ "اریبہ بھی بڑی پیاری بچی ہے۔ تم اس کے لیے سوچ سکتے ہو۔ ارسلہ نہ سہی، آپا سے بیا کو مانگ لوں گی۔"

"امی پلیز۔" اس نے جیسے حیرت اور شاک کی کیفیت میں مبتلا ہو کر ماں کا چہرہ دیکھا۔ جیسے وہ کوئی بہت انہونی بات کر گئی ہوں۔ "کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔ وہ چھوٹی بہن ہے میری۔" اس کے لہجے میں ناراضی واضح تھی، جیسے بے حد ہی برا لگا ہو یہ جملہ سننا۔

"سگی بہن تو نہیں ہے نا۔ شادی سے پہلے بہن ہی......"

"امی پلیز۔" وہ ٹوک گیا اور کمرے سے نکل گیا۔ کمرے میں آ کر وہ کتنی دیر امی کی ان باتوں پر جھنجلاتا رہا۔

"حد ہو گئی۔ ارسلہ نہ سہی بیا سہی۔ کوئی گاڑی ہے، کرولا نہ تو مہران خرید لوں۔ یہ امی بھی نا کبھی کبھی حد کر دیتی ہیں۔ بلا سوچے سمجھے بولتی ہیں۔" وہ تکیہ اونچا کر کے بیڈ کراؤن سے لگا کر بیٹھ گیا اور ڈپریشن سے نکلنے کے لیے سگریٹ سلگا کر پینے لگا۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آبص کئی دنوں بعد جیلانی ہاؤس کے خوش نما باغیچے میں شام کی چائے پیتا دکھائی دے رہا تھا اور موبائل میں مصروف ہونے کے بجائے وہ مالی کو ہدایتیں دے رہا تھا۔ مہوش اسے دیکھ کر اس کی طرف چلی آئیں۔ وہ صبح سے ہی اس سے بات کرنے کی کوشش میں تھیں۔ ارسلہ کو انہوں نے رات ٹیرس میں اکیلے کھڑے دیکھا تھا تو ان کا دل اس خوف کی آہٹیں محسوس کرنے لگا تھا۔

وہ اکیلے کیوں ہے، آبص ہمراہ کیوں نہیں تھا۔ وہ اداس دکھائی دے رہی تھی۔ کیوں؟ بہت سے سوالات ان کے ذہن میں ہلچل مچا گئے تھے۔ پرسکون جھیل کی سطح پر گویا پتھر سا پڑا تھا اور جب صبح ارسلہ میکے گئی تو ان کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔ وہم ستانے لگے۔ کہیں آبص سے جھگڑا تو نہیں ہو گیا۔ وہ روٹھ کر میکے تو نہیں جا بیٹھی۔

ابھی تو خاندان بھر اور دوسرے جان پہچان والے عزیز و اقارب سب کے دعوت نامے مل رہے تھے۔ بیٹے کی شادی کی خوشی میں، بہو بیٹے کو انوائٹ کرنا چاہ رہے تھے۔ وہ جانتی تھیں آبص شامل نہ ہوگا مگر ارسلہ کو تو وہ اپنے ہمراہ ہر جگہ لے جانا چاہ رہی تھیں۔ وہ آبص کے خشک رویے سے گھبرا گئی تھیں۔

"ہائے ڈارلنگ۔" مہوش اس کے نزدیک آئیں۔ پیار سے اس کے بالوں کو چھیڑا اور کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"بڑے دنوں بعد یہاں نظر آ رہے ہو اور موڈ میں بھی ہو۔" وہ مسکرائیں اور اس کے سامنے رکھی میز پر پڑے لوازمات پر اچٹتی نگاہ ڈالی۔ جہاں نصیر کاکا اس کے لیے اسنیکس رکھ کر گئے تھے۔ وہ چائے پی رہا تھا، جب ہی میز پر نصیر کاکا جوس کا گلاس بھی رکھ کر گئے تھے۔ اورنج جوس جو اسے بے حد پسند تھا۔

"بڑے دنوں بعد تم یہاں نظر آ رہے ہو۔ فریش بھی لگ رہے ہو۔ تھینکس گاڈ! میں تو تمہارے لبوں پر

مسکراہٹ دیکھنے کو ترس گئی تھی۔" وہ اس کے چہرے پر ویلکم کرتی مسکراہٹ دیکھ کر خوش ہوگئیں۔ پھر میز پر نگا ڈالتے ہوئے بولیں۔

"بھئی واہ۔ اسنیکس بھی ہیں اور یہ تم چائے کیوں پی رہے ہو، جوس لونا۔" انہوں نے جھک کر جوس سے بھر گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔ "تمہیں اس کی ضرورت ہے، چائے کی نہیں۔ ویک (کمزور) لگ رہے ہو مجھے۔"

آبص نے اخلاقاً گلاس ان کے ہاتھ سے لے لیا اور چائے کا مگ رکھ دیا۔

"تھینک یو۔ یہ نصیر کاکا زبردستی یہ سب رکھ کر گئے ہیں۔ میں نے انہیں منع بھی کیا تھا، طلب نہیں تھی۔ آپ لیجیے۔"

"ہاں شیور۔" انہوں نے نگٹس اٹھا کر چھوٹا سا لقمہ توڑا۔

"انہیں تمہارا بہت خیال رہتا ہے۔" وہ نصیر کاکا کی بابت کہہ رہی تھیں۔ "تمہاری فیورٹ سے آگاہ ہیں وہ۔"

"ہاں۔ مگر جب طلب نہ ہو تو اچھی شے بھی بے معنی معلوم ہوتی ہے۔ اہمیت نہیں ہوتی۔" اس کے لہجے میں چبھن سی تھی۔

مہوش نے ذرا سا چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ مگر دوسرے پل نظریں چرا گئیں۔ پتا نہیں وہ شکوہ کر رہا تھا انہیں ہی ایسا لگا۔

"کوئی شے بے معنی نہیں ہوتی۔ بس ہماری سمجھ محدود ہوتی ہے۔" انہوں نے دفاعیہ انداز اختیار کیا "ہماری نظر دور تک نہیں جاسکتی۔ کسی شے کے اچھے برے ہونے کا فیصلہ وقت کرتا ہے، ہم نہیں کر سکتے اور ر اہمیت تو اس کا احساس بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہونے لگتا ہے۔"

"ہاں۔ ایک عمر گزر جاتی ہے خود کو اسی دلیل سے بہلاتے ہوئے کہ وقت اس فیصلے کو ضرور اچھا ثابت کر دے گا۔ پتا نہیں وہ وقت آتا بھی یا نہیں۔ اینی ویز۔ آج آپ فری دکھائی دے رہی ہیں۔ کچھ کرنے کو نہیں ہے جو یہاں دکھائی دے رہی ہیں۔"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"تمہیں دیکھا تو چلی آئی۔" انہوں نے پرسوچ انداز میں ہلکی سی سانس بھری پھر آبص کو جانچتی نظرو سے دیکھتے ہوئے بولیں۔ "تم نے بات ہی کچھ ایسی چھیڑ دی ہے، گمبھیر سا ماحول بن گیا ہے۔ سو مجھے کہنا ہے سے بلکہ پوچھنا پڑ رہا ہے کہ ارسلہ خوش تو ہے نا۔ آئی مین تم دونوں کے بٹوین (درمیان) کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ (ان بن) تو نہیں ہوگئی ہے۔ وہ صبح صبح میکے گئی ہی نا۔" ان کے لہجے میں دبا دبا خوف بھی تھا۔

"نہیں۔" آبص کا لہجہ یک لخت سرد اور بے مہر سا ہوگیا۔ "مگر انڈر اسٹینڈنگ (مفاہمت) بھی نہیں ہے۔" اس نے جوس کے دو بڑے گھونٹ بھر کر گلاس میز پر رکھ دیا۔

"چلو۔ وقت کے ساتھ انڈر اسٹینڈنگ بھی ہو جائے گی۔" مہوش نے جیسے رکی سانس زور سے کھینچی ا دھیرے سے پچکارنے والے انداز میں مسکرائیں۔ "وہ اچھی لڑکی ہے، سادہ سی پرخلوص اور محبت کرنے والی اس کو سمجھنے میں تم کو وقت نہیں لگے گا۔"

آبص کے لبوں کی تراش میں بھنچی بھنچی سی مسکراہٹ سمٹ آئی۔

"اول تو مجھے اسے سمجھنے کا شوق نہیں ہے کہ وہ کتنی سادہ دل اور محبت کرنے والی ہے۔" وہ خاصا جما کر بولا

"مجھے دکھ ہوگا آبص! اگر تم اسے سمجھنے میں غلطی کرو گے تو۔"

"پلیز مام۔" وہ جھنجلا سا گیا۔ "میں اس وقت بہت اچھے موڈ میں ہوں، پلیز مجھے سکون سے بیٹھنے دیں۔"

"او کے۔" مہوش نے ہلکی سی سانس بھری۔ "رات کو وہ آتو جائے گی نا۔"

"آئی ڈونٹ نو مام۔" آبص نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔

"میں نے اس پر اس طرح کی پابندی نہیں لگا رکھی۔ اس کا موڈ ہوگا تو آجائے گی۔"

”کیا مطلب؟“ مہوش کو جھٹکا لگا وہ آبص کو گھورنے لگیں۔ ”تمہاری شادی کو ابھی تین چار دن ہوئے ہیں اور تم اس طرح کہہ رہے ہو، اس کی کمی کو محسوس نہیں کرو گے۔“

”کمی ان کی محسوس ہوتی ہے جو ہمارے دل میں رہتے ہوں۔ جن سے ہم ایکسپیکٹیشن (توقع) رکھتے ہوں۔ جو محبوب ہوں، ایکسپیکٹیشن بھی ان سے ہی ہوتی ہے۔“

”آبص...... یو......“

”سوری مام۔ بہتر یہی ہے کہ وہ بھی مجھ سے کسی طرح کی ایکسپیکٹیشن نہ رکھے۔“

”تم مجھے ہولائے دے رہو آبص۔ ریئلی آئی ایم سو وریڈ۔“ (سچ میں، میں بہت پریشان ہوں)

”آپ کی پریشانی بے جا ہے۔ رشتہ طے کرتے ہوئے آپ کو ان ساری باتوں کا اندازہ ہونا چاہیے تھا۔ میرے تمام تر رویے، میری ذہنی کنڈیشن اور میری خوشی و غم سب سے آپ واقف تھیں اور ہیں۔ آپ کو حیران اور پریشان نہیں ہونا چاہیے۔“ اس کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

مہوش کے چہرے پر خفت کا ہلکا سا تاثر سمٹ آیا۔

”تو تم اب بدلہ لو گے۔“ ان کا لہجہ پست ہو گیا۔

جواباً آبص نے گھائل نظروں سے انہیں دیکھا پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر افسردگی سے مسکرایا۔

”انتقام لینے کا مطلب ہے کینہ رکھنا اور میں آپ سے کینہ کیسے رکھ سکتا ہوں۔ یوں بھی آپ سے انتقام لینے کا مطلب ارسلہ سے انتقام لینا ہوا اور میرا نہیں خیال کہ اس کا کوئی قصور ہے۔ میں اتنا ظالم اور بے رحم نہیں ہوں کہ اپنی محرومیوں کا بدلہ ایک کمزور لڑکی سے لوں چہ جائیکہ اس کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں اور آپ سے بھی کیا انتقام لوں گا۔ آپ نے یہ سب محبت میں کیا ہے اور شدید محبت انسان کو خود غرض بنا دیتی ہے۔“ وہ اضمحلال سے کہہ رہا تھا۔ اس کے لہجے کا بکھراپن مہوش کو اپنے دل میں اترتا محسوس ہونے لگا۔

وہ اب تک ایک موہوم سی آس پر خود کو سنبھالے باندھے بیٹھا تھا کہ نادیہ شاہ یوں ہی اچانک سے آ جائے گی، مگر جس طرح سحر ڈھلتی ہے اندھیرا ناتا ہے۔ اسی طرح اس کی امید کی سحر بھی ڈھل گئی تھی۔ اس کی ماں نے رات کی تاریکی اس کے نصیب پر رکھ دی تھی اور وہ اسی رات کے سینے پر سر رکھے اپنی تمام دم توڑتی امیدوں کا رہ رہ کر ماتم کر رہا تھا۔

”میں جانتی ہوں جو دل محبت کرنا جانتے ہوں، وہ نفرت کرنا نہیں جانتے۔ تم ارسلہ سے محبت نہیں کرو گے۔ یہ بھی جانتی ہوں، اور نفرت بھی نہیں کرو گے اس کا اندازہ بھی ہے۔ مگر خود کو اس طرح الجھا کر رکھو گے تو کیسے جڑ پاؤ گے۔ ان تلخ یادوں سے تمہیں نکالنے کے لیے ہی تو میں نے تمہیں پابہ زنجیر کر دیا۔ خوش رہنے کی کوشش تو کرو آبص۔ اس کے نزدیک ہونے کی کوشش تو کرو۔“ ان کا لہجہ تھکتا ہوا تھا۔ وہ چپ رہا۔

رومی ریکٹ لے کر اسی طرف چلی آئی تو بات ختم ہو گئی۔ مہوش جلدی سے سنبھل گئیں۔

”ہو سکے تو ارسلہ کو کال کر کے پوچھ لینا وہ کب تک آئے گی۔“ مہوش اٹھتے ہوئے بولیں۔

”سوری۔ آپ کے پاس اس کا سیل فون کا نمبر ہے، آپ کال کر کے پوچھ لیجیے۔“ وہ نروٹھے پن سے کہہ کر رومی کی طرف متوجہ ہو گیا جو ریکٹ لہراتی نزدیک آ گئی۔

”ہائے۔“

”چائے پیو۔“ وہ شفقت سے بولا۔

”نو تھینکس۔ شہریار آ رہا ہے ابھی۔ میرا اس کے ساتھ گیم ہے ابھی۔ سچ اس کو ہرانے میں بڑا مزا آتا ہے۔“ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ اسی دم شہریار کی گاڑی پارکنگ ایریا میں داخل ہوئی۔

مہوش نے اس کی گاڑی کو دور سے دیکھا، ان کے چہرے پر ناگواری کا تاثر سمٹ آیا۔ انہیں شہریار زیادہ

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

پسند نہ تھا۔

"ارے مام! آپ کہاں جا رہی ہیں۔ ہمارا گیم انجوائے نہیں کریں گی۔"

"نہیں سوئٹی۔ میں کچھ دیر ریسٹ کروں گی۔ تم اور آبص انجوائے کرو۔" مہوش شہریار کو روش پر دیکھ کر وہاں سے چلی گئیں۔

"ہائے فرینڈ۔" شہریار دور سے ہی فلائنگ کس دینے لگا۔

"اب دیکھیے گا اس شوباز کو کیسے ہراتی ہوں۔ خود کو بہت بڑا چیمپئن سمجھتا ہے۔" وہ آبص کی طرف ذرا س جھک کر سرگوشیانہ انداز میں بولی۔ آبص محظوظ ہو کر مسکرانے لگا۔

"مجھے خوشی ہو گی تمہاری جیت پر۔ اگر جیت گئیں تو آج کا ڈنر میری طرف سے تمہارے فیورٹ ریسٹورنٹ میں۔" آبص نے کھلی آفر دی۔

"واؤ...... اب تو جیتنا ضروری ہو گیا۔" روحی ایکسائٹڈ نظر آنے لگی۔

مگر ڈنر بھی رہ گیا، وہ شہریار کو ہرا چکی تھی مگر اپنے فیورٹ ریسٹورنٹ میں آبص کے ہمراہ ڈنر پر نہ جا سکی۔ آبص کی طبیعت یک دم بگڑ گئی تھی۔ اکبر جیلانی نے فیملی ڈاکٹر رضا کو بلا لیا تھا جو آبص کو ذہنی سکون کا انجکشن دے گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ آبص شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے، اسے مکمل ذہنی سکون کی ضرورت ہے۔ اکبر جیلانی او مہوش دونوں متفکر دکھائی دے رہے تھے۔

"آئی ہوپ، وہ اٹھے گا تو بہتر محسوس کرے گا۔" ڈاکٹر تسلی دے کر چلا گیا۔

"کب تک یہ چلتا رہے گا۔ اندر سے وہ بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ بظاہر وہ ہم لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے خوش اور مصروف رہتا ہے۔ مجھے لگتا ہے مہوش! ہم نے اس کے ساتھ کچھ برا کیا ہے۔" اک جیلانی بے حد پریشان تھے۔ وہ آبص کے روم سے باہر آ گئے اور لابی کے صوفے پر بیٹھ گئے۔

مہوش نے نصیر کاکا کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کر شوہر کے آگے تپائی پر رکھا۔

"ہم نے کچھ بھی برا نہیں کیا ہے اکبر! آپ پریشان نہ ہوں پلیز۔ وقت کے ساتھ وہ سنبھل جائے گا۔"

"مگر مجھے تو اس کی کنڈیشن پہلے سے زیادہ ابتر لگ رہی ہے۔ اس طرح تو اس کی طبیعت کبھی خراب نہیں ہوئی۔ وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔ مجھے لگتا ہے ہم نے اس کی شادی کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔"

ہرگز نہیں۔" مہوش اپنے اقدام پر قطعی نادم نہ تھی۔ "وہ دیوانہ بنا ہوا تھا اکبر! تو کیا ہم اسے مجنوں بنا صحرا خاک چھاننے دیتے۔"

"وہ سب ٹھیک ہے، مگر میں بہت پریشان ہوں اور خوف زدہ ہوں مہوش! یہ اسٹریس (ذہنی دباؤ) اس ک اعصاب کو متاثر کر رہا ہے۔ اسے نکالنا پڑے گا اس اسٹریس سے۔" وہ اٹھ کر اضطراری انداز میں ٹہلنے لگے بے بسی سے بیوی کو دیکھا۔

"اسے اس اسٹریس سے نکالنے کے لیے ہی میں نے یہ اتنا بڑا رسک لیا ہے۔" مہوش اٹھ کر اکبر جیلانی ہاتھ تھام کر تھپتھپانے لگیں۔ لبوں پر تسلی آمیز مسکراہٹ جبراً سجا کر اکبر جیلانی کو گویا حوصلہ دیا۔ "اسے کچھ نہ ہو گا، وہ بہت بہادر باہمت ہے۔"

اکبر جیلانی نے ہلکی سانس بھری پھر ارسلہ کا خیال آنے پر بولے۔

"اس لڑکی کو اس وقت آبص کے پاس ہونا چاہیے مہوش...... وہ جا کر میکے بیٹھ گئی ہے۔ اسے کال کر آبص کی طبیعت کا بتاؤ، بلکہ ایسا کرو ڈرائیور بھیج دو۔"

"ارے۔ ایسا کچھ نہیں کرنا۔" مہوش لابی سے نکلتے نکلتے رک گئیں۔ "وہ نئی نویلی دلہن ہے، اسے پریش

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

نہیں کرنا چاہتی اور پھر..... چند روز شادی کو ہوئے ہیں۔ آبص کی طبیعت کا پتا چلے گا اس کے میکے والوں کو تو سب ہی دوڑے چلے آئیں گے داماد کی عیادت کو۔ اور ہم ابھی یہ سب افورڈ نہیں کر سکتے۔ جتنا یہ باتیں دبی رہیں اچھا ہے۔ ارسلہ کے سامنے بھی آبص کا ماضی چھپا رہے، اتنا ہی اچھا ہے۔"

مہوش کی بات پر اکبر جیلانی نے ممنون نظروں سے بیوی کو دیکھا۔ ان کی تو سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ہی دم توڑتی گئی تھیں، انہیں مہوش کا دم غنیمت لگا۔

"جایئے۔ آپ اپنے روم میں جا کر آرام کیجیے۔ نصیر کا کا ہیں نا، وہ آبص کے روم میں ہی ہیں۔ آپ فکر مند نہ ہوں۔" مہوش نے کہا تو اکبر جیلانی سر ہلا کر لابی سے نکل گئے۔

مہوش وہیں لابی کے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ تکلیف کا احساس رگ رگ کو کاٹ رہا تھا، بہت سی سوچیں ذہن کے دریچوں سے امڈ امڈ کر انہیں پریشان کرنے لگی تھیں۔ اکبر جیلانی کی تو تسلی کر دی تھی مگر اپنی تسلی کیسے کرتیں۔ آبص کی طبیعت نے انہیں خوف زدہ کر دیا تھا۔

"بھلا اتنے ٹوٹے ہوئے دل بھی اتنی رونقیں آباد کر سکتے ہیں۔"

آبص کی آواز بے حد نزدیک سے انہیں سنائی دینے لگی۔

وہ اپنی شادی کی رات اپنی خواب گاہ میں جانے سے پہلے مہوش کے پاس دم بھر رکا تھا۔ بے بسی اس کے لہجے سے چیخ رہی تھی۔

"ہاں۔ دل تو صرف میرا ٹوٹا ہے۔ یہاں تو سب خوش ہیں۔ ہر شخص اپنے حصے کی خوشیاں سمیٹ رہا ہے۔ خالی ہاتھ تو میں رہ گیا..... تشنگی تو میرے حصے میں آئی۔"

کتنی پیاس تھی اس کے لہجے میں۔

مہوش گھبرا کر صوفے سے اٹھیں اور لابی سے باہر نکل آئیں۔

☆☆☆

"یہ احمر کچھ زیادہ ہی نیلو کے گلے کا ہار نہیں بنا ہوا ہے۔ سر پر سوار ہو جاتا ہے۔" نیلوفر اور احمر کے میکے سے رخصت ہو جانے کے بعد ارسلہ تخت پر چڑھی تبصرہ کر رہی تھی۔

"نئی نئی شادی ہے آپی۔ اب ان کو گلے کا ہار تو نہ کہیں۔ محبت کرتے ہیں نیلو آپا سے۔" اریبہ نے میز سے برتن سمیٹتے ہوئے احمر کا دفاع کیا۔

"مجھے تو آبص بھائی بالکل سوکھے سڑے مزاج کے لگتے ہیں۔ آپ صبح سے میکے آئی بیٹھی ہیں، ایک فون نہیں آیا ان کا۔"

"ہاں تو ٹھیک ہے نا۔ مجھے تو یوں بھی چپکو قسم کے شوہر بہت ہی برے لگتے ہیں۔ محبت کے نام پر ہر دم سر پر سوار ہو جانے والے۔" وہ منہ بنا کر بولی اور چائے پینے لگی۔

"اب ایسے تو نہ کہو آپی۔ تم بھی نا بس....."

"ارے۔ تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔ یوں ہی سر جھاڑ منہ پھاڑ بیٹھی ہو اور ڈرائیور کو کب سے بلا کر بٹھا رکھا ہے۔" اماں کچن کا پھیلاوا سمیٹ کر باہر نکلیں تو ارسلہ کو باتیں بگھارتے دیکھ کر گھرکا۔

"بیٹھے رہنے دیں۔ ڈرائیور ہے اس کو بھی کیا سر پر بٹھاؤں گی اب۔ ملازم ہے اسی کام کے ہی پیسے لیتا ہے۔"

وہ چائے کا مگ ایک طرف رکھ کر تخت سے پیر اتار کر سلیپر پہننے لگی۔

"ٹھہر ہی جاتیں، ایک رات میرے پاس۔ نیلو کے چلے جانے کے بعد تو گھر خالی ہو گیا ہے۔ اب تم بھی چلی جاؤ گی تو بہت بھاری سا لگے گا۔" اماں یک دم اداسی سی دکھائی دینے لگی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''آپی کو کہاں نیند آئے گی اے سی کے بغیر۔ اب تو عادت جو ہوگئی ہے عیاشی کی۔'' اریبہ چھیڑنے لگی۔ وہ ہنس دی۔

''یہ بات تو ہے۔ مگر اب ایسا بھی نہیں ہے کہ اے سی کے لیے جا رہی ہوں۔ آؤں گی ایک دو روز کے بعد تو ٹھہر جاؤں گی۔'' وہ تخت سے اٹھتے ہوئے بولی اور کمرے میں چلی گئی تیار ہونے۔

اریبہ اماں کا ہاتھ بٹانے لگی جو گھر کا پھیلاوا سمیٹ رہی تھیں۔

نیلوفر اور احمر کی دعوت کی تھی امی نے۔ آبص کو بھی بلایا تو تھا مگر ارسلہ نے بہانہ بنا دیا کہ آبص کی ضروری بزنس میٹنگ ہے، دبئی سے کوئی پارٹی آتی ہے وہ نہیں آسکے گا۔

وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلی تو خوشبو جیسے پورے گھر میں پھیل گئی۔

''واؤ۔ کیا زبردست خوشبو لگائی ہے آپی۔'' اریبہ نے یوں سانس کھینچی جیسے ساری خوشبو پھیپھڑوں میں بھر لینا چاہ رہی ہو۔ ''بہت مہنگے پرفیوم کی ہوگی نا......''

''ارے یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک پرفیوم سجے ہیں میری اٹالین ڈریسنگ پر۔''

وہ سکندر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر ذرا سا ٹھٹکی۔ سکندر جوں ہی اندر داخل ہوا خوشبو کا جھونکا اس کے نتھنوں سے ٹکرایا۔ ایک پل اس کا دل ذرا زور سے دھڑکا۔ دوسرے پل اسے دیکھتا بالکل نارمل انداز میں علیک سلیک کرنے لگا۔

''کیسی ہو؟'' امی کو سلام کرنے کے بعد اس کی طرف رخ کیا۔

وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے اپنے پرس میں گھسی جانے کیا تلاش کرنے لگی۔

''ٹھیک ہوں۔''

خوب صورت جدید تراش کی کرتی ٹراؤزر میں کھلے بالوں نیز میک اپ کے ہمراہ وہ بے حد دلکش اور منفرد دکھائی دے رہی تھی۔ کلائیوں میں گولڈ کے موٹے موٹے کنگن کھنکتے اپنی قدر و قیمت کا احساس دلا رہے تھے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ارسلہ! آبص کو فون کرو۔ ہوسکتا ہے وہ آجائے تمہیں لینے کے بہانے۔ تمہارے ابا اسے بڑا یاد کر رہے ہیں مگر وہ آتا ہی نہیں۔''

''اوہو...... پھر وہی رٹ۔ میں نے بتایا تو ہے آپ کو کہ آج وہ مصروف ہیں اور پھر گاڑی جو رکھ چھوڑی ہے میرے لیے۔ انہیں آنے کی کیا ضرورت ہے ڈرائیور بن کر۔''

وہ ذرا تیز لہجے میں بولی پھر سکندر کو سنانے کی غرض سے ایک ادا سے بولی۔

''گھر میں ایک نہیں چار چار گاڑیاں ہیں۔ میرے ساس سسر کی، آبص کی...... رومی کے لیے الگ اور اب میرے لیے۔''

سکندر خاموشی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور میز پر رکھی پلیٹ سے سموسہ اٹھا کر کھانے لگا۔

''آپی! تمہارا پرس تو بہت ہی پیارا ہے۔ بالکل کپڑوں سے میچ کرتا ہوا۔'' اریبہ بے چاری ارسلہ کے کپڑوں جیولری میں ہی الجھی ہوئی تھی۔ بڑی معصومیت اور سادگی سے اس کی ہر چیز دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی گویا ارسلہ کی نہ ہو اس کی اپنی ہو۔

''بہت مہنگا ہے، کوئی پانچ سات ہزار کا نہیں ہے اور دیکھو یہ رسٹ واچ...... اوریجنل راڈو ہے۔ ڈیڑھ لاکھ کی ہے۔''

''اوف...... اتنی مہنگی۔'' اریبہ کی آنکھیں پھٹنے کو تھیں۔ امی بھی مرعوب نظر آنے لگیں۔

''اور یہ جوتی جو میں نے پہنی ہے نا، یہ بارہ ہزار کی ہے۔ ایسی تو کئی پڑی ہیں میرے پاس۔ چار اور پانچ ہزار کی جوتیاں تو سمجھو گھر میں پہننے کی ہیں۔''

''ہائے۔اتنی مہنگی چیزیں بھی ہوتی ہیں۔صرف جوتی بارہ ہزار کی۔دیکھیں تو ذرا امی، اتنی مہنگی جوتیاں اور کرتی تو اس سے بھی مہنگی ہوگی۔''

''دس ہزار کی ہے۔''

''لان کی کرتی دس ہزار کی.....'' اریبہ ہوش کھونے لگی۔

''دس ہزار میں تو ہمارے پورے سال کی شاپنگ ہوجائے آپا۔''

''ہاں۔'' وہ ہنسی۔سکندر کو رکھ رکھ کر سنانا چاہ رہی تھی، مزید گویا ہوئی۔''امی۔یہ دیکھیں.....موبائل۔یہ آبص نے مجھے گفٹ کیا ہے۔''

''کتنے کا ہوگا بھلا؟''

''مجھے کیا پتا۔ہوگا کوئی دس بیس ہزار کا۔''

امی کی معصومیت پر ارسلہ ہنسنے لگی۔پھر فخر سے بولی۔

''نوے ہزار کا ہے امی۔''

''آئے آئے۔یہ موبائل کی قیمت بتا رہی ہو یا کسی گھر کی۔توبہ توبہ آگ لگی ہے قیمتوں پر۔'' امی کے اعصاب پر گویا پتھر پڑا تھا۔وہ ورطہ حیرت میں تھیں۔

حد ہوگئی۔لوگوں کو اتنا پیسہ ملتا کہاں سے ہے۔وہ سوچ کر رہ گئیں۔

ادھر سکندر اچھی طرح آگاہ تھا کہ وہ بریلا اسے سنا رہی ہے بلکہ جتا رہی تھی۔اس کی حیثیت دکھا رہی تھی مگر اسے اپنی حیثیت سے قطعاً کوئی شرمساری نہیں تھی۔وہ بے حد مطمئن اور آسودہ تھا۔اپنی زندگی اور اپنی حلال کمائی سے۔البتہ اسے ارسلہ یک دم بہت سطحی سوچ رکھنے والی، ایک بہت عام سی چھوٹے سے قد کی لڑکی محسوس ہونے لگی جو اپنے آپ کو بلند کرنے کے لیے اونچی جگہ کھڑی ہو کر قد آور ظاہر کرنے کی کوشش میں مصروف ہو۔اس کا دل ہنس رہا تھا۔وہ اٹھ کر چپ چاپ صحن میں نکل آیا۔گیٹ کھلا ہوا تھا جہاں سے باہر اس کی چمچماتی گاڑی کھڑی نظر آرہی تھی، جس میں ڈرائیور بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

''آپی کتنی خوش نصیب ہے نا امی۔'' اریبہ چمک کر بولی اور پرشوق نظروں سے ارسلہ کو دیکھنے لگی جو اپنے دراز بالوں کو لپیٹ رہی تھی۔

''خدا سدا خوش رکھے، نظر بد سے بچائے۔آبص بھی آجاتا تو میرے جی کا بوجھ ہلکا ہوجاتا۔'' امی کی تان پھر آبص پر جا کر ٹوٹی۔

''امیر کبیر داماد ایسے ہی ہوتے ہیں امی۔ان کے مزاج الگ ہوتے ہیں۔اب احمر بھائی کی طرح آبص ہونے سے تو رہے۔نیلو کے ساتھ پلو سے بندھے چلے آتے ہیں۔'' وہ کھی کھی کرنے لگی۔اریبہ کو بھی ہنسی آگئی۔امی نے جواباً اسے گھورا۔

''خیر سے بہت ہی پیارا بچہ ہے احمر۔مجھے تو نیلو کی شادی سے پہلے جو خدشات تھے وہ سب دور ہوگئے۔اب ساس نندوں کا تھوڑا بہت تو چلتا رہتا ہے۔احمر اور نیلو خوش ہیں یہی بہت ہے۔''

''چھوڑیں امی۔اتنی پھٹیچر سی بائیک میں بے چاری نیلو اتنا تیار شیار ہو کر آئی ہے۔کیا خاک خوش ہوگی۔'' وہ اپنا چھوٹا سا بیگ اٹھا کر کندھے پر لٹکاتے ہوئے مذاق اڑانے والے انداز میں ہنسی۔

''شرم کرو ارسلہ۔'' امی کو بہت ہی کھلی تھی اس کی ہنسی۔''کچھ لحاظ کرو اور سدھر جاؤ۔خیر سے شادی شدہ ہو۔بولنے میں احتیاط کیا کرو۔جو منہ میں آتا ہے بکے چلی جاتی ہو۔ابھی نیلو یہاں ہوتی تو کتنا برا لگتا اسے۔''

''اچھا ناں۔'' اس کے چہرے پر قطعاً شرمندگی کے آثار نہیں تھے۔''اب چلتی ہوں۔''

Pakistanipoint.com

''چلو، خیر سے جاؤ اور یہ سکندر کدھر چلا گیا۔ چائے بھی نہیں پی اس نے۔'' اماں کو یک دم سکندر کا خیال آیا۔ انہوں نے خالی کرسی کی طرف بے اختیار دیکھا، اریبہ کا دھیان بھی سکندر کی طرف گیا۔

''جیلس ہو کر چلا گیا ہوگا۔'' وہ دل ہی دل میں کہتی باہر نکلی تو سکندر کو صحن میں درخت کے پاس سگریٹ پھونکتے دیکھ کر چونکی۔ ذرا سی رکی۔

''تم یہیں ہو۔ میں سمجھی چلے گئے ہوگے۔'' اس کا انداز کچھ عجیب تضحیک آمیز تھا، سکندر کو کچھ ایسا ہی لگا۔

''جاؤں گا کیوں۔ خالہ سے ملنے آیا ہوں۔ مل کر ہی جاؤں گا۔'' وہ سگریٹ بجھا کر کیاری میں پھینک کر اس کی طرف آیا۔

''اچھی بات ہے ورنہ میں سمجھ رہی تھی، تم جیلس ہو رہے ہوگے، سو چلے گئے۔''

''تمہارا دماغ بس یہیں تک ہی جا سکتا ہے۔''

وہ برا منائے بغیر بولا، پھر رک کر اس پر ایک نظر ڈال کر بولا۔ ''بہت خوشی ہوئی تمہیں یوں خوش باش دیکھ کر، جو تم نے چاہا وہ پالیا، جس طرح کی زندگی گزارنے کی تمنا کی پوری ہوگئی۔ جیسا لائف پارٹنر چاہا وہ مل گیا۔ خوش نصیب ہو تم۔'' اس کے لہجے میں حقیقی ستائش اور توصیف تھی۔

ارسلہ یک دم نظریں چرا کر مسکرا دی۔

''کبھی آبص کے ساتھ بھی آؤ۔ اب اس کی ٹانگ کا زخم ٹھیک ہوگیا۔''

''آں..... ہاں..... ہاں ٹھیک ہے، بس احتیاط کر رہے ہیں۔ او کے اب چلتی ہوں۔ بہت دیر سے ڈرائیور انتظار کر رہا ہے۔'' وہ جلدی سے پلٹ کر گیٹ عبور کر گئی۔

سکندر نے ایک ہنکارا بھرا پھر گیٹ بند کر کے یونہی صحن میں ٹہلنے لگا۔

''جو ہوا اچھا ہی ہوا شاید۔ میں بھلا تمہیں یہ سب کچھ کیسے دیتا۔ اتنا عیش عشرت، جس کا تصور شاید خود تم نے بھی کبھی نہیں کیا ہوگا ارسلہ۔ اتنا مہنگا موبائل، بارہ ہزار کی جوتی، دس ہزار کی کرتی، سترہ ہزار کا پرس، ہا۔ میرے جیسا آدمی محبت سے دنیا کو فتح کرنے نکلا تھا۔

''ہاہا، سکندر اعظم۔ یہ ہتھیار تو فرسودہ ہو چکا ہے۔ دل کی دنیا محبت سے کب فتح ہوتی ہے، اب تو جدید ہتھیاروں سے ہوتی ہے۔''

وہ جیسے خود پر ہنس رہا تھا پھر اندر جانے کے بجائے اپنی بائیک پر بیٹھ کر گھر کی طرف نکل گیا۔ دل یک دم بے حد برا ہونے لگا تھا۔

☆☆☆

نیلوفر نے احمر کے ہمراہ گھر میں قدم رکھا تو ساس صاحبہ کو جاگتے بلکہ لابی میں چوکیداری کرتے دیکھ کر گھبرا گئی۔ احمر کے ہاتھ پر اس کی گرفت سخت ہوگئی۔

''بڑی دیر کر دی۔ اماں کے یہاں سے کہیں اور چلے گئے تھے کیا؟'' ساس دیکھتے ہی الٹ پڑیں۔

''ارے نہیں اماں، وہ ٹریفک بہت تھا راستوں میں۔ دیر تو ہو ہی جاتی ہے۔'' احمر نرمی سے کہتا صوفے پر بیٹھ گیا۔

''لو۔ رات گیارہ بجے کون سی ٹریفک ہوتی ہے۔'' زیادہ کھوجتی نظروں سے نیلوفر کو دیکھا۔ ''بھوکی بیٹھی ہوں شام سے۔''

''تمہاری اماں نے کچھ کھانا تو بھیجا ہوگا میرے لیے بھی۔''

اب نشانے پر نیلوفر تھی جو اس حملے کے لیے قطعی تیار نہ تھی۔ گڑبڑا کر شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔

''ارے۔'' احمر نے یک دم سر پر ہاتھ مارا۔ ''نیلو! تمہاری امی نے کھانا پیک کر کے مجھے دیا تھا۔ یار میں

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

وہیں بھول آیا۔ سوری امی..... دراصل.....''

''بس بس رہنے دو۔ یہاں بھوکی مر رہی ہوں، تمہیں احساس ہی نہیں۔ کھانا بھول آئے۔ بیوی کو نہیں بھول آئے۔'' ساس صاحبہ یک دم ہتھے سے اکھڑ گئیں۔ احمر جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور ناراض ماں کو کندھوں سے پکڑا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ جان کر نہیں بھول آیا۔ اچھا آپ بیٹھیں، میں ابھی باہر سے کچھ لے آتا ہوں۔ نیلو! تم امی کو ان کے روم میں لے جاؤ۔ باتیں شاتیں کرو، میں دس منٹ میں آتا ہوں۔ یوں گیا یوں آیا۔'' وہ پلٹ کر جانے لگا۔

ساس صاحبہ خفا خفا سی کمرے میں پلٹ گئیں۔

''لو ذرا دیکھو، شام سے دعوت کے کھانے کا انتظار کرتی رہی، بھوکی مرتی رہی۔ ستیاناس ہو کم بخت کے میکے والوں کا۔ روسٹ، بریانی کچھ بھی نہ آیا۔'' ساس صاحبہ دل ہی دل میں بہو کے میکے والوں کو صلواتیں سناتی رہیں۔

''سنیں۔'' نیلوفر جلدی سے شوہر کے پیچھے بھاگی جو بائیک اسٹارٹ کر رہا تھا۔ ''آپ رہنے دیں اماں کے لیے کچھ بنا دیتی ہوں۔ اتنی رات کہاں خوار ہوں گے۔''

''نہیں..... نہیں تم رہنے دو۔ کیا بناؤ گی اور اماں سے اتنا انتظار اب نہیں ہوگا۔ تم امی کے پاس بیٹھو ذرا ان کا دل بہلاؤ، یوں بھی ہمارے جانے سے ان کا دل ذرا برا سا ہو گیا ہے۔ ذرا پیار سے بہلا لو انہیں، میں آتا ہوں۔'' وہ ایک پیار بھری نگاہ نیلوفر پر ڈالتے ہوئے بولا۔

نیلوفر شوہر کی اس ادا پر قربان ہوگئی۔

''تھینک یو احمر۔ آپ نے میری عزت رکھ لی اور میکے کی بھی۔ دراصل کھانا اتنا بچا ہی نہیں تھا۔ ورنہ امی ضرور ساتھ دے دیتیں۔''

''او کے او کے۔ کوئی بات نہیں۔ تم اندر جاؤ، امی کو دیکھو۔'' وہ بائیک نکال کر لے گیا۔

نیلوفر کتنی دیر دروازہ پکڑے اسے گلی عبور کرتے دیکھتی رہی پھر گیٹ بند کر کے اندر چلی آئی۔ وہ خود کو ایک خوش نصیب لڑکی تصور کر رہی تھی جس کے شوہر نے اسے محبت اور عزت دی تھی۔ وہ سارے خدشے جو وہ اپنے ہمراہ لے کر سسرال پہنچی تھی۔ احمر کے رویوں نے مٹا ڈالے تھے۔ وہ ہر قدم پر اس کے ہمراہ کھڑا تھا کہیں لڑکھڑائی وہ تھام لیتا۔ وہ روئی ان کے آنسو پونچھ لیتا۔

وہ ماں اور بہنوں کو نہیں ٹوکتا تھا نہ ان سے الجھتا تھا مگر اپنے ہر عمل سے وہ بیوی کو بھی اکیلے ہونے کا احساس نہیں دلاتا تھا۔ بلکہ نیلوفر کو لگتا وہ اس کا ہم سفر نہیں ہم نوا بھی ہے۔ اسے ساس کی کڑی کسیلی باتیں بری نہیں لگتی تھیں بلکہ احمر کی محبت بھری چھاؤں میں یہ باتیں چھوٹی اور بے معنی سی ہو کر رہ جاتی تھیں۔ اپنا سر اس کے مہربان کندھے پر رکھتی تو خود کو کہیں کی ملکہ تصور کرنے لگتی۔

وہ ڈر کے مارے ساس کے کمرے میں جانے کے بجائے لابی میں بیٹھ کر احمر کا انتظار کرنے لگی۔

☆☆☆

ارسلہ گھر آئی تو ڈرائنگ روم میں مہوش اور رومی کے ہمراہ شہریار بھی آیا بیٹھا تھا۔ شادی کے بعد یہ شہریار سے اس کی دوسری ملاقات تھی۔

''ارے..... تم آ گئیں۔ چلو اچھا ہوا۔ میں سمجھ رہی تھی تم ٹھہر جاؤ گی۔ آبص کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔'' مہوش اسے دیکھ کر حقیقتاً خوش ہوئی تھیں۔

''خیریت کیا ہوا انہیں۔'' وہ ذرا پریشان نظر آنے لگی۔

''ارے نہیں، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس ذرا شام کو طبیعت کچھ بگڑ گئی تو فیملی ڈاکٹر رضا کو اکبر نے کال کر کے بلا لیا تھا۔ وہ ابھی سو رہا ہے اٹھے گا تو بہتر ہو جائے گا۔ شاید اس کی نیند پوری نہیں ہوئی ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تم بیٹھو میرے پاس۔''

''میں دیکھتی ہوں ذرا جا کر۔'' وہ پلٹنے لگی تو مہوش نے جلدی سے اسے پکار لیا۔

''ابھی تو وہ سو رہا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے تین چار گھنٹے کے بعد اٹھے گا۔ ڈونٹ وری ڈیئر، وہ ٹھیک ہے بس ذہنی تھکن تھی۔ نیند پوری ہو جائے گی تو سیٹ ہو جائے گا۔ آؤ یہاں آ کر بیٹھو۔'' مہوش نے پچکارتے ہوئے اسے اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا لیا۔

ارسلہ کا دل بجھ سا گیا، وہ آج اہتمام سے تیار ہو کر آئی تھی۔ یہ سوچ کر کے وہ آبص کو آج اپنی طرف مائل کر ہی لے گی مگر یہاں تو نیندیں پوری ہو رہی تھیں۔

''بھابھی۔ آپ میرے اور شیری کے ساتھ چلیے' ہم آئس کریم کھانے جا رہے ہیں۔ آپ کا ٹائم پاس ہو جائے گا۔'' رومی شہریار کے ساتھ بنائے پروگرام میں اسے بھی شامل کرنے لگی۔

''آج تو آپ بہت کیوٹ لگ رہی ہیں۔ یہ کلر بہت سوٹ کر رہا ہے آپ کو۔''

''تھینک یو۔'' وہ رومی کو بس اتنا ہی کہہ سکی۔ اس پر شدید بے زاری کا دورہ پڑا تھا۔

''پھر چل رہی ہیں آپ ہمارے ساتھ۔'' رومی اٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں چینج کر کے ابھی آتی ہوں۔'' وہ ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔

''میں جا کر کیا کروں گی مام!'' وہ صوفے سے اٹھ گئی۔

''کم آن ارسلہ۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ڈیئر، ہو آؤ تم رومی اور شیری کے ساتھ۔'' مہوش اسے تھپک کر اٹھیں اور کمرے سے نکل گئیں۔ ارسلہ بے دلی سے سر ہلا کر پرس اٹھا کر روم سے نکلنے لگی کہ شہریار اٹھ کر اس کے نزدیک چلا آیا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہے رومی، یہاں اکیلے بیٹھ کر آپ بور ہی ہوں گی۔ ہمارے ساتھ ٹائم پاس بھی ہوگا اور رنگین بھی ہو جائے گا۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''میرا مطلب ہے، اچھا وقت کٹ جائے گا۔ یوں بھی میں کسی کو بور نہیں ہونے دیتا۔ میری کمپنی کو لوگ انجوائے کرتے ہیں۔ آپ بھی یہ سوا دا اٹھا کر دیکھ لیجیے۔'' وہ ابرو کو جنبش دے کر دوستانہ انداز میں مسکرایا۔

''آج آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں یہ کلر بہت سوٹ کر رہا ہے آپ پر۔'' اس کا لہجہ دھیما تھا وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ارسلہ ذرا سا خفیف ہو گئی۔

''آہ..... ہاں..... یہ کلر آبص کو بہت پسند ہے نا۔ اس لیے پہنا ہے۔'' وہ کھلا جھوٹ بولی۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی پتا نہیں تھا کہ آبص کو کون سا کلر پسند ہے کون سا ناپسند۔

''افسوس رہ گیا مجھے کہ آبص آپ کی یہ تیاری دیکھنے سے محروم رہ گیا۔''

''کیا مطلب؟'' وہ متعجب ہوئی اس کی اس بات سے۔

''میرا مطلب ہے وہ بے چارہ اپنی ٹینشن میں پڑا ہے۔ نیور۔ آپ آیئے۔'' وہ میز سے اپنی گاڑی کی چابی اٹھانے لگا پھر چابی اٹھا کر ذرا سا اس کی سمت جھکا اور دھیمے لہجے میں بولا۔

''زندگی انجوائے کرو۔ یہ عمر کسی کے رویوں پر جلنے کڑھنے میں خرچ ہو جانے کی چیز نہیں ہے۔ اپنی لائف کو دوسروں پر ضائع مت کرو۔'' رومی کمرے میں داخل ہوئی تو وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔

ڈھیلی ڈھالی کرتی اور بلو جینز میں ہلکے میک اپ اور کھلے بالوں میں وہ خاصی دلکش نظر آ رہی تھی۔

''کیا پلان ہے۔'' وہ دونوں کے نزدیک چلی آئی۔

''پلان تو تم بنا کر گئی تھیں۔'' شہر یار چابی انگلی میں گھماتے ہوئے مسکرایا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
''چلیے بھابھی صاحبہ، اس فضول بندے کی فضول باتوں کے ساتھ آئس کریم کھانے میں لطف بڑا آتا ہے۔'' وہ ہنستی ہوئی ارسلہ کا ہاتھ پکڑ کر شہر یار کے پیچھے لپکی۔
''میری فضول باتیں ڈائریکٹ دل پر اثر کرتی ہیں۔'' وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی رومی کی بات کے جواب میں کہنے لگا۔ سنانا ارسلہ کو مقصود تھا۔
ارسلہ بے چین سی نظر آنے لگی۔ اسے شہر یار اس پل بہت ہی برا لگ رہا تھا ایک فضول قسم کا آدمی۔ پورے راستے وہ اور رومی ایک دوسرے پر چوٹ کرتے رہے۔ ہنستے رہے' انجوائے کرتے رہے۔ آہستہ آہستہ اس کے دل پر چھائی پژمردگی اور بے زاری بھی چھٹنے لگی۔ وہ خوش گواریت محسوس کرنے لگی۔ شہر یار کے بارے میں اس کی رائے بدلنے لگی۔ وہ اسے زندہ دل خوش مزاج ہنس مکھ اور فرینڈلی لڑکا لگا۔ جس کی سنگت میں زندگی میں رونق محسوس ہونے لگتی ہے۔
واپسی پر وہ خاصی مسرور تھی۔ آبص کا خیال تو اس کے ذہن سے نکل ہی گیا تھا۔ وہ کوئی دو گھنٹے کے بعد لوٹے تھے۔ وہ اپنی خواب گاہ میں آئی تو آبص جاگ رہا تھا اور ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اسے ایک نظر دیکھا، عجیب سرد سرد سی نگاہ تھی۔
''آپ ابھی جاگے ہیں؟'' وہ اس کی نگاہوں کو محسوس ہی نہ کر پائی۔
''نہیں۔'' اس نے ہلکی سانس کھینچی اور سر نفی میں ہلا دیا۔ ''ایک گھنٹہ ہو چکا ہے۔ اچھا ہوا تم رومی کے ہمراہ چلی گئیں۔'' بظاہر اس کا انداز سادہ سا تھا مگر ارسلہ کو لگا وہ اس پر طنز کر رہا ہے۔
''دراصل رومی بہت اصرار کر رہی تھی۔'' وہ پرس رکھ کر جیولری اتارنے لگی۔
''ہوں، رومی بہت سوئٹ ہے۔ وہ کسی کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔ وہ سمجھ رہی ہوگی تم میری وجہ سے اپ سیٹ ہوگی۔ پریشان ہوگی۔'' یہ کہتے ہوئے اس کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔
''ہاں تو سچ ہی ہے نا۔ میں پریشان تھی۔'' وہ اپنے لہجے کو حتیٰ المقدور پر اعتماد بناتے ہوئے بولی۔ ''اب بیٹھ کر یہاں آپ کے اٹھنے کا انتظار تو کرنے سے رہی نا۔''
''اچھی بات ہے۔ میں نے اسی لیے اٹھ جانے کے باوجود تمہیں کال نہیں کی۔ تمہاری تفریح خراب نہیں کی۔''
''کمال ہے۔ کال کر لیتے۔ میں اتنی پریشان تھی آپ کے لیے۔ خاک انجوائے کیا میں نے۔ کون سی تفریح تھی بھلا ایک آئس کریم کھا کر آنا۔'' وہ جھنجلا کر بال لپیٹنے لگی جیسے سارا غصہ بالوں پر نکال رہی ہو۔
''تم بالکل بھی میرے لیے پریشان نہیں تھیں، یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا۔ اور میں چاہتا بھی یہی ہوں کہ تم خوش رہو۔'' وہ وہیل چیئر گھمانے لگا رخ دروازے کی جانب تھا۔
''دیکھیں آبص، مجھ سے یہ گول مول باتیں نہ کریں۔ پہلے ہی کم عذاب میں مبتلا نہیں کر دیا آپ نے۔ اور آپ کے گھر والوں نے۔'' وہ یک دم بھڑکی۔ آپ کی امی اور بہن نے مجھے اچھا بے وقوف بنایا ہے۔ یہ تو میری شرافت ہے کہ میں چپ ہوں ورنہ شور مچا دیتی۔ آسمان سر پر اٹھا لیتی۔'' وہ یک دم لڑنے مرنے پر تیار نظر آنے لگی۔
''اٹھا لو، میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم آسمان سر پر اٹھا لو...... احتجاج کرو حق ہے تمہارا۔'' اس نے طنزیہ نہیں کہا تھا واقعی مشورہ دیا تھا۔ پھر دل گرفتگی سے ہنس دیا۔ ''میرے حساب سے تو تمہیں شادی کی رات ہی آسمان سر پر اٹھا لینا چاہیے تھا۔ ایک اپاہج دولہا کو دیکھ کر بلکہ اس کی حقیقت کھل جانے پر۔''
''آپ کو تو میرا شکر گزار ہونا چاہیے تھا کہ یہ بات میں نے شادی کی رات ہی اٹھا نہ لی۔ آپ سب کی عزت رکھ لی اس کوٹھی کی عزت رکھ لی۔''
''میں ممنون ہوں تمہارا۔''

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

''آپ..... مائی فٹ۔'' اس نے جھنجلا کر غصے سے آبص کو یوں دیکھا جیسے کچھ اٹھا کر اسے دے مارے گی۔ پھر جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔ لمبی سی راہداری میں نیم اندھیرا اور سناٹے کا راج تھا۔ وہ ماربل کے فرش پر بیٹھ گئی۔ ملازم سب اپنے اپنے کوارٹرز میں تھے۔

مہوش لابی سے نکل کر اپنے بیڈروم میں جاتے جاتے آبص کے کمرے سے اٹھنے والے ہلکے شور پر ٹھٹکیں پھر ارسلہ کو غصے سے کمرے سے باہر آتے اور فرش پر بیٹھتے دیکھ کر گھبرا کر دوڑتے ہوئے چلی آئیں۔

''کیا ہوا سوئٹ ہارٹ۔ تم یہاں کیوں بیٹھی ہوں اتنی رات میں۔'' مہوش کے لہجے میں تشویش تھی۔ سب خیریت تو ہے۔''

''خیریت ہوتی تو میں یہاں بیٹھی نظر آتی آپ کو۔'' وہ بدتمیزی سے بولی۔

''یہی تو پوچھ رہی ہوں کہ کیوں بیٹھی ہوں اس طرح۔'' مہوش اس کا لہجہ نظر انداز کر گئیں۔

''یہ آپ اندر جا کر اپنے بیٹے سے پوچھیے۔'' وہ رونے لگی۔ مہوش کو اپنے اعصاب کھنچتے محسوس ہوئے۔ جس بات کا ڈر تھا۔ وہی ہو گیا تھا۔

''کوئی ناراضی ہوگئی ہے آبص سے۔ اس نے کچھ کہہ دیا ہے۔ کیا؟'' انہوں نے مصنوعی پیار نچھاور کرتے ہوئے اسے تھاما۔'' ہو جاتی ہے میاں بیوی میں اس طرح کی ان بن۔ چھوٹی چھوٹی ناراضیاں تو چلتی رہتی ہیں۔ اس طرح روم سے باہر نہیں آتے سوئٹ ہارٹ۔ میں آبص کو سمجھاؤں گی تم روم میں جاؤ۔'' وہ اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ پھیلا کر تھپکنے لگیں۔

''کیا سمجھائیں گی آپ۔'' وہ جیسے پھٹ سی پڑی۔ ''پہلے تو ایک بات مجھے سمجھا دیں کہ مجھے اور میرے والدین کو کیوں بے وقوف بنایا گیا۔'' ارسلہ نے کہا تو مہوش کا دل دھک سے رہ گیا۔ ''اتنا بڑا دھوکا۔ دیتے ہوئے آپ لوگوں کو شرم نہیں آئی۔''

''کک..... کیسا دھوکا؟'' مہوش کی آواز لرز سی گئی۔ ایک پل تو انہیں اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا محسوس ہوا۔

''ارے واہ۔'' ارسلہ تمسخرانہ انداز میں ہنسی۔ ''اپنے بیٹے کے عشق معاشقے کی داستانیں پھیلی پڑی ہیں اور آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں کون سا دھوکا۔'' وہ اٹھ کر مہوش کے سامنے تن کر کھڑی ہوگئی۔

''آہستہ آہستہ بولو۔ ادھر..... آؤ یہاں آ کر بیٹھو اور آرام سے بتاؤ مجھے۔'' مہوش نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف سجی کرسیوں کی طرف لے جانے لگیں۔ پھر ادھر ادھر دیکھا کہیں کوئی ملازمہ تو دکھائی نہ دے رہی۔

''اب کہاں آرام..... کون سا سکون..... برباد ہوگئی..... لٹ گئی میں تو۔ ہائے ابا..... ہائے اماں، یہ کیا ہو گیا۔'' وہ بجائے آہستہ بولنے کے اور اونچی آواز میں چیخنے لگی پھر منہ پر دوپٹا رکھ کر سسٹر سسٹر آنسو بہانے لگی۔

مہوش کے لیے یہ صورت حال خاصی سٹپٹا دینے والی تھی۔ وہ اس طرح شور مچا کر لوگوں کو اکٹھا کرنے پر کمر بستہ نظر آ رہی تھی۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی آپ کی محبت کے پیچھے ایسی بھیانک سوچ ہوگی۔''

''نہیں، نہیں ارسلہ..... بیٹا تمہیں غلط فہمی ہوگئی ہے اور یہ آبص کے پیر کا کوئی اتنا بڑا ایشو نہیں ہے۔ بس وہ ضد لے کر بیٹھا ہے ایک آپریشن کے بعد وہ مکمل صحت یاب ہو جائے گا۔''

''اور وہ عشق مشق، وہ نادیہ شاہ۔'' وہ جلے کٹے انداز میں بولی۔

''ارے وہ تو.....'' مہوش نے جلدی سے اپنے بکھرتے حواس سنبھالے جی بھر کر آبص پر غصہ آیا جس نے سب کچھ کھول کر رکھ دیا تھا۔ کم از کم پہلے ارسلہ کے مزاج عادات کو سمجھ تو لیتا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''نادیہ شاہ کے عشق میں آہیں بھرتے نظر آتے ہیں۔ میں انہیں کہاں دکھائی دوں گی۔'' وہ پھر رونے لگی۔
''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''
''شادی کی رات وہ اپنے معاشقے کی داستان مجھے سنا رہے تھے اور آپ کہہ رہی ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کمال ہے۔'' وہ روتے روتے چیخ کر بولی۔
مہوش نے بوکھلا کر جلدی سے اسے چپ کرانا چاہا مبادا کوئی ملازم نہ آجائے اس طرف مگر وہ تو ان کا ہاتھ کندھے سے جھٹک کر راہداری میں ٹہلتے ہوئے زور سے زور سے رونے لگی۔ مہوش کی بوکھلاہٹ کو وہ اچھی طرح محسوس کر رہی تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ وہ کسی ملازم کے آجانے کے خوف میں مبتلا ہیں۔
''دیکھو ارسلہ! ہم صبح اس ٹاپک پر آرام سے باتیں کریں گے۔ اس وقت اپنے روم میں جاؤ۔ اچھا چلو میرے ساتھ آؤ۔ میں آبص کو سمجھاتی ہوں۔ وہ تم سے اپنے رویے کی معافی مانگ لے گا۔ آؤ میرے ساتھ۔ ضد مت کرو۔ آؤ شاباش۔'' مہوش کی بوکھلاہٹ عروج پر تھی سب سے زیادہ خوف انہیں شہریار کا تھا جو گیسٹ روم میں رکا ہوا تھا۔ وہ ارسلہ کو تھام کر اس کی خواب گاہ میں لے آئیں۔
آبص بیڈ پر دراز آنکھوں پر بازو رکھے سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا۔ کھٹکے پر بھی یونہی بے حس و حرکت پڑا رہا۔
''آبص۔'' مہوش نے اسے پکارا۔ ''میں پوچھ سکتی ہوں کہ یہ کیا حرکت کی ہے تم نے۔ مس بی ہیو کیا ہے تم نے ارسلہ سے۔'' مہوش کے لہجے میں خفگی نمایاں تھیں۔ وہ بیڈ کے نزدیک آئیں۔
اس نے آہستگی سے آنکھوں سے بازو ہٹائے۔ اور سرخ ہوتی آنکھیں بامشکل کھول کر پہلے ارسلہ کو پھر مہوش کی طرف دیکھا۔
''میں ہرگز امید نہیں کر رہی تھی تم سے کہ ارسلہ کے ساتھ تم یہ رویہ اپناؤ گے۔''
''کیا رویہ ہے میرا؟'' مگر مہوش تیز نظروں سے گھورتے ہوئے اس کی بات کاٹ گئیں۔
''اس بچاری کا کیا قصور ہے۔ تم دونوں ابھی ایک دوسرے کو ''انڈر اسٹینڈ'' نہیں کر پائے ہو۔ اور تمہیں ویڈنگ نائٹ اپنے افیئر زنہیں بتانے چاہیے تھے۔''
''افیئر۔'' آبص جھٹکے سے اٹھ کر یوں بیٹھا جیسے کوئی گرم گرم بھاپ اڑاتی چائے گویا اس کے اوپر گرادی گئی ہو۔ اس کا دل سلگتا ہوا پھوڑا بن کر رہ گیا۔
''ہاں افیئر۔'' مہوش نظریں چرا گئیں۔ تاہم لہجے کو مضبوط اور دبنگ بناتے ہوئے بولیں۔ ''اس طرح کے افیئر زعموماً اسٹوڈنٹ لائف میں لڑکوں کے ہوتے ہی ہیں..... کیوں آبص۔'' انہوں نے ہلکے سے ہنس کر ماحول پر چھائی ترشی اور تناؤ کو کم کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی۔
آبص نے کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر کے بالکل خاموش نگاہوں سے مہوش کو دیکھا اور جانے کیوں اس پل اسے ان پر ترس آ گیا۔ خفت ندامت اور خوف کی ملی جلی کیفیت سے دوچار وہ قابل رحم دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ فطرتاً رحم دل اور صلح جو انسان تھا اور اب تو سامنے ماں کھڑی تھیں عزت کا واسطہ دیتیں۔ نگاہوں نگاہوں میں تنبیہہ کرتیں۔ اس نے ارسلہ کی طرف دیکھا جو نروٹھے پن سے ایک طرف کھڑی تھی۔
''او کے۔'' اس نے خفیف سی سانس بھری۔
''ارسلہ ادھر آؤ۔'' مہوش جلدی سے ارسلہ کا ہاتھ تھام کر اسے بیڈ کے نزدیک لے آئیں۔ ''بیٹھو۔'' پیار سے اسے بیڈ کے کنارے بٹھا دیا۔ ''میرا بیٹا۔ بالکل بھی ال مینرڈ، ظالم اور بے رحم نہیں ہے بلکہ وہ بہت کیئرنگ لونگ ہے۔ بس ذرا طبیعت کی خرابی نے اسے جھنجلا دیا تھا۔ وہ بہت بائس ہے۔ وہ تم سے بہت محبت کرے گا۔ تم دونوں ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرو۔'' مہوش ارسلہ کو پچکار رہی تھیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایک مضمحل سانس آبصر کے سینے سے آزاد ہوگئی۔ گو کہ تھکن کا احساس بڑھ سا گیا تھا مگر سوچوں کے انتشار میں سستی آ گئی تھی۔ اعصاب کسی حد تک سنبھل چکے تھے۔ غصہ، دکھ اور ملال میں بدل چکا تھا۔ جیسے کوئی تڑپتی، چیختی، چنگھاڑتی لہر یک دم ساحل سے ٹکراتے ہی مٹی میں جذب ہو جائے۔

''آپ جایئے مام۔ پریشان نہ ہوئیے۔ میں آئندہ خیال رکھوں گا۔ آپ کو ہرٹ نہیں کروں گا۔'' وہ ہلکے سے مسکرایا۔ خالی بے روح سی مسکراہٹ تھی۔ مہوش بھی اضمحلال سے مسکرادیں۔

''صرف مجھے ہی نہیں ارسلہ کو بھی ہرٹ کیا ہے تم نے۔ اس سے معافی مانگنا ہے تمہیں۔'' وہ جیسے وارننگ دیتے ہوئے بولیں پھر مسکرا کر ارسلہ کے سر پر ہلکے سے تھپکی دی۔ ''او کے۔ صبح ملتے ہیں ناشتے پر۔ آئی ہوپ تم دونوں ہنستے مسکراتے مجھے نظر آؤ گے۔'' وہ یہ کہہ کر پلٹ کر کمرے سے نکل گئیں۔

ارسلہ ہلکی سی سانس بھر کر بیڈ سے اٹھی اور دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے سوچنے لگی۔

اب آیا ہے اونٹ پہاڑ کے نیچے۔ ان ماں بیٹے سے سود کے ساتھ حساب لوں گی۔

اس نے دروازہ بند کر کے لاک لگا دیا۔

☆☆☆

سکندر نے بائیک آج کچھ سوچ کر بہت دنوں بعد خالہ کے گھر کی جانب موڑ دی۔ موڑ کاٹتے ہوئے رفتار آہستہ کر دی اور سر جھٹک کر اس تکلیف دہ احساس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرنے لگا۔ جو اس کے جسم کی کھال بنتا جا رہا تھا۔

آہ ہا.....ع

ہمیں جنجال ایسا بھی نہیں ہے
یہ دل پامال ایسا بھی نہیں ہے
کوئی بھی شخص جب دل کرے
آئے اٹھائے اور مسل دے
ہمارا حال ایسا بھی نہیں ہے

ایک ہلکی سی سانس بھر کر اس نے بائیک گلی میں ڈال دی۔

سچ کہتے ہیں ہماری سوچیں ہی آدھا دکھ ہوتی ہیں۔

''جتنا دکھ ہماری قسمت میں لکھا ہے تو اس میں عمر بھر افسردہ رہنے کے بجائے اس احساس سے چھٹکارا پانا تو ہمارے اپنے اختیار ہوتا ہے نا۔''

امی چلتے پھرتے اسے یہی سمجھاتی رہتی تھیں، وہ سمجھ بھی جاتا تھا اور وہ سوچتا..... ٹھیک ہے اسے تمام تر سوچوں سے چھٹکارا پانے کے لیے مصروف رہنا چاہیے..... اس نے اوور ٹائم بھی کرنا شروع کر دیا۔ وہ مصروف ہو گیا تھا مگر آج بے ارادہ اس نے بائیک اسی مانوس راستے پر ڈال دی تھی جہاں آئے اسے کئی دن ہو چکے تھے، نیلوا سے ڈانٹتی کہ تم نے اماں کی طرف آنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ اریبہ کی کالز آتی رہتیں۔ وہ ریسیو نہ کرتا۔

وہ جیسے ہی گلی میں داخل ہوا اسے اریبہ کالج یونیفارم میں بوکھلائی ہوئی دکھائی دی۔ ساتھ ہی دو لفنگے ٹائپ لڑکے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سکندر کا خون شریانوں میں ابلنے لگا۔ اس نے بائیک کی اسپیڈ تیز کی اور ان لفنگوں کے عین نزدیک روکی۔ دونوں لڑکے گھبرا کر پیچھے ہٹے۔ مگر ایک کو تو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا۔ سکندر بائیک سے اترا اور زوردار گھونسا اس کے کالے کالے پتلے پتلے منہ پر دے مارا۔ گھونسا اتنا اچانک اور زوردار تھا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا..... دوسرا تو موقع پا کر گلی میں دوڑ لگا چکا تھا آناً فاناً غائب ہو چکا تھا۔ سکندر اپنا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سارا غصہ اس پر نکالنے لگا۔ لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی۔ سر پکڑ کر دیوار سے ٹکرانے لگا تو اس کو دن میں تارے چمکتے دکھائی دینے لگے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر معافیاں مانگنے لگا۔ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا مزید گھونسا کھایا تو روح نکل جائے گی۔ سکندر نے مکا مارنے کا ارادہ ترک کر کے اسے دھکا دیا گویا کہا دفع ہو جاؤ۔ آئندہ جو یہاں شکل دکھائی۔ وہ خلاصی ملتے ہی گرتا پڑتا چھوٹی گلی میں بھاگ گیا۔ سکندر اریبہ کی طرف متوجہ ہوا جو شرمندگی، خوف سے گم صم کھڑی تھی۔

''پہلے بھی کبھی راستہ روکا ہے انہوں نے۔'' وہ زمین پر گری اپنی بائیک جھک کر اٹھاتے ہوئے بولا۔

''ایک بار پہلے بھی ایسی حرکت کی تھی مگر میں بھاگ کر گھر آ گئی تھی۔'' وہ خوف سے نکلتے ہوئے بولی اور یک دم رو پڑی۔ سکندر کے مضبوط سائبان تلے آ کر کب کی اٹکی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔

''حالانکہ پہلے، اتنے سالوں میں کبھی ایسا نہیں ہوا میرے ساتھ۔''

''ہوں..... گھر میں کسی کو بتایا مطلب خالو کو۔''

''نہیں، بتا دیتی تو اماں تو کالج جانا ہی بند کر دیتیں میرا۔ اور ابا کو بھی بتا دیتیں۔'' وہ دوپٹے سے چہرہ رگڑتے ہوئے بولی۔

''خوب..... اتنی عقل مند ہو تم۔'' سکندر کو اچھا خاصا طیش آ گیا۔ مگر دوسرے پل ہلکی سی سانس بھر کر اپنے اعصاب کو سنبھالا۔

''پڑھائی کی اہمیت اپنی جگہ مگر عزت سے زیادہ تو بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہوتا بیا۔ خیر بیٹھو۔'' وہ بائیک اس کے نزدیک لے آیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر سمٹ کر بیٹھ گئی۔ سکندر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک انوکھا سا احساس رگ رگ کو چھونے لگا۔ آنسو تواتر سے بہنے لگے۔

''نیلو آپا تھیں تو ہر بات ان سے کر لیا کرتی تھی مگر اب تو وہ جب بھی آتی ہیں، احمر بھائی کے ہمراہ ہوتی ہیں۔ کوئی بات ہی نہیں ہو پاتی اور ارسلہ آپی کو تو اپنی شیخیاں بگھارنے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔''

''خالہ کو تو کہہ سکتی تھیں۔ بچی ماں سے بڑھ کر کوئی اچھا اور سچا دوست نہیں ہوتا۔ وہ خفا بھی ہوں گی تو تمہاری بھلائی کے لیے۔ ان کے پیش نظر تمہاری بہتری، تمہاری حفاظت ہوگی۔ خیر گھر چلو، سوچتے ہیں اس پر بھی۔'' سکندر گھر کے سامنے بائیک روک کر اترنے لگا۔

''آپ بھی تو جانے کہاں کھو گئے ہیں، آنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ اتنے فون کرتی ہوں آپ کو مگر آپ میری کالز ریسیو ہی نہیں کرتے۔'' وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے شکوہ کرنے لگی۔ ''آپ کا رشتہ تو بس نیلو آپا اور ارسلہ آپی سے ہی تھا۔ میں تو کچھ لگتی ہی نہیں آپ کی۔''

سکندر نے اس کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے، بس مصروف زیادہ ہو گیا ہوں۔''

اماں نے دروازہ کھولا وہ اندر آ گئی اور ساتھ ہی بولی۔

''دیکھیے تو اماں۔ آج ہمارے گھر میں چاند اترا ہے۔''

''ارے۔ تم تو بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہو۔'' سکندر بے ساختہ ہنس دیا اور اماں کو سلام کر کے بائیک اندر کھینچنے لگا۔

''جیتے رہو۔ سچ کہوں چاند ہی اترا ہے وہ بھی عید کا۔ کہاں غائب ہو گئے ہو سکندر..... کل گھر آئی تھی تمہارے تو عقیلہ بتا رہی تھیں تم اوور ٹائم کرتے ہو۔ اتنا لوڈ لے لیا ہے تم نے کام کا۔''

''بس فارغ بیٹھ کر کیا کرتا خالہ۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

”پھر بھی بیمار پڑ نہ جاؤ۔ آرام اور صحت کی طرف بھی دھیان رکھو۔ بیٹھو تم، میں چائے چڑھا کر آتی ہوں اور ہاں کھانا کھا کر جانا ہے آج تو۔ تمہاری پسند کے دال چاول بنائے ہیں۔ ساتھ میں تلی ہوئی مرچیں بھی۔“ اماں یہ کہتے ہوئے کچن کی طرف چلی گئیں۔

سکندر...... بیسن کے پاس جا کر ہاتھ دھونے لگا پھر تولیے سے پونچھ کر خالو کی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ جو خالہ نے کامن میں ہی ایک طرف رکھ دی تھی۔ ابا رات گئے تک یہیں بیٹھے، لیٹے رہتے پھر نیند چڑھتی تو روم میں سونے چلے جاتے۔ نیلو اور ارسلہ کی شادی کے بعد ابا کی یہی روٹین تھی۔

سکندر نے یونہی ایک طائرانہ نگاہ گھر پر ڈالی۔ خالہ کا گھر اسے یک دم بہت خالی اور ویران دکھائی دینے لگا۔ وہ خالہ کی چیخ چیخ، ارسلہ کا شور مچانا، پھر رونا دھونا، نیلو کا بکھری چیزیں ہر تھوڑی دیر بعد سمیٹنا۔ ارسلہ کی ضدیں، ناراضیاں اس گھر سے بے زاری پھر سکندر کا منالینا۔ آئس کریم کے لیے جانا...... اور اپنی بائیک کی شان میں پورا راستہ اس کے منہ سے قصیدے سننا...... سب جیسے خواب ہو کر رہ گیا تھا۔

اریبہ...... یونیفارم بدل کر سادہ سے جوڑے اور دوپٹا قرینے سے پہن کر کمرے سے باہر آئی تو سکندر کو ابا کی چارپائی پر سوچوں میں گم بیٹھا دیکھا۔ وہ ذرا سا رک کر چور نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

دھوپ کی تمازت سے دہکتی ہوئی سرخی مائل گندمی رنگت۔ سیاہ رنگ کے کرتے میں دمک رہی تھی یا اسے ہی دکھائی دے رہا تھا وہ کندن کی طرح دمکتا ہوا۔

”آپ نے ایسا کیوں کہا کہ میں بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہوں۔“ وہ سکندر کی طرف چلی آئی۔

سکندر اپنے خیالات سے چونکا۔ پھر اس کی طرف دیکھ کر یونہی مسکرا دیا۔

”کیا غلط کہا۔ تم اب بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہو۔ پہلے کرتی تھیں بھی۔“

”تو پہلے اتنی بڑی نہیں تھی، اب بڑی ہو گئی ہوں۔ چھوٹی نہیں رہی۔“ وہ نظریں چراتے ہوئے آہستگی سے بولی۔ ”آپ مجھے بچی نہ سمجھیں۔“

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس کے لہجے میں ایسا کچھ تھا سکندر نے چونک کر دیکھا۔

”بچہ سمجھ کر اگنور کرے کوئی مجھے تو بڑی تکلیف ہوتی ہے خصوصاً آپ...... میں جتنی ہوں ایٹ لیسٹ مجھے اتنا تو سمجھا جائے۔“

”بیا تم ابھی......“ وہ چارپائی سے اٹھا ”ہمارے لیے ایک معصوم اور پیاری بچی کی طرح ہو۔“

”پلیز۔“ وہ جیسے چیخی تھی۔ سکندر متعجب ہوا۔ دوسرے پل وہ نہایت مغموم لہجے میں جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے وارفتہ سکندر کے سامنے رک کر بولی۔

”میں اتنی ہی بڑی ہوں جتنی ارسلہ آپی...... میں آپ کو پھر ارسلہ آپی کی طرح ہی دکھائی کیوں نہیں دیتی۔“

سکندر یک دم پیچھے ہٹا۔ اریبہ کی نظریں اس کے وجود پر یوں جمی تھیں، جیسے کسی فریم میں جڑی جامد تصویر۔ مگر وہ جامد نظریں نہ تھیں۔ ان میں روح تھرک رہی تھی، اجنبی اجنبی سی روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں۔ سکندر خفیف سا ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

”محسوس کریں تو میں بھی......“

اس کا جملہ ادھورا رہ گیا...... سکندر کے اندر سے غصے کا ابال اٹھا، اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ بھی بے اختیار اٹھا اور اریبہ کے نرم رخسار پر نشان چھوڑ گیا۔

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ماہ نور بنت نعیم

بند کتاب

''آج سے پہلے میں بند کتاب تھی۔''

گھاس پہ پڑے شبنم کے قطرے سورج کی نرم و ملائم، تازہ کرنوں میں نمایاں ہونے لگے تھے۔ ان کی پرکشش چمک سیڑھیوں پہ بیٹھے اس شخص کی آنکھوں کو چندھیانے کے لیے کافی تھی بس اگر وہاں برف کی سل نہ جمی ہوتی۔

''سوچتی تھی کبھی کسی پہ نہ کھلوں گی چاہے کوئی سات سمندر پار ہو، یا دل کی مٹھی میں قید..... مگر سوچنے پہ اختیار ہے..... ہونے پہ کہاں۔''

عاطف نے سلویٰ کی لکھی ہوئی یہ کتاب ایک بار پھر کھول لی۔ ایک بار کہنا شاید غلط تھا کیونکہ ان سات سالوں میں وہ اسے اتنی بار پڑھ چکا تھا کہ اب اسے خود بھی یاد نہیں تھا۔ وہ اس کے نام لکھی گئی تھی، اس کی زندگی کا حاصل اور لاحاصل دونوں ہی اس میں قید تھے۔

کرنوں کے ریشمی ذرات نے مل ملا کے شبنمی قطروں کی وسعت کو اتنا طول دیا کہ ان کی چمک پھوٹ پھوٹ کر آنکھوں میں اترنے لگی اور ماضی اس چمک میں بھیگ کر دھندلے دریچوں سے جھانکنے لگا۔

''میں نہیں جانتی یہ چند کاغذ کے ٹکڑے ردی کا ڈھیر بنیں گے یا دھول کی زد میں آ کے صدیوں الماری میں سجے رہیں گے۔''

وہی نسوانی، اپنی موج میں گم آواز، اب قریب سے آنے لگی تھی۔ وہ سن رہا تھا۔ ایک ہی آواز تو تھی جسے وہ سنتا تھا اندر کے شور اور باہر کی خاموشی کے بیچ۔

''پہلی صورت میں راکھ کا ڈھیر ہوں گی..... اور دوسری صورت میں کئی نظروں اور کئی سوچوں اور کئی آنکھوں کی کاری ضرب کا اندھا نشانہ..... لیکن میں کتاب ہوں..... یا انسان؟''

وہ ایک بار آخری تھی جب اس نے کان بند کر لیے تھے۔ بس ایک بار ہی تو وہ اسے بھولا تھا۔

''مجھے بھولنے لگا ہے کہ میں تو بند ہوں..... نہ جاننے والے کی بند سوچ کی مانند..... لیکن کون جانے کہ میرے اندر بھی ایک دنیا ہے اور مجھے بھی آزادی سے سانس لینے کا پورا حق ہے۔''

عاطف نے لمحہ بھر کے لیے کتاب بند کی اور نظریں دور افق پہ جما دیں۔ میں سب جان کر بھی انجان بن گیا تھا اور وہ اجنبی..... مجھ سے، خود سے، ساری دنیا سے۔ روز پچھتاوا سر اٹھاتا ہے اور میں اس کا گلا دبانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار ناکام ہو جاتا ہوں۔

دنیا.....؟ ہاں اس کی دنیا تھی ہی کتنی..... فقط ایک مسکراہٹ جس میں وہ رہتی تھی۔

مجھے آج بھی یاد ہے، مسکراتے وقت اس کے دائیں گال پہ ڈمپل نہیں پڑتا تھا بلکہ کشش طوفان اٹھتا تھا۔ پہلے پل بھر سناٹا بپھرتا پھر قہقہوں کی ایسی لہر دوڑتی جو آپ کو اس ایک مسکراہٹ کے ساتھ خوشیوں کے ساحل پر پٹخ دے..... پھر چاہے آپ اجنبی ہوں، سیاہ ہوں، سفید یا نیلے پیلے، پھیکے، میٹھے، کڑوے، زہریلے کسی بھی رنگ کے، اس کا اثر کسی مرہم کی طرح اپنے آپ ہونے لگتا ہے۔

وہ ساحل تھی مگر میں پھر بھی ڈوب جایا کرتا۔ اس کی مسکراہٹ کے رنگوں میں جو آنکھوں میں جھلکتے تو زندگی کا احساس ہوتا۔

''مجھے بند رہنے دو، تم سے پڑھا نہیں جائے گا۔'' اس نے کتاب کھول کے دوبارہ بند کر دی۔

''ہاں..... بالکل ایسے ہی رنگ، جو ان قطروں کی چمک میں ہیں۔ ان سے روشناس بھی تو اسی نے کرایا تھا اور ان میں بسنے والے اس کے خواب، کتنے خوب صورت اور نازک تھے نا۔ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ لمحہ بھر کے توقف کے بعد نظریں اس کے تحفے پہ مرکوز کر دیں۔

''رکو..... صفحہ نہ پلٹو۔''

اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب کا صفحہ پلٹا اور دل نے یاد کیا۔ ایک پھیکی مسکراہٹ چہرے پر ابھر کر گم ہوئی۔

رات کی تاریخی میں آسمان سے زمین کا سفر کرتا، شبنم کا ہر قطرہ اپنے اندر ایک دنیا بسائے ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایک داستان جو ماضی سے حال اور حال سے پھر ماضی کے سفر در سفر میں ہے۔

یہاں لائبریری کے باہر سیڑھیوں پہ بیٹھ کے یہی سب تو وہ کہا کرتی تھی۔

اسے بولنے کی عادت تھی، حد سے زیادہ اور مجھے خاموش رہنے کی حد سے زیادہ۔ بس ایک بار میں بولا تھا اس کی سنے بغیر اور..... وہ خاموش ہوگئی تھی۔ وہ ایک بار آخری بار ہوتی اگر جو میرے ہاتھ میں اسی کی دی گئی کتاب نہ ہوتی۔ جسے میں نے ان سات سالوں میں تقریباً سات ہزار دفعہ پڑھا ہے۔ اس میں لکھے گئے آخری چند الفاظ مجھے زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

اس کی آواز آج بھی آرہی ہے۔ بہت قریب سے وہ یہیں کہیں ہے میرے آس پاس۔ بے اختیار عاطف کی آنکھیں پھر سے نم ہوئیں۔

میرے سامنے لان میں اگی ہوئی بہار کی یہ تازہ گھاس جس نے کچھ روز قبل ہی مٹی میں سے سر اٹھا کے جھانکا ہے۔ یہی گھاس تو ہے جو رات بھر اپنے باریک دامن میں ان ننھے موتیوں کو سمیٹتی ہے جس کی گود میں سر چھپائے یہی موتی مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ اس کی باتیں، اس کی آواز میں۔

''مگر تم میری سنتے ہی کب ہو۔ تم تو بس وہ دیکھنا چاہتے ہو جو تمہیں دنیا دکھاتی ہے۔''

روز صبح سے شام کرتا ہوں۔ انتظار اور امید کے بیچ اس کے لوٹ آنے کا، اسے اک نظر دیکھ لینے کا۔ اس کے الیوزن کو حقیقت میں بدلتا دیکھنے کا۔''

''مجھ میں بسی اس دنیا کو جسے تم دھتکار چکے ہو، آج بھی چاہو تو میری طرح پل بھر میں مسل کے پھینک دو اور چاہو تو..... سینے سے لگا کے رکھو۔ مگر اتنا یاد رکھنا کہ میری محبت میں کوئی کھوٹ نہیں تھا۔ تم سے پہلے نہ میں نے کسی کو چاہا اور نہ تمہارے بعد کسی انسان کو چاہوں گی۔ تم چاہے معاف کرو نہ کرو مگر میں تمہیں معاف کر چکی ہوں اور یہی میری متاع محبت ہے۔''

ایک میں ہوں اور ایک اس کی محبت..... جو آج بھی سلگتی ہے، بجھتی ہے اور پھر جل اٹھتی ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی وہ جاتے جاتے مجھے کچھ نہ کچھ دے ہی گئی۔

امید..... انتظار..... اور یہ بند کتاب.....

''آؤ مل کے پڑھیں سچ کی آنکھوں سے۔ وہ جو اوجھل ہے، وہ جو حقیقت ہے، شاید کب سے..... ہمارے انتظار میں۔ ہمہ تن گوش ہے۔'' سلوہ کے لکھے گئے یہ الفاظ جیسے میری سانسوں کو ختم ہونے ہی نہیں دیتے۔''

پتا نہیں کب وہ لوٹے گی، لوٹے گی بھی یا نہیں اور پتا نہیں میں کب تک انتظار کر پاؤں گا۔ کاش کے میں اس سے ملا ہی نہ ہوتا یا پھر وہ سب نہ ہوا ہوتا جو ہو گیا تھا۔ جو صرف میری وجہ سے ہوا تھا اور اب میں عاطف ارتضاء خان جینے کی سزا کاٹ رہا ہوں۔ وہ بھی تو یہی کر رہی ہے۔ فرق صرف قسمت اور وقت کا ہے، کب کس پل بدل جائے کون جانے۔

☆☆☆

ابھی تو قلم اٹھایا ہے، ابھی تو دیر باقی ہے
اثر ہو نہ ہو مگر انتظار باقی ہے

وہ کھڑکی کے پاس راکنگ چیئر پہ بیٹھی، ڈائری کھولے لکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کی نظر جھلملاتے ستاروں کے بیچ آدھے چاند پہ تھی۔ جسے اب آہستہ آہستہ بادل ڈھانپنے لگے تھے لیکن وہ بھی اس آدھے چاند کی کشش کو ماند نہیں کر سکے تھے۔ اس نے دوبارہ لکھنا شروع کیا۔

''روز سوچتی ہوں آج کیا لکھوں..... روز الفاظ روٹھ جاتے ہیں..... روز آواز دب سی جاتی ہے لیکن احساس زندہ رہتا ہے اور انتظار باقی۔''

ریشمی سفید و سرخ پردے ہوا کے زور سے تھرتھرانے لگے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ بادل مخالف سمت سفر کر رہے تھے۔ اس نے چہرے پہ پھسلتی لٹوں کو دوبارہ کانوں کے پیچھے اڑسا۔ چاند کی کشش آنکھوں کے رستے دل میں اترنے لگی تھی۔ وہ ہولے سے مسکرائی، مسکراہٹ کئی باریوں ہی اس کی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

چہرے پہ ٹھہری سی جاتی تھی اور لگتا تھا وقت تھم سا گیا ہو۔

کبھی یہ ہی مسکان کسی کے زخموں پہ مرہم تھی۔ اس سے پہلے چاند کی یہ چمک آنکھوں میں پوری طرح سماتی اور انہیں عاطف ارتضاء کی یادوں سے لبریز کرتی، اس نے نظریں واپس ڈائری پر جھکا لیں۔

”کبھی تو یہ ہوا پہنچائے گی نوائے دل...... جھیل کے اس پار...... جو اک دن میری خاموشی سن لے گا۔

ایک عرصے سے پلکوں کی سیپ میں بند، یہ موتی چن لے گا اور جھیل کنارے آدھے چاند کے اس سائے میں میرا منتظر ہوگا۔ شاید کہ وہ اب بھی میرا ہوگا۔ اب تو قلم ڈگمگانے لگا ہے، ہاتھ کپکپانے لگا ہے اور لفظ ہے کہ دھندلانے لگا۔“

اس نے دوبارہ بال پوائنٹ کو جھٹکا بالآخر وہ پھر سے چلنے لگا تھا۔ قلم اور کاغذ دوبارہ ایک ہوگئے تھے۔

”ہاں محبت کرنے والے انتظار ضرور کرتے ہیں، محبت ملے یا نہیں مگر انتظار اور امید ان کے نصیب میں لکھ دی جاتی ہے۔“

”محبت ایک لفظ جو میرا ہے...... میرا اسے آگے سب گم ہے۔ کھویا کھویا سا...... اس آدھے ادھورے چاند کی طرح جو تاریکی میں ڈوب کر بھی خوب صورت دکھتا ہے۔“ اس نے صفحہ پلٹا۔

”میں روز کوئی نیا سرا پکڑ کے یہ تحریر مکمل کرنے لگتی ہوں۔ لیکن ہر بار ناکام ہو جاتی ہوں...... شاید ابھی وقت نہیں آیا...... شاید کہ انتظار کو بھی ہے ذرا انتظار اور......“

اس نے قلم بند کیا اور کیلنڈر پہ ایک اور ٹک مارک لگایا۔ سات سالوں کا فاصلہ وہ طے کر چکی تھی۔ روز شام ہونے سے پہلے سوچتی کہ اگلی صبح وہ عاطف سے ضرور ملنے جائے گی لیکن صبح ہوتے ہی ساری ہمت جواب دے دیتی۔ شاید کہ وہ اسے آج بھی قبول نہ کرے۔ شاید کہ وہ اسے کبھی قبول نہ کرے۔

اس کا ماضی، اس کی ہر صبح کو رات میں بدل دیتا اور اس کا حال اس کی ہر شام کو ستارہ امید بنا دیتا۔

ستارہ تو وہ بھی تھی۔ ایک عرصہ اس نے فلم انڈسٹری پہ راج کیا تھا مگر سلوہ شمس کی امید؟ وہ پتا نہیں کہاں کھو گئی تھی۔ عاطف اسے لینے نہیں آئے گا یہ وہ جانتی تھی۔ معاف تو وہ اسے بہت پہلے ہی کر چکی تھی، جب شادی کے تین ماہ بعد جب ان کی زندگی طوفانی لہروں کی لپیٹ میں آئی اور سب نگل گئی۔

زندگی عجیب چیز ہے اور اس میں موجود کردار اور حالات و واقعات اس سے بھی زیادہ عجیب۔ اس کی پہلی اور آخری محبت جس پہ اس نے آنکھیں بند کر کے بھروسا کیا تھا، جس نے اس کے سر پہ عزت کی چادر اوڑھائی تھی۔ اسے اپنا نام دے کر شرفاء کی دنیا کا حصہ بنایا تھا۔

لیکن وہی عاطف ارتضاء شادی کے تین ماہ بعد ان ہی شرفاء اور اپنے خاندان کی جانب سے سلوہ شمس کے کردار پہ اٹھانے والی انگلیوں کو توڑ پایا تھا نہ ہی ان غلیظ نظروں اور زہریلے الفاظ کو روک پایا تھا۔

ایک وہ بھی جو عاطف کو بن بتائے اس کی زندگی سے بہت دور چلی آئی تھی کیونکہ وہ اس کی بے اعتبار خاموشی کو سن تو سکتی تھی مگر سہنے کی ہمت کہاں سے لاتی۔

کیا وہ اس سے دوبارہ مل پائے گی؟ کیا وہ آج بھی اس کا منتظر ہوگا؟

کیا وہ سلویٰ شمس کی بند کتاب کو پڑھ چکا ہوگا؟ جسے اس نے عاطف ارتضاء کے نام کیا ہے یا پھر آج بھی وہ دنیا کی عینک لگائے صرف خاموشی سے اسے بے دردی سے جج کرنے میں ہی مصروف ہوگا؟

اس نے اپنے حال کو قسمت پہ چھوڑ دیا تھا۔ ان سوالوں کا جواب دے بھی وہی سکتی تھی کیونکہ اکثر قسمت وقت پہ غالب آجایا کرتی ہے۔

☆☆

سرورق کی شخصیت

ماڈل ...... فرینہ اعجاز

میک اپ ...... روز بیوٹی پارلر

فوٹو گرافی ...... موسیٰ رضا

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

انتباہ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی جانب سے تنبیہہ کی جاتی ہے کہ جو ویب سائٹس ہمارے ادارے کا نام لے کر ''آفیشل پیج'' کی اصطلاح استعمال کررہی ہیں ان سائٹس سے ادارے کا کوئی تعلق نہیں، اسے فوری ترک کیا جائے تاکہ ہمارے معزز قارئین کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ ایسی تمام ویب سائٹس اور سوشل میڈیا گروپس کو مرتب کرنے والے منتظمین جو اپنے سطحی مفادات کی خاطر ادارے سے شائع ہونے والے ماہناموں کے مضامین، افسانے اور کہانیاں بلا اختیار اور غیر قانونی طور پر اَپ لوڈ کرکے ادارے کو سنگین مالی نقصان پہنچانے کے ساتھ ادارے کی ساکھ متاثر کررہے ہیں، انہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ اس قبیح فعل کو فوری ترک کردیں، بصورت دیگر ادارہ، سائبر کرائمز کے قانون

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

Prevention of Electronic Crimes Act 2016

اور

Copyright Ordinance 1962 / 2000

کے تحت کسی بھی قسم کی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔ ایف آئی اے اور دیگر متعلقہ اداروں میں بھی ان افراد/ اداروں کے خلاف شکایات درج کرائی جائیں گی۔

خواتین ڈائجسٹ
ماہنامہ کرن

ماہنامہ شعاع
عمران ڈائجسٹ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ

سدرۃ المنتہیٰ

شناسائی

''شناسائی انسان کو جہاں بہت کچھ دے جاتی ہے وہیں وہ کبھی کبھار نظریں چرائے رہتا ہے اپنے آپ سے..... اوروں سے..... اور کبھی کبھار زندگی سے بھی۔۔ مگر باوجود اس کے پہلی شناسائی..... پہلی نظر کی وہ محبت ہے..... جو زندگی میں کبھی بھی..... کہیں بھی..... کسی بھی وقت..... آلیتی ہے..... پکڑ لیتی ہے۔ جیسے وہ آپ کی ہی تلاش میں تھی۔ جیسے آپ اسی کی چاہ میں۔ انتظار کے حصار میں جکڑے ہوئے۔ لمحوں کی کہانی اذیت ناک ہوتی ہے منصورہ..... آدھ جلی سگرٹ کی طرح..... جلتی بجھتی..... مدھم سلگتی ہوئی..... مگر سلگتی ہوئی..... خاموشی میں مدھم ارتعاش بکھیرتی ہوئی۔ ایک دل سے دوسرے دل تک..... جہاں آنکھوں سے بات کی جاتی ہے اور سنی بھی جاتی ہے سمجھی جاتی ہے۔ سوچ کے پہلو کے پردے سے عیاں ہوتی ہے..... یہ محبت ہوتی ہے۔''

وہ اس کی آخری میل کھول کر بیٹھی ہوئی تھی اور ساتھ ہی دروازے پر دستک ہوئی..... اسے لگا کان بجے ہیں۔ مگر نہیں بیل تو دوبارہ ہوئی۔ اور پھر ہوتی رہی۔ اس طرح بیل تو صرف وہ بجاتا تھا۔ وہ بے یقینی سے مگر بالآخر اٹھی اور دروازے تک گئی اور دیکھا سامنے ابراہام کھڑا تھا۔

''ابراہام..... تم.....'' وہ بے ساختہ خوش ہوئی۔

وہ دروازے سے اندر آیا اس کے ہاتھ میں کچھ پیکٹس بھی تھے مگر وہ اب تک حیرانی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ہاں میں..... ہم کتنے سالوں بعد ملے ہیں نا۔''

''کیسے ہو تم ابراہام؟ ہاں ہم بہت سالوں بعد ملے ہیں۔'' وہ اسے چھوٹے سے لان سے اندر لے آتے ہوئے بولی۔

''میں ٹھیک ہوں..... تم کیسی ہو منصور.....! اور تمہارا گھر اب بھی ویسا ہے۔'' وہ اردگرد دیکھتے بولا۔ ''بس تم نے سبزیاں اکھاڑ دی ہیں..... اور پھول بھی کم ہیں۔ باقی سب ویسا ہے۔''

''اب اتنی نگہداشت کون کرے یار۔''

''تم تو ٹھیک ہو نا..... اپنی نگہداشت تو ہوتی ہے نا؟''

''بس ہو جاتی ہے۔ ویسے میں تمہارے سامنے ہوں؟ بس ویسی ہی۔ عام سی.....''

''تم اس عام حلیے میں بھی ہمیشہ کی طرح اچھی اور خاص لگتی ہو۔''

وہ اس کی بات پر ہنس دی۔

''اور تم بھی ویسے ہو۔ بھلا کچھ سالوں میں بھی کچھ بدلا ہے کیا؟ کچھ بھی نہیں بدلا۔ یہ بس ہماری سوچ ہوتی ہے کہ چار چھ سال بعد بہت کچھ بدلے گا۔ مگر بدلتا کچھ نہیں ہے۔ ایک ہم ہی عمر پھلانگتے جاتے ہیں۔''

''ہاں۔ بالکل ٹھیک کہتی ہو اور آج تمہاری سالگرہ بھی ہے۔''

''ارے۔ تمہیں یاد ہے یا ڈائری دیکھی؟'' وہ اب ان پیکٹس کا مطلب سمجھی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ہاں ابا جی کی ڈائری دیکھی تھی۔ تمہاری سالگرہ کا دن سرفہرست لکھا تھا۔ میرے بعد ان کی زندگی میں تمہارا ذکر بہت آتا تھا، میں نے سوچا آج تمہیں حیران کروں۔''

''بہت اچھا کیا مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔''

''ویسے یہ بتا کر مجھے بھی خوشی ہوگی کہ تم اس سال پورے چھیالیس کی ہوگئی ہو۔ اب چار سال بعد تم پچاس کی ہو جاؤ گی۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ہاں اچھی بات ہے۔ یاد دہانی کرادی ویسے مجھے پچاس کا ہونے میں کوئی غم نہیں ہے۔'' اس نے اس سے کیک کا پیکٹ لے کر میز پر رکھا اور دوسرے شاپر کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''ابھی نہیں..... ہے تو تمہارا ہی تحفہ ہے مگر یہ تم بعد میں کھول کر دیکھنا۔'' لفافے میز پر ذرا سائڈ میں رکھتے ہوئے بولا۔

''اچھی بات ہے ویسے موم بتی بھی لائے ہو۔'' وہ ہنس پڑی عمر کے ہندسے والے موم بتی دیکھ کر۔ ''مگر اس سے تمہاری عمر کا ہندسہ بھی بڑھتا ہے۔''

''مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔'' وہ اپنے لیے خود گلاس میں پانی ڈالنے لگا تھا اور کرسی پر ٹک گیا۔

''خیر..... تم بتاؤ فرینک کیسا ہے؟''

''تم تو اسے دیکھتی ہوگی۔ اس نے بتایا تھا تم اکثر اس کی پوسٹس پر کمنٹس کرتی ہو۔''

''ہاں میں نے دیکھا تھا۔ میں واقعی کمنٹس کرتی ہوں۔ فرینک بہت بڑا ہو رہا ہے پہلے سے زیادہ انٹیلی جنٹ پہلے سے زیادہ خوب صورت اور پہلے سے زیادہ سمجھ دار۔'' وہ خود بھی بیٹھ چکی تھی۔

وہ اس کی بات پر ہلکے سے مسکرایا۔

''اتنی اچھی تعریف سن کر وہ ضرور خوش ہوتا ہوگا۔ اسے جب پتا چلے گا کہ تم نے اس کے لیے اتنا کچھ کہا ہے اور اسے یقین بھی آئے گا۔''

''ہاں بالکل۔ تمہیں برا تو نہیں لگا۔ میں کبھی کبھار اس کی ماں کو تصویریں بھی بھیج دیتی ہوں کیونکہ تم اسے بلاک کر چکے ہو اپنے تمام سوشل اکاؤنٹس سے تو بس یونہی میں سوچ رہی تھی کہ وہ دیکھ کر خوش ہو جائے گی۔'' وہ اسے وضاحت دینا ضروری سمجھ رہی تھی۔ وہ اس کی بات پر بے دلی سے ہنس پڑا۔

''تم اب بھی ویسی ہو۔ لوگوں کو اپنی نظر سے دیکھتی ہو۔ ابا نے ٹھیک کہا تھا تمہارے بارے میں کہ کبھی کبھار تم لوگوں کی وہ خصلت بیان کرتی ہو جو در حقیقت ان میں نہیں ہوتی۔ مگر تم ان میں دیکھنا چاہتی ہو۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو ابراہام! مگر انہوں نے کبھی تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ خصلت ان پر سوٹ کرتی ہے۔ اور اس گر کے پیدا ہونے کی گنجائش ہوتی ہے تبھی وہ گران سے منسلک کیا جاتا ہے۔

''ہاں۔ یہ تو ہے۔ تم بتاؤ اپنے بارے میں۔ کوئی خیر خبر ہے۔''

''پلیز ابراہام۔'' وہ بات کاٹتے ہوئے تیزی سے سر نفی میں جھٹکنے لگی۔ اسے پتا تھا وہ کس کا پوچھ رہا ہے۔ ''ہم اس پر بات نہیں کرتے ابراہام۔ رہنے دو۔ فی الحال تو بالکل نہیں۔''

''منصورہ۔ مجھے لگتا ہے کہ میری بات سنو۔'' اس سے پہلے کہ پھر بات کاٹتی اس نے کہا۔ ''وہ آئے گا..... وہ ایک دن لوٹ کر آئے گا اور تم سے ملنے کی چاہ کرے گا اور تمہیں ڈھونڈے گا..... اور تم.....''

''اور میں اسے نہیں ملوں گی۔'' اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ ایک لمبی سانس طوالت بھری۔ جیسے سینے کے دباؤ کا سارا بوجھ نکالنے کی کوشش کی ہو۔

''ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ تمہیں چاہیے کہ تم کہو کہ تم اس سے ملو گی۔ بہت مضبوط رشتہ ہے تم لوگوں کا۔ خون کا۔''

''چھوڑو ابراہام۔ تسلیاں نہ دو۔ رشتے چاہے خون کے ہوں یا احساس کے معاہدہ کمزور پڑے تو رشتے کھلکھلاتے ہیں۔ احساس ذمہ داری نہ ہو تو روٹھ جاتے ہیں..... وقت پر اگر ہاتھ نہ تھاما تو کبھی ہاتھ نہیں آتے۔ کھسک جاتے ہیں۔ جیسے تمہارے ساتھ ہوا۔ ویسے میرے ساتھ۔ اور میری وجہ سے کسی اور کے ساتھ۔ ابراہام! میں گئی تھی۔ میں اس سے ملنے گئی تھی..... اسے ڈھونڈنے گئی تھی..... مگر وہ نہیں ملا۔ اس نے گھر چھوڑ دیا۔ میں بھی گھر چھوڑ دوں گی ایک دن۔ اس نے اپنے سوشل اکاؤنٹس بند کر دیے۔ میں بھی بند کر دوں گی اب۔ اس نے پتے بدل دیے۔ میری زندگی سے نکل گیا۔ پوری طرح سے۔ کیونکہ میں نے اسے ٹھکرانے کی غلطی کی تھی۔ میں بھی نکل جاؤں گی۔ دیکھنا۔ کیونکہ مجھے ٹھکرانے کی بھی غلطی کی گئی تھی۔ ایک بار نہیں..... بار بار.....

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

شاید وہ کسی کی نظر میں غلطی نہ ہو..... مگر..... زندگی ایسی ہی ہے۔ کچھ نہیں رہتا اس میں پچھتاوؤں کے سوا۔ ایک معمولی سی غلطی ہمیں خون کے آنسو رلاتی ہے۔ اور سزائیں جب کبھی ہو جائیں تو عمر بھی ہار جاتی ہے اور زندگی بھی ہار جاتی ہے۔''

''تمہیں ہارتا ہوا دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے..... تم مت ہارو منصورہ! مجھے یقین ہے کہ کچھ ہوگا۔ کچھ بہت اچھا نہ سہی مگر تسلی بخش۔ دیکھو مجھے یاد ہے تم نے ابا جی کو کہا تھا کہ زندگی میں جب سب برا ہو تو ہم کبھی اچھا سوچ کر ہی اس بے رنگ تصویر میں رنگ بھر سکتے ہیں۔

ہم کچھ کر سکتے ہیں۔ ہم زندگی کو نہ سہی۔ خود کو بدل سکتے ہیں..... تم نے کہا تھا ان سے آخری بار۔ اور مجھے اسی شام یہ تحریک ملی تھی..... میں چاہتا ہوں تم پھر سے سوچو..... تم پھر سے..... کچھ بہت اچھا نہ سہی..... مگر کچھ اچھا سہی..... ہو سکتا ہے کہ تم بلیک اینڈ وائٹ شیڈو میں کوئی رنگ بھر پاؤ..... کوئی سا بھی۔ تم سوچو تو.....''

موم بتی کی لو پھڑپھڑاتے بجھتے بجھتے جل اٹھی تھی۔ پنکھے کی رفتار دھیمی تھی۔ پچھلے ہفتے سے حبس تھا موسم میں۔ اندر بھی اور باہر بھی۔ ابراہام نے اپنی تھکی آنکھوں سے اسے دیکھا ایک امید دلانے کی خاطر۔

''آؤ۔ ہم اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسرے کے دکھ بانٹیں۔ تمہیں یاد ہے نا۔ جب وہ مجھے پہلی بار ملی تھی اور ہماری بحث ہوئی تھی۔

''تمہیں یاد ہے نا منصورہ؟ تب سڑک پر تم بھی تھیں۔ تب تم نے گھر آ کر ابا کو کہا تھا کہ بیٹا گیا کام سے۔ اب کسی اور کی فکر رکھے گا۔''

''تم وہ سب کیوں یاد کر رہے ہو ابراہام۔ اتنا پیچھے۔ اتنا کچھ کیوں؟''

''پتا نہیں منصورہ۔ مگر ایک مرتبہ میں وہ سب دہرانا چاہتا ہوں۔ تم سنو گی میری باتیں؟''

''ہاں سنوں گی۔ تمہاری باتیں۔''

''تم سوچو گی میں بہت بولنے لگا ہوں۔ ہے نا؟''

''کوئی بات نہیں۔ لوگ تو بہت کچھ سیکھ جاتے ہیں تم نے اگر صرف بولنا سیکھ لیا ہے تو اچھا ہے۔ تم بولو میں سنوں گی..... ہاں سنوں گی..... تم بولو۔ حالانکہ میں تھک گئی ہوں مگر سنوں گی۔''

''سناتا ہوں۔ پھر کیا تم مجھے اپنا پسندیدہ گانا سناؤ گی؟''

''ہاں سناؤں گی۔''

''مگر ایک بات بتاؤ یہ گانا تمہارا پسندیدہ تھا یا اس کا؟''

وہ پھر مسکرائی۔

''تم تو بڑے بدمعاش بنتے جا رہے ہو۔''

''وہ تو ہے۔ تم گانا سناؤ نا۔ ویسے میں سوچنے لگا ہوں کہ اس نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ تمہیں اس کی پسند کے گانے بھی یاد ہوں گے۔ نہ صرف یاد بلکہ تم گنگناؤ گی۔''

وہ اب کی بار مسکرا نہ سکی اور دھن گانے لگی

وقت کی قید میں زندگی ہے مگر
چند گھڑیاں یہی ہیں جو آزاد ہیں
ان کو کھو کر میری جان جاں
عمر بھر نہ ترستے رہو
آج جانے کی ضد نہ کرو
تم ہی سوچو ذرا
کیوں نہ روکیں تمہیں
(آواز گیلی ہو گئی تھی)
جان جاتی ہے جب اٹھ کے جاتے ہو تم
تم کو اپنی قسم جان جاں
بات اتنی میری مان لو
آج جانے کی ضد نہ کرو یونہی پہلو میں بیٹھے رہو

اس کی آواز کی نمی میں آنسوؤں کا گولا اٹکا تو وہ رونے لگی۔

درحقیقت وہ یہی چاہتا تھا کہ اب وہ رو دے۔ تاکہ اس کے دل سے کچھ بوجھ ہٹ جائے۔ وہ بوجھ جس نے اسے تھکا کر رکھا ہوا ہے۔ مگر یہ دھن اسے بھی پیچھے لے گئی۔ جب شیلی پہلی بار روٹھی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint

☆☆☆

دنیا کا کوئی بھی کھیل یکطرفہ نہیں کھیلا جاتا اس کے لیے آپ کے ساتھی کی آمادگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر آپ کا ساتھی آمادہ نہ ہو تو آپ یہ کھیل نہیں کھیل سکتے۔

سفید شیشے میں نیلاہٹ کی لہریں پوشیدہ تھیں جو سورج کی روشنی کے چھناکے سے عیاں ہونے لگتی تھیں جن سے لان کے سبزے کا ہرا بھرا منظر عیاں ہوتا تھا جب سفید پردے ہٹا کر برابر کر لیے جاتے تھے اور لاؤنج سے لان کا بنیادی فاصلہ نظروں کے سامنے دونوں منظروں کو اکٹھا کر دیتا تھا۔

''تم نے کہا تھا لمحہ موجود ہی سب کچھ ہے۔ حاصل بھی اور لاحاصل بھی۔ جو بھی ہے اسی میں ہے۔''

اس نے خود کے اندر ایک بڑبڑاہٹ کی تھی اور اسی وقت شیلی بیڈروم سے سوٹ کیس گھسیٹتے ہوئے نکل رہی تھی اس نے پیچھے مڑ کر ایک لمحے کو اسے جاتا ہوا دیکھا اور شیلی جو اپنا سوٹ کیس تھامے لاؤنج سے نکل کر لان کے سامنے سے گزر کر گیراج پار کر کے کیب میں سوار ہو کر نکل گئی تھی اور وہ وہیں کھڑا تھا۔

نہ شیلی نے کوئی بات کی نہ ہی کوئی وضاحت دی۔ نہ ایک بار اس کی آنکھوں میں جھانکا نہ ہی بات کی۔ بلکہ ضرورت ہی نہ تھی اسے جیسے۔ اور اس نے سوچا تھا کہ وہ جاتے ہوئے کچھ کہے گی مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ ہمیشہ ہی تو وہی بولتی تھی اور وہ چپ رہتا تھا۔ سنتا تھا اسے اور خوش رہتا تھا آج وہ اتنی خاموشی سے نکلی تھی اس کے گھر سے بلکہ زندگی سے جیسے ان کے بیچ کچھ تھا ہی نہیں۔ اور جو تھا وہ اتنا اہم نہ ہو ہو یا پھر ختم ہو چکا ہو۔

وہ کیا سوچے اس لمحے اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا گاڑی کی بیپ اور پھر ٹائروں کے چرچرانے کی آواز معدوم ہو گئی تھی۔

گلی سے لے کر گھر میں خاموشی تھی اور اس کے دل کے اندر شور تھا بہت زیادہ۔ وہ بے چینی سے اپنی ٹھوڑی مسل رہا تھا۔ گال رگڑ رہا تھا اس کے اندر دکھ تھا بے یقینی تھی کراہ تھی۔ تکلیف کا احساس تھا جو اسے بہت عرصہ بعد محسوس ہوا تھا پہلے تب جب ماں مر گئی تھی اور دوبارہ اب جب وہ جا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے مگر آواز اب بھی خاموش تھی۔ اوپر سیڑھیوں سے کوئی تیزی سے اتر رہا تھا وہ اس کا چھ سالہ بیٹا تھا فرینک۔ جو آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گیا تھا۔

''پاپ..... وہ چلی گئیں..... مما چلی گئیں۔'' وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پاپا کہتے ہی ایک آنسو ٹوٹ کر ننھے سے گلابی گال پر لڑھک گیا۔

''پاپا۔ مما گوئنگ..... وہ کیا اب نہیں آئیں گی؟''

ابراہام نے خاموشی سے فرینک کے گال صاف کیے اسے کندھے پر اٹھایا اور آہستگی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر جانے لگا۔ فرینک اس کے کندھے سے لگا سسک رہا تھا اور وہ فرینک کے کمرے میں آ کر اسے اس کے بستر پر لٹا کر اپنے بازو پر اس کا سر رکھے سینے سے لگا کر تھپکتا رہا یہاں تک کہ خاموش آنسو بہاتے ہوئے اسے نیند آ گئی۔

اور وہ اس کے ساتھ لگا آڑھا ترچھا لیٹا ہی سو گیا تھا۔ اس رات نے جیسے اس کے سینے پر اک سل دھر دی تھی۔ ایک بوجھ لاد دیا تھا۔ اور وہ اس بوجھ تلے دبا ہوا ادھ سوئی ادھ جاگی بے چین کیفیت کو رفع کرتے ہوئے پوری طرح سے نیند کی وادی میں اتر گیا تھا۔ جہاں ہر طرف سکون تھا۔ نیند کے پہروں کا سکون۔ اپنے حاضر سے بے خبر۔

اسی وقت وہ اس کے کمرے میں آئے تھے اور اس کی نبض چیک کرنے لگے۔ فرینک کے باریک آواز والے خراٹے پورے کمرے میں گونج رہے تھے اور ابراہام کے سینے سے خراٹی ہوئی آواز نکل رہی تھی۔ انہیں اندازہ ہوا تھا کہ وہ بہت مشکل سے سانس لے رہا تھا۔ کاش بیماریاں منتقل نہ ہوتیں۔ ابراہام کو بھی سانس کی بیماری تھی استھما کے ساتھ ایک عمر گزارنے کے بعد جب بیٹے کے ہاتھ میں ان ہیلر دیکھتے تھے تو کڑھ جاتے۔ بیماریاں موروثی۔ مزاج

Waqar Azeem
Pakistanipoint

موروثی۔ رویے بھی موروثی۔ انہوں نے ابراہام کے اوپر کمبل ڈالا اور اس کے جوتے اتارے۔ اب موزے اتارنے لگے تھے۔

انہیں پتا تھا کہ وہ جاگنے کے بعد ان پر بگڑے گا انہوں نے پھر ایسا کیوں کیا۔ وہ ایسی حرکتیں کیوں کرتے ہیں۔ وہ شرمندہ ہوگا یہ کہتے ہوئے اور پھر بیزار بھی کہ اسے پتا ہے کہ وہ نہیں بدلیں گے۔ مگر خلاف توقع آج ایسا نہیں ہونا تھا بلکہ آج سارا کچھ ہی خلاف توقع ہی ہوا تھا اس کا اندازہ انہیں پہلے نہ تھا اور کجا کہ اب یقین کرنا۔

☆☆☆

''ایک اینجل ہوتی ہے جس کی زندگی میں ایک اجنبی آتا ہے۔''

گلاس وال کے اوپر سرخ لپ اسٹک سے اس نے موٹے سے حروف میں لکھ دیا تھا۔

''اینجل اور اجنبی۔''

اس نے غور سے یہ عبارت پڑھی تو مسکراہٹ پھسل کر ہونٹوں پر آ گئی اور ابھی چائے کا کپ خالی کر کے اٹھنے والی تھی کہ داہنے بازو میں درد کی اک ٹیس اٹھی اور وہ دوبارہ آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔

رومیصہ اپنی دو سالہ بیٹی کو گود میں لیے چلتے پھرتے جیسے خود کلامی کرتے ہوئے اسے کہانی سنا رہی تھی۔

''اور پھر وہ اینجل اس اجنبی کے خواب دیکھنے لگتی ہے۔'' منصورہ نے قدرے حیرت سے رومیصہ کو دیکھا۔

''تم روزانہ اپنی بیٹی کو یہ کہانی سناتی ہو رومیصہ؟''

''ہاں۔ روزانہ سناتی ہوں۔ یہ قصہ کہانی سنے بغیر نہیں سوتی۔ مجھے کچھ نہ کچھ سنانا پڑتا ہے اسے۔''

''تم ایک دو سال کی بچی کو ایسی کہانیاں سناتی ہو؟ حد ہو گئی رومیصہ۔ تم ابھی سے اپنی بیٹی کو اس کے شہزادے کا خواب دکھا رہی ہو۔''

رومیصہ ہنس پڑی تھی اس کی بات پر۔

''اس میں کیا برا ہے میڈم منصورہ! ایسا ہونا تو ہے ایک نہ ایک دن۔ تو ایسا ہو کر رہے گا۔''

''ہاں بالکل ہوگا مگر اس میں ایک عرصہ پڑا ہے ایک سے دو تک کی دہائیوں کا سفر تم ابھی سے اسے طے کرا رہی ہو۔ حد کرتی ہو۔''

''حد تو میری ماں کرتی تھیں میڈم منصورہ! جو تب میرے نصیب اور جہیز کے حوالے سے پریشان ہوتی تھیں جب میں صرف چار سال کی تھی۔ اور وہ تب ہی سے میرے نصیب کی دعا اتنی ہیبت سے مانگتی تھیں کہ میں سمجھتی یہ نصیب کوئی بہت ہی خطرناک قسم کا جانور ہوتا ہے۔ جس کو مانگنا مجبوری ہے اور نہ مانگنا جرم ہے۔ یہ جانور آپ کو ڈس لے تو وحشت، نہ ڈسے تو دہشت۔ اور میں تو پھر بھی اپنی بیٹی کو صرف خواب دکھا رہی ہوں۔ شہزادوں کے خواب۔ شہزادی بن کر شہزادے پر راج کرنے کے خواب..... اور.....'' وہ کہتے کہتے رک گئی اس کی بیٹی اس کے کندھے پر سر رکھے سو چکی تھی۔

''تمہارا دماغ خراب ہے رومیصہ۔ یہ دو سال کی نحیف سی بچی پر تم اپنی باتوں کا اور اپنے منفی خیالات کا بھس نکال کر ابھی سے منفی اثرات کا جال بچھا رہی ہو اس کے اردگرد۔ اور یہ برا کر رہی ہو۔ لاؤ اسے مجھے دو تاکہ میں اسے اپنے ساتھ سلا دوں۔''

اس نے دایاں بازو آگے کیا تو رومیصہ نے احتیاط سے بیٹی کو ان کی گود میں دے دیا، اس نے دائیں بازو سے لگا کر بچی کو خود سے بھینچ لیا۔

''میڈم منصورہ۔ آپ موی کو رکھ لیں اپنے پاس۔ مجھے ویسے بھی اسے سنبھالتے ہوئے وقت ہوتی ہے۔''

''شرم کرو رومیصہ! اپنی بیٹی کو سنبھالتے تمہیں دقت ہوتی ہے اور وہ جو گھر بھر کا کام کرتی ہو کولہو کے بیل کی طرح اس میں تمہیں ذرا دقت نہیں ہوتی۔ بیٹی تمہیں بوجھ لگتی ہے۔ یاد رکھو وہی سب جو تمہاری ماں نے تمہارے ساتھ کیا وہ تم اس کے ساتھ نہیں کر سکتیں۔''

''تو پھر میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا میڈم منصورہ؟ جو میرے ساتھ نہیں ہونا چاہیے وہی سب

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سمجھوتے جو سسرال والوں کے ساتھ میری ماں نے کیے وہ اب مجھے کرنے پڑ گئے ہیں۔ اور اب پلیز یہ مت کہیے گا کہ خدا تمہیں اس بات کا اجر دے گا۔“

وہ اس کی تلخی پر مسکرادی۔

”یہ سچ ہی تو ہے رومیصہ!“

”رہنے دیں میڈم منصورہ!“

”یہ تم مجھے ہر وقت میڈم منصورہ کیوں کہتی ہو؟“

”تو پھر کیا کہوں......؟ خالی منصورہ کہوں۔ جیسے فیصل بھائی کہتے ہیں ہیلو منصورہ...... کیسی ہو؟“

وہ ہنس پڑی۔

”اب یہاں فیصل کا ذکر کہاں سے آگیا۔“

”ان کا ذکر تو آنا ہی ہے۔ بلکہ آنا چاہیے۔“

”رہنے دو رومیصہ۔ مجھے لگتا ہے تم خود ساختہ اندازے بہت لگاتی ہو۔“

”ہوسکتا ہے میڈم منصورہ۔ مگر میرے اندازے سچ ہوتے ہیں۔“

”مثلاً وہ کون سے جو سچ ہوئے ہیں؟“

”مثلاً بہت سارے۔ سب سے پہلے اندازے میں...... میں نے خالہ زیبو اور میاں رفیق کا افیئر پکڑا تھا۔“ وہ پھر سے ہنس دی۔

”تمہارے اندازے صرف یہاں تک ہیں رومیصہ۔ ویسے پتا ہے جب تم یہاں نئی نئی آئی تھیں تب بہت انوسینٹ اور خوش سیرت لگتی تھیں۔ صرف تین سال کے اندر تم کتنی خرانٹ سی عورت بنتی جارہی ہو۔ کبھی غور کیا ہے تم نے کہ تمہارا یہ منفی تاثر تمہیں کتنا بگاڑ رہا ہے۔“

”خوب صورت رہ کر کروں گی بھی کیا میڈم۔ منصورہ۔ اور کس کے لیے خوب صورت لگوں بھلا۔ کون دیکھے گا۔“ وہ مایوس سی ہوگئی تھی۔

”ایک مشورہ دوں تمہیں...... اچھی اچھی تصویریں کھینچ کر سہیل کو بھیجا کرو۔ اس کے ساتھ ویڈیو کال پر بات کیا کرو۔“

وہ اس مشورے پر ہنسنے لگی بالکل اسی طرح جیسے وہ اس کی باتوں پر ہنستی تھی۔

”ویڈیو کال......! جس کا ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ وہ ہفتے میں صرف دو مرتبہ بات کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ اپنی اماں سے دوسری بار مجھ سے اور اس ایک کال کے بعد ہم دونوں کا دل کرتا ہے کہ ہم کبھی بات نہ کریں وہ ایک گھنٹے کی کال گھٹتے گھٹتے دس منٹ پر آپہنچی ہے عنقریب دو منٹ تک محدود ہوجائے گی...... اور پھر شاید وہ بھی نہ رہے۔“

”ایسی باتیں مت کیا کرو رومیصہ۔ تم بس اس کے ساتھ جھگڑا مت کرو۔“

”میں اس کے ساتھ کیسے نہ جھگڑوں۔ آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ آدھی سے زیادہ کال میں وہ اپنی ماں کی کی گئی شکایات کا مجھ سے حساب لیتے ہیں اور پھر جب میری باری آئے تو صرف نصیحتیں رہ جاتی ہیں میرے لیے۔“

”رومیصہ......!“

”اب پلیز نصیحت نہیں۔ آپ بھی مجھے ہی سمجھاتی ہیں...... ہر کوئی مجھے سمجھاتا ہے...... میرا تو کسی کو احساس ہی نہیں ہے......“ اس کا لہجہ دکھی ہوگیا۔

”دیکھو تم وہ وقت یاد کرو جب تم خوب صورت باتیں کرنے آتی تھیں میرے ساتھ۔“

”وہ وقت گزر گیا جو بہت تھوڑا سا تھا۔“ اس نے بچی کو اٹھالیا۔

”آہستہ بھئی، یہ کیا کررہی ہو؟“ وہ کئی بار اس کا غصے والا روپ دیکھ چکی تھی، اس کے لیے نیا نہ تھا۔

”غصہ تمہارا ہوش چھین لیتا ہے رومی۔ ٹھہرو بھئی۔“

”کوئی فائدہ نہیں ٹھہر کر۔ ابھی میری کڑوی گولی والی ساس آجائیں گی اور برسنا شروع کردیں گی مجھ پر۔ آپ دروازہ بند کردیجیے گا میں جارہی ہوں۔“ وہ اس کے پیچھے اٹھی۔

”اچھی بھلی شریف عورت ہے تمہاری ساس۔“

”بالکل ایک میں ہی بدمعاش ہوں۔ ساس بھی شریف ہیں اور ساس کا لاڈلا بھی شریف ہے جو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بحرین کی حورین تاڑتا ہوگا۔'' وہ بڑبڑ کرتی ہوئی جارہی تھی۔

''اوہ۔تو بحرین میں حوریں بھی رہتی ہیں..... کیا کہنے..... سہیل سے اب تو بات کرنی پڑے گی۔'' وہ دروازے تک اس کے ساتھ آئیں۔

''ضرور کیجیے گا۔ ہوسکتا ہے حوروں کے ساتھ غلمان بھی مل جائیں۔''

''اُف! رومی۔'' وہ اسے گھورتی رہ گئی۔

''ٹھیک کہتی ہیں تمہاری ساس۔ اتنی لمبی زبان اور وہ بھی چپ۔'' وہ اسے چڑاتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے۔ ایسی ہی ہے میری زبان۔ اور اب پورا ہفتہ نہیں آؤں گی۔ سن لیں۔'' وہ دھمکا کر دروازے سے نکلی اور ان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''ٹھیک ہے قائم رہنا اپنی بات پر۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ سر جھٹک کر مسکرائی۔

''دیکھیے گا۔ قائم رہوں گی اپنی بات پر۔ اور آپ کو کھلی چھوٹ ہے اب۔ جہاں چاہے وہاں جائیں اپنا خیال مت رکھیے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ بہت شکریہ۔''

رومیصہ ایک خفگی بھری گھوری ڈال کر بچی کو کندھے پر ڈالے اندرونی گلی کا موڑ مڑ کر گم ہوگئی۔ اور وہ فوراً اندر آئی دروازہ لاک کیا اور شمال جانب والی بالکنی کی طرف آگئی جو گھر کے اگلے رخ پر پڑتی تھی اور یہاں سے رومیصہ کے گھر کا اوپری پورشن کھلا نظر آتا تھا۔ اس نے تسلی کے لیے دیکھا اگلے دو تین منٹ بعد رومیصہ اپنے پورشن میں داخل ہورہی تھی۔ اس کی تسلی ہوگئی۔ وہ بالکنی سے آتی تیز ہوا کے جھونکے سے گھبرا کر پردہ برابر کرکے پیچھے ہٹی اور آکر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ بائیں بازو میں درد کی لہر پھر سے اٹھی تھی۔ یہ دو دن پہلے والی چوٹ کا نتیجہ تھا۔ جس کا ذکر اس نے رومیصہ سے نہیں کیا تھا۔

ابھی وقت کچھ زیادہ نہیں ہوا۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بج رہے تھے وہ کچھ سوچ رہی تھی کہ اسی وقت امبرین کی کال آگئی جو اسے کھانے پر انوائٹ کررہی تھی۔ گاڑی خراب ہے۔ گیراج میں ہے کا بہانہ نہیں چلا۔ امبرین نے بس کہا میں نکل چکی ہوں دس منٹ میں تمہارے گھر کے باہر ہارن دوں گی اور تم آجانا..... کوئی انکار نہیں..... حالی کی بریانی کے بعد کیفے عمران کی چائے پئیں گے اور تمہیں واپس چھوڑ دوں گی۔

اس نے امبرین کو او کے کیا یہ سوچتے ہوئے کہ حالی والی روڈ ہی جوجی صاحب کی شاپ کی طرف جاتی ہے وہ وہاں سے فری ہوکر سیدھی جوجی صاحب کی طرف چلی جائے گی۔ اس نے اپنا والٹ چیک کیا بالوں میں برش کرکے ایک جوڑا سا بنادیا کوٹ پہن کر سیل فون اٹھائے باہر آئی تو نیچے امبرین گاڑی لے کر کھڑی تھی۔

''بڑی ڈیشنگ لگ رہی ہو۔'' اسے دیکھتے ہی بولی۔

''شکریہ۔ تعریف کا۔''

جواباً تم سے تو کوئی اچھی توقع ہے نہیں۔''

''دیکھو مجھ سے زیادہ یہ کام طفیل بھائی اچھے سے کرتے ہوں گے۔''

''طفیل اور تعریف! دونوں کی آپس میں بنتی کہاں ہے۔''

''شکر ہے تم سے بنا کے رکھی ہوئی ہے انہوں نے۔ ورنہ نقصان وہی اٹھاتے۔''

''معلوم ہے کہ تم بھی ان ہی کی طرح سوچتی ہو۔ آج ڈنر کا بل خود ہی دینا۔''

''ندیدی کہیں کی۔ چلو کوئی اچھی سی غزل چلاؤ۔''

امبرین نے اٹھا کر فاسٹ ٹریک لگادیا اور وہ اسے گھورتی رہ گئی گاڑی بڑی روانی سے آگے جارہی تھی۔

☆☆☆

رات کی تنہائی کو سڑکوں کی چہل پہل نے توڑا تھا، یہ مین روڈ سے کچھ پیچھے ہی اندرونی گلی کے عین سامنے ایک چھوٹی سی عمارت تھی جو ہسپتال کے عین

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سامنے والی سڑک پر موزوں تو نہ تھی مگر انہیں یہی ایریا ملا تھا۔ اس عمارت کے ساتھ ایک کمرے کی سامنے نظر آنے والی دیوار گرا کر ایک چھوٹا سا قہوہ خانہ بنا دیا گیا تھا اور کچھ کرسیاں بیس گز کے لاؤنج میں رکھی گئی تھیں تو کچھ چھوٹے سے صحن نما احاطے میں جو اب ٹھنڈ کی وجہ سے لاؤنج کی اختتامی سطح پر قطار میں لگائی گئی تھیں۔ ساتھ کا چھوٹا سا کمرہ جسے بک شاپ بنایا گیا تھا جس میں ایک طرف گلاس وال لگائی گئی تھی جو لاؤنج کے بیرونی حصے میں آویزاں تھی اور گلاس وال کی بیرونی طرف بہت سے پھولوں کے گملے رکھے گئے تھے اور گلاس وال سے جھانکتی ہوئی بارعب سمٹی سمٹائی قرینے سے رکھی ہوئی کتابیں مختلف نظروں سے نظر ملاتے ہوئے محسوس ہوتی تھیں۔

''میں نے تمہیں کہا تھا کہ کتابوں کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں انہیں ایسے مت دیکھا کرو۔'' ڈراؤنی آنکھوں والا سیاہ فام جوزف مسیح قہوہ خانے سے آئے ہوئے نوجوان کے ہونٹوں کی معنی خیز مسکراہٹ سے چڑ کر بولے اور نوجوان مزید تاؤ کھا گیا۔

''جوجی صاحب! اگر یہ کتابیں نہ بکیں تو ان سب کو اپنے ساتھ اپنی قبر میں ضرور رکھوایئے گا۔'' وہ اپنے حصے کا جملہ کس کر نکل گیا

''اچھا مشورہ ہے یہ۔'' وہ اس نوجوان کے طنز کو نظر انداز کر کے بولے اور کتابوں کے اوراق پلٹنے لگے تھے کہ سامنے سے آتی ہوئی منصورہ ان کے سامنے آ کر رکی۔

''ہیلو جوجی صاحب کیسے مزاج ہیں؟''

''اوہ..... منصورہ تم..... کیسی ہو..... دیکھو میں تمہیں ہی تو یاد کر رہا تھا۔'' ان کا لہجہ بشاش ہو گیا۔

وہ اس کے والد کے دوست تھے، اسے اپنے اپنے سے لگتے تھے۔

''اب میں کیسے مان لوں کہ آپ مجھے یاد کر رہے تھے۔'' وہ کہتے ہوئے مسکرائی۔

''یہ تو تمہیں بھی پتا ہے کہ میں تمہیں یاد کر رہا تھا منصورہ۔ میں بس اب تمہیں ہی تو یاد کرتا ہوں۔ اور میرا ہے ہی کون اب۔'' یہ کہتے ہوئے ان کے لہجے میں اداسی کی ایک لہر سی آ گئی تھی۔

''ابراہام کیسا ہے؟'' منصورہ کو فوراً یہ پوچھنا یاد آ گیا۔

''ابراہام..... اچھا نہیں ہے منصورہ! شیلی کے جانے کے بعد بہت اداس ہے۔ اسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ وہ جا چکی ہے۔''

''فرینک اس کے پاس ہے؟''

''ہاں فرینک تو باپ کے بغیر سانس بھی نہیں لیتا۔ وہ کیسے جاتا۔''

''آپ اسے بتائیں جوجی صاحب کہ وہ اکیلا نہیں ہے فرینک اس کے پاس ہے اکیلی تو وہ گئی ہے یہاں سے۔ ابراہام سے زیادہ اداسی کا وقت اس پر ہوگا۔''

''رہنے دو منصورہ..... وہ اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے یہ سن کر زبردستی ہی کہیں فرینک کو اس کے پاس نہ چھوڑ آئے۔'' وہ کہتے ہوئے اداس تھے۔

''مجھے حیرت ہے جوجی صاحب! ابراہام کی محبت بھی اسے روک نہیں سکی۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کی محبت میں دم نہ ہو۔''

''یکطرفہ کچھ نہیں چلتا منصورہ۔ پھر چاہے وہ محبت ہی کیوں نہ ہو۔''

''آپ کمال کرتے ہیں جوجی صاحب۔ میرا تو ماننا ہے کہ یکطرفہ محبت نہیں ہوتی بلکہ دو طرفہ ہی ہوتی ہے، ہاں یہ ہوتا ہے کہ کہیں زیادہ تو کہیں کم۔ جو جس وقت جتنا دے سکتا ہے..... دیتا ہے۔''

''نہیں منصورہ۔ میں نے دیکھا ہے کہ کبھی کبھار آپ اکیلے ہی سفر کرتے ہیں۔ ابراہام نے تو اپنی بیوی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔''

''پر یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ مگر مجھے لگتا ہے کچھ ایسا ابراہام سے ضرور ہوا ہے جس نے شیلی کو اندر سے توڑا ہے یا پھر اس کی امیدوں کو ہی۔ بہرحال اگر آپ مجھے اس سے بات کرنے دیں تو میں کوئی حل

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

نکال پاؤں۔"

"ابھی نہیں منصورہ۔ پھر کسی دن..... کچھ دن بعد۔ مجھے بھی انتظار ہے کہ وہ شیئر کرے۔ اور وہ کرے گا کچھ دن بعد۔ بہرحال، تم آنا گھر پر اور اس سے ضرور ملنا۔"

"مجھے تو لگتا ہے کہ وہ انتظار کرے گا کہ شیلی آجائے۔"

"فی الحال وہ مایوس ہے۔ میں سوچ رہا ہوں اگر وہ ایسا کچھ سوچے گا تو مجھ سے کچھ کہے گا، یا نہ بھی کہے تو میں سمجھ جاؤں گا۔ اگر ایسا ہوا تو میں اسے کہوں گا کہ انتظار مت کرو۔ تم خود شیلی کے پاس چلے جاؤ۔"

"ارے، واہ۔ جوجی صاحب! یہ خیال کتنا زبردست ہے۔ آپ ابھی کیوں نہیں کہتے اسے یہ سب۔"

"کچھ دن ٹھہر جاؤ۔ دیکھتے ہیں۔ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔"

"ہاں، مگر زیادہ دیر نہیں کیونکہ آپ کو معلوم ہے وہ زیادہ اسٹریس لے کر بیمار ہوجاتا ہے۔ اسے بلکہ کمپنی دیں آپ اور یہ امید دلائیں کہ بہت جلد ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں پھر کسی موڑ پر اکٹھے ہوجائیں۔ کیونکہ انسان جو چاہے..... وہ ہو بھی سکتا ہے۔"

"ہاں یہ اچھا خیال ہے منصورہ۔ مگر یہ عجلت ہے لڑکی۔ اسے خود سوچنے دو۔ وہ خود دیکھیں کیا حل نکالتا ہے۔"

"مگر مجھے لگ رہا ہے زیادہ وقت نہیں لگنا چاہیے۔"

"ہاں۔ یہ تو مجھے بھی اندازہ ہے۔ دیکھو مگر ہونی کو بھلا کون روک سکتا ہے۔"

"چھوڑیں سر۔ بہت جگہ ہمارے دماغ کا استعمال ہوتا ہے ہماری سوچ ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔"

"رہنے دو منصورہ۔ اب تم مجھے بچوں کی طرح پٹی مت پڑھانا کہ انسان خوش ہونے کی کوشش کرے تو خوش ہو بھی لیتا ہے اور یہ بھی نہیں کہ جیسا سوچتا ہے ویسا ہونے لگتا ہے۔ ہمارا دماغ پہلے ہمیں اشارہ دیتا ہے پھر کام کرنا شروع کردیتا ہے اور پھر حقیقت میں حالات بدلنے لگتے ہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوتا منصورہ۔ یہ بس اسباق ہوتے ہیں۔ اپنی نفسیات گھول کے پی لو..... یا پھر لوگوں کو الو بناؤ۔ میں تو تھک گیا ہوں۔" وہ اونچی ریلنگ والی کرسی کو بیزاری سے دھکیل کر آرام دہ کشادہ صوفے پر بیٹھ گئے۔

ان کی شاپ پر کام کرنے والا لڑکا چائے لے کر آچکا تھا ان کے لیے اور اب بلاوجہ ہی کتابوں پر جھاڑن پھیرنے لگا تھا۔

"اے لڑکے..... کیا نام ہے تمہارا..... یہ مت پھیرو۔ میری الرجی نکل آئے گی۔" وہ خاصے خوف زدہ سے انداز میں بولے۔ اس بے چارے کو دن میں کئی مرتبہ اپنا نام دہرانا پڑتا تھا۔

"صابر۔"

"صابر اچھا لڑکا لگ رہا ہے ویسے۔" منصورہ اس بچے کا اترا ہوا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی۔

"صابر کا مطلب ہے صبر کرنے والا۔ یعنی کہ چھوٹی موٹی باتوں کو نظر انداز کرکے ہنس دینے والا۔"

وہ اب اس سولہ سترہ سالہ لڑکے کو پٹی پڑھانے لگی۔ لڑکا ذرا خوش ہوگیا اور خالی ٹرے لے کر نکل گیا تھا۔

"ہر مرتبہ کیا تمہارا ایسے لارے لگانا ضروری ہوتا ہے منصورہ..... حد ہوگئی یار۔ اب اس بچے کو اچھی طرح پتا ہے کہ وہ کتنا صبر والا ہے۔ بلاوجہ تم بھی نا..... دیکھو لوگوں کو وہ نہ کہا کرو جو وہ نہیں ہوتے۔ ہر کوئی خود کو جانتا ہے۔ مجھے تو فکر ہے کہ دن میں کتنے لوگ تم پر ہنستے ہوں گے۔ کتنے مذاق اڑاتے ہوں گے۔ کمال کرتی ہو یار۔" وہ ان کی مکمل بات سن کر اپنا چائے کا کپ اٹھا کر ہلکے سے ہنس دی۔

"کسی کو خوشی دینے سے آپ کا کیا جاتا ہے۔"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''یہ خوشی نہیں ہے منصورہ فریب ہے..... سو فیصد فریب۔''

''اچھا نا۔ کچھ فریب اچھے ہوتے ہیں۔ رہنے دیں۔''

''مگر کچھ فریب بہت برے ہوتے ہیں منصورہ۔ تمہیں پتا ہے.....''

منصورہ تو سامنے کی گلاس وال سے قہوہ خانے کا منظر دیکھنے لگی جہاں کچھ اکا دکا لوگ قہوہ تو کچھ کافی پینے میں مشغول تھے۔

''میں تمہیں کچھ کہنے لگا ہوں منصورہ۔'' وہ اس کی توجہ بٹتی ہوئی دیکھ کر پھر اسے متوجہ کرنے لگے۔

''جی جی..... آپ بولیں۔''

''میں چاہتا ہوں..... میں چاہتا ہوں کہ..... تم اب اپنے بارے میں کچھ سوچو۔''

منصورہ نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے بمشکل ہنسی کو روکا۔

''کمال ہے۔ میں اب..... اپنے لیے کچھ سوچوں؟'' لفظ اب پر زور دیا گیا۔

''ہاں۔۔ تم اب اپنے لیے سوچو۔''

''کیا سوچوں؟''

''ظاہر ہے شادی کا سوچو۔'' بڑے اطمینان سے انہوں نے کہہ دیا۔

''جد ہوگئی جو جی صاحب۔'' وہ پوری طرح ہنس پڑی تھی۔ ''اب سوچوں۔ وہ بھی شادی کا۔ آپ کو میری عمر کا کچھ اندازہ ہے؟ اکتالیس سال۔ پورے اکتالیس سال۔''

''ہاں تو کیا ہوا لگی۔ اسی عمر میں تو انسان کو کسی ساتھی اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ تو پھر درمیانی عمر ہے۔ دیکھو میں نے تو دوسری شادی پچپن کی عمر میں کی تھی اور وہ شادی بھلا کوئی شغل تماشے کے لیے تو نہیں کر رہا تھا نا میں..... ظاہر ہے سہارے کے لیے دوستی کے لیے کر رہا تھا۔''

''پھر ہوگئی خواہش پوری آپ کی؟ سہارے اور دوستی کی؟''

''میری نہ سہی۔ تمہاری تو ہو سکتی ہے نا۔ اور پھر دیکھو میری عادتیں ذرا بری تھیں۔''

''مثلاً..... کیا ایسی بری تھیں؟''

''دیکھو تمہیں پتا ہے میں ایک مشکل بندہ تھا جسے پہلی بیوی نے محض چونتیس برس کی عمر میں چھوڑ دیا میں تب بھی نہیں بدلا۔ اکڑنے لگا۔ سوچا اب شادی نہیں کروں گا۔۔ کبھی نہیں کروں گا مگر دیکھو۔ پچپن کی عمر میں یہ حد بندی ٹوٹ گئی اور اب دیکھو۔''

''کیا دیکھوں..... سر..... میں بہرحال نہیں کر سکتی۔ میرا بیٹا جوان ہے چوبیس سال کا ہے۔''

''جوان ہے..... چوبیس سال کا ہے..... مگر تمہارا سہارا نہیں ہے۔ وہ تو تمہیں پوچھتا بھی نہیں۔''

''ایسا نہیں ہے جو جی صاحب۔''

''ایسا ہی ہے منصورہ! تم چاہے جتنا بھی چھپاؤ مجھ سے مگر حقیقت یہی ہے۔''

''دیکھیں۔ وہ فون کرتا رہتا ہے مجھے..... اور پھر اس ماہ تو وہ آ بھی رہا ہے پاکستان۔ کہہ رہا تھا سیدھا آپ کے پاس آؤں گا۔ اس بار وہ میرے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ میرے ساتھ رہنے لگے اب۔''

''خوش فہمی مت پالو منصورہ۔ اتنی امیدیں مت رکھا کرو بیٹا اولاد کے ساتھ۔ اولاد کے ساتھ جڑی امیدیں جب ٹوٹتی ہیں تو دکھ زیادہ ہوتا ہے۔''

''ٹھیک کہتے ہیں آپ..... مگر وہ آ تو رہا ہے نا..... میرے لیے تو اتنا ہی بہت ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔ اچھا لگا سن کر کہ وہ آ رہا ہے۔ مگر دیکھو میں اب بھی کہوں گا اسے چانس دو۔''

''کسے چانس دوں؟'' اس کی آنکھیں پھیل گئیں اس خوف سے کہ خدا جانے اب وہ کس کا نام لیں گے۔

''فیصل کی بات کر رہا ہوں اسے چانس دو۔''

''اُف میرے خدا..... فیصل..... فیصل کو کیا چانس دوں جو جی صاحب۔ فیصل میرا دوست ہے

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

اور بس۔"

"نہیں نہیں منصورہ۔ فیصل تمہیں بہت پسند کرتا ہے۔"

"دیکھیں وہ پسندیدگی یہ والی نہیں ہے۔"

"خود کو دھوکا دے رہی ہو مگر مجھے مت دو۔ میں جانتا ہوں کہ فیصل تمہیں بہت پسند کرتا ہے ایسے کوئی کسی کے پیچھے الو نہیں بنا پھرتا۔ اسے تمہاری ہر اک چیز کی فکر ہے..... تمہاری فکر ہے..... وہ ہر وقت تمہارے بارے میں بات کرتا ہے اور جب بات اتنی کرتا ہے تو سوچتا بھلا کتنا ہوگا۔ وہ تمہارے ذکر پر خوش ہوتا ہے اور تم بھی اس کے ساتھ بہت خوش رہتی ہو۔" وہ خالی کپ رکھ کر ایک لمبی سانس بھر کر انہیں دیکھنے لگیں۔

"فیصل شادی شدہ ہے۔ دو بچوں کا باپ ہے۔ اس کی ایک بیوی ہے۔"

"تم بھی شادی شدہ ہو۔ ایک بچے کی ماں ہو۔ تمہارا بھی کبھی ایک شوہر تھا۔"

"تھا اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے جوجی صاحب۔ فیصل کی فیملی ہے اس کی بیوی اس سے محبت کرتی ہے۔"

"محبت کرتی ہے۔ اور رہتی کوسوں دور ہے دونوں کی الگ الگ نوکری ہے۔ دونوں الگ الگ شہروں میں رہتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے لاپروا ہیں دونوں کو ایک دوسرے کے دن رات کی کوئی خبر نہیں ہے کس نے کیا کھایا، کیا پیا، کیا کہا، کیا کرتا رہا۔ کچھ نہیں پتا۔ سرسری فون پہ بھی کبھار بات ہوگئی بھی حال پوچھ لیا اور تعلق نبھ گیا۔ بس یہیں تک کہانی ختم ہوگئی تم کم از کم اپنے لیے سوچو منصورہ۔ وہ تمہیں چاہتا ہے خوش رہے گا تمہارے ساتھ بہت۔"

"میں نے ان دنوں پوری کوشش کی ہے کہ ہم کم ملیں۔ کم کم بات ہو۔ اور وہ اپنی بیوی کے پاس چلا جائے وہ نہیں آتی تو کیا ہوا۔ یہ تو جا سکتا ہے نا۔ اور اب پلیز جوجی صاحب، آپ اس کے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں کریں گے۔"

"تم غلط کر رہی ہو۔ مصلحت پسند بننے کے چکر میں ہمیشہ اپنے حقوق چھوڑتی جانا۔"

"میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم سالوں سے بہت اچھے دوست رہے ہیں۔ میں جب بھی پریشان رہی ہوں اس نے میرا ساتھ دیا ہے۔ وہ جب بھی فکرمند رہا ہے مجھ سے اپنے دکھ شیئر کیے ہیں۔ اچھے دوست بننے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آپ اپنی دوستی کو کسی اور رشتے میں بدلنا چاہو۔ دوستی تو خود اپنی ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں مگر جب تمہاری کال آئی اور اس کے بعد اس کا فون آیا اور میں نے اسے بتایا کہ ابھی ابھی منصورہ کی کال آئی تھی اور وہ کل پرسوں ملنے آئے گی تو اس نے کہا کہ میں روزانہ آپ کے پاس آیا کروں گا جب تک اس سے ملاقات نہ ہو تب تک آیا کروں گا۔"

"افف۔ میرے خدا..... اس سے زیادہ کوئی بات تو نہیں ہوئی نا!"

"تمہیں اس سے زیادہ کی بھی امید ہے..... ہے نا؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے دیکھتے پوچھنے لگے۔

"آپ نے میری کئی روز کی محنت پر پانی پھیر دیا۔"

"میں نے تمہاری مصنوعی بے رخی پر پانی پھیر دیا جو تم مسلسل اس کے ساتھ برت رہی تھیں۔"

"بڑے افسوس کی بات ہے، آپ نے ایک شخص کو دوسرے کنارے پر لگا دیا۔ وہ اب تک ایک سمت کو دیکھ رہا تھا۔"

"مجھے باتیں نہ سناؤ۔ یہ سلوک تم احمد کے ساتھ تو نہیں کرتی تھیں۔ میرے ساتھ کیوں کرتی ہو۔"

"وہ میری بات مان لیتے تھے آپ کچھ نہیں مانتے۔"

"وہ تم سے منوا لیتا تھا تمہارا سگا باپ تھا اور میں صرف اس کا ایک پرانا دوست ہوں۔"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''اچھا اب بلیک میلنگ بند کردیں۔ اور یہ بتائیں کہ ڈاکٹر کو دکھایا آپ نے۔ یا میں لے چلوں کل آپ کو؟''

''رہنے دو تم اپنی خدمتیں اپنے پاس رکھو۔'' وہ خفا ہو کر اٹھے تھے۔

سامنے اسی وقت فیصل آتا نظر آیا۔ بیالیس کی عمر کا فٹ فاٹ بظاہر صحت مند اور ینگ سا دکھنے والا کلین شیو فیصل سرحدی ایک ہشاش بشاش نوجوان نہ سہی جوان اور فٹ ضرور دکھتا تھا۔ فریش اور تازہ دم دکھنے والا فیصل سرحدی آنکھوں سے اداس، لہجے سے بجھا اور طبیعتاً کم گو سمجھا جاتا تھا۔ وہ تو منصورہ کو پتا تھا کہ جب وہ بولتا ہے تو اس کے ساتھ کتنا بولتا ہے اور کیا کیا بولتا ہے۔ کتنی بے معنی باتوں کے اندر معنی نکلتے ہیں اور کتنے لہجے کچھ کہنے کو مچلتے ہیں فکر اپنائیت اور وارفتگی تک جسے اس نے رچ کے نظر انداز کیا اب سے نہیں پچھلے کئی سالوں سے دہکتی ہوئی ہلکی سی چنگاری جیسی اندر آگ کے الاؤ رکھتی تھی۔

''اوہ! فیصل کیسے ہو؟'' وہ چاہتے ہوئے بھی اس سے زیادہ مصنوعی حیرانی کا اظہار نہیں کرسکی۔

''ہاں میں..... ٹھیک ہوں..... تم کیسی ہو؟''

''میں بھی اچھی ہوں۔''

''آپ کیسے ہیں سر؟'' وہ ان سے گلے مل رہا تھا۔

''تمہیں اور منصورہ کو دیکھ کر ٹھیک ہوجاتا ہوں۔'' وہ اس کا گال بچوں کی طرح تھپتھپاتے مسکرائے۔ وہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

''طبیعت کیسی ہے اب آپ کی؟''

''میری طبیعت ٹھیک ہے۔ تم دونوں باتیں کرو۔ میں اپنے ساتھیوں کی خبر لوں، قہوہ خانہ بند کرنے کا وقت قریب ہے۔ ساڑھے گیارہ بجنے والے ہیں۔ آج کل کم کام دیکھتا ہوں تو بگڑ جاتے ہیں کہ نظر داری نہیں کرتے۔ پاگلوں کو یہ بھی نہیں پتا کہ اب اعتبار کرنے لگا ہوں ان پر۔ پہلے جب نہیں کرتا تھا تب بھی بگڑتے تھے۔ اور اب بھی خوش نہیں ہیں۔''

''ضرور دیکھیں۔ مگر مجھے چلنا چاہیے کیونکہ کافی دیر ہوچکی ہے۔ گھر پہنچتے پہنچتے گھنٹہ لگ جائے گا۔ آج تو پچھلی گلیوں میں مظاہرے کی وجہ سے سڑک بھی بند تھی۔'' وہ بہانہ ڈھونڈ کر اٹھی۔

''گاڑی لائی ہو تم؟''

''نہیں کہاں گیراج میں پڑی ہے۔ بلا لیتی ہوں۔'' اس نے فون نکال کر گوگل کھولا۔

''یہ چھوڑ دے گا تمہیں۔ ویسے بھی تم لوگوں کے گھر نزدیک ہیں، ایک ہی روٹ پر تو جانا ہے۔'' انہوں نے کتاب شوکیس سے نکالتے ہوئے منصورہ کو تنبیہہ کرتے ہوئے کہا تو وہ بے بس ہوگئی۔

''اگر تم نہ چلنا چاہو تو رہنے دو منصورہ۔'' فیصل نے اس کے تاثرات بھانپ لیے تھے۔

''اب تم بھی ان کی طرح ایموشنل بلیک میلنگ سے کام مت چلاؤ، اچھا۔'' وہ ناچار مسکرادی اس کی خفگی دیکھ کر۔

''ایموشنل بلیک میلنگ..... سن رہے ہیں سر؟''

''سن رہا ہوں بچے۔ سب سن رہا ہوں۔ پہلے اپنے ماں باپ کی سنی۔ پھر بیوی کی۔ پھر اکلوتے بیٹے ابراہام کی اور اس کے باپ احمد کی اور اب اس کی سنتا ہوں اور یہ میری ایک نہیں سنتی دیکھنا جا کے شکایت کروں گا اس کے باپ سے۔ جانے ہی والا ہوں ویسے بھی۔''

''جو جی صاحب..... پلیز..... ایسی باتیں تو نہ کریں۔'' وہ خفگی اور التجائی انداز میں دیکھنے لگی انہیں۔

انہوں نے اس کی بات پر سر جھٹکتے ہوئے نکالی ہوئی کتاب فیصل کی طرف بڑھائی۔

''یہ تم نے منگائی تھی نا؟''

''ہاں بالکل۔ شکر ہے مل گئی۔'' فیصل نے خاصی خوشی سے کتاب تھام کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''دکھانا ذرا۔'' وہ اس کے برابر کھڑی ہو کر اسی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لے ہاتھ میں کتاب دیکھنے لگی۔ کتاب کے اوپر ایک چھوٹی سی پرچی چسپاں تھی جس پر جوجی صاحب کی موٹی موٹی ہینڈ رائٹنگ کو ذرا سمیٹ کر لکھا گیا تھا۔

''ان لوگوں کے نام جو ہمیں زندگی کے کٹھن راستوں میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔''

کتاب کے سرورق پر لکھا تھا۔

''وہ مشہور جوڑے جن کی شادیاں ناکام ہوگئیں۔ اور وہ محبت کرنے والے دل جو نہیں مل سکے۔''

اوپر شوبز کے وہ ستارے تھے جن کی پسند کی شادیاں ناکام ہوگئی تھیں اور دوسری طرف سرورق پر لوک کہانیوں کی داستانوں کے ہیروز تھے۔ یہ کتاب ان نوجوان فنکاروں دانشوروں شاعروں کے خاکوں پر مشتمل تھی جن میں کچھ صورتیں نوجوان تھیں اور کچھ ادھیڑ عمر تھیں۔ اس نے سرورق پر ہاتھ پھیرا جیسے ان کی زندگی میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کے سبب ہمدردی محسوس کر رہی ہو۔

''کیا کبھی تم نے سوچا منصورہ، کہ ایک انسان دوسرے کے ساتھ کیوں جینا چاہتا ہے اور بندہ آخر محبت ہی کیوں کرتا ہے؟'' وہ فوراً منصورہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کی ٹون چینج ہوگئی تھی اور منصورہ کو اس بے وقت کے سوال پر خاصی بوکھلاہٹ محسوس ہوئی۔ حالانکہ ان کی نظر میں یہ سوال تو اسی وقت کے لیے جچتا تھا۔

''کیا ہوگیا ہے سر۔ یہ سوال آپ غلط انسان سے کر رہے ہیں۔ یہ سوال آپ کو مجھ سے کرنا چاہیے۔'' فیصل فوراً بولا۔

''تم سے کیوں؟'' منصورہ اسے تشویش سے دیکھنے لگی۔

''یہ انہیں پتا ہے۔'' فیصل نے کہتے ہوئے کتاب منصورہ کے ہاتھ سے لے کر بغل میں دبادی۔

''چلو گھر چھوڑ آؤں تمہیں۔ پھر دیر ہوجائے گی۔''

''اچھا آئیڈیا ہے۔'' انہوں نے کہتے ہوئے فیصل کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور آگے بڑھے۔

''اپنا خیال رکھنے دیں، یا خود رکھیں۔'' وہ جوجی صاحب کے ساتھ نیچے اترتے ہوئے خفا لہجے میں بولی۔

''تم صرف اپنی فکر رکھا کرو۔'' کہتے ہوئے اس کے سر پر چپت لگائی اور قہوہ خانے کی طرف مڑ گئے۔ وہ ناچار فیصل کے ساتھ اس کی گاڑی میں آبیٹھی۔

☆☆☆

منصورہ کی نظر اس کتاب پر بھٹک رہی تھی مگر اس نے کچھ کہا نہیں تھا۔ اسے پتا تھا کہ فیصل بس موقع ڈھونڈ رہا ہے۔ اس کا لہجہ، اس کا انداز کھلی شکایت کر رہا ہے۔

''کیسی ہو؟'' فیصل نے ہی بات چھیڑ دی۔

''کیسی لگ رہی ہوں؟'' وہ تھکے انداز میں بولی۔

''ہمیشہ سے زیادہ لاپروا اور حسین۔'' اس نے دیکھے بغیر کہا۔

''تعریف نہیں پوچھی تھی میں نے۔ خیر جاب کیسی جا رہی ہے؟''

''کچھ اور پوچھ لو جاب کے علاوہ بھی کئی باتیں پوچھنے لائق ہیں۔''

''اچھا۔'' وہ ہنس دی۔

''بچے کیسے ہیں؟''

''ٹھیک ہیں۔ ردا آئی ہوئی ہے۔''

''ارے واہ! ردا آئی ہوئی ہے۔ تم نے بتایا ہی نہیں۔''

''تم فون اٹھاؤ تو میں کچھ بتاؤں۔''

''اوہ! سوری۔ اصل میں فیصل.....''

''پلیز اب پریشان مت ہو وضاحتیں دینے کے لیے تمہیں کئی چھوٹے موٹے جھوٹ گھڑنے پڑیں گے۔''

''اُف! تم بھی فیصل.....'' اس سے کہتے رک

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

گئی۔ ”ردا کو میری طرف لانا۔“

”ہاں۔ لاؤں گا۔ آج وہ اپنے فرینڈز کی طرف گئی ہے۔“

”اچھا۔ ویسے تمہیں پتا ہے ذورین آرہا ہے؟“

”ہیں۔ ذورین آرہا ہے؟“ وہ چونک پڑا۔

”ہاں۔ وہ واقعی آرہا ہے؟“ وہ اس کی حیرانی پر ہنس پڑی۔

”تم تو بہت خوش ہوگی پھر۔“

”ہاں بالکل۔“

”تمہارے پاس وقت بھی نہیں ہوگا اب ملنے کے لیے۔“ اس کا لہجہ پھر سے شکایتی ہوگیا۔

”ارے نہیں تو..... تم آنا بلکہ ذورین سے بھی ملنا۔ اچھا لگے گا اسے۔“ فیصل نے کندھے اچکائے۔

”فریحہ کو بھی بلا لیتے۔“ وہ بھی اس سے نظر ہٹاتے ہوئے بولی۔

وہ اس کی بات پر ہنس دیا۔

”فریحہ کو کیا ضرورت ہے وقت برباد کرنے کی۔“

”تمہیں تو ہے نا..... تم کرلو پھر۔“

”میں ویسے جانے کی سوچ رہا ہوں۔ مگر کچھ وقت بچوں کے ساتھ گزارنے کے بعد۔ ردا بہت حساس ہے۔“

”اچھا سوچا تم نے اس طرح فریحہ کے ساتھ بھی ٹائم گزار لوگے تم کچھ۔“

”تم ہر بار فریحہ کا ذکر کیوں کرتی ہو منصورہ۔“ وہ شکایت سے اسے دیکھنے لگا۔

”میرے خیال سے تم دونوں اگر ساتھ رہو تو سب ٹھیک بھی ہوسکتا ہے۔“

”اچھا۔“ وہ پھر سے تلخی سے ہنس دیا۔

”تمہیں سنجیدہ لینا چاہیے اس بات کو۔“ اس نے اس کے پلیٹر کا نچلا خانہ الٹا سگریٹ کا پیکٹ اور کچھ ٹوٹے گر گئے اس کے ہاتھ پر۔

”یہ کیا..... تم اب سگریٹ پیتے ہو؟“

”اب نہیں۔ بہت عرصہ پہلے بھی پیا کرتا تھا۔“

”مگر تم نے چھوڑ دیا تھا پینا۔“

”تمہارے لیے چھوڑا تھا۔ تمہیں برا لگتا تھا۔ اب نہ ہمارا ملنا ہوتا ہے نہ سگریٹ ترک کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔“

”فیصل! انسان اپنے لیے بھی تو کچھ ترک کرسکتا ہے۔“

”اپنے لیے نہیں کیا جاتا ترک کچھ بھی۔ کم از کم مجھ سے تو نہیں۔“

”صحت پر اثر پڑسکتا ہے۔“

”صحت پر اور بھی کئی چیزیں اثر ڈالتی ہیں۔“

”تو یہ ہے۔ تم تو اتنے مشکل ہوگئے ہو۔“

”کچھ کھاؤ گی؟“

”نہیں۔ کھانا کھا کر نکلی تھی امبرین کے ساتھ۔“

”ہاں مگر تھوڑی سی تو جگہ نکالی جاسکتی ہے نا۔ تمہیں پسند ہے بریانی یہاں کی۔“

وہ اسے ذرا جھجکتے ہوئے بتانے لگی کہ وہ جو جی صاحب کی طرف آتے ہوئے امبرین کے ساتھ یہیں بیٹھ کر بریانی کھا کے آئی ہے۔

فیصل اس کی بات پر کچھ منٹ خاموش رہا۔ وہ جان گئی تھی کہ وہ اب بہت کچھ سوچ رہا ہوگا۔ ان چند منٹوں میں سال بھر میں منصورہ کی طرف سے کی گئی تمام ناانصافیوں پر وہ سوچ رہا ہوگا اور ہر ایک لمحے نے اس کی اداسی میں بہت بڑا اضافہ کیا ہوگا جو اس کے چہرے کے تاثرات سے برس رہا تھا۔

”تمہاری اب جان چھوٹ جائے گی مجھ سے۔ اب جب آؤ تو چھپ کر بریانی کھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی تمہیں۔“ فیصل کا لہجہ اس کے تمام تاثرات کی غمازی کررہا تھا اس کا لہجہ ڈوبا ہوا تھا۔

وہ ہوٹل کراس کر کے آگے کی گلی کا موڑ مڑ چکے تھے اور اندرونی گلی کے نکڑ سے پہلے گاڑی روکنی پڑی

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

تھی کہ اس علاقے کی اسٹریٹ نمبر سولہ کے تمام گھروں کی درمیانی سڑک بہت تنگ تھی اور فیصل کا گھر بھی وہیں تھا۔ منصورہ نے سوچا وہ اسے گھر ڈراپ کرنے سے پہلے شاید اپنے گھر لے جا کر چائے کی آفر کرے گا۔

''میں چاہ رہا تھا کہ ہم چائے کا ایک کپ ساتھ پی لیں۔ ہوسکتا ہے یہ آخری بار ہو۔ اور ڈورین کے آنے بعد تمہارے پاس اتنا وقت نہیں بچے۔ اور پھر میرے جانے کا وقت آجائے۔''

وہ یہ سب سنتے ہوئے کہنا چاہتی تھی کہ دیر ہوجائے گی مگر فیصل کی آخری بات سن کر کہہ نہ سکی۔

''مگر..... میں سوچ رہا ہوں شاید تمہیں دیر ہورہی ہے۔ اس سے پہلے تم خود کہو میں تمہیں روک کر پریشان کیسے کروں۔'' وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

''ایسا نہیں ہے فیصل! چلو ہم چائے کا ایک کپ ضرور پئیں گے۔'' اس نے بے یقینی سے منصورہ کی طرف دیکھا تھا۔

''کیا ایسے دیکھ رہے ہو۔ کیا ہم نے کبھی چائے نہیں پی اکٹھے؟ بولو۔''

فیصل نے اس کی بات پر کندھے جھٹکے اور گاڑی روکی۔

''او کے۔ پہلے بھی پی تھی مگر اب کے بعد.....''

اس نے ایک لمبا سا سانس لیا تھا وقفے کے دوران۔

''تم جب بھی یہاں سے گزرو گی منصورہ تمہیں یہ مکان ہمیشہ ہی بند ملے گا۔ ہوسکتا ہے اس وقت تم مجھے نہ بھی یاد کرنا چاہو مگر اس مکان میں گزارے ہوئے وقت کو یاد کیا جاسکتا ہے اور اس وقت کو تم اپنی زندگی سے نوچ کر نہیں نکال سکتیں۔''

''کتنا تلخ بولنے لگے ہو فیصل.....!''

اس علاقے کے نزدیک ہی دس منٹ کی ڈرائیو پر منصورہ کا گھر نزدیک تھا اس لیے اکثر وہ گھر جاتے ہوئے کبھی راستے میں کبھی اس کے گھر چائے پی کر جاتی تھی کیونکہ وہ چائے بہت اچھی بناتا تھا بقول اس کے کہ ''چائے کو پکاتے اچھا ہو۔''

اکثر اوقات فیصل مذاق کرلیا کرتا تھا کہ ''دیکھو ہمارے گھر کے نزدیک تمہارا گھر ہے۔ ہم علاقے کے حساب سے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں تم کہو تو محلے کے حساب سے بھی ہوجائیں۔''

''نہیں بھئی۔ کچھ فاصلہ بہتر ہوتا ہے۔ ایک محلے میں ہوئے تو تمہارا زیادہ تر وقت میرے گھر میں گزرے گا۔''

''وہ تو پھر زیادہ اچھا ہوگا۔'' وہ یہ کہتے ہوئے ہنس دیتا اور منصورہ اسے جھڑک دیتی یا سر جھٹک کر مسکرا دیتی تھی۔

اس وقت تو وہ اس کے روٹھے روٹھے تاثرات ہی دیکھتی رہی تھی وہ دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا تو اس نے حیرت سے دیکھا۔

''کیا ہوا فیصل؟''

''کچھ نہیں۔ اس لمحے کو میں اگلے کسی وقت کے لیے اٹھا رکھتا ہوں۔ انتظار کروں گا تو زیادہ اچھا لگے گا۔ رک گئے تو یہ یاد کرکے سوچتا رہوں گا کہ ہم نے آخری بار ایک ساتھ چائے پی تھی۔ کچھ لمحے محفوظ کرلینے کے لیے ہوتے ہیں۔''

وہ کچھ کہہ نہ سکی فیصل نے گاڑی کی اسپیڈ انتہائی سلو کردی اور پلیئر آن کردیا تھا گیت کے بول مدھم سر میں گونجنے لگے تھے۔

وقت کی قید میں زندگی ہے مگر
چند گھڑیاں یہی ہیں جو آزاد ہیں
ان کو کھو کر کہیں جان جاں
عمر بھر نہ ترستے رہو
آج جانے کی ضد نہ کرو
یوں ہی پہلو میں بیٹھے رہو
آج جانے کی ضد نہ کرو

اس نے فیصل سے نظر ہٹا کر راستے پر ڈال دی تھی اور وہ بھی راستے کو ہی دیکھ رہا تھا

کتنا معصوم رنگین ہے یہ سماں
حسن اور عشق کی آج معراج ہے
کل کی کس کو خبر جان جاں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

روک لو آج کی رات کو
آج جانے کی ضد نہ کرو
یوں ہی.....

منصورہ نے فوراً ہاتھ بڑھا کر پلیئر آف کر دیا تھا اور فیصل نے گاڑی کی اسپیڈ یک دم ہی بڑھا دی تھی اگلے چار منٹوں میں وہ گھر کے سامنے تھی۔

گاڑی رکی، وہ اتری اور گاڑی تیزی سے گزر گئی۔ وہ بے یقینی اور دکھ سے دیکھتی رہی کہاں تو وہ رک کر لمبے لیکچر دیتا تھا۔ اپنا خیال رکھنے کی کتنی ہی تاکیدیں۔ اور اب یہ رویہ۔

دکھ جب غصے میں ڈھل جائے اور انتقام بن جائے تو وہ بہت کچھ کھونے لگتا ہے۔ اسے بھی لگ رہا تھا کہ فیصل کا دکھ غصے میں بدل رہا ہے اور اب عنقریب وہ بہت کچھ کھو دیں گے وہ دونوں ہی۔ ایک عرصے بعد گھر آ کر اس نے رونا چاہا تھا مگر خود پر ضبط باندھتے ہوئے کوٹ اتار کر رکھتے فون آف کرتے والٹ پھینکتے اور بالوں کو قید سے آزاد کرتے ہوئے آئینے سے نظر چراتے یہاں تک بستر کی پناہوں میں جا کر سر تک چادر تان لینے تک کتنے ہی آنسو بے اختیار تھے جو اس کے باوجود روکنے کے بھی بے اختیار ہو کر نکل گئے تھے اور کہنے کو جیسے کچھ بچا ہی نہ تھا۔

☆☆☆

''خیال بڑی سرعت سے سفر کرتا ہے، یہ انسانی فطرت ہے کہ جب آپ کو اپنا پسندیدہ کچھ میسر نہیں آتا تو آپ اسے خیالوں میں تصور کر کے بناتے اور محظوظ ہوتے ہیں۔ میں بھی روزانہ تمہیں سوچتا ہوں اور تمہاری پرانی گروپ فوٹو شوق سے دیکھتا ہوں جس میں تم سمیت میں بھی شامل تھا۔ تمہارے ان تمام کالج کے اساتذہ کے ساتھ۔ تمہاری صورت سب سے زیادہ نمایاں اور خاص ہے۔ یہ تب کی بات ہے جب ہم نئے نئے ملے تھے، بلکہ نئے نئے دوست بنے تھے یہ آج سے صرف چھ سال پہلے کی بات ہے اور مجھے لگتا ہے اسے چھ صدیاں بیت گئی ہیں۔''

فیصل کو پتا تھا کہ وہ صبح سویرے اٹھنے کے بعد پہلے۔ ذورین کی تصویر اور پھر فون دیکھتی ہے۔ اسی لیے وہ یا تو رات کو اسے ٹیکسٹ کر لیا کرتا تھا یا پھر صبح سویرے ہی۔

اس نے اس کا لمبا چوڑا ٹیکسٹ پڑھ کر صرف ایک جملہ لکھا تھا۔

''ہم آج بھی بہت اچھے دوست ہیں، اور میں چاہتی ہوں تم اس تعلق کو اپنے دکھ اور غصے کی بھینٹ مت چڑھاؤ۔''

وہ اتنا لکھ کر فون وہیں چھوڑ کر فریش ہونے کے لیے واش روم چلی گئی اور جب نہا کر باہر آئی تو لاؤنج میں سے لینڈ لائن بجنے کی گھنٹی سنائی دی۔ تولیے سے بال خشک کرتی باہر آئی۔ لینڈ لائن بہت کم بجا کرتا تھا اور اس نے لینڈ لائن کا نمبر فیصل کو تو اب تک نہیں دیا تھا، اسے معلوم تھا فیصل کو اس کی بھی شکایت ہے۔ اس کے لیے لینڈ لائن کا نمبر حاصل کرنا کوئی مشکل بات نہیں تھی مگر وہ اس سے صرف وہ لیتا تھا جو وہ دینا چاہتی تھی، چھ سالوں کی دوستی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ مسلسل چند ماہ سے خفا تھا، شکوہ کناں تھا اور دکھی تھا، اس سے وہ مانگ رہا تھا جو وہ دینا نہیں چاہتی تھی یا پھر دے نہیں سکتی تھی۔

اس نے لینڈ لائن کی دوبارہ بجنے والی بیل مس نہیں کی اور فون اٹھایا جو کہ ذورین کا تھا اور اسے لگا جیسے وہ باغ و بہار ہو گئی ہے وہ اسے اپنے آنے کے اوقات بتا رہا تھا۔ پہلے اپنے باپ کے پاس ایک ہفتہ ٹھہرے گا پھر اس کے پاس اُس کا لمبا قیام ہو گا اور پھر شیڈول اور ڈیٹ سے آگاہ کر کے اس نے سلام کر کے فون بند کر دیا تھا۔

اس نے نمبر ری ڈائل کرنا چاہا جو کارڈ کا تھا۔ وہ ہمیشہ کارڈ سے کال کرتا تھا۔ اسے دو سال سے اس نے وہاں کا نمبر نہیں دیا تھا جو بدلا تھا وہ بھی خوش تھی کہ چلو جلد یا بدیر وہ فون کر کے آگاہ تو کرتا ہے وہ بس اس کی خبر جان کر خوش ہو جاتی تھی۔ اب بھی اسے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بہت کچھ یاد آیا کہ ذورین سے اس کی پسند کے کھانے کا پوچھ لیتی یا پھر اس کی پسند کی کچھ چیزیں گھر لے آتی۔ گھر کی کچھ سیٹنگ چینج کر لیتی۔ مگر اس کی حالیہ پسند کے بارے میں اسے ذرا بھی اندازہ نہ تھا سو بس یہ سوچ کر خوش ہوتی کہ وہ عنقریب اس کے گھر میں ہوگا۔

وہ سامنے ریک پر ذورین کی مختلف تصاویر کے سامنے ٹھہر گئی۔

ڈھائی سال کا ذورین فٹ بال پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے، پھر تین کا..... وہ ذورین کا ہاتھ پکڑے اس سے کیک کٹوا رہی ہے، وہ ذورین کو یہ سب دکھانا چاہتی تھی کسی میں وہ چھ سال کا، کہیں دس، کہیں آٹھ، کہیں گیارہ بارہ کا اور پھر وہ سب تصویریں جب وہ ان سے ملنے آیا کرتا تھا۔ جب اس کی شفٹنگ ہوگئی تھی، اور وہ ہاسٹل چلا گیا تھا۔ ایک بکھری زندگی سے اب وہ ایک جگہ آ گیا تھا۔ کبھی ماں کبھی باپ کے ہاں منتشر زندگی گزارنے سے قطع ہو کر اب صرف چھٹیوں میں ایک ماہ باپ کے اور ایک ماہ کے پاس آ کر رکتا تھا۔

یہ وہ وقت تھا جب وہ ماں کو یاد کرتا تھا، اور کرتا تو بتا بھی دیتا تھا۔ جب وہ چھوٹی موٹی باتیں ماں سے شیئر کر لیا کرتا تھا اور وہ اس کی باتیں سن کر جی لیتی تھی۔ اسے یاد تھا کہ جب چھٹیوں کے دوران وہ شام میں ٹہلنے کے لیے باہر نکل جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ بات کرتے کرتے وہ ایک دم سے پرجوش ہو کر دوڑنے لگا تھا اور وہ حیرانی اور ناسمجھی بھری مسکراہٹ کے ساتھ وہیں کھڑی رہی وہ پورا راؤنڈ مکمل کر کے دوبارہ اس کے پاس آ پہنچا۔

''دیکھا اماں۔ میں آپ سے آگے نکل جاؤں گا۔'' وہ ہانپتے ہوئے کہنے لگا تو وہ ہنس دی۔

''تمہیں مجھ سے بہت آگے نکل جانا ہے ذورین۔ سب سے آگے جانا ہے۔ اپنے باپ سے بھی آگے۔'' لاکھ پرخاش سہی مگر وہ اس کی صلاحیتوں کو مانتی تھی۔

تب ذورین نے جیسے اپنے ذہن میں یہ آگے نکل جانے والا عہد مزید پختہ کر لیا تھا اور بہت جلدی وہ ہر طرح سے آگے نکل گیا، اور وہ پیچھے بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ یونیورسٹی جانے سے پہلے وہ ملا تھا، اس کے بعد وہ انہیں کبھی لیٹر کبھی میل کر لیا کرتا تھا جس میں ڈھیر ساری مصروفیات کا احوال ہوتا تھا اور اکثر اوقات بات چیت ہو جاتی تھی۔ اس کا باپ تو وہاں جا کر اس سے مل آتا تھا وہ بس ارادہ ہی کر سکتی۔ جب کہتی تب وہ خود روک لیتا کہ آپ ناحق تکلیف کریں گی میں آ جاؤں گا اس بار نہیں تو اگلی بار۔ اور وہ سوچتیں کہ اسے کیا ہو گیا ہے وہ ماں سے ملنے کے لیے اس طرح کیوں نہیں ترستا جس طرح وہ ترستی ہے۔ وہ کیوں بس نباہ کر رہا ہے۔

پھر اس نے بھی اسے زیادہ چھیڑنا بند کر دیا، بیٹا تھا مگر دل پر پتھر رکھ لیا۔ حالات سے سمجھوتا کرنا تو بچپن سے سیکھا تھا بچپن سے ہی جب ابا کی مختلف جگہوں پر پوسٹنگ ہوتی تھی اور وہ رشتوں سے پھوپھی، چچی، ماسی تو الگ مگر بڑے بھائی سے بھی مہینوں بعد ملتی تھی۔ بڑے بھائی میں اور اس میں نو سال کا فرق تھا۔ وہ چاچو کے پاس رہ کر ایک جگہ ٹک کر پڑھتا رہا جہاں جہاں پوسٹنگ ہوتی بیٹیاں ساتھ ہوتیں۔ اس کی بڑی بہن جس کا بہت کم عمری میں حادثے میں انتقال ہو گیا تھا، اس کے بعد باپ نے اسے اور بھی قریب کر لیا تھا وہ اسے کبھی محمودہ تو کبھی منصورہ کہہ کر بلاتے تھے۔ یہ تو اسے بھی پتا تھا کہ ابا جی محمودہ سے کس قدر محبت کرتے تھے۔ بس پھر وہ بھی ان کے لیے محمودہ بن گئی۔ بڑی بہن کی طرح ہی ان کا خیال رکھنے لگی تھی اور محمودہ جو پھوپھی کے بیٹے سے منسوب تھی اس کے بدلے جب انہوں نے منصورہ کا ہاتھ مانگا تو اس پر جیسے قیامت آ گئی تھی۔ اور جب اس کے گرد گھیرا تنگ ہونے لگا پھوپھو، چاچو، کا تو وہ چپ ہو گئی۔ باپ خاموش اور باقی تمام افراد پرجوش۔ بھائی اور بھابھی کی نصیحتیں اور سمجھاوے۔

ثاقب الحسن اچھا، میچور، پڑھا لکھا برسرروزگار،

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خوب صورت اور پتا نہیں کیا کچھ۔ اس کی عمر سترہ سال تھی اور وہ گھر والوں کے لیے محمودہ بن گئی تھی اور ثاقب الحسن سے نکاح کرلیا تھا۔

☆☆☆

دروازے پر بیل ہوئی جا رہی تھی۔ یہ مسلسل فیصل کی طرح کون بیل بجا رہا ہے۔ شاید فیصل ہی ہو کیوں کہ رومیصہ تو ان دنوں ناراض تھی اور اسے پتا تھا کہ مہینہ نہ سہی ہفتہ بھر تو وہ یہاں آنے کا نام ہی نہیں لے گی اور یہ بھی کہ ہفتہ وہ مشکل سے گزار کر مہینہ بھر کا ارادہ ترک کر دے گی۔ اپنے تئیں وہ سوچتی ہوئی جب وہ دروازے تک آئی اور دروازے کے پاس کھڑی ردا کو وہ پہچان تو گئی تھی مگر حیران بھی ہوئی تھی۔

''ارے تم ردا ہو نا؟''

''جی میں ردا ہوں آپ کیسی ہیں منصورہ آنٹی؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں ردا، اندر آجاؤ بیٹا۔ ویسے تم خاصی بڑی بڑی لگ رہی ہو اس بار۔''

ردا اس بات پر ہنس پڑی تھی اندر آتے ہوئے۔

''میں غلط وقت پر تو نہیں آئی آنٹی۔'' اس نے صوفوں پر بکھرے کشن اور پردے نیچے لٹکتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

''ارے نہیں کمال کرتی ہو تم، کوئی اجنبی ہو کیا۔ آؤ بیٹھو۔ یہ تو میں ذرا صفائی کرنا چاہ رہی تھی تفصیلی۔ ایکچوئلی ذورین میرا بیٹا آرہا ہے نا اس ہفتے کو۔''

''جی یہ بتایا تھا ابو نے کہ آپ بہت ایکسائیٹڈ ہیں۔''

''بالکل ہوں اور ویسے فیصل بھی تمہارے آنے سے بہت خوش ہوا ہے۔'' اس نے بات کرتے ہوئے اس کے لیے فریج سے پانی نکالا اور گلاس میں ڈال کر لے آئی۔

''تھینک یو۔ ویسے مجھے آپ کے ہاتھ کی بریانی کھانے کا شوق تھا۔''

''ضرور ردا۔ اگر تم دیر تک رکو تو میں بریانی بنا سکتی ہوں تمہارے لیے۔''

''نہیں آنٹی! اس کے لیے میں پھر کبھی آجاؤں گی، فی الحال میں صرف آپ سے باتیں کرنے کے لیے آئی ہوں ویسے بھی ایک ہفتے کے بعد میں جا رہی ہوں تو سوچ رہی ہوں کہ سب سے مل لوں سب کے ساتھ ٹائم اسپینڈ کرلوں۔''

''اچھا خیال ہے یہ تو، ویسے تمہیں سب یاد آتے ہوں گے۔ اسکول فرینڈز وغیرہ اسکول، گھر، فیصل..... گو کہ آج کے بچوں کے پاس دل بہلانے کے لیے بہت ساری چیزیں ہیں مگر کم وقت ہوا ہے ابھی تو تمہارا کالج ختم ہوا ہوگا۔''

''جی بالکل آنٹی! ابھی انٹری ٹیسٹ کی تیاری کر رہی ہوں تھوڑا وقت ملا تھا سوچا ابو کے ساتھ وقت گزار لوں۔''

''اچھا کیا۔ فیصل ویسے جا رہا ہے نا تمہارے ساتھ؟'' وہ بات کرتے ہوئے پھر سے اٹھی۔

''تم چائے تو پیو گی نا۔''

''میں چائے پیوں گی۔ ابو ناشتا لے کر آرہے ہیں ہم تینوں کے لیے تب تک آپ چائے بنالیں۔''

''اوہ یار۔ میں بنا لیتی ناشتا ایک تو تمہارا باپ بھی نا عجوبہ ہے ردا..... کسی کی نہیں سنتا۔''

''آپ کی بھی نہیں سنتے؟'' وہ اس کے پیچھے پیچھے کچن تک آئی۔

''میری تو قطعی نہیں سنتا، یہ تو بس کہنے کی باتیں ہیں۔'' وہ ہنس پڑی بتاتے ہوئے۔

ردا نے ڈائننگ میز سے کرسی نکالی اور بیٹھ گئی۔

''ویسے ردا، تمہیں ایک بات کہوں..... دیکھو، تم سمجھ دار ہو اور مجھے پتا ہے تم چاہتی ہو گی کہ تمہارے والدین اکٹھے رہیں۔''

''مجھے معلوم ہے آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں منصورہ آنٹی۔'' وہ جھٹ سے بول پڑی تو منصورہ چائے کے لیے کپس نکالتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''مگر یہ سب اب بہت مشکل ہے میں نہیں چاہتی کہ ابو کے ساتھ اب کچھ غلط ہو..... جیسا ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے۔''

''تمہارا مطلب ہے فیصل کے ساتھ تمہاری ماں نے غلط کیا ہے؟ یا پھر.....'' وہ عجیب بونگے سے انداز میں جھلا کر پوچھنے لگی۔

اسے خود پر بھی غصہ تھا کہ خود ہینڈل کرنے کے چکر میں کبھی کبھار انسان کچھ الٹا سیدھا کہہ جاتا ہے۔

''ان کے ساتھ سب کی طرف سے غلط ہوا ہے مگر اب میں انہیں اپنی وجہ سے باؤنڈ نہیں کرنا چاہتی۔ انہوں نے ہماری وجہ سے اس شادی کو چلایا بلکہ گھسیٹا، وہ بہت اپ سیٹ رہے ہیں آنٹی۔ میں چاہتی ہوں جب کہ اب وہ اپنے بڑھاپے کی طرف بڑھیں گے تو ان کے پاس خوشی ہوتا کہ وہ جی سکیں ففٹیز کے بعد انرجی کم ہوتی ہے اگر خوشی ہو تو انسان سیونٹی تک آسانی سے خوش رہ کر جی سکتا ہے۔ ابو پچھلے عرصے سے مسلسل اسٹریس میں رہے ہیں۔'' وہ فیصل کی بیٹی تھی اس کی طرح حساس تھی۔

''تم ٹھیک کہتی ہو ردا۔ آج کے بچے ہماری جنریشن سے زیادہ سمجھ دار ہیں۔'' اس نے تو باتوں میں فوراً ہار ان لی، انھیں معلوم تھا کہ بحث مضبوط ہوئی تو طول پکڑے گی۔

اس پر صد شکر کہ اسی وقت دوبارہ بیل بجی اور فیصل اندر آگیا ناشتا لے کر تو اسے لگا گفتگو کا رخ اب دوسری جانب مڑ جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔

ردا مسلسل انہیں واچ کر رہی تھی ان دونوں کو کہ کہاں وہ دونوں بات کرتے ہوئے موضوع بدل دیتے ہیں۔ کہاں نظر نہیں مل پاتی۔ کہاں منصورہ رخ بدلتی ہے اور فیصل کا لہجہ شکایتی ہو جاتا ہے۔ اس پر ردا کے سوالات پر چونک جاتی ہے ایک کے بعد ایک بات ایسی جس پر یا تو بات بدلنی ہو یا پھر چہرے کا رنگ بدل جانا ہو۔

''پہلی بار آپ لوگ کہاں ملے تھے؟''

وہ تو بڑے مزے سے پوچھتی جا رہی تھی مگر منصورہ منصورہ کا ہاتھ نوالہ لیتے ہوئے رکا اور پھر دیر تک رکا رہا فیصل نے پہلی ملاقات کی تفصیل دینا شروع کر دی تھی۔

''ہاں وہ ایک ایکسیڈنٹ تھا.....'' وہ کہنا شروع ہوا اور منصورہ نے چپ سادھ لی تھی اس کا ذہن کچھ سال پہلے ایکسیڈنٹ کی طرف چلا گیا تھا اس ٹکراؤ نے سفر کو مسلسل اپنے گھیرے میں کر رکھا تھا۔

فیصل اور ردا کے جانے کے بعد وہ رات دیر تک سوچتی رہی تھی پھر اچانک جی صاحب کی کال آگئی۔ یہ شکر تھا کہ وہ اس وقت اپنی پریشانی میں لگے ہوئے تھے اس لیے نہ اس سے کچھ پوچھا نہ محسوس کیا۔ وہ فرینک کی اداسی کے بارے میں بتا رہے تھے اس کے لیے فکر مند تھے ابراہام کے لیے فکر مند تھے اس کے پاس فی الوقت تو صرف تسلی ہی تھی جو وہ انھیں دے سکتی تھی اور ساتھ ہی یقین دلایا کہ کل کسی وقت وہ شیلی سے ضرور بات کرے گی۔ اس نے ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کرے گی اور انہیں نیند کی گولی لینے کی تاکید کی اور سونے سے پہلے اس نے وہ گولی خود بھی پی اور کل کا الارم سیٹ کر دیا۔ اسے شیلی سے بات کرنی تھی۔

☆☆☆

اس نے صبح سویرے وقت دیکھا اور شیلی کے سوشل اکاؤنٹس چیک کیے وہ آن لائن تھی اس نے فوراً کال کی۔

جب بات کرنا ضروری ہو تو کبھی کبھار اگلے بندے کے موڈ کو نظر انداز کیا جاتا ہے کہ کیا سوچے گا۔ کیسے بات کرے گا۔ آیا کہ بات بھی کرنا پسند کرے گا۔ دوسری بیل گئی آخری آپشنل تھی۔ دوسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔

''ہیلو'' اس کی آواز میں رکھائی تھی۔

''ہیلو شیلی کیسی ہو تم؟''

''تھینک یو منصورہ! میں ٹھیک ہوں۔ کس لیے فون کیا؟''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''شیلی پلیز۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے یار! میں چاہتی ہوں تم میری بات مکمل سنو پلیز۔ اگر ایسا ہوگا تو میں تمہاری مشکور رہوں گی۔''

دوسری طرف شیلی نے پہلے ٹھنڈی سانس بھری پھر بولی۔

''ہوسکتا ہے منصورہ! کہ تمہاری کسی بات کا جواب میرے پاس نہ ہو لیکن کہو کیا کہنا ہے؟'' اپنے حساب سے اس نے ایک ضبط کا مظاہرہ کیا تھا۔

''شکریہ یار۔ میں مشکور رہوں گی۔ دیکھو شیلی! میں ماضی پر یا گزرے وقت کی صورت حال پر بات کرنا کچھ فائدہ مند نہیں سمجھتی۔ یار۔ مجھے معلوم ہے تمہیں اپنی زندگی کے وہ خوب صورت لمحے بھی یاد ہوں گے جو تم نے اس معصوم شخص یعنی ابراہام کے ساتھ گزارے۔'' وہ تھوک نگلتے ہوئے رکی اور کچھ ناخوش گوار چیزیں بھی ہوں شاید جو صرف تمہیں پتا ہوں یہاں تک کے ابراہام کو بھی ان کا علم یا اندازہ نہ ہو۔ کیوں کہ جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت سادہ اور معصوم ہے۔ وہ سچے دل کا مالک ہے وہ دانستہ تمہارے ساتھ کچھ برا نہیں کرسکتا۔''

''منصورہ۔ پلیز۔ میں تمہاری مکمل بات سن بھی لوں مگر بہتر یہی ہوگا تم بات کو مختصر کردو۔ ابراہام کیا تھا..... کیا ہے..... کیا نہیں..... یہ مجھے اچھی طرح پتا ہے اور مجھے اس سے کوئی اتنی بڑی شکایت بھی نہیں مگر بات کو چلو مختصر کردوں کہ اب میں اس کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ کیا اب میں فون بند کرسکتی ہوں؟''

یہ اس کی اچھی عادت تھی کہ جب وہ اگلے بندے کی کال ریسیو کرتی تھی تو بند بھی اس کی اجازت سے کرتی تھی۔ جس کال کی تاب نہ لاسکنے کا خدشہ ہوتا تھا پوری بدلحاظی کر کے وہ کال ریسیو ہی نہیں کرتی تھی اس لیے وہ جو جی صاحب کی کال نہیں اٹھا رہی تھی اسے پتا تھا کچھ ہاتھ سے کھسک جائے گا۔

''شیلی۔ پلیز۔ کیا اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں نکالی جاسکتی؟''

''نہیں۔ منصورہ۔ فی الحال میں اپنے لیے گنجائش نکالنا چاہتی ہوں میں تھک گئی ہوں اس سرد پتھر کے ساتھ ٹکرا کے۔''

''سرد پتھر۔ شیلی وہ تو تم سے محبت کرتا ہے۔''

''یار۔ مجھے زندگی چاہیے تھی منصورہ۔ پھر اگر وہ محبت کے ساتھ ملتی تو مضائقہ نہیں تھا۔ مگر پلیز، تم نہیں سمجھ سکتیں منصورہ..... آخر میری زندگی پر کچھ میرا بھی حق تھا۔ میں کچھ وقت اپنی مرضی سے جینا چاہتی ہوں۔ تم نے کبھی اس کی حالت اور میری بے بسی نہیں دیکھی۔ دیکھو، اسے اپنا بیٹا دے آئی ہوں فرینک..... جسے میں بھی بہت مس کرتی ہوں مگر مجھے پتا ہے وہ باپ کے ساتھ محبت کرتا ہے اس پر ڈپینڈ کرتا ہے اس لیے وہ دونوں بہتر رہیں۔''

''مگر وہ دونوں بہتر نہیں ہیں شیلی، فرینک تمہیں مس کررہا ہے۔''

''مجھے یہ سن کر اچھا لگا کہ فرینک مجھے مس کرتا ہے۔ آخر وہ میرا بیٹا ہے۔ میری تمام تر لاپروائیوں کے باوجود بھی اسے میری کمی محسوس ہوتی ہوگی اور یہ نیچرل ہے منصورہ۔''

''تمہیں ابراہام بھی مس کرتا ہے شیلی اور بہت ٹوٹ گیا ہے۔''

''منصورہ۔ مجھے پتا ہے مگر اس بار اسے موقع دو کہ وہ خود اپنے آپ کو سمیٹے۔ بچہ نہیں ہے وہ ایک بچے کا باپ ہے۔'' شیلی کے لہجے میں اب غصہ اتر آیا تھا۔

''آخری بات شیلی..... کیا محبت کی خاطر کوئی گنجائش کوئی سمجھوتا؟''

''نیور..... ہرگز نہیں..... محبت کو محبت رہنے دو منصورہ! پھانسی مت بناؤ میرے لیے۔ عمر قید کاٹنے پر مجبور مت کرو مجھے پلیز۔ مجھے اکیلے رہنے دو۔''

''اوکے شیلی۔ آئم سوری ایک آخری سوال یار۔ یہ سب وقتی ہے یا.....؟''

''اس کا فیصلہ آئندہ وقت کرے گا منصورہ۔ مگر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پلیز ان لوگوں کو میری طرف سے معذرت کر دو اور منع کر دو مجھے کوئی کال وغیرہ کرنے کی زحمت مت کریں۔ میں فرینک سے کچھ وقت میں رابطہ کروں گی۔ اس کے لیے میں تمہارے پتے پر اگر اجازت ہو تو کچھ تحفے بھجوانا چاہتی ہوں جو جا کر اگر اسے دے سکو تو ضرور دینا۔۔۔''

''تم تحفے ضرور بھیجنا..... میں اسے ضرور دوں گی بلکہ تم کہو تو میں اسے فی الحال یہیں سے کچھ خرید کر اسے دے آؤں تمہاری طرف سے؟''

''نہیں۔ میں یہاں سے بھیجوں گی۔ پہلے تحفے کا پیکٹ تم لے کر جانا تاکہ فرینک کو یقین آئے کہ میں نے بھیجا ہے، میں اس کے ایڈریس پر بھیج سکتی ہوں مگر ابراہام اسے کیسے دے..... کیا کہے..... کیا سوچے..... مجھے نہیں پتا ہو سکتا ہے کہ وہ امید رکھے کہ میں نے اس کے لیے بھی کچھ بھیجا ہو خیر جو بھی ہو۔''

''اٹس اوکے شیلی۔ تم مجھے بھیجنا میں پوسٹل پیکٹس سمیت دے آؤں گی اور آئم رئیلی سوری کہ تمہیں ڈسٹرب کیا۔''

''نو پرابلم منصورہ! میں نے تمہاری کال اٹھائی تھی تو مجھے سننا تھا اور جواب بھی دینا تھا۔ اور وہ میں نے تب کیا جب مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے سمجھ پاؤ گی ورنہ انکل اور ابراہام سے فی الحال مجھے کوئی امید نہیں ہے۔ وہ اپنے بیٹے کے لیے کچھ زیادہ ہی حساس ہیں اور ابراہام فرینک سے زیادہ خود بچہ بنا ہو گا۔ اینی وے، تھینک یو فار کالنگ منصورہ! کیا اب میں چلوں..... مجھے کہیں جانا ہے میں مختلف جگہوں پر جانا چاہتی ہوں مگر مختلف لوگوں سے ملنے ان کے مسائل سننے کا بالکل بھی حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔ میں نے اپنی دوست کو بھی منع کیا ہوا ہے کہ مجھ سے فی الحال کچھ نہ پوچھے۔۔''

''تم نے اچھا کیا شیلی۔ جب کبھی ضرورت پڑے تو مجھ سے ضرور بات کرنا مجھے اچھا لگے گا۔''

''ہاں ضرور سوچوں گی۔ پر ابھی نہیں البتہ میں تمہیں کچھ فوٹوز بھیجوں گی تم فرینک کو دکھا دینا۔''

''ضرور دکھاؤں گی شیلی..... پلیز اپنا خیال رکھنا۔''

تھینک یو منصورہ۔'' اس نے بائے کہہ کر آخر میں فون بند کر دیا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ جوجی صاحب کو وہ کیا کہے گی۔ کس طرح سمجھائے گی۔ مگر ساتھ ہی دروازے پر بجتی بیل سے اس کی توجہ منتشر ہوئی اس نے سوچا ہو سکتا ہے رومیصہ کھڑی ہو مگر پڑوسن کو سبزی چاہیے تھی۔

آج بے بنیاد ہی اسے پڑوسن کو فارغ کرنے کے بعد امبرین سے بات کرتے ہوئے ہنسی آ گئی۔ کھوکھلی بے دم مگر خود کو بہلاتی ہوئی ہنسی اور پھر امبرین کے منہ سے فیصل کا ذکر سن کر وہ چڑ سی گئی تھی۔ یہ ہر کوئی ہی فیصل کا ذکر کیوں لے آتا ہے پھر اسے اپنی بے بسی سے شیلی کا احساس ہوا کہ ہو سکتا ہے وہ بھی کسی جذباتی بے بسی میں پھنسی ہوئی ہو۔ ہو سکتا ہے اس کے اندر بھی کوئی طوفان ہو جو اسے چپ کرایا جا رہا ہو یا پھر بے بسی یا بے کلی حالانکہ ان دونوں کا کیس یکسر مختلف تھا مگر اسے سمجھ میں آ گیا تھا کہ اسے اب جوجی صاحب کے ساتھ کیا بات کرنی چاہیے۔

☆☆☆

حالانکہ اسے اس سب سے تکلیف ہو رہی تھی مگر اسے فی الحال ضروری یہی لگا۔ باوجود اس کے کہ اسے پتا تھا کہ اس وقت ردا کے دماغ میں کیا چل رہا ہے وہ بے وجہ ہی کوئی ایسا موضوع دیتی تھی کہ اس کی پکڑ ہو جائے یا پھر وہ کچھ بات کرنے پر آمادہ ہو۔

وہ اس بچی کا دل نہیں توڑنا چاہ رہی تھی۔ مگر اسے لگا کہ بالآخر ردا کے ساتھ بات کرنی پڑ جائے گی۔ اور یہ آسانی ردا نے خود ہی کر دی تھی اسے ڈنر پر انوائٹ کر کے۔ سارے بہانے جیسے خود بخود ہی بنتے جا رہے تھے۔ وہ چاہتی تو ایک نئی زندگی کی شروعات کر لیتی مگر ابھی سب کچھ جیسے پل صراط لگ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

رہا تھا۔ وہ فیصل کے بیڈروم میں ردا کے ساتھ گئی۔ ردا اسے بکس کلیکشن دکھانا چاہ رہی تھی۔ فیصل نے گن چن کر اس کی پسند کی کتابیں لے رکھی تھیں وہ بھی جو اس نے کئی بار پڑھ ڈالیں اور وہ بھی جو اس اب تک خریدی ہی نہیں تھیں۔ یہاں تک کہ اس کی پسند کے باڈی کلون.....! وہ یہ استعمال تو نہیں کرتا ہوگا..... مگر پھر..... اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ یہاں تک کہ واش روم میں عین سامنے مرر کے پاس دو شیمپو، دو ٹوتھ برش، ایک وہ جو فیصل استعمال کرتا تھا ایک وہ جو وہ استعمال کرتی تھی، وہ حیران سی دیکھے گئی۔

''ابو کہتے ہیں کچھ خواب اگر حقیقت نہ بھی ہوں تو انہیں خیالی طور پر سجانے میں کوئی حرج نہیں ہے اس سے کم از کم دلی نہ سہی ذہنی آسودگی مل جاتی ہے۔'' ردا نے اس کے تاثرات دیکھ کر کہا۔

''کھانا کھانے چلیں؟'' وہ بات گول کر کے باہر آ گئی۔

فیصل اس کی پسند کی چیزیں لایا تھا مگر اس سے کھائی نہیں جا رہی تھیں اس نے بہت مشکل سے بہت تھوڑا کھایا۔ وہ ردا کی باتوں پر بمشکل مسکرائی۔

ڈنر ختم ہوتے ہی اس نے معذرت کر کے اٹھنا چاہا مگر ردا نے اسے کافی کے لیے روک لیا۔

''نہیں ردا۔ کافی نہیں ابھی کافی گرم کھانے کھائے ہیں۔ ہم آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔'' فیصل بھی اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔

''نہیں۔ فیصل پلیز۔ مجھے گھر پہنچنا ہے صبح کالج جانا ہے، دو چھٹیاں کر چکی ہوں کل ضروری میٹنگ ہے۔''

''نہیں آنٹی! ایسے کیسے چلیں۔ باہر نہ سہی مگر گھر پر آئس کریم کھا لیتے ہیں۔''

''نہیں ردا! تم کھا لو بچے۔ دیکھو مجھے واقعی دیر ہو رہی ہے۔ سمجھو نا۔'' وہ اسے بچوں کی طرح چمکارتے ہوئے بولی۔

''اب آپ میری اتنی سی بات تو مانتی ہیں ناں پلیز۔ پیاری آنٹی..... دیکھیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ آپ دس بجے ہرگز نہیں سوتیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ رات تین بجے بھی سوئیں تو فجر پر اٹھ جاتی ہیں۔'' ردا نے اسی اپنائیت سے کہا۔

''اور یہ بھی تمہیں اس بدتمیز نے بتایا ہوگا نا۔'' وہ بے بسی سے ہنس پڑی۔

''آف کورس۔ اور ان کو بھی تو کسی نے بتایا ہوگا نا۔'' وہ کہتے ہوئے فوراً فریج کی طرف بڑھی۔

''کمال ہے۔'' اس نے سر جھٹکا۔

''بچی کو کیا سے کیا کر دیا ہے تم نے فیصل، اپنے جیسا سازشی بنا لیا ہے۔'' اتنی دیر میں وہ پہلی بار فیصل سے مخاطب ہوئی تھی تو وہ کھل اٹھا۔

''مگر میرا سکہ تو تمہارے سامنے کھوٹا نکل آنا ہے خدا کرے کہ اس کا کھرا نکلے۔''

ردا آئس کریم لے آئی۔ انہوں نے آئس کریم اچھے موڈ میں کھائی۔ پھر ردا کی پرزور فرمائش پر اس کی پسند کی مووی کانٹ چھانٹ کر آدھی دیکھی۔ ہر کلائمکس سے پہلے وہ اسٹاپ کر کے دونوں سے سوال کرتی کہ آگے کیا ہوگا اور پھر بعد میں ان کا خوب مذاق بھی بناتی۔ وہ یہ سب ردا کی وقتی خوشی کے لیے کر رہی تھی۔ اسے پتا تھا کل وہ چلی جائے گی تو اچھے لفظوں میں کم از کم یاد تو کرے گی۔ ردا کو کم از کم اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی جیسے کہ فیصل کو تھی۔

وہ جب اٹھنے لگی تو ردا نے فیصل کو کوئی اشارہ کیا اس نے کندھے اچکا دیے تو ردا نے منصورہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''بس دو منٹ میرے ساتھ کمرے میں چلیں۔''

''دیکھو ردا۔ اب کوئی شیطانی نہیں۔ سمجھیں۔ بارہ بج رہے ہیں تم میری واٹ لگوا دو گی۔ لوگ مجھے اتنی دیر گئے لوٹتے دیکھ کر پتا ہے کیا سوچیں گے؟ ویسے ہی پڑوسیوں کو مجھ سے کئی شکایات ہیں۔''

''پہلی بات..... پڑوسی آپ سے بہت خوش ہیں۔ پڑوس والی نرمین آنٹی کے گھر سبزی ختم ہوتی ہے تو وہ آپ کے فریج پر خوشی سے حملہ کرتی ہیں، نہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

صرف فریج بلکہ گھر کا لان.....''

''اب یہ باتیں کم از کم میں نے فیصل کو نہیں بتائیں۔'' وہ چڑے ہوئے انداز میں بولی۔

''بس آخری پانچ منٹ۔ میری ایک بات نہیں سنیں گی۔ پرسوں صبح میں جا رہی ہوں۔ کل مجھے پیکنگ کرنی ہے کل تو میں ذرا بھی آپ کو تنگ نہیں کروں گی، آج اتنی باتیں مانی ہیں ایک اور سہی۔''

''اچھا چلو۔'' اتنا بولنے کے بعد وہ خود بھی کسی طور چاہ رہی تھیں کہ صاف صاف بات ہو تو وہ اسے کلیئر بھی کر دے، اس لیے اس کے ساتھ اندر کمرے میں آ گئی۔ فیصل دانستہ وہیں رکا رہا۔

وہ آ کر بیڈ کی پائنتی پر بیٹھی۔

''اب بولو بیٹے..... کیا بات کرنی ہے جس کے لیے سیکرٹلی اندر لے آئی ہو۔''

ردا نے مسکراتے ہوئے دراز سے ایک ڈبیا نکالی تھی اور اس کی طرف بڑھائی۔

''یہ کیا ہے؟'' وہ مزید حیران ہوئی۔

''کھول کر دیکھیں۔'' وہ اس کے ہاتھ تھام کر کہنے لگی۔

''ردا۔ یہ کیا بچپنا ہے بیٹے۔'' کھولنے سے پہلے ہی اس نے کہا۔

''بچپنا کہاں تحفہ ہے۔ کھولیں تو سہی۔''

اس نے کھولا تو یہ وہی رنگ تھی جو کبھی فیصل اس کے لیے لایا تھا اور اس نے یہ کہہ کر اسے واپس کر دی تھی کہ مجھے کچھ بھی دے دینا زندگی میں، اس کی ضرورت ''مجھے نہیں۔ یہ مت دینا فیصل۔ یہ ایک بار پہنی تھی بہت مہنگی پڑ گئی تھی۔ تم میرے دوست ہو میں چاہتی ہوں ہمیشہ رہو۔'' اور تب سے اب تک اس نے پھر یہ ہمت نہیں کی اور اب ردا کی طرف سے وہی انگوٹھی پیش کرنا۔

''ردا آئم سوری۔ میں یہ تحفہ نہیں لے سکتی بیٹا۔''

''آنٹی پلیز۔ ایک بار سوچیں میرے لیے۔ میرے ابو کی خوشی کے لیے..... اپنے لیے..... پلیز سوچیں.....''

''ردا یہ ضد مانی نہیں جانی بچے۔ ڈنر کرنا..... ساتھ مووی دیکھنا..... آئس کریم کھانا..... تھوڑا ٹائم اسپینڈ کرنا۔ آسان ہوتا ہے مگر بچے.....''

''آنٹی میرے ابو بہت اچھے ہیں۔'' ردا کا لہجہ التجائیہ تھا۔

''مجھے معلوم ہے ردا مجھ سے زیادہ اسے کون جان سکتا ہے بھلا.....''

''تو پھر انکار نہ کریں نا پلیز۔۔۔''

''ردا..... میری جان..... میرا ایک جوان بیٹا ہے جو بہت عرصے بعد میرے پاس آ رہا ہے۔ اسے یہ سننے میں ذرا بھی اچھا نہیں لگے گا کہ میں اس عمر میں یہ اسٹیپ لے رہی ہوں۔''

''آپ بوڑھی نہیں ہیں آنٹی۔ ابھی بہت عمر پڑی ہے۔۔''

''میں بڑھاپے کے بہت نزدیک ہوں بیٹا۔''

''چھوڑیں آنٹی یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ آپ پلیز ایک بار سوچیں صرف ایک بار.....''

''ردا میں نے بہت سوچا ہے مگر یہ بہت مشکل ہے۔ دیکھو، تم کوشش کرو تمہارے پیرنٹس کی بن جائے اس میں تمہارے لیے ہی بہتری ہے۔''

''میرے لیے ان کی خوشی سب سے بہتر ہے آنٹی اور آپ کی بھی۔''

''میں بہت عرصے سے اپنی خوشیاں چھوڑتی ہوئی آئی ہوں مجھے عادت ہے اس سب کی ردا۔ پلیز، تم کوئی خوش فہمی مت پالو۔''

''آپ وقت لے لیں آنٹی۔ آج کی رات..... پوری رات.....''

''ردا.....'' وہ بے بسی سے دیکھنے لگیں۔

''پلیز آنٹی.....'' ردا نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے تھے۔ اس کی آنکھوں میں منصورہ کے لیے مسلسل انکار سے نمی آ گئی تھی۔

''تم بہت سمجھ دار ہو ردا۔ میں چاہوں گی تم اس کی توقع نہ رکھو۔'' وہ نہ چاہنے کے باوجود بے رحمی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دکھاتے ہوئے تیزی سے اٹھی۔ اسے دروازے کی دوسری جانب فیصل بھی کھڑا نظر آیا۔ خاموش شکوہ کناں نظروں سے دیکھتا ہوا۔

وہ لمحہ بھر رکے بغیر تیزی سے نیچے چلی گئی۔

تیزی کے ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے آج پیدل گھر پہنچی تھی اور دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں بیٹھ کر ایسے روئی جیسے بچے روتے ہیں۔ اتنی ہی شدت کے ساتھ جس رات ثاقب الحسن سے اس کا نکاح ہوا تھا۔ اس رات بھی وہ اسی طرح روئی تھی۔ تب انگوٹھی تھی انگلی میں اور اب انگلی خالی تھی۔ تب نصیب کھلنے کا وقت تھا اور آج نصیب ٹھکرانے کا۔

اس کے فون پر فیصل کا صرف ایک میسج تھا۔

''میری معصوم بیٹی کا دل دکھانے کا بہت شکریہ۔ کم از کم آج کے بعد وہ کسی معاملے میں حد سے زیادہ خوش فہمی نہیں پالے گی۔ تمہارے احسانوں کا مجھ پر اضافہ ہوا ہے۔''

☆☆☆

اس رات جس رات اس نے کچھ نہیں سوچنا چاہا تھا سارے ماضی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کچھ بھی نہیں سوچنا چاہا تھا۔ اگلی صبح وہ نماز پڑھ کر تیار ہوئی اور کالج سے ہو کر ائیر پورٹ چلی گئی۔ وہ دو گھنٹے پہلے ہی پہنچ گئی تھی۔ اسے پتا تھا کہ ردا اب تک اس کے کسی جواب کا انتظار کر رہی ہوگی۔ اسے معلوم تھا کہ ایک موہوم سی امید ہوگی۔ مگر وہ مسلسل خود کو ہی ٹالتی رہی۔

کتنا دل چاہا تھا آخری بار جا کر اس معصوم سی لڑکی سے مل لے۔ اس کے لیے کچھ تحفے بھی لیے تھے جو انہوں نے کوریئر کر دیے تھے۔

ذورین جب آیا تو اس نے فی الفور سب کچھ بھلا دیا۔ اتنے سالوں بعد وہ صرف میرے لیے آیا ہے۔ اس نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے پیشانی چومی۔ گاڑی میں بھی وہ مسلسل اسے دیکھ رہی تھی جیسے یقین کر رہی ہو۔ اس کے بڑے ہونے کا۔

وہ گھر آیا تو سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اس کا کھانے پر انتظار کرتی رہی جب اٹھا تو اس کے لیے کھانا لگایا حالانکہ اس نے بہت کم لیا تھا۔ تھوڑا اسے محسوس ہوا کہ وہ بہت لیے دیے انداز سے چل رہا ہے یا پھر وہ کم از کم اتنا ایکسائیٹڈ ہرگز نہیں جتنی وہ خود ہے۔ مگر پھر اسے عام سی بات سمجھ کر نظر انداز کیا۔ اتنے سالوں بعد رات کے کھانے پر وہ اپنے بیٹے کے ساتھ تھی۔ اسے دیکھ رہی تھی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ پڑھائی، کیریئر، پلانز...... کیا کچھ نہیں اور اس دوران اسے بخوبی لگا کہ وہ بہت قابل ہو گیا ہے۔ بہت سمجھ دار، بہت میچور اسے جتنا فخر اس وقت محسوس ہوا زندگی میں بہت کم موقعوں پر محسوس ہوا تھا۔

اگلے دن اسے کوریئر کے ذریعے اسے ایک بوکے ملا جو ذورین نے ریسیو کیا اور اسے لا کر دیا تھا۔

بوکے ردا نے بھیجا تھا تھینک یو کے کارڈ کے ساتھ۔ اس کے چہرے پر یاسیت بکھر گئی۔

ذورین نے پوچھا نہیں مگر محسوس ضرور کیا تھا۔ اس نے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ بس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا اور اٹھ کر اس کے ساتھ باہر آ گئی اور اپنی پسند کی انگلش مووی لگا کر اسے بھی ساتھ بٹھایا۔

ذورین نے بتایا کہ کافی عرصے سے وہ موویز دیکھنا چھوڑ چکا ہے۔ اس نے وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا۔

''وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔'' وہ اس بات پر بے وجہ ہنس دی اور کہا۔ ''ابھی ہم دونوں کے پاس وقت ہے۔ تمہیں یاد ہے تم چھوٹے ہوتے تھے تو ہم اکٹھے مووی دیکھتے تھے اور وہ تمہاری پسند کی کوئی کارٹون مووی ہوتی تھی تب مجھے دیکھنا پڑتی تھی اب تم دیکھو......''

وہ اس بات پر پہلے تو ہنس پڑا پھر مووی اسٹارٹ ہوئی تو دیکھنے لگا۔ ردا کی طرح کلائمکس آنے سے پہلے میوٹ کر کے پوچھا۔

''اب کیا ہوگا بتاؤ؟''

وہ پہلے تو حیران ہوا جی بھر کر۔ پھر سر جھٹک کر مسکرایا اور پھر سونے کا بہانہ کر کے اٹھ گیا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''اس وقت..... محض نو بجے.....''

''یس۔ جب نیند آئے تب سونا چاہیے لیٹ نائٹ اٹھ کر لیپ ٹاپ پر تھوڑا کام کرنا ہے۔''

''لیٹ نائٹ مطلب ڈنر گول؟''

''آف کورس۔''

''بری بات ذورین۔ رات کو کچھ کھائے بغیر نہیں سوتے۔''

''دن کو بہت کھا لیا تھا..... ضرورت نہیں..... اگر پڑی تو کچھ کھالوں گا آپ فکر نہ کریں۔''

''اچھا۔ ٹھیک ہے۔ میں باہر سے کیک وغیرہ آرڈر کر کے منگا لوں تمہارے لیے؟ دیر سے کھا لینا۔''

''نہیں مام۔ پلیز۔ کیک شیک رہنے دیں میں بریڈ اور دودھ لے لوں گا۔''

''ذورو..... اچھا ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔''

''او کے۔ گڈ نائٹ۔'' وہ کہتے ہوئے کمرے کی طرف چلا گیا۔

''گڈ نائٹ۔'' وہ بے دلی سے کافی کا مگ چھوڑ کر اٹھی۔ ایل ای ڈی سے بوائیس بی نکالی اور اسکرین آف کر کے کچن میں آگئی تاک جھانک کرتے اچانک بوکے کا ذہن میں آیا تو ردا کو میسج کر دیا کہ بوکے مل گیا ہے اچھا لگا۔ جو چیزیں تمہیں بھیجی ہیں وہ استعمال کرنا اور اپنا خیال رکھنا.....''

اسے پتا تھا ردا کا فی الحال کوئی حوصلہ افزاء جواب نہیں آئے گا۔ فی الحال وہ ناراض ہوگی۔ مگر جب ریلیکس ہوگی تو اسے احساس ہوگا کہ یہ سب اتنا بھی غلط نہیں تھا جو اس نے کیا وہی کرنا چاہیے تھا۔

☆☆☆

ذورین کے آنے سے اسے لگ رہا تھا کہ زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی آئی ہے کم از کم وہ ماضی قریب کو بھلانے میں کامیاب جا رہی تھی۔ ناشتے پر اب کوئی ساتھ ہوتا تھا اور وہ کوئی اور نہیں اپنا بیٹا ہے۔ وہ یہ سوچ کر ہی خوش ہو جاتی تھی وہ اسے بتانا چاہ رہی تھیں کہ ایک ماں کے اپنے بچوں کے لیے کیا تاثرات ہوتے ہیں۔

اس کے لیے جب وہ رات میں ساتھ بیٹھتے تھے تو وہ اس کے بچپن کی باتیں لے کر بیٹھ جاتی تھی کچھ باتوں پر وہ توجہ نہیں دیتا تھا، کچھ میں برائے نام حصہ لے لیتا اور کچھ ہنسی مسکراہٹ میں ٹال دیتا تھا۔ اس نے یہ تو نوٹ کیا تھا کہ کچھ عادتیں اس کی بالکل اپنے باپ جیسی ہوگئی ہیں۔ وہ لاپروا بھی ہے تھوڑا سا اور خود پسند بھی..... مگر اسے احساس تھا کہ وہ کچھ کچھ اس پر بھی گیا ہے، ناچاہتے ہوئے بھی ساتھ دیتا ہے پاس بیٹھتا ہے اور وقت دیتا ہے۔

رشتوں کی اہمیت کا کچھ تو احساس ہے اسے.....

اس شام وہ اسے جوجی صاحب سے ملوانے لے گئی۔ وہ مروتاً ہی وہاں بیٹھا رہا اور کافی دیر بیٹھا تھا۔ حالانکہ انہیں اندازہ تھا کہ وہ جوجی صاحب کی کمپنی کو انجوائے نہیں کر رہا۔ شاید وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو انجوائے کرنے والا بچہ نہیں ہے۔ وہ بچے سے جوان ہو گیا تھا اور وہ اب تک اسے اسی نظر سے دیکھتی رہی تھی۔

''تمہیں یاد ہے ذورو! تم جوجی صاحب کی کتابوں کے سیٹ بگاڑ دیا کرتے تھے۔ سب کتابیں اپنی مرضی سے سیٹ کرنے کے چکر میں پوری شکل بدل جاتی تھی دکان کی۔'' وہ اس بات پر منہ بنا کر ماں کی طرف دیکھنے لگا۔

''مام۔ آپ کو بچپن کی باتیں بہت اچھی لگتی ہیں ہر وقت پرانی باتیں ریپیٹ کرتی رہتی ہیں۔'' جوجی صاحب کو ذورین کا انداز برا لگا۔

وہ اب ابراہام سے بزنس کے بارے میں بات کر رہا تھا اور اسے طرح طرح کے مشورے دے رہا تھا کہ بے کار بیٹھنے سے کیا بہتر ہے۔

جوجی صاحب نے منصورہ کو کچن میں آنے کا اشارہ کیا۔ وہ چائے کے لیے پانی چڑھانے لگے تھے۔

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

فرینک سامنے بیٹھا اپنا ہوم ورک مکمل کر رہا تھا ابھی باسکٹ بال کھیل کر آیا تھا اور اب کتابیں لے کر بیٹھ گیا تھا۔ منصورہ کچن میں آ کر چائے کے لیے کپس نکالنے لگی۔ وہ اور جوجی صاحب جب بھی گھر پر ملتے مل کر کچھ بناتے تھے اور یہی عادت فیصل کی بھی تھی۔ اس نے فیصل کے خیال کو جھٹکنے کے لیے کئی خیالات کو آگے آنے کا موقع دیا تھا۔

''فرینک قدرے بہتر لگ رہا ہے پہلے سے۔''

''ہاں شاید فرینک نے ذہنی طور پر قبول کرنے کی کوشش کی ہے۔''

''میں ویسے آپ سے شرمندہ ہوں اس روز آئی تھی تو آپ سے ملاقات نہ ہو سکی اور ابراہام شکل سے اتنا اپ سیٹ لگ رہا تھا کہ مجھے اس سے تو کچھ کہا ہی نہیں گیا سوائے اس کے کہ زندگی رکتی نہیں ہے اپنا خیال رکھا کرو۔ میں اسے کیا تسلی دیتی کہ وہ لوٹ آئے گی کیوں کہ اگر ایسا کہتی تو وہ ضرورت سے زیادہ خوش گمان ہو جاتا۔ عجلت کر بیٹھتا کوئی اور..... یہ بھی نہیں کہہ سکتی تھی کہ تم اس کا انتظار کرنا چھوڑ دو اس وقت میں جو بھی کہتی وہ یقین کر لیتا اس لیے کہ اسے پتا چل گیا تھا کہ میرا شیلی سے رابطہ ہوا ہے۔

''ہاں۔ میں پوچھنا چاہ رہا تھا تم سے۔ حالانکہ اس وقت میں گھر پر ہی تھا بس مجھے پتا چل جاتا تو نیچے آ کر تم سے مل لیتا یا تم ہی اوپر آ جاتیں پہلی بار تم گھر آ کر مجھ سے مل نہیں رہی تھیں۔'' وہ چائے کا پانی رکھتے ہوئے شکوہ کر رہے تھے۔

''آف کورس۔ آپ کو برا لگا ہو گا میں کافی شرمندہ ہوں۔ میں نے ذورین کے لیے لنچ کی تیاری کرنی تھی فرینک کو بھی بہت کم وقت دیا تھا میں نے۔ میں چاہ رہی تھی فرینک اپنی ماں کے بارے میں اتنا برا نہ سوچے۔ اس نے فرینک کے لیے تحفے بھیجے تھے۔''

''معلوم ہے۔ وہ سمجھتی ہے وہ کھلونے دے کر بہلا لے گی۔ اگر ماں کے حصے کا کام کھلونے کرتے اور ماں کے حصے کا پیار کھلونے دینے لگیں تو آج کا کوئی بچہ ماں کی محبت اور توجہ کا محتاج نہ ہو۔ بلکہ ہم سب ہی ایسے ہیں ہمارے لیے سب سے آسان انسانی پیار کو ٹھکرانا بن گیا ہے۔''

''ایسا نہیں ہے۔'' حالانکہ وہ جانتی تھی وہ اسے کیا کہنا چاہتے ہیں۔

''آپ مجھ سے پوچھیں گے نہیں کہ شیلی سے میری کیا بات ہوئی؟'' وہ گفتگو کا رخ خود سے ہٹانا چاہ رہی تھی۔

''شیلی ابراہام سے بھاگی رہی ہے۔ وہ اوب گئی ہے میرے سیدھے سادھے پیٹے سے۔ اسے لگتا ہے ابراہام کے اندر زندگی نہیں خوشی نہیں۔ درحقیقت ان دونوں کے اندر اور کیا خفیہ کھچڑی پکتی رہی ہے اس کا میں صرف اندازہ ہی لگا سکتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اندازہ کسی حد تک ٹھیک ہے۔ مگر تم رہنے دو منصورہ..... اچھا ہوا شاید، اس دن ہماری بات نہ ہو سکی۔'' وہ بہت افسردہ ہو گئے تھے۔

منصورہ ان کے ہاتھ سے کپس لے کر خود دھونے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کاش اس روز ذرا دیر رک پاتی تو انہیں بخوبی قائل کر لیتی یا پھر تسلی ہی دے دیتی یا پھر یہ تھا کہ ابراہام کو ذہنی طور پر تیار کر لیتی۔ کبھی کبھار کچھ لوگوں کو آپ کی ضرورت ہوتی ہے مگر آپ ان کے لیے وقت نکال نہیں پاتے یا نکالتے نہیں اسے ذرا دیر کو لگا تھا کہ وہ رشتوں کے بارے میں سیلفش ہو رہی ہے یا پھر یہ کہ صرف ایک رشتے پر توجہ رکھ رہی ہے۔

''تم اسے پکڑ کر رکھنا چاہتی ہو۔ وہ مگر نہیں رکے گا منصورہ۔'' جوجی صاحب اسے سمجھ جایا کرتے تھے۔

وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

''وہ میرے لیے آیا ہے جوجی صاحب۔''

''وہ صرف چھٹیاں گزارنے آیا ہے اور تھوڑا وقت تمہیں دے کر بس کچھ ازالہ کرنے آیا ہے۔ وہ چلا جائے گا۔۔ اس کا ہر اک انداز بتا رہا ہے کہ وہ

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

ثاقب الحسن کا سگا بیٹا ہے۔''

''وہ میرا بھی تو بیٹا ہے جو جی صاحب.....''

''مگر وہ تم پر نہیں گیا منصورہ.....باپ پر گیا ہے وہ۔''

''جو جی صاحب! وہ میرا بیٹا ہے۔ میرا خون ہے۔ میرے لیے سب کچھ ہے جیسے آپ کے لیے ابراہام ہے۔''

''ہاں۔ منصورہ۔ ٹھیک کہتی ہو۔ تمہارا خون ہے تمہارا بیٹا ہے جس کے لیے تب تمہاری قربانی بچتی تھی جب وہ چھوٹا تھا۔ تمہارا احتاج تھا مگر اب نہیں۔ ایک مسافر کے لیے تم نے آدھی زندگی تیاگ دی۔'' وہ تلخی سے کہتے ہوئے چائے کیتلی میں ڈالنے لگے ان کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ منصورہ کے دل کو کچھ ہوا تھا لفظ مسافر سن کر۔

''آپ میرے بیٹے کے لیے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔''

''میں تمہارے لیے ایسی باتیں کر رہا ہوں منصورہ بی بی.....تمہاری بقیہ زندگی کے لیے۔''

''مجھے نہیں چاہیے ایسی ہمدردی جو مجھے اپنے ہی خون سے خائف رکھے۔''

وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگے، اس حیرت میں بس دکھ تھا۔

''اس وقت تم نے فیصل کے ساتھ ہی برا نہیں کیا۔ کسی کے ساتھ بھی کر سکتی ہو۔ پہچان کھو رہی ہو تم اس خوش فہمی کے پیچھے۔ جو بہت جلدی تمہاری نظر میں صاف ہو جائے گی۔'' وہ ٹرالی سجا کر آگے چلے گئے۔

منصورہ نے آج ان کے گھر کی چائے کو مروتاً کڑوا گھونٹ سمجھ کر اتارا تھا اور جلدی اٹھ گئی۔

واپسی پر ذورین سارے راستے ابراہام کا مذاق اڑا رہا تھا کہ ایک عورت کی خاطر اس نے خود کو تباہ کر لیا ہے۔ عورت بھی وہ جو اسے ٹھوکر مار کر چلی گئی ہے اور وہ بے ہمتی سے آنسو بہا رہا ہے۔ میں ہوتا تو طلاق کے کاغذات بنوا رہا ہوتا۔

''چاہے تم اس کے ساتھ محبت کرتے۔'' اس نے بے ساختہ پوچھا۔

وہ اس سوال پر تھوڑا سا گڑبڑایا۔

''مجھے افسوس ہوتا، مگر کوئی آپ کے ساتھ نہیں رہنا چاہے تو آپ کم از کم بیٹھ کر اس کی یاد کا سوگ نہیں منا سکتے۔''

''ہاں۔ ٹھیک کہتے ہو، مگر محبت تو اہمیت رکھتی ہے ناں ذورو؟''

''مام.....اتنا سینسٹو نہیں ہونا چاہیے۔'' وہ بس اتنا کہہ سکا۔

''میں تو ہو سکتی ہوں نا تمہارے بارے میں، میں تو تمہاری ماں ہوں نا۔''

''آپ بہت ان سیکیورٹی پالتی ہیں مام۔ ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔''

وہ تھکے ہوئے انداز میں چپ ہو گئیں۔

''میں خود بھی ایسا سوچنا نہیں چاہتی ذورین۔''

''تو پھر مت سوچیں نا۔''

''نہیں سوچتی۔ تم جو ہو میرے ساتھ۔'' اس نے بہت پیار سے اس کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دیا۔

''کبھی کبھار آپ مجھے بالکل بچوں جیسی لگتی ہیں مام۔''

''ہاں تو حرج کیا ہے پہلے تم بچے تھے اب میں بن جاتی ہوں۔ تمہارے نانا بھی ایسے ہو گئے تھے آخری وقت میں۔''

''افوہ اوہ مام.....آپ تو ینگ ہیں ایسی باتیں نہ سوچا کریں۔''

''ینگ بھی اولڈ ہو جاتا ہے بچے۔''

''کم آن مام.....'' وہ ہنس پڑا۔ ''ابھی تو وقت پڑا ہے۔''

''وقت جلدی گزر جاتا ہے ذورو۔ کبھی میں بچی تھی پھر شادی ہوئی تم ہوئے۔ تم کو پالا، تم بچے تھے تم بڑے بنے اور اب تم جوان ہو۔ ایک عرصہ میں نے تمہارا انتظار کیا ہے وقت جلدی گزرتا ہے ذورو۔ مگر

Waqar Azeem
Pakistanipoint

انتظار کا وقت بہت دیر سے گزرتا ہے..... بہت مشکل سے گزرتا ہے..... بہت مشکل سے۔'' اس کی آواز میں نمی آ گئی۔

''ٹیک اٹ ایزی۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔'' اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا تھا تو وہ قدرے پرسکون ہوتی گئی اور خاموش آنسو بہنے لگے۔ آنسو جنھیں دیکھ کر اس کا بیٹا چپ اور حیران و پریشان تھا۔ آنسو جنہیں اس کا باپ نہیں سہہ پاتا تھا۔ اور اسے لمحے کو یاد آیا کہ ثاقب الحسن نے اسے آنسوؤں کے کتنے تحفے دیے تھے بے حساب بے شمار۔

☆☆☆

جانے کیوں سب لوگ بدل جاتے ہیں، دنیا بدل جاتی ہے، رویے بدل جاتے ہیں اسے ذورین کے آنے کے بعد سوائے ذورین کے سب سے شکایت ہونے لگی تھی۔ ایک جو جی صاحب تھے جو مسلسل اسے ہی قصور وار ٹھہرا رہے تھے اور ایک رومیصہ تھی جو ایک بار بھی نہیں آئی تھی کہ آ کر کوئی کام وغیرہ پوچھ لیتی یا ذورین سے ہائے ہیلو کر دیتی اسی کی وجہ سے اور جب اسے کہا تو ہنستے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ کے بیٹے میں میرا کیا کام اور پھر میری ساس آج کل بہت خوش ہیں کہ بہو گھر میں بیٹھی ہے کم از کم اب وہ مجھ سے چوری چھپے اپنے بیٹے سے بات نہیں کر سکتیں۔''

''سہیل کا رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ؟''

پہلے تو اسے غصہ آیا پھر ہنسی اس کی بات پر پھر فوراً ہی اس کا خیال آیا تھا۔

''بس ٹھیک ہے۔ اس سے میں نے اب اچھے کی امید رکھنا چھوڑ دی ہے۔ اپنی تو نہیں مگر بیٹی کی تصویریں اسے روز بھیجتی ہوں۔ آپ ٹھیک کہتی تھیں کہ کبھی کبھار صبر بھی کام آ جاتا ہے وہ میری نہ تعریف کرے نہ دکھ سنے۔ مجھے پروا نہیں ہوتی جب قبول کر لیا جائے تو سب آسان ہو جاتا ہے۔ وہ جیسا ہے بس قبول کیا تھا تو کر لینا چاہیے تھا۔ مجھے یاد ہے آپ نے ایک دفعہ کہا تھا جب قبول ہے قبول ہے کہتے وقت ہم کسی کو اگر اس کی خامیوں خوبیوں سمیت قبول کر لیں تو آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ سے ملی نہیں مگر آپ کی نصیحت یاد ہے۔''

یہ رومیصہ کو اتنی عقل اچانک کہاں سے آ گئی کچھ تو حیرت سے سوچتے ہوئے وہ خوش بھی ہوئی کہ چلو اس نے گھر بیٹھ کر ہی اس کی باتوں پر غور تو کیا۔

''چلو۔ خوش رہو۔ میں بھی کسی ٹائم چکر لگا لوں گی۔'' اس نے کہتے ہوئے فون رکھا اور دل ہی دل میں دعا کی تھی کہ خدا کرے رومیصہ کا گھر بسا رہے اور بچا رہے۔

یہ سمجھوتا تو اس نے بھی کیا تھا جب ثاقب الحسن کو قبول کیا تھا تو اس کی خامیوں کو بھی برداشت کیا۔

یہ برداشت اور قبول کرنے میں فرق ہے۔ اس نے خود کو ہی سمجھایا۔ دراصل سہیل کچھ بہتر ہے ثاقب الحسن کے مقابلے میں یا پھر رومیصہ کچھ صبر والی ہے۔ چلو اس پر وہ قیامت نہیں آئی جو مجھ پر آئی تھی۔ وہ کم از کم زبردستی کی شادی میں ناپسندیدہ شخص کے ساتھ نہیں بندھائی گئی، جو اچھا لگے اس کی چند بری باتیں سمجھنا قدرے آسان ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ جو ناپسندیدہ جوڑ بھی ہو اور ناپسندیدہ برتاؤ بھی۔

ثاقب الحسن کی زندگی میں جانے کے بعد پہلی رات سے لے کر آخری رات جو اس گھر میں گزاری گئی تھی وہ ناپسندیدگی کی شکار ہو گئی تھی۔ پہلی رات ہی اس نے جتا دیا کہ تم میری زندگی میں صرف میری ماں کی وجہ سے آئی ہو۔

سترہ سال کی خوب صورت اور خوش گمان لڑکی جس نے اپنی زندگی کے لیے کئی انوکھے خواب دیکھے ہوئے تھے۔ شادی کے بعد پہلی بار پھیکے گئے تو اس کی آنکھوں میں جو پہلے چمک ہوا کرتی تھی وہ بڑھنے کے بجائے گھٹ سی گئی تھی۔ سب ٹھیک تھے۔ نا آشنا تھے۔ بے پروا تھے۔ مگر ایک اباجی تھے جن کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ اور اسے لگا یہ وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے اس زیادتی کا بوجھ اپنے دل پر لیا تھا۔

یہ شادی صرف اور صرف ایک بوجھ تھی اور اس

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کے صرف چند دن کچھ بہتر گزرے تھے جب تک پھوپھی ساس زندہ تھیں۔ اس کی شادی کے سوا مہینے بعد وہ اچانک ہی مالکِ حقیقی کے پاس چلی گئیں اور منصورہ اس گھر میں اور ہی بے چاری بے بس اور لا چار سی ہو کر رہ گئی تھی۔

ماں کا چالیسواں ہوئے چند دن گزرے تھے اور ثاقب الحسن اپنی پسند سے شادی کر کے ماہم منیر کو گھر لے آئے تھے اور اسی رات اس نے سوچا تھا کہ آج جب وہ ثاقب الحسن کو بچہ ہو جانے کی خوش خبری دے گی تو اس کے دل میں معمولی سہی مگر جگہ بنانے میں کامیاب تو ضرور ہی ہو جائے گی پھر اس بچے کی پیدائش تک نہ چاہتے ہوئے بھی ثاقب الحسن کو اس کا خیال رکھنا پڑے گا اور پیدائش کے بعد پرورش کے دوران وہ اس بچے کی صورت بہت مضبوط رشتے میں جڑ جائیں گے اور محبت نہ سہی مگر رشتے کو چلانے کے لیے کم از کم ایک دوسرے کی محتاجی، پروا اور انسیت ضرور کام آئے گی جو زندگی کو کسی حد تک ضرور سنبھال سکے گی۔

مگر وہ اسی رات اپنی من پسند محبوبہ کو بیاہ لایا تھا۔ ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ اس کا لہجہ خوش تھا۔ انداز نرالا تھا۔ ثاقب الحسن کے چہرے کی خوشی چھپائے نہیں چھپتی تھی۔

☆☆☆

یہ ساڑھے چار مہینے جیسے ساڑھے چار سالوں کی طرح گزرے تھے۔ ذورین کے لیے اتنے طویل مگر اس کے لیے اتنے مختصر مگر بوجھل۔ اسے قلق ما کے دوسرے مسائل کی وجہ سے شاید وہ بیٹے کو وہ وجہ نہیں دے سکی تھی یا پھر بیٹا اسے توجہ دیتے دیتے تھک گیا تھا۔ وہ عنقریب جانے والا تھا۔ اس کی شادی ثاقب الحسن کی مرضی سے طے پائی تھی۔ ثاقب حسن نے دونوں بیٹوں کی اکٹھے شادی کی تھی۔ زین اپنی مرضی سے شادی کر رہا تھا۔ وہ کوئی عام سے گھر کی لڑکی تھی اور ذورین نے ان کی پسند سے نکاح کیا تھا اس کا خیال تھا۔ وہ ذورین کے لیے خود لڑکی ڈھونڈے گی۔

مگر ایسا نہیں ہونا تھا۔

اسے حیرت ہوئی کہ زین بالکل ویسا تھا جیسے ذورین کو ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ اس کی ماں قطعی مختلف تھی وہ اپنی ماں کے اپوزٹ تھا۔ وہ نیچے اتر کر سب سے مل رہا تھا۔ وہ دولہا تھا مگر گیٹ پر کافی دیر کھڑا رہا تھا اسے زین نے آگے کی نشستوں میں سے ایک نشست پر جا بٹھایا تھا۔ اس سے حال احوال پوچھا تھا اس کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا تمیز تھی۔

تمیز تو ذورین میں بھی تھی مگر ایسا کیا تھا جو وہ ذورین میں دیکھنا چاہتی تھی مگر دیکھ نہیں پا رہی تھی..... ایسا کیا تھا جسے نظر انداز کرنے کے لیے اس نے سب کو نظر انداز کیا تھا۔

ذورین نہ غمگین تھا نہ خوش تھا زیادہ، بس مطمئن تھا۔ اسے ایک لمحے کو لگا کہ بس اب ذورین اس کے ہاتھ سے گیا۔ ثاقب الحسن بھی بیٹھا تھا۔ یہ شخص آج بھی اتنا ہی مغرور تھا۔ اسے لگا وہ آج بھی اسی طرح سے جیت گیا ہے۔ وہ بہت جلدی اٹھ آئی۔

ذورین اگلے دن آیا۔ وہ اب گھر سے اپنی چھوٹی چھوٹی چیزیں سمیٹ رہا تھا اور اسے لگ رہا تھا وہ اس کے دل کی بھی ننھی ننھی امیدیں توڑ کر جا رہا ہے۔

اس نے سوچا وہ اسے روک کر دیکھ لیں۔

''تم مزید نہیں رک سکتے ذورو؟''

''نہیں سوری مام۔ بہت دن ہو گئے ہیں۔''

''چار مہینے بہت ہوتے ہیں؟''

''چار مہینے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔'' وہ ہنسا۔

''اچھا ٹھیک ہے، رخصتی کب ہے؟''

''بس اب ولیمہ ہو گا مام۔''

''ولیمے کی تقریب تمہارا باپ ہی کرے گا؟''

''آف کورس مام۔'' وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

''شادی کے بعد ماں کے پاس نہیں رکو گے؟''

''آں..... ملنے آؤں گا۔ آئی مین ہم ڈنر اکٹھے کریں گے اسی ہفتے ہماری فلائٹ ہے باہر کی۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''وہ یہاں ایک ہفتہ نہیں رہ سکتی ذورو؟''

''مام۔ اسے پرابلم ہوگی۔'' وہ بالآخر کہنے پر مجبور ہوگیا۔

''تمہیں ہوتی ہے پرابلم؟''

''نہیں۔ میں آپ کا بیٹا ہوں، اس لیے اگر ہو گی بھی تو فرق نہیں پڑے گا۔''

''اگر تمہیں نہیں ہوتی تو اسے بھی نہیں ہونی چاہیے۔''

''مام پلیز۔ یہ کوئی بات نہیں ہوئی۔''

''کیوں نہیں ہوئی۔ ذورین، میرے پاس بڑا نہ سہی مگر گھر تو ہے نا۔ کمرہ ہے..... اٹیچ باتھ ہے..... کچن ہے ڈائننگ ہال ہے۔ وہ سب جو گھروں میں ہوتا ہے۔ چاہے بہت زیادہ خوب صورت نہ سہی مگر ضرورت تو پوری ہوسکتی ہے نا۔''

''آپ بلاوجہ یہ سوچ رہی ہیں۔'' اس کا یہ بڑا سوٹ کیس پیک ہو چکا تھا۔ جو اس نے نیچے رکھ دیا تھا۔

''کتنے دن ہو یہاں پر؟''

''دو تین دن..... شاید پرسوں وینس ڈے کو جانا ہوگا، تھرسڈے کو ولیمہ ہے۔'' وہ اسے جتا رہا تھا کہ وہ بہت عین موقعے پر جا رہا ہے۔

''تم خوش ہو؟'' وہ اس کے سامنے رونا ہرگز نہیں چاہتی تھی۔

''میں..... شاید..... ہاں..... اس سے فرق نہیں پڑتا۔''

''کیوں نہیں پڑتا۔ پڑتا ہے تمہارا بھائی بہت خوش ہے؟''

''اچھی بات ہے۔''

''کوئی بھی رشتہ خوشی کے بغیر کیسے جوڑا جا سکتا ہے ذورین؟'' وہ نہیں چاہتی تھی کہ جو اس کے ساتھ ہوا وہ اس کے بیٹے کے ساتھ ہو۔

''میں بہت زیادہ اوور سینسٹیو ہونا نہیں چاہتا علیزے اچھی لڑکی ہے۔''

''ہاں تمہارے باپ کی پسند ہے۔'' وہ اس کی بات پر چپ ہوگیا۔ ''اور بہت بڑے سیاست دان کی بیٹی ہے..... کوٹھیاں ہیں اس کے نام۔ سب کچھ ہے۔''

''مام پلیز۔'' اسے یہ سب سننا برا لگ رہا تھا۔ حالانکہ یہ سچ تھا۔

''سب کچھ تو وہ لے کر آئے گی۔ ذورین۔ پھر تم کیا کرو گے؟''

''میں سب کچھ کروں گا آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ بھی تھوڑا سا تلخ ہوا۔

''اس طرح وہ کبھی تمہاری قدر نہیں کرے گی ذورین..... کبھی نہیں مجھے وہ لڑکی ایسی نہیں لگتی۔۔''

''مام۔ پلیز۔ آپ اپنی ان سیکیورٹیز کو اپنے تک رکھیں میں آئندہ ایسا کچھ نہیں سننا چاہتا آپ سے..... پلیز۔ اور اب میں سونا چاہتا ہوں اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو..... میں لائٹ آف کروں گا۔'' وہ کچھ لحاظ اور کچھ رکھائی سے کہتا ہوا ساکٹ بورڈ کی طرف بڑھا۔

وہ اسے قدرے افسوس سے دیکھتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف آ گئی۔ اسے احساس تھا کہ وہ زیادہ بول گئی ہے مگر افسوس تھا ذورین کے فیصلے کا۔ اپنے انتظار کا۔ محبت کا۔ اور خوش فہمی کے اندر چھپی غلط فہمی کے چھٹ جانے کا۔

☆☆☆

اگلی صبح ذورین نے ناشتا نہیں کیا۔ اس کا سامان پیک تھا۔ وہ دن بھر گھر سے باہر رہا تھا۔ رات آیا تو اس نے خاموشی سے ڈنر سجا دیا تھا۔

''میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔'' وہ بڑے آرام سے کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

آج تو ہو بہو وہ ثاقب احسن کا بیٹا لگ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ وہ اس کا کارڈ پڑھے گا تو نرم ہو جائے گا۔ وہ سوری کا کارڈ اس کے بیڈ کے سرہانے پر چسپاں کر آئی تھی۔ وہ معافی جو اس نے شوہر سے کبھی نہیں مانگی۔ معمولی تلخ کلامی پر بیٹے سے اس لیے مانگی کہ اسے روکنے میں مدد ملے۔ ہوسکتا ہے وہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ماں کے لیے سوچے۔ ہوسکتا ہے اسے دکھ ہو ماں سے تلخ کلامی کا۔ اسے خود ہی ڈنر کے برتن واپس رکھتے ہوئے افسوس ہوا تھا کہ کبھی وہ وقت تھا جب ماں باپ بچوں پر بے وجہ بھی گرجتے تھے اور بچے دبک کر کونا پکڑ لیتے تھے اور آج وہ جدید وقت ہے کہ بچوں کے ساتھ تلخ کلامی پر ماں باپ شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ یہ شاید ہر جگہ تبدیلی آئی ہے یا پھر وہ ہی دنیا کی بے بس ماں ہے۔ جب بیوی تھی تو بے بس ترین بیوی تھی۔

سترہ سال کی عمر میں کیا نہیں تھا کم عمری، خوب صورتی، معصومیت، صبر سب کچھ تو تھا ہی۔ پھر کیا کمی تھی کہ شاید صرف محبت کی کمی تھی۔ وہ جو ثاقب الحسن کو ماہم منیر سے تھی۔ اور ماہم منیر کی اس گھر میں وہ حیثیت تھی جو اس کی نہیں بن پائی۔ ڈلیوری جب نزدیک آئی تو ماہم ایکسپیکٹ کر رہی تھی اور اس کا خیال ہاتھ کے چھالے کی طرح رکھا گیا تھا۔ ڈلیوری کے وقت ثاقب الحسن ماں کے پاس ہسپتال تھے اس کے چیک اپ کے لیے اور اس کے پاس صرف اس کی بھابھی، بھائی اور باپ تھے۔ ثاقب الحسن صرف بیٹے کو دیکھنے آئے اور ہسپتال کے اخراجات دے کر چلے گئے۔

چند ماہ تک وہ بھابھی کے گھر رکی تھی پھر باپ کو پریشانی سے بچانے کے لیے گھر آئی بھی تو ثاقب الحسن کے گھر چلی گئی جہاں اس کا الگ پورشن تھا۔ ضرورت کی اشیاء تھیں۔ چھوٹا سا بچہ تھا مگر اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

ذورین کے ہر ماہ کے ٹیکے کے لیے وہ اکیلی جاتی تھی۔ زین کی پیدائش کا گھر میں بہت بڑا جشن ہوا تھا۔ ذورین چند ماہ کا تھا صرف اور وہ ماں کی گود میں تھا۔ جشن میں وہ نہ شامل ہوئی نہ ہی اس کی کوئی خاص ضرورت سمجھی گئی۔

ہر ممکن کوشش کی اس نے گھر بنا کر رکھنے کی مگر وہ گھر جو صرف اینٹوں اور رنگوں سے بنا ہوا ہو جس میں ''ہمارے'' اور ''ساتھ'' نامی کوئی احساس نہ ہو تو

اس گھر میں کب تک رہا جا سکتا ہے آخر.....

ذورین تیرہ ماہ کا تھا جب وہ باپ کے گھر آ گئی۔ اس کے بھائی کو تب بھی اعتراض ہوا کہ گھر کیوں چھوڑ آئی ہے۔ ذورین ڈھائی سال کا تھا جب ثاقب الحسن اسے لینے آیا اور احمد صاحب نے بیٹی کو ایک بار پھر سمجھوتے کے لیے تیار کر لیا۔ وہ پھر سے بچہ لے کر شوہر کے ساتھ چلی گئی۔ فرق صرف اتنا آیا کہ وہ آ کر خبر لے لیتے۔ ماہانہ اخراجات اس کے اکاؤنٹ میں آ جاتے تھے۔ پرسنل گاڑی تھی، ڈرائیور تھا وہی پورشن تھا جس کے نچلے حصے میں زین کی چہکاریں گونجتی تھیں اور اوپر وہ ذورین کو بہلاتی رہتی۔ ثاقب الحسن برائے نام واسطہ رکھتے چلے آ رہے تھے۔ ماہم کا نہ صرف گھر پر بلکہ ثاقب الحسن کے دل پر ہولڈ تھا حکومت تھی۔

اس نے ایک بار ثاقب الحسن سے بات کرنے کی کوشش کی بھی تو نتائج منفی ملے۔ وہ الٹا اس پر بگڑ گیا تھا کہ سب کچھ تو دے رہا ہے۔ اور کیا دے سکتا ہے۔ وہ کہہ نہ سکی تعلق اور محبت تو نہیں ہے۔ بس سامان وہیں چھوڑ کر باپ کے پاس چلی آئی اور پہلی بار ان کے سامنے رو پڑی تو انہوں نے اس کا فیصلہ بھی پوچھ لیا۔ اس نے تو زبان سے کہا مگر اگلے چند دنوں میں ثاقب الحسن کی طرف سے آزادی کا پروانہ بھی مل گیا اسے کوئی دکھ نہ ہوا جتنا دکھ ثاقب الحسن کے ساتھ اس گھر میں محرومی کے احساس کے ساتھ ملا تھا۔ وہ اس چھٹکارے سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ مگر اس نے محسوس کیا کہ باپ ڈھے سا گیا ہے۔ ان ہی دنوں جوجی صاحب کا ان کے گھر آنا جانا زیادہ ہوا تھا انہوں نے اسے جاب کا نہ صرف مشورہ دیا بلکہ اسے مزید پڑھنے کے لیے اکسایا ان دنوں اس نے گریجویشن کمپلیٹر کر لیا اور ذورین کو جس اسکول میں داخل کیا تھا وہیں پرائیویٹ جاب بھی مل گئی تھی۔

احمد صاحب چاہتے تھے کہ پھر سے بیٹی کا گھر بسا دیں مگر اس بار اس نے سختی سے منع کر دیا تھا۔ وہ ایک تجربے سے تھک چکی تھی پھر ذورین کو چھوڑنا اس

Waqar Azeem
Pakistanipoint

کے بس میں نہیں تھا۔ باپ تو برائے نام ملنے آتا تھا۔ جو خرچا بھجواتا وہ پہلے پہل اس نے لوٹا دیا مگر پھر جو جی صاحب نے اسے سمجھایا کہ یہ زورین کا حق ہے، اس کے اکاؤنٹ میں جمع کروائی جاؤ۔ اگر خرچ ہوگا تو بھی اس کا بچے گا، تو بھی اس کے لیے۔

مہینے میں ایک دو بار ثاقب الحسن ایک دو گھنٹے کے لیے ملنے آتا تھا وہ بچے کو باپ سے کاٹنا نہیں چاہ رہی تھی۔

ان ہی دنوں احمد صاحب دل کے دورے کے سبب اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اس کا دنیا میں جیسے کوئی رہا ہی نہیں۔ جو جی صاحب نہ ہوتے تو وہ بکھر ہی جاتی۔ وہ خبر گیری کرتے رہتے تھے کچھ روز ہی بھائی بھابی ٹھہر سکے تھے۔ اس کے بعد وہ بھی چلے گئے۔ اس نے اپنی تمام تر زندگی کا مقصد بس زورین کو سمجھ لیا تھا۔

ان ہی دنوں اس نے ٹیسٹ کلیئر کیا اور وہ پرائمری ٹیچر سے لیکچرر بن گئی۔ تنخواہ بڑھی، مصروفیت بڑھی زورین کو اسکول سے لے کر پھر شام کو خود بیٹھ کر پڑھاتی تھی اسے لگا بس زندگی ایسے گزر جائے گی زورین بڑا ہوگا اور سارے دکھ دھل جائیں گے۔ اسی دوران ثاقب الحسن نے زین کے ساتھ زورین کو بھی ہاسٹل بھیجنے کی بات کی۔ اسکول بہت شاندار تھا زورین نے بھی ٹیسٹ کلیئر کر لیا تھا۔ وہ بیٹے کے فیوچر میں مخل نہیں ہونا چاہتی تھی جا کر خود چھوڑ آئی۔ ہر تین ماہ بعد مل آتی اور چھٹیوں کے دو ماہ میں زورین ایک مہینہ ماں کے پاس تو ایک مہینہ باپ کے پاس رہتا تھا۔ اس کی زندگی میں وہی تنہائی چپ اور خامشی در آئی تھی اور ان ہی دنوں فیصل کی گاڑی کے ساتھ اس کی کھٹارہ گاڑی کی ٹکر ہوئی تھی اور وہ فیصل کے ساتھ اس کی پہلی ملاقات تھی۔ یہ آگے کی ملاقاتوں کے لیے ایک بہانہ بن گئی تھی۔

☆☆☆

اس نے سوری کا کارڈ پڑھ لیا تھا۔ اور اسے کچھ تعجب بھی ہوا تھا۔ بہر حال یہ احساس تو ضرور ہوا کہ اچھے طریقے سے بات کرنے کا وقت آ گیا ہے اس لیے ان کے کمرے کی طرف آ گیا۔

''اوہ۔ سوری مام۔ آپ شاید کسی سے بات کر رہی ہیں۔ میں چلتا ہوں۔''

ادھ کھلے دروازے سے جھانکا تو دیکھا کہ وہ اکیلی بیٹھی ہوئی ہے اور ہلکی سی بڑبڑاہٹ سے لگا کہ وہ شاید کسی سے فون پر بات کر رہی ہوں۔ اس کی بڑبڑاہٹ سن کر ہٹ گیا۔

''نہیں۔ زورین میں بات تو کر رہی ہوں مگر تم اندر آ سکتے ہو۔'' وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔ وہ نرم لگ رہی تھی پہلے کی نسبت۔ زورین کو لمحے کے لیے لگا کہ وہ بدل سکتی ہیں۔ خود اسے بھی حیرت ہو رہی تھی اپنی نرمی کی۔

''مگر آپ فون پر بات کر رہی ہیں شاید۔ آپ بات کر لیں ہم اس کے بعد ملتے ہیں۔'' وہ اب تک وہیں کھڑا تھا۔

''میرے پاس فون کہاں ہے زورین، میرا فون تو باہر رکھا ہے بیٹے۔'' وہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''اچھا۔'' وہ حیرت سے کہتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

''مجھے لگا آپ کسی سے بات کر رہی ہیں۔''

''ہاں بات تو میں کر رہی تھی بیٹے۔''

''خود سے! آئی مین خود کلامی کی عادت ہے آپ کو؟''

''نہیں نہیں..... میں اپنے ابا سے بات کر رہی تھی تمہارے نانا سے۔'' ان کی آواز کی نمی بھی نمایاں ہونے لگی تھی لہجے میں۔ زورین نے کچھ حیرت سے دیکھا اور پھر سامنے سائڈ ٹیبل پر رکھی تصویر پر نظر گئی۔

''یہ..... ان کی تصویر ہے۔ نانا کی۔''

''ہاں۔ یہ تمہارے نانا کی تصویر ہے۔ بہت چھوٹے تھے تم جب ان کی ڈیتھ ہوئی تھی۔ تب سے میں روزانہ ان سے بات کرتی ہوں زورین۔''

''اچھ..... چھا.....'' اسے کچھ اچنبھا ہوا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''جواب ملتا ہے تصویر سے؟''

''ہاں ملتا ہے۔'' عجیب سی مسکراہٹ تھی اس کے چہرے پر جس میں تکلیف بھی تھی سرور بھی۔

''تصویر سے؟''

''ہاں..... تصویر سے..... تصویر خالی نہیں ہے رین اس میں وہ ہیں..... اس میں تمہارے نانا ں۔''

''مگر تصویر تو بے جان ہوتی ہے مام۔'' وہ ان ے سامنے بیٹھ گیا تھا کرسی کھینچ کر۔

''احساس بے جان نہیں ہوتا ذورو۔ تم کبھی ت کرو گے تو تمہیں پتا لگے گا کہ تصویر سے بھی ب آتا ہے۔''

''میں خود کو ایسے نہیں بہلاتا مام۔'' منصورہ نے ں انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''کوئی بات نہیں۔ ہر کسی کا اپنا ہی طریقہ ہوتا ۔''

''دیکھیں۔ خود کو بہلانے کے اور بھی طریقے تے ہیں۔''

''ہاں۔ ہوتے ہوں گے ذورو۔ مگر مجھے یہی ہے۔''

''اچھا۔''

وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اسے یاد آیا کچھ پہلے وہ پودوں سے بات کر رہی تھی۔ جا کر ا تو کہنے لگی۔

''ذورین پتا ہے یہ پودا پھلا پھولا ہے بہت کہ اسے توجہ ملی ہے..... محبت ملی ہے۔ اگر ہر ے کو اس طرح توجہ ملے تو وہ پھل پھول سکتا ہے۔ سکتا ہے۔''

''توجہ تو ہر کسی کو ہی چاہیے..... کسے نہیں چاہیے ۔'' ذورین کو اس کی بات سے اختلاف نہیں تھا۔ ہ اس کی حساسیت پر فکر مند ہوا تھا۔

''آپ باہر نکلتی ہیں مام؟''

''باہر سے مراد؟ تمہیں تو پتا ہے ہر جگہ نکلنا ہوتا ..... جاب پر..... پڑوس میں ہر اس جگہ جہاں آپ کا کوئی واسطہ ہو..... تمہیں پتا تو ہے..... سب سے تو ملے ہو امبرین باہر گئی ہے..... رومیصہ کو اس روز پارک میں دیکھا تھا نانا جو بچی کو ٹہلا رہی تھی۔ بس اس کے علاوہ جوجی صاحب کی فیملی ہے۔'' وہ صفائی جو باپ کو نہ دی بیٹے کو خوشی خوشی دے رہی تھی۔

''ردا آپ کی کوئی اسٹوڈنٹ ہے؟'' اسے یاد تھا کہ ایک نام حذف کر لیا گیا ہے۔

''ہاں..... ردا..... فیصل کی بیٹی ہے..... اور فیصل..... فیصل میرا بہت اچھا دوست تھا بلکہ ہے۔ مگر ان دنوں یہ ہے نا کہ..... وہ گیا ہوا ہے اپنی فیملی کے پاس..... اپنی بیوی کے.....'' وہ گڑبڑاہٹ میں کہہ رہی تھی۔ ذورین نے اس کی طرف دیکھا اور پھر رخ پودوں کی جانب کر لیا۔

''کافی دوست ہیں آپ کے۔ میں سمجھا تھا آپ ایک ہاؤس وائف کی طرح زندگی گزار رہی ہیں۔'' وہ سمجھ نہ پائیں کہ یہ جملہ اس نے تسلی محسوس کرتے ہوئے کہا تھا یا پھر افسوس سے۔ البتہ اس کے لہجے میں خوشی کا شائبہ تو نہیں تھا۔

اور اب بھی اس کا یہی حال تھا۔

''مام..... کل..... میں آپ کو کسی سے ملوانا چاہتا ہوں۔''

''ملوانا..... ہاں ضرور..... تمہارا کوئی فرینڈ ہے؟''

''یہ تو سیکریٹ ہے نا، ملنے کے بعد پتا چلے گا۔''

''اوکے۔'' وہ مدھم مسکرائی۔ وہ کس سے ملوانا چاہ رہا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ مگر فی الحال آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے لگتی جا رہی تھی۔ وہ بس کسی طور اس کو خود سے باندھنا چاہ رہی تھی جس کے باندھنے کی خاطر اس نے کئی گرہیں کھول دی تھیں۔

☆☆☆

اگلے دن رومیصہ آئی تھی۔ اس نے آدھا دن رومیصہ کے ساتھ گزارا تھا۔ وہ بتا رہی تھی کہ اسی ہفتے

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

وہ سہیل کے پاس ایک ڈیڑھ ماہ کے لیے جا رہی ہے۔ وہ اسے بلا رہا ہے۔ یہ سن کر اسے بہت اچھا لگا تھا۔ ہوسکتا ہے اب ان کا گھر بن جائے اچھے طریقے کے ساتھ۔ رومیصہ کے اندر بے دلی بھی تھی۔

''سچ تو یہ ہے میں تھک گئی تھی سہیل کے ساتھ لڑ لڑ کر۔ پھر میں نے سوچا میں اپنا حق لیے بغیر زندہ رہوں گی، اب اس سے کچھ نہیں مانگوں گی۔ جب یہاں آنا چھوڑ دیا تو سب کچھ چھوڑ دیا شکوے کرنا بھی۔ سوچتا بھی مگر اب سہیل کو شاید مجھ پر رحم آ گیا یا پھر اپنی بیٹی پر۔''

''تم خوش نہیں ہو رومی۔'' وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

''پتا نہیں۔ لڑائی اور شکایتیں دباتے دباتے بہت کچھ دب گیا ہے۔ سارے ہی احساسات دب گئے ہیں۔ نہ غم محسوس ہوتا ہے کسی بات کا نہ ہی خوشی۔'' وہ یہ کہتے ہوئے ان کی گود میں لیٹ گئی تھی سر رکھ کر۔

''آپ بہت اچھی ہیں میڈم منصورہ! آپ نے میرا بہت ساتھ دیا ہے میری لاپروائیوں کو نظر انداز کیا ہے۔ آپ سے مجھے ہمیشہ ماں کا احساس ملا ہے۔''

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ باتیں کرتے کرتے وہ اس کی گود میں سر رکھ کر سو گئی تھی۔

تھوڑی دیر میں ذورین آ گیا۔ تو قدرے حیرت سے دیکھنے لگا۔ اس نے آہستگی سے رومیصہ کا سر نیچے تکیے پر رکھا اور ذورین کو کچن میں آنے کا اشارہ کر کے خود بھی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

''بیٹھو، میں چائے بناتی ہوں تمہارے لیے۔ آج لنچ بھی نہیں کیا تم نے۔''

''میں نے لے لیا تھا لنچ ڈیڈی کے ساتھ..... اور چائے بھی۔''

''اوہ تم وہاں گئے تھے۔ چلو اچھا ہے۔''

''آپ یہ سب چھوڑیں، جلدی کریں ٹائم نکل جائے گا۔''

''ٹائم کیوں نکلے گا؟''

''آپ کو کہا تھا نا کسی سے ملوانا ہے آپ کو۔''

''اوہ ہاں یاد آیا۔ تو تھوڑی دیر بعد چلیں، ابھی رومی ہے گھر پر، سو رہی ہے۔''

''مام۔ پلیز، ٹائم لے لیا ہے میں نے۔''

''اچھا۔'' وہ چولہا بند کر کے مڑیں تو دیکھا رومیصہ اٹھ کر اسی طرف آ رہی تھی۔

''تم ہماری باتوں کی آوازوں سے اٹھیں۔''

''نہیں، مجھے خیال آ گیا کہ منی رو رہی ہوگی۔ میں چلتی ہوں۔'' وہ ذورین کو سامنے دیکھ کر ذرا جھجک کر بولی۔

''ہاں۔ ٹھیک ہے۔ مگر جانے سے پہلے ملنے آنا بلکہ ٹائمنگ بتا دینا انکل آنٹی کو ساتھ لے جائیں گے تمہیں سی آف کرنے ائیر پورٹ۔''

''یہ اچھا آئیڈیا ہے، چلتی ہوں۔ جاتے ہوئے اس نے ذورین کو بغور ایک نظر دیکھا۔ جو اسے کچھ عجیب لگا تھا۔

اس کے جاتے ہی وہ ذورین کے ساتھ نکلی۔ ذورین دوران سفر چپ تھا۔ ان کی باتوں کے جواب میں ہوں ہاں کر رہا تھا۔ گاڑی ڈاکٹر لائن کی طرف اس نے پارک کی تھی۔ اس نے سوچا کہ اس طرف تو کوئی ایسا ریسٹورنٹ نہیں نہ ملنے کے لیے ایسی کوئی خاص جگہ مگر اس کے کہنے پر وہ اس کے ساتھ پیچھے پیچھے آ گئی۔ اسے دومنٹ ویٹنگ ایریا میں بٹھا کر وہ آگے گیلری میں گیا پھر اس کے پاس آ کر اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

سامنے سائیکاٹرسٹ کا کلینک تھا وہ پہلے اسے حیرت اور پھر دکھ سے دیکھنے لگی۔

''اندر آئیں۔'' اسے وہی بیٹھنے کا اشارہ کیا جہاں ایک مریض بیٹھتا ہے۔ ڈاکٹر سلام دعا کرنے کے بعد اس سے کیفیات کا پوچھ رہا تھا کہ کیا محسوسات ہوتے ہیں، روٹین کیسی ہے وغیرہ۔

وہ خاموشی سے پہلے ڈاکٹر کو دیکھنے لگی اور پھر ذورین کو۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''مام..... ڈاکٹر آپ سے کچھ پوچھ رہے ہیں بتائیں نا انہیں اپنے بارے میں۔ وہ جو آپ خود سے باتیں کرتی ہیں کیا محسوس ہوتا ہے ایسا کر کے؟ اور ٹرینکولائزر بھی لیتی ہیں۔ میڈیسن کا ہی بتا دیں۔'' وہ کسی طرح اسے احساس دلا رہا تھا کہ وہ بیمار ہیں اور اسے علاج کی ضرورت ہے۔

''میں ٹھیک ہوں۔ ایک بالکل نارمل انسان۔ مجھے ان کے ٹریٹمنٹ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شکریہ آپ کا وقت برباد کیا گیا۔'' کہتے ہوئے وہ اٹھی۔ ذورین نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی مگر وہ تیزی سے کلینک سے نکل گئی۔ ذورین پارکنگ تک پیچھے آیا تھا۔ وہ تیزی سے روڈ کی طرف جا کر کھڑی ہوئی، بغیر بھاؤ تاؤ کیے رکشے میں بیٹھی اور گھر آ کر کرایہ ادا کیا۔ ذورین ان کے پیچھے پیچھے ہی گھر آیا تھا۔

''یہ کیا کیا آپ نے..... انسلٹ کرا دی میری آپ نے وہاں سے اٹھ کر۔''

''انسلٹ تم نے میری کروائی تھی ذورین.....! اس جگہ لے جا کر۔''

''وہ صرف ایک ڈاکٹر کا کلینک تھا وہ ڈاکٹر تھے جن کے علاج کی آپ کو ضرورت ہے۔''

''اس کی تمہیں بھی ضرورت ہے ذورین۔'' وہ کہتے ہوئے رو پڑی۔ ''اور تمہارے باپ کو بھی..... وہ نفسیاتی ہے۔ تم ہو جو مجھے سمجھ نہیں سکے۔''

''میں آپ کو نہیں بدل سکتا۔ وہ آپ کو نہیں بدل سکے..... کوئی آپ کو نہیں بدل سکتا۔''

''ہاں۔ کوئی نہیں بدل سکتا..... مجھے کوئی بھی نہیں..... پاگل ہوں میں۔ جاؤ نکل جاؤ یہاں سے چلے جاؤ مت رہو میرے ساتھ تم۔''

''چیخیں مت، جا رہا ہوں۔'' وہ خود بھی نہ چاہتے ہوئے رو پڑا۔ ''خود اپنی دشمن ہیں آپ ضدی۔ کیا نہیں دیا میرے باپ نے آپ کو..... گھر، گاڑی، عیش، پیسہ..... پھر بھی آ گئیں۔'' آج وہ پھٹ پڑا تھا۔

''چلے جاؤ۔ چلے جاؤ یہاں سے..... پھٹ جائے گا دماغ میرا۔'' وہ صوفے پر گر سی گئی۔ وہ اپنا سوٹ کیس نکال کر لے جا رہا تھا۔

''چلے جاؤ۔''

''جا رہا ہوں۔'' دروازہ بند کر کے وہ باہر نکل گیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی اور پورچ سے ذورین کی گاڑی نکل گئی۔

گھر سے ذورین نکل گیا تھا۔ اسے لگا زندگی کے لیے کچھ نہیں بچا ایک جھوٹا سا مان بھی نہیں جس کی وجہ سے کہتی تھی ذورین میرا بیٹا ہے۔ ذورین صرف ثاقب الحسن کا بیٹا ہے۔ وہ خود بھی خود کو یقین دلاتے ہوئے رو پڑی اور دل بجھ گیا جیسے اندھیرا ہوتا ہے۔ جیسے خاموشی۔ جیسے محبت کے بغیر زندگی.....

☆☆☆

''ایک انجل ہوتی ہے جس کی زندگی میں ایک اجنبی آتا ہے۔۔ اور پھر وہ دونوں دوست بن جاتے ہیں۔'' اس نے حیرانی سے مڑ کر دیکھا۔

''تمہیں اس کہانی کا کیسے پتا؟''

وہ مسکرایا۔

''مجھے تمام کہانیوں کا پتا ہوتا ہے۔ یہ کہانی رومیصہ اپنی بیٹی کو سناتی تھی..... مجھے پتا ہے کیونکہ وہ یہ کہانی تمہارے پرانے کلینڈر کی پچھلی طرف لکھ کر گئی تھی اور نیچے اس کا نام لکھا تھا۔''

''اچھا۔'' وہ حیران ہوئی۔ ''ویسے رومی بھی عجیب سی لڑکی تھی۔''

''تھی مطلب کیا..... ہے..... وہ اب تک لڑکی ہے اور تم بھی تو لڑکی ہو نا.....'' جملے کا دوسرا حصہ آنکھ مار کر ادا کیا گیا تھا۔

وہ ہنس پڑی۔

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''کچھ نہیں۔ آج تمہاری سالگرہ ہے نا؟''

''اچھا تمہیں یاد ہے۔ مجھے لگا تم بڈھے ہو چکے ہو۔ اب یادداشت ساتھ چھوڑ رہی ہے۔''

''جانے دو۔ میں اتنی جلدی بڈھا نہیں ہونے

Waqar Azeem
Pakistanipoint

والا۔"

"یہ بتاؤ کیک کے اوپر عمر والا ہندسہ لگاؤں؟"

"ہرگز نہیں۔" حالانکہ اسے پتا تھا وہ لگائے گا۔

وہ ہنس پڑا۔

"پتا تھا کہ لگانا ہے۔"

کیک کے اوپر پچاس سے اوپر کے ہندسے کی موم بتی والا عدد جگمگا رہا تھا۔

"یہ ابراہام والی حرکت تم نے کر دکھائی؟"

"ہاں۔ میں نے کی ہے اور ابراہام نے تمہیں وشنگ کارڈ بھیجا ہے اپنا میل چیک کرنا اب بھول جاتی ہو تم۔ کیا کیا میں بے چارہ کرتا پھروں۔"

"میں بوڑھی ہونے جا رہی ہوں۔ یہی احساس دلانا چاہتے ہو نا؟"

"محض تریپن سال کی عمر میں کوئی بوڑھا نہیں ہوتا منصورہ۔ اور اگر ہو بھی جاتا ہے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔ مجھے بڑھاپے سے چڑ نہیں ہے۔"

"اس کی میل ہے چیک کرنا۔"

وہ چار سالہ اینجل کو ساتھ لے کر میز تک آیا اور تینوں نے مل کر کیک کاٹا اور ایک تصویر لی اور اسے بھیج دی۔ جس میں اس کی اینجل بھی تھی۔

کتنے عرصے بعد یہ کانٹا اکھڑا تھا حالانکہ ایک سال پہلے ان کی کتنی بحث ہوئی تھی آپس میں ذورین کو لے کر۔ اس نے اسے بتایا تھا۔

"وہ تمہیں ڈھونڈتا آیا تھا منصورہ۔ اور تم اسے نہیں ملیں۔ نہ کوئی اتا پتا۔ نہ کوئی خیر خبر۔ یہ زیادتی ہے۔ اور اپنوں کے ساتھ زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے فیصل۔ وہ آیا ہوگا مجھ سے کچھ سال پہلے جب ابراہام ملنے آیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ وہ ایک دن مجھے ڈھونڈتا ہوا آئے گا اور میں نے کہا تھا کہ میں اس سے نہیں ملوں گی اور یہ تو ہونا تھا۔ چاہے زیادتی ہو..... زیادتی تو تھی۔ وہ تو ہمیشہ میرے ساتھ بھی ہوئی۔ کبھی دوسروں نے کی۔ اور کبھی میں نے خود کی..... زیادتی تو ہے فیصل۔ مگر سوچو۔ میں نے کتنا انتظار کیا تھا اس کا۔ میرے پاس تو کچھ نہ تھا سوائے اس کے۔ اور میں نے تو اس کی خاطر ایک زندگی ٹھکرائی تھی۔ تمہیں ٹھکرا دیا تھا..... سب ٹھکرایا تھا..... میرے پاس گارنٹی نہیں تھی کہ تم لوٹو گے۔ اگر ابراہام نہ ہوتا تو شاید اس دوران میں ختم ہو چکی ہوتی۔"

ذورین کے جانے کے فوراً بعد جوجی صاحب کی وفات ہوگئی تھی اور وہ ان دنوں ابراہام سے ملتی رہی تھی ان دونوں کے درمیان اچھی دوستی ہوگئی تھی۔ شیلی سے علیحدگی اور باپ کی جدائی کے غم کو جھیلنے کے بعد دوبارہ زندگی کی طرف فرینک کے لیے لوٹنے والا ابراہام بالکل نیا تھا۔ مضبوط اور غم کے باوجود بھی مسکراتا ہوا۔ منصورہ نے اسے حوصلہ دیا اور فرینک کو سنبھالنے کی خاطر اسے خود کو سنبھالنا پڑا تھا۔

منصورہ نے اس کی سی وی کئی جگہوں پر فارورڈ کر دی تھی۔ ان دنوں فیصل بھی روٹھا ہوا تھا۔ اور ذورین بھی اپنی زندگی میں مگن تھا۔ وہ اور ابراہام پرانی شناسائی اور دوستی کی بنا پر ایک دوسرے کے کندھے بنے..... نام کے احساس کے سہارے بنے۔ وہ کبھی گھر پر مل لیتے کبھی باہر۔ مگر اب ابراہام کو شیئر کرنے کی عادت بھی ہو رہی تھی۔ دکھ شیئر کرنے کی..... مسکراہٹ شیئر کرنے کی۔ وہ فرینک کی چھوٹی چھوٹی باتیں اس سے شیئر کر لیا کرتا تھا۔

اسی دوران اسے ایک جگہ بیرون ملک جاب کی آفر آئی جہاں اس کی سی وی منصورہ نے ہی بھیجی تھی۔ وہ کوئی چند سال کا پراجیکٹ تھا اور پھر منصورہ کے اکسانے پر اس نے چانس مس نہیں کیا اور چلا گیا فرینک کو لے کر۔ اور پھر جب چند سال بعد چھٹیوں پر آیا تو اسی کمپنی نے اسے مزید کچھ عرصے کے لیے رکھ لیا تھا۔

اسی دوران ابراہام کی فیصل سے ملاقات ہوئی تھی اور یہ ملاقات اس نے منصورہ سے چھپائی تھی۔ اس نے فیصل کو قائل کیا تھا کہ وہ منصورہ کی زندگی میں پھر سے لوٹنے کی کوشش کرے۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کر لے

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

کہ پرانی دوستی کا احساس ہی بحال کرلے کیونکہ وہ تنہا ہے اور بہت کچھ کھو چکی ہے۔ اس سے کم از کم فیصل کا غصہ اور دکھ قدرے کم ہوا تھا اور اس نے بہت سالوں بعد پھر اس سے رابطہ رکھنے کی کوشش کرکے دیکھی تھی۔

اس روز صبح سے ہی منصورہ کو سوشل اکاؤنٹ پر مختلف وشنگ کارڈز آچکے تھے۔ ایک مختصر سی میل بھی ذورین کی نہیں تھی۔ صرف سالگرہ مبارک لکھ دیتا۔ ہمیشہ کی طرح اس نے سوچا تھا۔ ہوسکتا ہے اسے یاد ہی نہ ہو۔ مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔ خیر ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ وہ ثاقب احسن کا بیٹا ہے۔ سب کچھ بھلا سکتا ہے۔ دنیا بھلا سکتا ہے۔ وہ خود ہی خود کو جوابات دے دیتی تھی۔

اس نے سوچا کوئی بات نہیں وہ بس آج شام خوش رہنے کی کوشش کرے گی۔ اس نے آئینے میں اپنے کالے بالوں میں سے کچھ چاندی سے چمکتے ہوئے بالوں کو دیکھا۔ تب بھی اپنی پسند کا رنگ نکال کر پہنا۔

اسے یاد آیا جوجی صاحب کہتے تھے۔ ''عمر کوئی بھی بری نہیں ہوتی۔ پھر ہم خود پر چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو کیوں حرام کردیتے ہیں۔''

اس نے اپنی پسند کا لائٹ پنک اور سفید جوڑا پہنا اور ہلکا سا تیار ہوئی۔ اس نے سوچا تصویر ہی لے کر ابراہام اور امبرین کو بھیج دے گی۔ اپنے لیے کیک آرڈر کیا اور اس نے سوچا چلو وہ آج شام خود ہی کہیں نکل جائے گی سیر کے لیے اور جب دیر سے لوٹے گی تو تھک چکی ہوگی اور تھک کر سو جائے گی۔ نیند بہت سارے مسائل سے فرار ہوتی ہے۔

وہ خود کو تسلی دیتی رہی کہ آدھا دن وہ کام کرتی ہے پھر گھر لوٹ کر سو جاتی ہے۔ صبح پھر اسے کام کے لیے اٹھنا پڑتا ہے۔ وہ بیکار نہیں ہے۔ ابھی اس کی ریٹائرمنٹ میں بہت سے سال ہیں۔ ابھی اسے تھکنا نہیں ہے۔ وہ یہی سوچیں سوچتی خود سے باتیں کرلیتی تھی۔ اور اس روز تھوڑی دیر بعد پہلا پوسٹ کارڈ آیا تھا جو اس نے وصول کیا تھا۔ اس پر پتا بھی درج نہیں تھا۔ وہ لفافہ لے کر اندر آتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی کہ یہ حرکت ابراہام نے کی ہوگی۔ مگر کارڈ کھول کر ششدر رہ گئی کہ یہ حرکت ابراہام کی نہیں تھی۔

اس کارڈ کے کونے پر فیصل کا نام نہ بھی لکھا ہوتا تب بھی وہ اس کی ہینڈ رائٹنگ پہچانتی تھی۔

دن بدل جاتے ہیں۔ انسان جوانی سے بڑھاپے کی طرف مائل ہوجاتے ہیں، مگر کچھ کیفیات جوں کی توں رہتی ہیں کبھی کبھار۔ وہ آج بھی یہ کارڈ کھولتے ہوئے وہی مانوسیت۔ وہی شکایت۔ وہی تلخی۔ وہی اپنائیت محسوس کررہی تھی۔ جو ان کے درمیان کبھی بہت رہی تھی۔

اب تو اسے یقین ہوگیا تھا کہ وہ نہیں لوٹے گا۔ وہ گھر بھی بدل چکی تھی۔ پھر اچانک اس کا یوں دستک دینا۔ اور پھر کونے پر کچھ جملے لکھے تھے۔

''میں اب بھی تمہارا وہی دوست ہوں۔ جو محض اتفاقی ٹکر سے تمہیں ملا تھا اور کبھی پھر تمہاری زندگی سے گیا نہیں۔ یہاں تک کہ تم نے اپنی زندگی سے کاغذ کی طرح پھاڑ کر پھینک نکالا۔ ردی کی طرح پھینک کر نظر پھیر لی۔ مگر مجھے لگتا ہے منصورہ میں تمہاری رائٹنگ میز پر پڑا وہ کاغذ ہوں۔ جو ہمیشہ کی طرح تمہاری میز پر ہی رہتا ہے پھر کبھی وہ کلینڈر بن کر تمہیں تاریخ دکھاتا ہے کبھی ڈائری بن جاتا ہے تو کبھی فون کی اسکرین بن جاتا ہے۔ مجھے معلوم ہے میری کالز..... میری میلز..... میرے خطوط..... میں ان سب کے ذریعے تمہارے پاس محفوظ ہوں۔ مجھے معلوم ہے تم نے مجھے نہ بھلایا ہے نہ ہی میں تمہیں بھلا سکتا ہوں۔ افسوس صرف ایک چیز کا ہے منصورہ۔ اور وہ اس چیز کا ہے کہ میں اس دوستی کو آگے مضبوط کرنا چاہ رہا تھا اور تم اس رشتے کا بار نہیں اٹھا پا رہی تھیں۔ اور میں نے تمہارا ساتھ کھو دیا۔ اور تم نے میری دوستی گنوادی۔ مگر کوئی فکر نہیں۔ تم جب بھی مجھے یاد کرنا۔ اپنے آس پاس محسوس کرنا۔ منصورہ اس لیے کہ کچھ لوگ آپ کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے آتے ہیں اور باوجود جانے کے بھی نہیں جاپاتے۔''

اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری تھی اور ابراہام کو ٹیکسٹ کرنے کے بعد خود میز پر آکھڑی ہوئی۔ کیک

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

کاٹا۔ ایک پیس اپنے منہ میں رکھا۔ اور تصویر کا کلک لے کر ابراہام کو بھیج دیا۔ اس تصویر میں ساتھ فیصل کا بھیجا گیا لفافہ بھی رکھا تھا۔ جو کیک کی طرح نمایاں تھا۔

وہ تصویر ابراہام نے فیصل کو اس سے پوچھے بغیر بھیج دی تھی۔

رات گئے جب وہ لیٹی تو اس نے فیصل کو شکریہ کا ٹیکسٹ لکھا اور جواب میں حال احوال مختصر میسج وصول کیا۔

پھر ایک دن جواب نہ آیا تو فیصل نے کال کر کے دیکھ لی۔ کال کی تو اس کی دوست امبرین نے اٹھائی اور اسے منصورہ کی بیماری کا بتایا۔

وہ دوسرے شہر سے پہلی فلائٹ پکڑ کر نکلا اور رات تک ہسپتال پہنچ گیا۔ اس رات اسے احساس ہوا کہ وہ اپنی ضد ہار گیا ہے۔ وہ اسے مکمل طور پر حالات کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔ ان ہی دنوں وہ منصورہ کو وقت دینے لگا تھا۔ ہسپتال سے گھر آنے کے بعد بھی وہ گھنٹوں رہتا تھا اس کے گھر پر۔ اس کے لیے پرہیزی کھانا بنا کر پھر جب تک وہ دوا اور کھانا کھا نہیں لیتی تب تک نہیں اٹھتا۔

امبرین نے ان دونوں سے بات کی تھی کہ اب بھی ایک دوسرے کو اچھے طریقے سے قبول کرو تو باقی زندگی آسان ہو سکتی ہے۔ فیصل کو منصورہ کے پرانے رویے کا دکھ تھا اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ دیا کہ وہ دونوں بس اچھے دوست ہیں۔ مگر اگلے کچھ دنوں میں ابراہام آیا اور اس نے آ کر دونوں سے بات کی اور امبرین کے ساتھ مل کر ایک چھوٹی سی کچھ دوستوں کی گیدرنگ کا اہتمام کر کے ان دونوں کا نکاح پڑھایا تھا۔ ردا بھی اس میں شامل ہونے آئی تھی۔ اس کی شادی ہو چکی تھی۔ وہ خوش تھی۔ اپنے شوہر کے ساتھ آئی تھی اس رات بھی منصورہ نے چاہا کہ کاش ذورین بھی ہوتا مگر اسے اطلاع نہ کرنے کا بھی اسی کا فیصلہ تھا۔

اس بار منصورہ خاموش تھی۔ اسے دنیا کی پروا نہیں تھی وہ اپنی بقیہ زندگی سے زیادہ فیصل کے ساتھ کی گئی زیادتی کا کچھ ازالہ کرنا چاہ رہی تھی اور اس طرح ایک مدت بعد وہ یقینی طور پر اس مقام پر ایک ہو گئے تھے۔۔۔ جب زندگی میں بہت سی چیزیں نہیں بھی رہی تھیں۔ جب خواہشات مدھم ہو جاتی ہیں مگر اس ساتھ نے ان دونوں کو پھر سے جوڑ کر مضبوط ضرور کیا تھا۔

اس دوران اسے پتا چلا تھا کہ ذورین کی بیٹی ہوئی ہے جس کی تصویریں اس نے سوشل اکاؤنٹ پر دیکھی تھیں جبکہ ان کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں تھا اور اب اچانک فیصل نے اسے بتایا کہ وہ اس کے گھر پر آیا تھا۔ کرائے داروں نے فیصل کو خبر کی تھی وہ آیا تھا اور لوٹ گیا۔ انہیں منصورہ نے سخت تاکید کی تھی کسی کو بھی اصل پتا نہ بتایے گا۔

فیصل اسے کہہ رہا تھا کہ بیٹے سے بدلہ مت لو..... مل لو..... رابطہ کر لو..... مگر اس کا دل جیسے بند سا تھا۔

حالانکہ یہ تو اسے ہی پتا تھا کہ اس نے ذورین کو اس دوران کتنا یاد کیا تھا۔ کہاں کہاں اس کی کمی محسوس کی تھی۔ مگر ہر بار ہر دفعہ کی یاد کے آخر میں اس کا دیا گیا کوئی دکھ سامنے آ جاتا تھا اور پھر آخر میں آ کر وہ خیال سائیکاٹرسٹ کی کلینک پر دم توڑتا۔ اس کے بعد صرف دکھ اور آنسو اور اس کا چلے جانا یاد رہتا۔ فیصل نے اسے سمجھانا چاہا تھا..... مگر..... وہ چپ تھی۔

کچھ دیر بعد وہ باہر نکلے سیر کے لیے۔ فیصل کو پتا تھا کہ وہ بیٹے سے بے پناہ محبت کرتی تھی اور اس سے بے پناہ خفا تھی۔ محبت کرنے والے جب دکھ دیتے ہیں تو ایسے دکھ توڑ دیتے ہیں اور ان کا اثر بھی تادیر رہتا ہے مگر اسے امید تھی کہ وہ ایک دن اپنی زندگی سے اس دکھ کو نکالنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

اس رات گھر لوٹتے وقت وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

''منصورہ میری خواہش ہے کہ میں تمہیں اپنی بقیہ تمام زندگی میں مکمل خوش اور آسودہ دیکھ سکوں..... تمہارے چہرے پر کسی دکھ کا کوئی شائبہ نہ ہو..... کوئی شکوہ باقی نہ ہو..... کوئی غم ایسا نہ ہو۔ جو تمہیں خوشی کے موقع پر بھی پوری طرح سے خوش ہونے سے روک دے اور تم آدھی میرے پاس تو آدھی زندگی اس دکھ کے ساتھ گزارو۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہو۔ اس لیے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تمہارے اندر اگر بہت دکھ ہے تو بتا دو۔ اگر بہت آنسو ہیں تو انہیں بہا دو۔ اور اگر بہت شکوے ہیں تو کہہ دو۔ اور بہت غصہ ہے تو مجھ پر اتار لو۔''

اور اس رات اس نے وہ لمحہ یاد کر لیا جب وہ اسے پہلی بار ملا تھا گاڑی کی ٹکر سے۔ اور ہسپتال گیا تھا ساتھ۔ اور پھر ہر وہ لمحہ جب وہ ساتھ تھے۔ جب اس نے ساتھ دیا۔ پھر ہر وہ لمحہ جب وہ شکایت کرتا تھا۔ پھر ہر وہ لمحہ۔ جب وہ ناامید ہوتے ہوئے اس سے دور ہوا۔ اور جب اس نے ٹھکرایا۔ آخری بار بھی۔ اور جب بہت سالوں تک اس نے کوئی رابطہ نہیں کیا۔

اور جب وہ بہت اکیلے ہوتی تھی۔ ان دنوں میں جب نہ جوجی صاحب تھے نہ امبرین تھی۔ نہ ذورین تھا۔ ابراہام بھی باہر تھا۔ وہ کچھ سال اس نے بہت ہی اکیلے گزارے۔ سب سے ہٹ کر۔ کٹ کر۔ دن کے کام۔ رات کی بے چین نیند میں اس نے کتنوں کو..... کب..... اور کس وقت یاد کیا۔ اور تصویر سے باتیں کرنے والا مان بھی تو ذورین چھین گیا تھا۔ وہ جب بھی تصویر لے کر بیٹھتی اسے ذورین کا سوال یاد آ جاتا یہی کہ کیا سوال کا جواب آتا ہے؟

اور اس وقت وہ سوچتی۔ نہیں آتا۔ نہیں آتا کہ خیال سے خاموشی ہو جاتی تھی۔ اور اس نے ایک ایک کر کے وہ عادات ترک کر دیں۔ ایک خیالی احساس بھی جاتا رہا۔ اور وہ سارے لمحوں کو سوچتے ہوئے مسکرائی اور رو دی۔

کچھ مہینوں بعد معلوم ہوا کہ ذورین اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی ہو گئی ہے، وہ پریشان ہو گئی ذورین سے رابطہ کیا اور اسے پاکستان آنے کو کہا۔ وہ اس کا وہی سیلفش بیٹا تھا جو محض بیوی کی بے مروتی اور بے وفائی پر اس قدر ٹوٹ چکا تھا۔ پاکستان آیا تو اسی طرح کھویا کھویا رہنے لگا تھا۔

اس دوران چھوٹی سی سامیہ کی ذمہ داری اس پر تھی۔ ذورین کو ڈیوٹی پر واپس جانا تھا اور وہ بچی کو ماں کے پاس چھوڑ گیا تھا کہ ماں ہی اس کا اچھا خیال رکھ سکتی ہے۔

بچی اس سے زیادہ فیصل کے ساتھ اٹیچڈ ہو گئی تھی۔ وہ اسے اینجل بلاتے تھے اور اینجل انہیں دادا بلاتی تھی۔ وہ مل کر ذورین کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈ رہے تھے۔

ذورین کا ارادہ اس پروجیکٹ کے بعد واپس پاکستان آ کر کام کرنے کا تھا۔ وہ روزانہ صبح اسے میل بھیجتے تھے رات کو ویڈیو کال پر بات کرتے تھے۔ اینجل اب اسکول بھی جانے لگی تھی۔ فیصل کو جیسے دوسری ردا مل گئی تھی۔

ذورین پہلے سے مکمل تو نہیں مگر کافی بدلا تھا۔ بہت دھیما بہت نرم اور نرمی دینے والا بن گیا تھا اور زندگی کچھ آسان بن گئی تھی۔ وہ آسانی جو رشتوں کے ساتھ اور محبت سے ملتی ہے۔ اور جو شناسائی نہیں رکھتے وہ کبھی رشتوں کی قدر نہیں کرتے۔ پھر یا تو وہ ٹوٹتے ہیں۔ یا پھر توڑتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں تعلقات ضائع ہو جاتے ہیں۔

وہ شکر کرتی تھی کہ ذورین نے بہت ساری چیزوں کو سمجھ لیا ہے۔

اینجل پھر سے کہانی سننے کی ضد کر رہی تھی۔۔ اور فیصل ہمیشہ کی طرح وہی کہانی لے کر بیٹھ گئے کہ.....

ایک ہوتی ہے اینجل اور ایک اجنبی..... دونوں کی ملاقات ہوتی ہے۔۔۔ دونوں آگے چل کر دوست بن جاتے ہیں اور پھر بہت خوشی خوشی رہنے لگتے ہیں۔

وہ پھر سے سر جھٹک گئی۔

''کیسی باتیں کرتے ہو'' اور اینجل نہ سمجھتے ہوئے بھی کہانی کی افادیت میں کھوئی ہوئی تھی۔

منصورہ کو یاد آیا اس نے جب پہلی بار فیصل کا نمبر اپنے پاس سیو کیا تھا تو اجنبی لکھا تھا۔ اور فیصل کو یاد آیا کہ اس نے منصورہ کے نمبر پر اینجل لکھا تھا۔ زندگی مشکلوں کو دھکیل کر آگے جا رہی تھی۔ اور گزرتی ہوئی عمر کے احساس میں ان کا اپنا ساتھ اور تعلق تھا۔

یہ وہ شناسائی تھی۔ جو زندہ ہو تو قدر ہو جاتی ہے..... اور یہ دراصل محبت سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتی ہے۔

☆☆

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

فرح انیس

مُوازنہ

''حاکم تبریز شاہ درانی کیسا نام ہے۔'' تعبیر نے فخریہ نظروں سے اپنی ساس ہاجرہ کو دیکھا۔

''بی بی تم یہ نام رکھ رہی ہو یا بچہ باپ' دادا سب کا نام بتا رہی ہو اتنا طویل نام اور کوئی حاکم نام نہیں ساری زندگی حکم ہی چلاتا رہے گا تم پر۔''

ہاجرہ نے بہو کا بتایا ہوا نام مسترد کیا تو تعبیر منہ بسور کر رہ گئی۔

کچھ ماہ پہلے ہی ہاجرہ بیٹے اور بہو کے پاس اسلام آباد ملنے آئی تھیں، بس جب واپسی کے لیے رخت سفر باندھا تو بہو کے ہاں خوش خبری سن کر ہاجرہ بیگم نے یہ طے کیا تھا کہ تب تک واپس نہیں جاؤں گی۔ جب تک پوتا یا پوتی کی صورت نہ دیکھ لوں۔ وہ اب پہلے سے زیادہ بہو کا خیال رکھنے لگی تھیں۔ مگر پچھلے دو ماہ سے روزانہ ناموں پر ساس بہو کے درمیان بحث چل رہی تھی۔

''میں نے سوچا ہے لڑکی ہوئی تو اس کا نام سنہری کرن رکھ دوں۔ کیسا نام ہے۔'' وہ ساس کو داد طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''اے۔ باؤلی ہوگئی ہے۔ دوپٹے کی کناریوں پر لگی سنہری کرن بھلا کیا نام ہوا۔'' ہاجرہ بیگم نے بہو کو گھورا۔

''نہیں اماں۔ جب سورج پوری آب و تاب سے چمکتا ہے۔ تو اس کی سنہری کرنیں کس قدر دلکش لگتی ہیں۔'' تعبیر متانت سے بولی۔

''یہ نہیں سدھرے گی۔'' کافی دیر سے ماں بیوی کی بحث سے لاتعلق سا بنا ٹی وی دیکھتا یزدان گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

''بھوک لگ رہی ہے کچھ کھانے کو ملنا ہے یا آج ناموں سے پیٹ بھرا جائے گا؟'' یزدان نے تعبیر سے کہا۔

''جی آج ناموں کی چاٹ بنا کر کھلاؤں گی آپ کو۔'' وہ شوخی سے بولتی ہوئی اٹھ کے باورچی خانے کی جانب چل دی۔

☆☆☆

''یزدان میں آج کل خود کو بہت ڈل سا محسوس کر رہی ہوں۔''

آئینے کے سامنے آفس کے لیے تیار ہوتا یزدان تعبیر کو دیکھنے لگا جو اس کے پاس بیزار سی شکل بنائے کھڑی تھی۔

''کام کیا کرو، ڈل محسوس نہیں کرو گی۔''

یزدان کے مشورے پر تعبیر دانت پیس کر رہ گئی۔

''میرا مطلب ہے مجھے آج کل گھٹن بہت محسوس ہوتی ہے۔ مجھے لگتا ہے تازہ آب و ہوا کی ضرورت ہے۔'' وہ کچھ سوچ کے بولی۔

''یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' یزدان اس کی بات پر متفق ہوا تو تعبیر دل ہی دل میں خوش ہونے لگی۔ ''تم ایک کام کرو روزانہ لان میں جا کر بیٹھا کرو بلکہ روزانہ وہاں چہل قدمی بھی پابندی سے کیا کرو، اس سے زیادہ اچھی تازہ آب و ہوا اور کیا ہوگی۔''

''یزدان۔ آپ سمجھے نہیں۔ مجھے کہیں اور جانے کی ضرورت ہے۔'' مٹھیاں بھینچتی تعبیر نے ضبط سے کہا۔

''اوہ! اچھا اچھا۔ سمجھ گیا ڈاکٹر کے ہاں جانا ہے پھر چلتے ہیں شام کو ڈاکٹر کے ہاں۔'' وہ بریف کیس اٹھاتا عجلت میں کمرے سے نکلنے لگا پھر کچھ یاد آنے پر تیزی سے واپس پلٹا وہ جو انگارے چبا رہی تھی یزدان کو واپس آتا دیکھ کر اسے مصنوعی مسکراہٹ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سے دیکھنے
لگی وہ ادا سے لٹ کھینچتے ہوئے مسکراتا ہوا اسے خدا حافظ کہتے ہوئے آفس کے لیے نکل گیا۔

''اللہ کرے۔ ڈاکٹر بول دے کہ بیگم کو روزانہ گھمانے لے جایا کریں جس سے یہ خود کو فریش محسوس کریں۔'' شام ڈاکٹر کے ہاں جانے کے لیے تیار ہوتی تعبیر دل ہی دل میں دعا کرنے لگی باہر گاڑی کے ہارن کی آواز پر وہ جلدی سے باہر کی جانب بڑھی۔

''اچھا امی۔ میں یزدان کے ساتھ ڈاکٹر کے ہاں جا رہی ہوں۔'' وہ ہاجرہ کے کمرے میں جھانکتے ہوئے بولی جو نماز پڑھ رہی تھیں۔

☆☆☆

''ڈاکٹر صاحبہ! آج کل میں بہت زیادہ اکتاہٹ کا شکار رہتی ہوں۔'' تعبیر ڈاکٹر کے سامنے کرسی پر بیٹھی بوجھل لہجے میں بولی۔

برابر بیٹھے یزدان نے اس کی اداکاری پر دل ہی دل میں داد دی۔

''پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہے۔ایسا ہوتا ہے ان دنوں میں۔مگر آپ اپنا روٹین کا کام کیا کریں۔اچھا ہے آپ کی صحت کے لیے جتنا آپ ایکٹیو رہیں۔اور چہل قدمی پابندی سے کیا کریں۔'' ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے ہدایت دی۔

''ویسے آپ کو نہیں لگتا مجھے طبیعت کا بوجھل پن دور کرنے کے لیے ناردرن ایریاز میں جانا چاہیے۔ کیا خیال ہے آپ کا۔''

تعبیر کی بات پر سامنے بیٹھی ڈاکٹر حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

ڈاکٹر کے تاثرات دیکھ کر برابر بیٹھا یزدان اپنی ہنسی ضبط کرنے لگا۔

''بی بی! اس حالت میں آپ ادھر گھومنے جائیں گی۔'' ڈاکٹر کی بات پر وہ گڑبڑا سی گئی۔

''نہیں۔ میرا مطلب گھر سے باہر تھا۔'' وہ جلدی سے بات بناتے ہوئے بولی۔

''جی ی..... ی.....'' ڈاکٹر کے جی کھینچ کر بولنے پر تعبیر جھینپ سی گئی۔

''اوکے ڈاکٹر صاحبہ اجازت۔'' یزدان مسکرا کر بولتے ہوئے کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ باہر آ گیا اسے تعبیر کا اترا منہ دیکھ کر بے ساختہ سی ہنسی آئی مگر وہ چھپا گیا۔

''مجھے تو یہ ڈاکٹر ہی اچھی نہیں لگی۔'' گاڑی میں بیٹھتے ہی تعبیر نے برا سا منہ بنایا۔

''ہاں جو ڈاکٹر تم کو دوائی میں سیر سپاٹوں کی تجویز دیتی وہ اچھی ہوتی۔'' گاڑی چلاتے یزدان نے شرارت سے کہا جس پر تعبیر اسے خفگی سے دیکھنے لگی۔

''کیا جاتا ڈاکٹر کا کہہ دیتی کہ آپ اپنی بیگم کا ٹھیک سے دھیان نہیں رکھتے ان کو روزانہ کہیں لے کر جائیں۔'' روزانہ نہ سہی ہفتے میں ایک بار کہیں کھانے پر لے جائیں۔شاپنگ کرائیں جس سے ان کا من بہلے۔ مگر نہ جی ڈاکٹر صاحبہ کہاں چاہیں گی کہ تعبیر خوش ہو لے.....عورت ہے نا عورت کب برداشت کرتی ہے کہ دوسری عورت کو ہنستا بستا دیکھ کر۔'' وہ دل ہی دل میں پورا راستہ تلملاتی رہی۔

''اوہ! ہیلو گھر آ گیا۔'' یزدان اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔

''کیا ہم آ گئے مری۔'' سوچوں میں گم تعبیر کے منہ سے نکلا۔

''ہاں آ گیا مری۔'' تم نے جیکٹ شال رکھ لی تھی.....! دیکھو کس قدر ٹھنڈ ہے۔وہ کھڑکی سے باہر چلچلاتی دھوپ دیکھ کر شرارت سے بولا۔

''اوہ! وہ میں بول رہی تھی گھر آ گیا منہ سے مری نکل گیا۔تعبیر اپنی جھینپ مٹاتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کے اتر گئی۔

''تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا تعبیر بی بی۔تمہارے معاملے میں سائنس نے بھی ہاتھ جوڑ کر معذرت کر لی ہے کہ اس عجوبے کو ہم نہیں سمجھ سکے۔'' وہ شوخ گانے کی دھن بجاتا ہوا اس کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہوا۔

''کیا ہوا سب خیریت ہے نا!'' ہاجرہ بہو بیٹے کو اندر آتا دیکھ کر فکرمندی سے پوچھنے لگیں۔

''ارے میری پیاری ماں! سب ٹھیک ہے۔'' یزدان نے ماں کے کندھے کے گرد پیار سے بازو پھیلاتے ہوئے تسلی دی۔''بس ڈاکٹر نے بولا ہے روز بیگم کو ناردرن ایریا لے کر جانا ہے۔'' جس پر تعبیر خفگی سے پیر پٹختی ہوئی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

''اے باؤلا ہو گیا ہے روز کیسے ناردرن ایریا جائے گا اور یہ کیسی ڈاکٹر ہے جو اس طبیعت میں اس کو روز بھیج رہی ہے۔'' ہاجرہ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

''اف! جیسی بہو ویسی ساس۔'' یزدان نے سر پکڑ لیا۔

☆☆☆

''تعبیر صبح سے بیزار پھر رہی تھی آج چھٹی کا دن تھا۔ یزدان دوستوں میں گیا ہوا تھا۔ ہاجرہ بیگم اپنی کزن سے ملنے گئی ہوئی تھیں۔

''کیا کروں۔'' وہ کوفت سے کمرے میں

Wajar Azeem
Pakistanipoint.com

داخل ہوتے ہوئے سوچنے لگی اور بیڈ پر پڑا ناول اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگی۔

''نہیں حسنین۔ میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' رباب سامنے لوازمات سے سجی ٹرے دیکھتے ہوئے بیزاریت سے بولی۔

''تم کو یہ سب کھانا پڑے گا دیکھ رہی ہو کس قدر کمزور ہوگئی ہو تم۔'' حسنین اس پر دھونس جماتے ہوئے بولا اور زبردستی اسے اپنے ہاتھوں سے سینڈوچ کھلانے لگا..... مطالعہ کرتی تعبیر کے لب مسکرا اٹھے۔

یزدان کمرے میں داخل ہوا تو تعبیر کو مسکراتا دیکھ کر مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔

''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' وہ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''جی جی..... وہ بس ایسے ہی۔'' تعبیر اچانک اسے دیکھ کر گڑبڑا گئی۔

''آج عارفہ بھابھی کہ ہاتھ کے چکن پکوڑے اور املی کی چٹنی کھائی کیا زبردست بنائی تھی۔ ایسا کرنا اب تم بھی بنانا۔'' یزدان کی بات پر تعبیر دانت پیس کر رہ گئی۔ ''اچھا ابھی مجھے ذرا چائے تو بنا دو۔''

''کیوں عارفہ بھابھی نے چائے نہیں پلائی؟''

منہ بنا کر کھڑے ہوتے ہوئے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''ہاں بہت زبردست بنائی ہیں چائے مگر یار اب دل چاہ رہا ہے۔'' یزدان کی بات پر وہ باورچی خانے کی طرف چل پڑی۔

''اس کو بولتے ہیں ارمانوں پر اوس پڑ جانا۔'' چائے بناتے ہوئے تعبیر دھیمے سے بڑبڑائی۔

☆☆☆

''کیا سوچ رہی ہو۔'' رات کمرے میں ٹی وی دیکھتا یزدان کافی دیر سے نوٹ کر رہا تھا کہ تعبیر کا دھیان کہیں اور ہے وہ اسے سوچوں میں گم دیکھ کر بولا۔

''بس کچھ سوچ رہی تھی.....''

''کیا سوچ رہی تھیں؟'' وہ مکمل اس کی جانب متوجہ ہوگیا۔

''کیا ایسا ہوسکتا ہے آپ مجھے کبھی بٹھا کر میری خاطر کریں..... مجھے زبردستی جوس پلائیں..... میں کھانا نہ کھاؤں تو مجھے ضد کر کے کھلائیں۔'' وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔

یزدان کو اس کی دماغی حالت پر شک ہوا۔

''میں کھانے میں نخرے کروں اور آپ بضد ہوں مجھے کھلانے پر۔'' وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔

''لو۔ اللہ معاف کرے تم کون سا نٹڈی ہو جو میں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں۔ تم کو اچھے بھلے ہاتھ دیے ہیں اللہ نے، ناشکری عورت۔ اور تم ایک بات بتاؤ، نخرے کیوں کروگی۔ تم کو پتا ہے نا کھانے پر بیٹھ کر یوں ناک منہ بنانا کفران نعمت ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو اچھا کھانا میسر نہیں۔'' بولتے بولتے یزدان کی نظر تعبیر پر پڑی جو شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی؟'' اس کی چلتی زبان کو بریک لگ گیا۔

''کیا ہوگیا؟'' وہ بھولپن سے پوچھنے لگا۔

''کچھ نہیں ہوا، سوجائیں اور میری توبہ جو کفران نعمت کروں۔'' وہ جلتے بھنتے بستر پر لیٹ گئی۔

☆☆☆

''تعبیر۔ دیکھو بیٹا، کون آیا ہے؟'' انٹرکام کی آواز پر ہاجرہ بولیں جو ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے فون پر زرمین سے بات کر رہی تھیں۔

تعبیر نے انٹرکام پر پوچھا تو برابر پڑوس سے کوئی لڑکی تھی اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ لڑکی ہاتھوں میں باؤل لیے اندر آگئی مسکرا کر تعبیر کو دیکھنے لگی۔

''میرا نام سدرہ ہے۔ میں برابر والے بنگلے سے آئی ہوں۔''

''ارے اندر آئیں نا۔'' جواباً تعبیر نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

''وہ میں کھیر لائی تھی ہم آپ کے پڑوس میں کچھ دنوں پہلے ہی آئے ہیں۔''

''اوہ تو پھر تو ہمیں لانا چاہیے تھا۔'' تعبیر جھینپتے ہوئے اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

ہاجرہ بھی فون پر بات کر کے سدرہ کی طرف متوجہ ہوگئیں۔ سدرہ ان سے مسکرا کے ملنے لگی، اتنے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

میں گھر میں یزدان داخل ہوا۔

''آپ ان کی بڑی بہن ہیں؟'' سدرہ نے یزدان کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے تعبیر سے کہا۔

اپنے کمرے کی طرف جاتا یزدان اپنی ہنسی ضبط کرنے لگا۔

''نہیں یہ شوہر ہے اس کا۔'' ہاجرہ کی بات پر سدرہ جھینپ سی گئی۔

''بڑی بتیسی نکل رہی تھی یزدان صاحب کی آج اور ان میڈم کو دیکھو مجھے یزدان کی بڑی بہن ہی بنا دیا۔'' رات کا کھانا پکاتی تعبیر کڑھتے ہوئے سوچنے لگی۔

''یار کیا عمدہ کھیر ہے تم کیوں نہیں ایسی بناتیں کھیر کا چمچہ منہ میں لے جاتے ہوئے تعریف کی۔

''اس سے زیادہ تو تعبیر کے ہاتھ کی مزے کی ہوتی ہے۔'' پاس بیٹھے کھانا کھاتی ہاجرہ بولیں۔ جس پر تعبیر کا دل خوش ہو گیا۔

میں تو کچھ بھی بنالوں مگر یزدان کو قدر نہیں۔ وہ کلستے ہوئے سوچنے لگی۔

☆☆☆

''یزدان ایک بات بتائیں۔ میں کیسی لگتی ہوں؟'' تعبیر نے یزدان کو دیکھتے ہوئے کہا جو بیڈ پر لیٹا موبائل میں گیم کھیل رہا تھا۔

''بلنڈ لگتی ہو۔'' یزدان کے شرارت سے بولنے پر وہ تلملا کر رہ گئی۔

''مذاق کر رہا ہوں یار!'' وہ اس کا غصے سے پھولا منہ دیکھ کے موبائل رکھتے ہوئے بولا۔

''مجھے آج غصہ آرہا تھا اس سدرہ پر، وہ مجھے آپ کی بڑی بہن بول کر چلی گئی؟'' تعبیر کو سدرہ کی کہی بات یاد آ گئی۔

''کیا میں واقعی میں آپ کی بڑی بہن لگنے لگی ہوں؟''

''کوئی نہیں۔ میری تعبیر تو ہر روپ میں مجھے دلکش لگتی ہے۔'' یزدان اس کا پیار سے ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔ جس پر وہ شرما سی گئی پر دوسرے لمحے شرمانے کا سین لمبا ہوتا دیکھ کر وہ کہنے لگا۔

''چلو، ناول کی ہیروئین بعد میں بننا ابھی سو جاؤ کل مجھے آفس جانا ہے۔''

''خوش نہ ہونے دیا کریں۔'' اس نے جھینپ کر تکیہ اٹھا کر اسے مارا جس پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

☆☆☆

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد وہ باورچی خانہ سمیٹ کر ہاجرہ کے کمرے میں آ گئی اور ان کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''بیٹا تعبیر۔ برا مت ماننا تو ایک بات بولوں؟'' ہاجرہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''یا اللہ! کہیں یہ بھی نازو کی ساس کی طرح مجھے بدسلیقہ تو نہیں بولنا چاہ رہیں۔'' وہ ''بے چاری نازو'' ناول کا سوچنے لگی۔ جس میں پہلے اس کی ساس اس کو بدسلیقہ بولتی ہیں پھر آہستہ آہستہ اسے طعنے دینا شروع کرتی ہیں۔ ذہنی ٹارچر کے ساتھ ساتھ اسے جسمانی ٹارچر کرتی ہیں اور اب میری ساس بھی مجھے آئے دن ذہنی طور پر ٹارچر کریں گی اور گھر کے کاموں سے مجھے ادھ موا کر دیں گی مگر اس نازو کا انجام بہت بھیانک تھا اس کو اس کی ساس نے آخر میں پیٹرول چھڑک کر جلا ڈالا تھا۔

''کہاں کھو گئی ہو۔'' ہاجرہ، س کا کندھا ہلاتے ہوئے بولیں جس پر وہ بدحواس سی ساس کو دیکھنے لگی۔

''جی جی..... آپ کچھ بول رہی تھیں۔''

''ہاں میں بول رہی ہوں خود پر توجہ دو..... دھیان رکھو اپنا، یہ نہیں بالکل خود کو چھوڑ دو۔ اپنا خیال رکھو۔ پابندی سے واک کرو، اسکن دیکھو کس قدر مرجھا رہی ہے۔ اتنی پیاری ہو تم یوں مت خود کو چھوڑو۔ دیکھو۔ سدرہ تم کو یزدان کی بڑی بہن بول رہی تھی تو بیٹا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بالکل خود سے لاپروا بھی نہ ہو۔ بیٹا مرد کو بھٹکتے دیر نہیں لگتی اور جبکہ وہ خود بھی خوب صورت ہو۔ ہمیشہ خود پر توجہ دو تاکہ ہمیشہ فٹ اور ایکٹیو رہو۔'' ہاجرہ نے اس کے کندھے پر پیار سے ہاتھ رکھتے سمجھایا۔

''اف! میں تو ڈر گئی تھی کہ کہیں آپ بھی نازو کی ساس کی طرح ہو۔'' وہ شکر کا سانس لیتے ہوئے بولی۔

''کون نازو.....؟'' ہاجرہ نے اس کی بات پر

Waqar Azeem
Pakistanipoint

حیرانی سے پوچھا۔

''کوئی نہیں میں خود پر توجہ دوں گی امی آپ کتنی اچھی ہیں۔ وہ ساس سے لپٹتے ہوئے بولی جس پر ہاجرہ بہو کے گلے لگنے پر محبت سے مسکرادیں۔

☆☆☆

''تعبیر! ذرا چائے بنادو۔'' یزدان آفس سے آکر ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر لیٹ کر اسے آواز لگاتے ہوئے بولا۔

''جی بس لارہی ہوں۔'' تعبیر نے باورچی خانے سے جواب دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ ہاتھوں میں ٹرے لیے چلی آئی جس میں چائے کے ساتھ پکوڑے اور املی کی چٹنی بھی موجود تھی۔ ہاجرہ بھی مغرب کی نماز پڑھ کر وہیں آگئیں۔

''کہیں جارہی ہو۔'' وہ اس کو ہلکا پھلکا تیار دیکھ کر بولا جو سبز رنگ کے کپڑوں میں کافی اچھی لگ رہی تھی۔

''نہیں تو، جاتو کہیں نہیں رہی۔'' وہ ساس کو دیکھ کر بولی۔

''اچھا تم ہوتیں نہیں تیار اس لیے پوچھا۔''

''جی اب سے ہوں گی تیار تاکہ آپ بھٹکیں نہیں۔'' تعبیر نے روانی میں کہا۔

ہاجرہ کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لیں۔

''یہ چکن کے پکوڑے کھائیں، آپ اس دن بول رہے تھے نا عارفہ بھابھی کے ہاں مزے کے لگے تھے۔'' تعبیر نے بات بناتے ہوئے جلدی سے کہا۔

''ہاں، مزے کے ہیں مگر بھابھی والی بات نہیں۔ شاید نمک کم ہے۔'' وہ کھاتے ہوئے بولا جس پر تعبیر کا منہ اتر سا گیا..... تسبیح پڑھتی ہاجرہ غور سے بہو کا اترا چہرہ دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

ہاجرہ کافی دن سے نوٹ کررہی تھیں سدرہ جب بھی آتی وہ ادھر ادھر ہوجاتی یا بالکل چپ سی ہوجاتی۔ ہاجرہ سے بھی اس کے سامنے سیدھے منہ بات نہ کرتی، جوان کو کافی ناگوار گزرنے لگا تھا۔

''آنٹی۔ ہے تو آپ کی پرسنل بات، پوچھنا نہیں چاہیے۔ کیا آپ کی بہو آپ سے ایسی ہی رہتی ہیں، میرا مطلب الگ الگ سی۔'' اپنے کمرے سے نکلتی تعبیر کے لبوں پر سدرہ کی بات سن کر معنی خیز مسکراہٹ آگئی۔

رات کھانے کے بعد وہ لان میں چہل قدمی کر رہی تھی، یزدان دوست کی طرف گیا ہوا تھا کہ ہاجرہ وہیں چلی آئیں۔

''میں سوچ رہی ہوں، مجھے واپس چلے جانا چاہیے اب۔'' ہاجرہ نے ساتھ چلتی تعبیر کو دیکھ کر پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کیوں امی! آپ کا تو جانے کا ابھی ارادہ نہیں تھا۔'' تعبیر رک کر ساس کو دیکھنے لگی۔

''بس بیٹا۔ فضول میں سر پر سوار ہوگئی تمہارے میں بھی!'' انہوں گہرا سانس بھرا۔

''ایسا کیوں کہہ رہی ہیں آپ! کسی نے کچھ کہا ہے آپ سے۔'' وہ پریشانی سے ہاجرہ کو دیکھنے لگی۔

''نہیں۔ ابھی ایسا کسی نے نہیں کہا، ماسوائے سدرہ کے مگر اس سے پہلے سب محسوس کرلیں اور بولنا شروع ہوجائیں، میرا جانا بہتر ہے۔''

تعبیر ان کی بات پر بینچ پر بیٹھ کر اچانک سے زور و شور سے رونے لگی۔

''تم رو کیوں رہی ہو؟'' وہ اس کے رونے پر بوکھلا کر اس کو چپ کرانے لگیں۔

''روؤں نہیں تو اور کیا کروں۔ نظر کھا گئی ہمارے ہنستے بستے رشتے کو۔'' وہ ساس کے گلے لگ کر رونے لگی۔

''کیا مطلب؟'' وہ ناسمجھی سے بولیں۔

''میں نے ایک جگہ پڑھا تھا یہ نظر بڑی بری چیز ہوتی ہے لمحوں میں ہنستے بستے تعلقات کو کھا جاتی ہے۔ بس میں سدرہ کے سامنے کوشش کرتی تھی کہ آپ سے ایسی رہوں کہ وہ سمجھے ہمارے تعلقات کچھ زیادہ اچھے نہیں اور میں اس میں کامیاب بھی ہوگئی تھی جب اس نے بولا آپ کے بہو سے تعلقات اچھے نہیں میں نے سوچا تھا اب ہم دونوں کی محبت کو نظر نہیں لگے گی مگر مجھے کیا پتا تھا لگ گئی نظر۔'' وہ ایک بار پھر رونے لگی۔

ہاجرہ کو بہو کی کم عقلی پر ہنسی بھی آئی اور پیار بھی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آیا۔ وہ اسے محبت سے بھینچ کر پیار کرنے لگیں۔

''بے وقوف لڑکی! اس سے لوگوں کو باتیں بنانے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ تم سے کس نے کہا ہے سدرہ کے سامنے میرے گلے کا ہار بنو مگر یہ عقل مندی بھی نہیں کرو کہ مجھ سے ایسی کھنچو کہ لوگ سمجھیں ہمارے تعلقات اتنے کشیدہ ہیں۔ وہ دس جگہ جا کر بولے کہ ان کی بہو بدتمیز ہے۔'' ہاجرہ ہنستے ہوئے بولیں جس پر وہ بھی جھینپ سی گئی۔

☆☆☆

''تعبیر! بھئی جلدی کردو۔ بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' ناشتے کے انتظار میں بیٹھا یزدان ٹیبل بجاتے ہوئے بولا۔

آج چھٹی کا دن تھا۔ یزدان دیر سے اٹھا تھا جبکہ تعبیر ہاجرہ کے ساتھ سویرے ہی ناشتا کر چکی تھی۔

آج اس نے یزدان کے لیے چیز پراٹھا بنانا تھا جبکہ صبح سے اس کی طبیعت بوجھل تھی ہاجرہ نے منع بھی کیا تھا کہ بازار سے یزدان حلوہ پوری لے آئے گا یا وہ اس کے لیے خود کچھ بنا دیتی ہیں مگر اس کی ضد تھی وہ بنائے گی۔

''یزدان! کھا کر دیکھیں، بالکل بازار جیسے بنائے ہیں۔ بہت مزے کے ہیں۔'' ٹیبل پر پلیٹ رکھتے ہوئے اس کا انداز فخریہ تھا۔

''ہاں مزے کے ہیں مگر بازار والی بات نہیں۔''

''میں ذرا آتی ہوں۔'' تعبیر اندر کی طرف بڑھ گئی مگر اس کی آنکھوں میں تیرتی نمی ہاجرہ کی آنکھ سے مخفی نہ رہ سکی۔

''یہ کہاں گئی پراٹھا کھاتے۔'' یزدان نے ماں کی طرف دیکھا۔

''بیٹا! جب بازار جیسا نہیں ہے تو کھا کیوں رہے ہو۔'' وہ طنزیہ بولیں۔

''میرا مطلب تھا وہ بول رہی تھی نا بازار جیسا تو میں نے اس پر کہا۔'' وہ اپنی بات پر جھینپتا ہوا بولا۔

ہاجرہ اس کی بات پر کرسی کھسکا کر وہیں بیٹھ گئیں۔

''دیکھو بیٹا یہ جو موازنہ ہوتا ہے نا بڑی بری چیز ہے۔ تم کون سا رافعہ کے ہاتھ کے ہر وقت کھانے کھاتے ہو یا سدرہ کے ہاتھ کے کھاتے ہو۔ پہلی بار کھایا اور کھاتے ہی تم کو بیوی کے ہاتھ کے کھانے میں مین میکھ نظر آنا شروع ہو گئے۔ تم اگر بیوی کے ہاتھ کا کھاتے ہوئے مجھے بھی بولو گے کہ امی آپ ایسے نہیں پکاتیں تو مجھے بھی ناگوار گزرے گا۔ جس کی جو جگہ ہو اسے اس کی جگہ پر رکھو کے اپنوں کے دل خراب نہ کرو۔ وہ اس طبیعت میں بھی سارا دن کام کاج کرتی ہے تمہارے لیے..... محبت سے پکاتی ہے..... کیا تم جواب میں محبت کے دو بول نہیں بول سکتے۔ شوہر کے محبت سے بولے گئے دو بول عورت کی پورے دن کی تھکن اتار دیتے ہیں مگر تم تو الٹا دوسروں سے اس کے ہاتھ کے کھانے کا موازنہ کرتے ہو۔ خود کو اس کی جگہ پر رکھو۔ وہ اس ہی طرح تمہاری کسی بات پر دوسرے مردوں کا موازنہ کرتی رہے تو میرے خیال سے تم اچھے خاصے آپے سے باہر ہو جاؤ گے جبکہ اس نے اب تک تم کو کچھ نہیں کہا کہ شاید اب تم کو احساس ہو جائے۔'' ہاجرہ کی بات پر پشیمان سا سر جھکائے یزدان مزید شرمندہ سا ہو گیا۔

رات تعبیر کو ہسپتال لے جانا پڑا۔ زرمین تعبیر کی نند بھی وہیں پہنچ گئی تھی تعبیر کے ماں باپ جو تعبیر سے ملنے کی غرض سے گھر سے نکلے ہوئے تھے ہسپتال کا سن کر وہ دونوں بھی وہیں پہنچ گئے۔ فکرمندی سے ہسپتال کی انا بی میں یزدان ٹہل رہا تھا جبکہ ہاجرہ اور تعبیر کی ماں کے لبوں پر ماں بچے کی خیریت کی دعائیں تھیں۔

''مبارک ہو۔ بیٹی ہوئی ہے۔'' ڈاکٹر ان کے نزدیک آتے ہوئے بولی۔

''ہائے میں دادی بن گئی۔'' ہاجرہ خوشی سے چور لہجے میں بولیں۔

''اور میں نانی بن گئی۔'' تعبیر کی والدہ ثمینہ کہتے ہوئے ہاجرہ کے گلے لگ گئیں۔

''آہستہ بولیں آپ دونوں۔ نرسیں جھمکا نہ لگالیں پھر دیتی رہنا آپ سب کو پیسے۔'' زرمین کی بات پر ہاجرہ بیٹی کی کنجوس طبیعت پر اس کو گھور کے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دیکھنے لگیں۔

''مبارک ہو بہت۔'' یزدان کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ بیڈ پر لیٹی تعبیر دھیمے سے مسکرادی وہ جھک کر کاٹ سے بچی اٹھا کر پیار کرنے لگا پیار کرتے ہوئے اس کی نظر تعبیر پر پڑی جو لیٹی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی وہ آہستگی سے اس کے نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا۔

''میں نے سوچا ہی نہیں تھا جن باتوں کو ہم چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں، وہ چھوٹی باتیں بھی دل آزاری کا سبب بن جاتی ہیں۔ امی مجھے احساس نہ دلاتیں تو مجھے پتا ہی نہیں چلتا اور میں یوں سب سے موازنہ کر کر کے تمہاری جان ہی جلاتا رہتا۔'' شرمندگی سے کہا۔

میں نے آپ کی گفتگو سن لی تھی امی! جس طرح سے آپ یزدان کو سمجھا رہی تھیں، مجھے اس وقت آپ پر بے انتہا پیار آیا اور میں سوچنے لگی کہ کاش ہر ساس آپ کی جیسی ہو۔ جو ساس نہیں ماں بن کر بہو کو سمجھے..... اس کی کوتاہیوں پر اس کو سمجھائے..... اس سے غلطی ہو تو پیار محبت و نرمی سے اس کی اصلاح کرے اور اگر بیٹے کی غلطی ہو تو بیٹے کو سمجھائے۔

اس ہی طرح بہو بھی دل کو اتنا وسیع کرے کہ جس طرح وہ اپنی ماں کی بات کا برا نہیں مانتی، ساس کی بات کا بھی نہ مانے۔ اگر سب جگہ ایسا ہو جائے تو کتنا اچھا ہو؟

وہ دل ہی دل میں ساس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سوچنے لگی۔

''کیا سوچ رہی ہو۔'' وہ اس کا کندھا ہلاتے ہوئے بولا۔

''اپنی بیٹی کیسی لگی؟'' وہ چونک کر اس سے پوچھنے لگی۔''

سب سے حسین وہ اپنی بیٹی کی پیشانی چومتے ہوئے جذب سے بولا۔

''اچھا۔ رافعہ بھابھی کی بیٹی والی بات نہیں۔'' وہ شرارت سے بولی۔

''ششش.....'' وہ جھینپ کر اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ گیا۔ تعبیر کی آنکھوں میں ناچتی شرارت دیکھ کر وہ جھینپی جھینپی سی ہنسی ہنسنے لگا۔

''معاف کر دو یار۔''

''بیٹی کا نام تو میں نے سوچ لیا۔'' دھاڑ سے دروازہ کھول کر ہاجرہ کے ساتھ ثمینہ اور حسان کو دیکھ کر تعبیر کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔

''لاؤ، میری بھتیجی مجھے دکھاؤ۔'' زرمین یزدان کے ہاتھ سے بچی لے کر اس کو پیار کرنے لگی۔

''اوہو..... مجھے تو دو..... دادی ہوں میں۔'' ہاجرہ زرمین کے ہاتھ سے پوتی لیتے ہوئے بولیں۔

''ارے مجھے تو دکھائیں، میں نانی ہوں۔'' ثمینہ کے بولنے پر سب کو ہنسی آ گئی۔

''نام تو ابھی میں سوچ رہی ہوں۔'' تعبیر زرمین کی بات پر مرے مرے لہجے میں بولی۔

''تم سوچتی رہو میں نے سوچ بھی لیا۔ ایسا حسین نام ہے کیا بتاؤں۔ میری پرنسپل کا نام تھا کیا خاتون تھیں اور کیا ذہانت تھی۔'' زرمین جھومتے ہوئے بولی۔''

''کیا نام؟'' سب نے اس کی جانب مشتاق نظروں سے دیکھا۔

''ذکیہ خانم۔'' وہ داد طلب نظروں سے سب کو دیکھنے لگی۔

''نہیں۔'' کانوں پر ہاتھ رکھ کر تعبیر چیخی۔ سب ہی ڈر کر اچھل گئے اور اسے دیکھنے لگے۔

''ذکیہ خانم نازو کی چالاک ساس کا نام تھا جس نے اپنی بہو کو پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی تھی۔'' وہ منہ بسورتے ہوئے ان سب کو دیکھنے لگی۔

''کون نازو'' سب بدحواس سے پوچھنے لگے۔

''بے چاری نازو۔ ناول جو ہے اس کی ہیروئین؟'' وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

جس پر یزدان سمیت ان سب نے اپنا سر پیٹ لیا۔

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ناولٹ

منعم ملک

اِسی کلے نئیں خراب

سورج چڑھنے پر معمول کا رش تھا۔ گلی میں پتیسے بیچنے والے کی پاں پاں تواتر سے سنائی دے رہی تھی۔ ردی چھان خریدنے والے کی صدائیں، کھانے پینے کی دکانوں پر تلتے پکتے پکوان، پھلوں کی سجتی ریڑھیاں، سامنے فروخت کرنے اور سامان خریدنے والوں کی بھاؤ تاؤ کرتی آوازیں، گاڑیوں کی آمدورفت اور اتوار بازار کو لوٹتے جاتی عوام کی بڑھتی چہل قدمی چوک مچھلی منڈی کا منظر پیش کررہا تھا۔

چھٹی کا دن تھا اور فرصت میں لوگ چین کی سانس لینے کی کوشش میں ہنگامہ برپا کیے جارہے تھے۔ ایسے ہی ایک گھر جہاں شانتی تو ہنگامے سے پہلے کی تھی۔ ہماری بھابھی نسیمہ اپنی کراری باتوں سے جلی زبان کے پھپھولے اپنے سہیلی کے منہ پر مار مار کر کچھ اس طرح پھوڑے جارہی تھیں......

"تم سے کیا چھپاؤں سلمیٰ۔ میری ساس تو ہے ہی جلاد صفت، جہنم کی داروغہ...... جب سے بیاہ کر اس گھر میں آئی ہوں بس پھٹا ہوا ڈھول ہوگئی ہوں...... جس کے ایک رخ پر ساس ڈنڈا ہانکتی ہے تو دوسرے پر شوہر شریف، اب بتاؤ کہ ایسے میں ڈھم ڈھم کی بے ہنگم آوازیں ہی آئیں گی یا شہنائیاں بجیں گی......؟"

اُن کے یہ ارشادات میرے کانوں میں پڑے تو ایک گدگدی سی محسوس ہوئی۔ لیکن اگلی ہی بات سن کر میرے لبوں سے ہنسی چھوٹتے چھوٹتے بچی۔

"صحیح کہتی ہو نسیمہ۔ اب تو تم بولو نا تو لگتا ہی نہیں کہ کوئی انسان بول رہا ہے...... لگتا ہے جیسے گھر رپتھر آٹا چکی چل ہو رہی ہو یا کسی سو سالہ عمارت کے کمرے میں لگا ایگزاسٹ......"

"ہے ناں۔" فرطِ جذبات سے بھابھی نے اپنی حمایتی کو دبوچ ڈالا۔

"ورنہ یاد ہے تمہیں، ابا مجھ سے نصیبولال کے گیت سن کر کہا کرتے تھے کہ ضرور تم تو نصیبو کی استا رہی ہوگی۔" اُن کے عظیم دکھ کے اظہار پر سلمیٰ بی بی نے بھی ہمدردی کے پھائے رکھے۔

"بالکل یاد ہے۔ خالو تو یہ تک کہتے تھے کہ کی ہی سلطان راہی کی فلموں میں گھوڑے ہنہناتے ہول گے جیسی سریلی تان ہماری نسیمہ لگاتی ہے۔"

"ماشاء اللہ کہو......" بھابھی کو شاید اس قدر پزیرائی کی توقع نہیں تھی جب ہی فدا ہو گئیں...... لیکن مجھے مزید برداشت کرنا محال ہوگیا۔ ایک فلک شگاف قہقہہ تھا جس کا دم گھونٹتے گھونٹتے میں لال پیلا ہو گیا مگر صد شکر کے قریبی کمرے میں موجود ہونے کے باوجو آواز اُن تک نہیں پہنچی تھی۔ شاید وہ اپنی ازدواجی زندگی کے دکھوں سے کچھ زیادہ ہی چور تھیں۔

"اور کیا تم وہ بھول گئیں سلمیٰ۔ جب پچھلے سال میں نے نرگس اسٹائل میں منجھلا باندھ کر "لیلیٰ میر لیلیٰ...... ایسی ہوں لیلیٰ...... ہر کوئی چاہے مجھ سے ما اکیلا...... پر ڈانس کیا تھا تو کیسے سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ میرے شوہر کو تو سانپ ہی سونگ گیا تھا...... اور ساس کو تو ڈنک مار گیا تھا......"

خوب دانت پیس کر بولیں۔

"اور نہیں تو کیا...... بس ایک دادا جان تھے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

شروعات سے ہی گھوں گھوں کھانسنا شروع ہوئے تو آخر تک بس نہ ہوئے..... سلمٰی کو بھی چسکے لینے کا بہت شوق تھا بڑھاوا دے جا رہی تھی۔

''ہاں تو اُنہیں نرگس اور انجمن پسند جو اتنی ہیں۔'' وہ ٹھٹا لگا کر بولیں۔

دادا جان کی ٹھسکے دار کھانسی تو یوں بھی مشہور تھی۔ ایک مرتبہ شروع ہو جاتی تو بندہ بیٹھے بیٹھے اُونگھ جائے مگر دادا جان واپس ہوش کی دنیا میں قدم نہ رکھتے.....

''بس اللہ کی پناہ نسیمہ ساس تیری بڑی فتنی ہے..... اور کہتی ہے میری بہو کی زبان چھری ورگی ہے تیرا ہی حوصلہ ہے بہن..... خود تو وہ محلے بھر میں اچھی بنی پھرتی ہے، آپا جی کہیں کی..... ہمت سے کام لو نسیمہ۔'' سلمٰی بڑی رونہاسی ہو کر نسیمہ بھابھی کو دلاسا دیتے ہوئے بولی جیسے ابھی پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی۔ حالانکہ اس مصنوعی پن سے اس کے چہرے کے خدوخال اپنی اصل جگہ سے ہل کر بڑے بھدے

لگنے لگتے تھے......ایک دم ہولناک۔

اسی تکلے نئیں خراب
اتھے سارے نے جناب
جدوں ہووے گا حساب
اودو ویکھ لا گے

نسیمہ بھابھی نے سینہ ٹھونک کر بابرہ شریف کے لہجے کو کاپی کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ اس پر سلمٰی واری صدقے ہوتے ہوئے اپنے اصل مدعے پر اُتری۔

"جیو جیو......اچھا نسیمہ ذرا اپنا وہ جوڑا تو دینا کھدر کا...... جو پچھلے ہفتے سلوا کر لائی ہو، میں ذرا بہن کی لڑکی کا سسرال دیکھنے جارہی تھی۔"

خوشامدی لہجے پر بھابھی کا دل کانپا۔

"وہ نیا سوٹ......"

"ہاں ہاں دھودھلا کر واپس کر جاؤں گی، تیرا دل یوں بھی بہت بڑا ہے۔ اب میں ایسی حالت میں جاتی اچھی لگوں گی کیا؟ کچھ اپنا بھی رعب داب بڑے۔"

"اچھا رکو، لاتی ہوں۔" وہ مایوسی سے کہہ کر اُٹھیں۔ اگلے منٹ وہ پلے منہ سے نہال ہو کر سوٹ بغل میں دباتی سلمٰی محترمہ نے باہر رک کر بھابھی کے کمرے میں جھانک کر اُن کے اندر ہی بیٹھنے کی تسلی کی اور سیدھا باہر نکلنے کے بجائے آپا جی...... یعنی ہماری والدہ حضور کے کمرے میں گھس گئی۔

"آپا جی، سلام کہتی ہوں۔"

"میں کہتی ہوں اُس میراثن کے مورچے سے باہر نکلنے کی فرصت مل گئی تجھے۔" آپا جی کے لتاڑ نے پر سلمٰی آئیں بائیں شائیں کرنے لگی۔ اللہ معاف کرے بڑی مکار اور پھاپھا کٹنی تھی یہ سلمٰی۔ کیا میں نے غلط کہا؟ خود دیکھ لیجیے......

"توبہ ہے آپا جی۔ پوری میراثن ہی ہے نوں تہاڈی...... بات بات پر گانے اور خود کو ڈھول تک بول دینا...... کان میں پھنس جاتی ہیں پکی آواز والی عورت کی باتیں......" وہ سچ مچ کان میں اُنگلی ڈال کر پھنسے الفاظ نکالنے لگی۔ اس کی کمال اداکاری کو صحن سے دیکھتے ہوئے میں اش اش کر اُٹھا۔

"ہاں تو وہ کیا ڈھول سے کم ہے۔ بیاہ کے وقت سے ہی پورے جی سے لگتی تھی۔" آپا جی مبالغہ آرائی کرتے ہوئے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگئیں۔

"کیا بتاؤں آپا جی۔ کہہ رہی تھی میری ساس تو پوری فتنی ہے...... میں نے کہا لو وہ بھلی مانس تجھے کاٹتی ہے تو کہنے لگی کاٹیں گے تو اسے کیڑے، سیدھا جہنم میں جائے گی۔"

"اُس نے یہ کہا......؟" آپا جی جلال میں آگئیں۔

"اور بھی بہت کچھ...... اللہ ایسی زبان دراز بہو کسی کو نہ دے......"

"تُو رک، میں ابھی اس کی گت مروڑتی ہوں۔"

"آئے ہائے......" سلمٰی بوکھلا کر آگے دیوار بن گئی۔ "چھڈو آپا جی...... پہلے میرا ایک کام تو کرو......"

"کیسا کام؟" وہ ناگواری سے بولیں۔ تو سلمٰی نہایت شریں لہجے میں سوالی بن گئی۔

"اپنی وہ سفید چادر تو دیں ذرا...... وہی جو شاہین کا خصم آپ کے لیے شارجہ سے لایا تھا...... میں نے کہیں جانا ہے ورنہ نہ مانگتی۔ تے نالے عطر دی شیشی۔"

"نہ پہلے مینوں دس کیہڑے پیو نوملن جاوی گی خوشبواں لا کے بدبختے۔" آپا جی نے بہو کے غصے سے سلمٰی کی درگت بنائی تو وہ بلبلا کر رہ گئی۔

"اوہ ہو۔ آپا جی۔ تسی بڑے مخول کردے او۔" سلمٰی کو شرم آگئی تو آپا جی بگڑتے ہوئے اپنی الماری سے تہ شدہ چادر لے کر آئیں اور ہاتھ پر پٹخی۔

"مدد کے لیے میرے پاس آیا کر...... اور راہ رسم اُس مرن جوگی کے ساتھ بڑھایا کر......"

"توبہ توبہ آپا جی۔ مجال ہے جو مجھ سے آپ کی توہین برداشت ہو۔ یہ تو بس نسیمہ ہی ہے جو......" سلمٰی نے وہیں کھڑے کھڑے دو تین مزید تیلیاں لگائیں اور ادھر وہ گھر سے نکلی۔ ادھر دیکھو تماشا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

☆☆☆

"نی کمینی...... نی بد ذات...... اُو لعنت جوگیے...... بے غیرت فلانی ڈھمکانی۔"

بھرے صحن میں اکھاڑا لگ گیا اور آپا جی للکار للکار کر اپنے شکار کی عزت افزائی میں لگ گئیں تو میں بوکھلا کر آگے بڑھا۔ پورا گھر لمحے میں جمع ہو گیا۔ بڑی بھابی شگفتہ۔ میری آخری بہن جنت، نسیمہ بھابھی کے شوہر شریف میرا مطلب ہمارے شریف النفس توحید بھائی، دادا جان۔ آدھے درجن جتنے بھائیوں کے بچے۔ جن کے چہروں پر اشتیاق ہی اشتیاق تھا۔

"کیا ہو گیا آپا جی۔ سب خیریت ہے؟"

توحید بھائی نے گھبرا کر ماں سے پوچھا۔ جو غضب ناک ہو رہی تھیں۔

"ارے خیریت تو اسی روز رخصت ہو گئی تھی جس روز تو اُس کلموہی کو بیاہ کر لایا تھا۔ کتنا سمجھایا تھا تجھے پر تُو نہ مانا کمبخت، اب یہی اوقات رہ گئی ہے تیری ماں کی کہ تیری وہ چھٹانک بھر کی ووہٹی مجھے جہنمی کہے...... فسادن کہے، نکال اسے گھر سے میں کہتی ہوں ابھی۔"

"اب کیا قیامت آ گئی ہے آپا جی...... جب دیکھو چڑچڑے بین کی طرح شروع ہو جاتی ہیں......" ماتھے پر تیوریاں چڑھائے نسیمہ بھابھی نے سخت ناگواری کے عالم میں کہا۔

"ارے چڑچڑا بین ہو گی تیری ماں...... تیرا میکا اور سسرال...... منحوس ماری اب تو دیکھ میں توحید کا کیسے دوسرا بیاہ رچاتی ہوں یہ تو مجھے بچوں کا منہ کھا جاتا ہے ورنہ......"

"ورنہ کیا......" نسیمہ بھاؤ تاؤ کھا کر بولیں۔

"بیاہ رچا ہی نہ لیں کہیں...... ہنہہ ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا......"

"ہاں بی بی۔ ٹھہری نا آخر تو خاندانی میراثن...... ناچ جانتا تو تیرا پورا کنبہ ہو گا، ہمارے تو شریفانہ طور طریقے رہے ہیں۔ جب ہی تو میرے شرم دار پتر کو پھنسا کر بے لحاظ بنا دیا۔" ایک ملامتی نظر توحید بھائی پر ڈالی جو بے چارگی کی مثال بنے کھڑے تھے۔

نسیمہ بھابھی تو مزید سیخ پا ہو گئیں۔

"کڑیے ہن کی ہویا......؟" دادا جان نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ بیچ بچاؤ کرنا چاہا مگر ایک بار گولا باری شروع ہو جاتی تو کہاں تھمتی تھی۔

"آپا جی اب کیا کر دیا نسیمہ نے...... غصہ تھوکیں میں معافی مانگتا ہوں۔" توحید بھائی نے خوشامد کرتے ہوئے کہا۔

اس پر بھابھی مزید قہر برساتی نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"پوچھ اس سے، کیا کہتی پھرتی ہے محلے بھر میں...... منہ بھر بھر کھاتی ہے، آتی جاتی ہے کوئی روک ٹوک نہیں پھر بھی ناشکرا پن کہیں نہیں جاتا اس عورت کا......"

"کس چیز کا شکر آپا جی۔ میرا شوہر کما کر لاتا ہے۔ آپ نے تو الٹا میرا جینا حرام کر رکھا ہے۔"

"دیکھ لی بیوی کی دو گز کی زبان...... اسے میں گھر سے نکال کر رہوں گی۔" آپا جی ایک عزم کے ساتھ لپکیں۔ میں اور جنت آگے بڑھ کر انہیں روکنے لگے۔

"خبردار! کسی نے مجھے ہاتھ لگایا۔ میں عدالت میں کیس کر دوں گی۔" بھابھی تلملا کر بولیں۔

آپا جی کے چہرے پر یکایک جوش کی لہر دوڑ گئی۔

"خلع کے لیے...... کر کر۔ شاباش۔" آپا جی کو کامل یقین تھا کہ بھابھی کا وکیل بھائی آسانی سے اس کی گلو خلاصی کروا دے گا۔

"نہیں...... بہو نہیں...... میرے جیتے جی تم طلاق نہیں لے سکتیں...... میں تمہاری دادی ساس کو کیا منہ دکھاؤں گا۔" دادا جان کے خون نے اچانک جوش مارا۔ میری ہنسی اُبلنے لگی۔

"آئے ہائے دادا جی میں کیوں خلع لینے لگی۔"

بھابھی بدمزا ہو کر بولیں جیسے ان کی طرف سے داغا میزائل پھس ہو گیا ہو۔ "میں تو اُلٹا محبت قائم کرنے کی قائل ہوں، میرا ظرف دیکھ لیں آپ کہ میں نے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اپنے وکیل بھائی کے لیے جنت کے رشتے تک کا سوچ لیا..... مگر آپ لوگ تو اس قابل ہی نہیں....."

"تو نے یہ سوچ بھی کیسے لیا....." سنتے ہی آپا جی کو پتنگے لگ گئے۔ "تیری اتنی اوقات..... کل تک تیرے باپ بھائی بچوں کے ختنے کر کے روزی روٹی کماتے تھے آج بھائی وکیل کیا لگ گیا تو اپنی ذات ہی بھول بیٹھے، کوئی شوق نہیں ہمیں تیرے "میچنگ" بھائی سے رشتہ کرنے کا....."

"آپا جی میچنگ بھائی؟" شگفتہ بھابھی جو دلچسپی سے سارا تماشا ملاحظہ کر رہی تھیں وضاحت لینے کو بولیں۔

"ہاں کالے کوٹ کالے بوٹ اور کالی رنگت کے ساتھ کرتوت بھی کالے....."

میچنگ کی وضاحت پر میں قہقہہ مارنے پر مجبور ہوگیا۔

"میری جتنی بے عزتی ہو جائے آپ کچھ نہ بولیے گا۔" بھابھی نے اب کے توحید بھائی کو للکارا۔ اور سخت نظر مجھ سمیت سب پر ڈال کر کمرے کو سدھارنے لگیں۔

"آپا جی بس کریں..... میں سمجھاؤں گا نسیمہ کو، خدارا میرا گھر خراب ہو رہا ہے۔"

مجھے توحید بھائی کی کراہ پر بڑا ترس آیا۔

"ناس ماریا جو تیری جنت خراب ہو رہی ہے..... اس کی کوئی فکر نہیں؟" آپا جی دانت پیس کر بولیں تو بھائی اور نسیمہ بھابھی کے توپوں کا رخ پہلو میں کھڑی جنت کی طرف گیا۔

"جنت کو کیا ہوا؟" وہ ناسمجھی سے بولے تو جنت گڑبڑا گئی۔

"اچھا تو یہ بات ہے..... گل کھلانا شروع ہوگئی بنو، میں بھی کہوں کہ اس کی شکل کچھ زیادہ ہی لعنتی کیوں ہوئی جا رہی ہے..... پہلے سے زیادہ پھٹکار برسنے لگا ہے۔" بھابھی چہک کر بولنا شروع ہوئیں تو جنت کے ناک سے دھواں نکال کر رکھ دیا۔

"خبردار! میری معصوم پاکیزہ بیٹی پر کیچڑ اُچھالا تو..... میں اس جنت کی بات کر رہی ہوں جو میرے قدموں میں ہے۔ تیرے منہ میں خاک جنم جلی، منحوس ماری۔"

"میرے صبر کا حساب بھی آپ ضرور دیں گی..... آنے دیں غافل کی دلہن کو آپ کو دن میں تارے نہ نظر آئیں تو میرا نام بھی نسیمہ نہیں..... اور آپ ذرا کمرے میں آیئے۔" وہ شوہر کو کہہ کر تن فن کرتیں یہ جا وہ جا.....

میرا چہرہ بجھ گیا۔ آپا جی کتنی دیر تک بڑبڑاتی رہیں۔ مجھ پر نسیمہ بھابھی کی بات کا اثر ہوگیا۔ یہ وہ موضوع تھا جس کی وجہ سے میں نے آپ کو یہ قصہ سنانا شروع کیا اور جسے آپ میری "دکھتی رگ" کہہ سکتے ہیں.....!

☆☆☆

تنگ گلیوں میں پھنسا ہمارا یہ کشادہ گھر..... جس کے آس پاس کے مکانات کی چھتیں آپس میں بغل گیر ہیں اور گلیاں آئے روز اُبلے گٹروں اور نالیوں کے پانی سے لبالب بھری..... پر ہمارے دادا جان نے یہ حویلی نما گھر اپنے اچھے وقتوں میں تعمیر کروایا۔ اور کچھ ایسے اچھے وقتوں میں تعمیر کرایا کہ پھر جیسے بھی حالات بنے..... محلے کے حشر ہوئے..... وہ ثابت قدم رہے۔ اس گھر سے اُنہیں مریدانہ محبت تھی۔ اور اس کی ایک وجہ دادی جان مرحومہ کی کہی وہ بات بھی تھی جسے ان کے گزرنے کے بعد بھی وہ سینے سے لگائے بیٹھے تھے..... اس زمانے میں دادی جان نے یقیناً شبنم جیسا لہجہ اپنا کر کہا تھا.....

"سن جہاں داد! زندگی میں کبھی تو نے ہماری محبت کی نشانی اس حویلی کو بیچا تو قیامت کے روز میرا مرا منہ دیکھو گے۔"

حالانکہ اتنی حوریں ملنے کے بعد دادا جان کو اُن کی ضرورت بھی کیا تھی آخر مگر وہ تب بھی تڑپ کھا کر بولے ہوں گے۔

"اے میری نور جہاں! تو نے یہ قسم دے دی..... اب تو اس حویلی کی رکھوالی کے لیے میں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

قیامت کے بورے سمیٹنے کے بعد ہی تم سے ملاقات کرنے آؤں گا.....''

اور محض یہ ہی نہیں.....اس حویلی سے دوسری محبت میری اماں جان یعنی محلے بھر کی آپا جی کو تھی۔ وہ بلا مبالغہ کہتیں کہ اسی حویلی میں میں نے سب سے پہلے خود کو پالا (چودہ برس کی عمر کو بیاہ کر آئیں) پھر اسی حویلی میں اپنے سات بچے پالے (میرے علاوہ).....اور اسی پر بس نہ کرتے ہوئے محلے کے بچے بھی پالے۔

بچوں کی ماؤں نے جو سیانی آپا جان کو آپا جی کہنا شروع کیا تو ہر بچے کے منہ پر یہ چڑھ کر رہا۔ اپنے بچے تک آپا جی کہنے لگے۔ اب تو اکثر دادا جان کے منہ سے بھی بے ساختہ آپا جی پھسل جاتا تو آپا جی کو حیا سی آجاتی لیکن حاضرین کو بڑی ہنسی آتی۔

توبات ہے گھر کی۔

آپا جی کو بچوں سے بڑی لگاوٹ تھی۔ اسی لیے آگے پیچھے سات بچوں نے انٹری ماردی.....بڑی دو آپائیں شاہین اور شمیم.....پھر بڑے بھیا تہذیب اور ان سے چھوٹے توحید اور ان سے بھی چھوٹے مرید.....آپا جی اس پر بھی پھولے نہ سائیں تو مہرین اور جنت آدھمکیں۔

وہ جو کہتے ہیں.....بچے دو ہی اچھے.....

آپا جی کہتیں۔ جتنے بچے اتنے اچھے.....

اسی بات کے مصداق بچوں کے نام بھی چن چن کر رکھے۔ پر میری باری آئی تو بڑا ہی بھاری ہاتھ مار ڈالا.....سمجھ سے بالاتر ہے کہ نام رکھتے وقت آپا جی مذاق کے موڈ میں زیادہ تھیں یا خوشی حد کی چار دیواری پھلانگ گئی تھیں۔

''غافل حسین!''

میں نے ہوش سنبھالا تو آپا جی کی اس انوکھی تک پر اکثر لوگوں سے سوال کرتے سنا۔ جس کا عقدہ وہ بڑے مسخرے پن سے کھولتیں۔

''میرا غافل اپنی ماں کے فرائض سے کبھی غافل نہیں ہوگا۔ چھوٹی اولاد بڑے مروت والی ہوتی ہے۔''

''آئے ہائے آپا جی! اچھے بھلے منہ متھے والے منڈے کا نام پکڑ کر اوٹ پٹانگ کیوں رکھ دیا؟''

''یہ تو اسی نالائق کا قصور ہے۔ پتا ہے ساجدہ اس کی دفعہ تو جی والی عورتوں جیسے چونچلے ہی نہ بنے.....نہ جی اُلٹے نہ چکر چڑھے۔ لگتا تھا کہ بس عمر، خوراک کے ساتھ جسم بڑھ رہا ہے پر کیا خبر تھی کہ یہ نانہجار حاضری دینے کے درپے ہے۔'' وہ بڑی محبت میں میرا ذکر خیر اسی طرح کرتی تھیں۔

''ہاں پر اس سے کیا واسطہ؟''

''واسطہ کیوں نہیں ہے۔ پورے پانچ ماہ بعد جا کر پتا چلا، اس سارے عرصے میں مجھے ایسے غافل رکھا کہ میں اپنے ناک کے نیچے کا یہ کھیل دیکھ ہی نہ سکی۔ بس پھر پیدائش کے بعد میں نے بھی ٹانگ سے پکڑ کر ایک تماچا جڑا اور غافل نام رکھ دیا۔'' وہ بڑا اونچا قہقہہ مار دیتیں۔ میری صورت دیکھنے والی ہوتی تھی۔

''بڑی جلد بازی کا مظاہرہ کیا آپا جی۔'' کہنے والی کو یقیناً چسکا تھا اس لیے چٹخارے لینے کو اکسائے دیتی تھی۔

''جلد بازی میں یہ کون سا پیچھے رہا.....اللہ سلامت رکھے میرے سارے بچے ایسے رج کے ڈھیٹ تھے کہ پکے پورے دنوں سے ہوئے.....پر یہ چلبلا جبا.....میں اس کے لیے شاپنگاں (شاپنگ) کرنے نکلی تو ایک دن بڑی افراتفری میں وقت سے بھی پہلے بن ساون برسات کی طرح آٹپکا۔ میرے خریدے کپڑے بھی وہیں دکان پر رہ گئے۔ اسے تو یہ بھی ڈھنگ نہ آیا کہ بندہ جگہ مقام ہی دیکھ لیتا ہے۔''

''لیکن آپ تو اسپتال سے لوٹی تھیں، ورنہ باقی سب تو دائی بھاناں کے ہتھے چڑھے۔''

''ہاں وہ تو ہے مگر ہسپتال جانے سے قبل تو ''لنڈا بازار'' میں سوئیٹر دیکھ رہی تھی ناہاہاہا.....''

میں بھنا کر پاؤں پٹختا ہوا منظر سے غائب ہوتا تو وہ پیچھے سے ہی آواز لگاتیں۔

''اوئے پتر! چند دن کے بچے کو لنڈے کے کپڑے پہنانے سے نظر نہیں لگتی پاگلا.....''

یہ بھی آپا جی کا ہی سنہری قول تھا۔ آپا جی کی مٹی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اچھی تھی اولاد جوان ہوگئی اس کے باوجود بالوں کی سیاہی ہنوز برقرار تھی......

بچے بڑے ہوئے تو اوپر نیچے اور حویلی کے بغلوں میں کمرے ڈلتے گئے۔ جگہ تو بہت تھی پر سلیقہ کم تھا...... اکثر کمرے کباڑ کی نذر تھے۔ کہیں چوہے بھاگتے پھرتے۔ کہیں آپا جی کے ٹرنک اور خستہ حال رضائیاں گدے، کسی جگہ دادا جان کا فالتو سامان جن سے ان کی یادیں لپٹی تھیں۔

شاہین آپی اور شمیم آپی کی شادیاں بھی کسی ہنگامے سے کم نہ ہوئیں۔ دونوں بہت نخریلی تھیں اور لاڈوں میں پوری۔ خدا خدا کر کے آپا نے اپنے سینوں پر مونگ دلنا بند کروائے تو چوتھی کی رسم کا انتظار کیے بغیر ہی اگلے دن شمو آپی نے پہلا فون کھڑکا دیا۔

''واہ آپا جی بڑے احسن طریقے سے فرائض نباہے آپ نے، کم از کم موازنہ تو کرتیں...... رشتہ کرتے وقت طفیل کا پیٹ دیکھ کر آپ کا دل نہ کانپا آپا جی، جو اتنا باہر نکلا ہوا ہے کہ ابھی دس بچے پیدا کردے گا۔''

''آئے ہائے کیا بکتی ہو۔'' آپا جی کو خاک نہ سوجھا۔ ''ایسا تو کچھ بھی نہیں...... تو دیکھ کہیں گیس نہ ہوگئی ہو۔''

''یہی ہوا ہے آپا جی، اب ساری زندگی اسی مٹکے سے سر پھوڑنا ہے مجھے۔'' وہ اپنی نازک مزاجی سے پھاں پھاں رونے لگی۔

''نی جیون جوگیے کیوں جی برا کرتی ہے، میں کہہ رہی ہوں ناں بارات تک تو سب ٹھیک تھا...... کہیں دولہا بدل تو نہیں دیا گیا؟'' آپا جی کی نظروں میں شمو آپا کی خرانٹ اور مکار سی ساس چکر پھیریاں کھانے لگی۔

''بس رہنے دیں آپا جی۔ بارات والے دن نوٹوں والے سہروں کے انبار کے پیچھے خاک کچھ نظر آنا تھا۔'' وہ برا مان کر فون رکھ گئی تو آپا جی نے ماتھا پیٹ لیا۔

اسی وقت شاہین آپی کی طرف سے غصیلے انداز میں فون بجا اور خاصے جارحانہ انداز میں شروع ہوئیں۔

''بہت وقت سے فون پر بزی ہیں...... منا رہی ہیں جشن ہمیں ٹھکانے لگانے کا۔''

''اب تیرے ساتھ بھی چار ہاتھ ہو گئے کیا...... پیٹ بڑا ہے کہ ٹنڈ نکل آئی؟'' دوسری طرف یقیناً حیرانی پیدا ہوئی ہوگی۔

''ایسا کچھ نہیں ہوا...... بس ویسا بھی کچھ نہیں۔'' ایسی بے سروپا بات نے آپا جی کی کھوپڑی الٹ دی۔

''کمبخت ماری تو نے تو تصویر دیکھ رکھی تھی ناں......''

''تصویر تو معقول تھی پر سارا موئے کیمرے کا کمال نکلا...... آپ نے شناختی کارڈ والی تصویر منگائی ہوتی تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا...... یہ نوبت ہی نہ آتی، اصل میں اکمل نرا سلطانہ ڈاکو کا بیٹا نکلا آپا جی۔'' انہوں نے خود کو پچھاڑ کھانے سے بمشکل روک رکھا تھا۔

''ہیں...... تو سلطانہ ڈاکو کے بیٹے کو کیسے جانتی ہے مرجانیے؟'' آپا جی فوراً شکوک وشبہات میں مبتلا ہوگئیں۔

''جانتی نہیں ہوں مگر لگتا ہے اس کی شکل بھی ایسی ہی ہوگی۔''

''ہاں اور تُو تو جیسے پھولن دیوی ہے ناں...... خبردار دوبارہ فضول باتوں سے میرا میٹر شاٹ کیا تو، باپ کو چنداں پروا نہیں، ماں نے گھر بار کا کر دیا تو شکر گزاری کے بجائے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے شہزادیوں کے...... چل رکھ۔'' بھڑاس نکال دینے کے بعد بھی کتنی ہی دیر تاؤ کھاتی رہیں۔

میرے دونوں بہنوئی اچھے تھے مگر بہنیں واقعی کچھ زیادہ ہی شہزادیاں تھیں۔ گھر میں نوک جھوک تو چلتی رہتی تھی پر اب کے جیسے عبرت ناک جھگڑے کبھی وقوع پذیر نہ ہوئے تھے۔ اب تو یہ عالم تھا کہ محلے والوں کو آٹھ بجے والے ڈرامے سے زیادہ دیواریں اور چھتیں چڑھ کر ہمارے صحن میں جھانکنے کا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

زیادہ مزا آتا تھا...... اور اس سب کی شروعات تب ہوئی جب ہمارے معصوم اور بے بے سے بھائی توحید کو عشق کا بخار چڑھ گیا۔ اور انہوں نے کئی دن عشق کی پینگیں اونچا اونچا جھولنے کے بعد بڑی دیدہ دلیری سے آپا جی سے کہہ بھی دیا۔ (جھولنے سے شاید دماغ چڑھ گیا تھا)

''میں نسیمہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں...... چاچے ماجھے کی کڑی......'' توحید بھیا نے باقاعدہ زبان دانتوں میں پکڑ کر ''ماجھے میراثی'' کہنے سے خود کو روک کر رکھا۔

''لخ دی لعنت......'' سن کر ہی آپا جی مجی پر گر پڑیں۔

☆☆☆

اک طوفان برپا ہوگیا۔ آپا جی کو اپنی ذات پات پر بڑا مان غرور تھا۔ اور نسیمہ بھابھی ساتھ والے محلے کے میراثی خاندان سے۔ آپا جی کو تو سنتے ہی مرگی طاری ہوگئی۔ اُن کی تو ہر بات کی مثال ہی ڈھول...... ناچ اور گانے کے گرد گھوم کر مکمل ہوتی تھی۔ آپا جی کو شدید ناگوار...... پکے منہ والی، ٹٹ پینی، سانولی سلونی...... مگر توحید بھائی گنگنانے پر آئے تو......

کالا شاہ کالا

میرا کالا اے دلدار

تے گوریاں نوں پراں کرو

تے گوریاں نوں دفع کرو

آپا جی کا جی کرتا جوان بیٹے کے بوتھے پر وہ جما کر دیں کہ ساری عاشقی ناک کے راستے باہر نکل جائے۔ پر توحید بھیا تو دادا جی اور ابا کے گوڈے ہی لگ گئے۔ اُنہیں کچھ خاص اعتراض نظر نہ آئے۔ آپا جی کے دل پر سب نے مل کر کیسے وزنی پتھر رکھے وہ تو الگ قصہ...... بہنیں جتنی جذباتی ہوئیں نسیمہ جی کے عشق کے سامنے دیوار نہ بن سکیں...... دوسرا کوئی چارہ رہا نہ سبیل...... تب دادا جان مہمان خصوصی بن کر دیکھنے گئے تو نسیمہ بھی کو......

آں حسن دی کلا شنگوف

ڈردے نے میتھوں اے عاشق لوگ

گا گا کر منہ مانجھتے دیکھ ان کی باچھیں کھل گئیں۔ چلبلی طبیعت کے تو تھے...... بہو بھی ایسی باذوق کہ کیا کیا نہ گا لیتی ہوگی۔ محفل خوف جمتی نظر آئی تو بارات چڑھتے بھی دیر نہ لگی۔ بارات کا بھی سن لیجیے کہ آپا جی نے اسپیشل گھوڑی تیار کھڑی کی...... بارات کون سا دور جانا تھی یہی دو گھڑ پاس...... توحید بھیا تو نہال تھے کہ ماں راضی ہے باقی جو مرضی کرتی رہے۔

بارات والے دن ہی آپا جی نے اپنی فیشن ایبل سی سمدھن کو منہ بھر بھر القاب دے ڈالے۔ سرخ بھڑ کیلے رنگ کے شرارے میں شوخ رنگ دوپٹا چڑھائے، سستا میک اپ بے دریغ تھوپے نسیمہ کی ماں اپنے بچے کھچے بال یوں گوندھے ہوئی تھیں جیسے چڑیا نے گھونسلا سینچا ہو...... بھینچ بھینچ کر جھپیاں ڈالیں تو آپا جی نے زور زبردستی پرے دھکیلا۔

''ہونہہ...... گھنٹہ گھر کا کھسرا......'' آپا جی نے بڑبڑا کر جلتے من پر پھوار چھڑکی۔ سمدھن شمسہ نے ہنسی بھرے منہ سے کہا۔

''اب کیسی جھجک کھل کر مسکرا دو کیوں جبڑے دکھاتی ہو...... سمدھیانہ بندھ گیا ہے اب تو۔''

آپا جی نے تاؤ تو بڑا کھایا پر بڑے پن سے بولیں۔

''کیا کریں ظرف بڑا کرنا پڑتا ہے سکہ اپنا ہی کھوٹا ہو تو گندگی پر پھینکنے کے بجائے تھوڑا خود ہی برداشت کر لیا جائے......''

''ہاہاہا ہائے آپاں...... یہاں تو گنگا بہہ رہی ہے اسی لیے اپنی میل بھی یہیں دھو لیں تو عافیت رہے گی۔'' وہ چڑا کر آگے بڑھ گئیں تو آپا جی دانت کچکچا کر رہ گئیں۔ دنیا دکھاوے کو دلہن کی طرف بڑھیں تو آواز آئی کہ ابھی میک اپ کچھ نامکمل ہے...... کچھ گھڑیاں لگیں گی۔ لو جی آپا جی کو خوب مخول سوجھا۔ اونچا سا بولیں......

میک اپ نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجیے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اک ڈائن سا چہرہ ہے اور حور بنانا ہے

نسیمہ بھابھی نے سنا تو دانت پیس پیس کر جبڑے زخمی کر ڈالے۔ نازک وقت میں بیٹھی تھیں ورنہ مرچیں تو خوب لگی تھیں۔ کچھ کہہ سنا ہی دیتیں...... رخصتی سے آپا جی نے پھر بھڑکیں ڈال دیں۔

"دولہا دلہن آگے پیچھے اسی گھوڑی پر بیٹھ کر گھر تک جائیں گے اور پیچھے باراتیوں کا ٹولا......"

ڈھول دماموں کے بیچ اچھل اچھل کر چلتی گھوڑی پر بیٹھے دولہا دلہن کو بھی ایک فٹ اوپر اچھال کر اُٹھک بیٹھک کرواتی، توحید بھیا کو تو اپنی خوشی میں کچھ نظر نہ پڑا...... مگر پوری برادری ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ رہی۔ اور ظاہر ہے نسیمہ بھابھی بھی انگاروں پر لوٹتی رہیں...... تاہم باقی شادی میں خیر ہی رہی۔

دولہے کا کمرہ آپا جی نے خود تیار کروایا تھا۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں آپ کو اُس کا نظارہ نہ کرواؤں۔

سب سے زیادہ خرچا بھی اسی پر ہوا۔ کمرے کی دیواروں پر ایسے شوخ رنگ پھروائے کہ کوئی نفیس سا بندہ دیکھ کر ہی نفسیاتی مریض ہو جائے۔ سائیڈ والی دیوار پر بے سروپا پوسٹر جس پر ایک لمبے لمبے دانتوں والی خون خوار حسینہ جس کے لال بھبوکا چہرے پر کرب انگیز تاثرات تھے اور نچلا موٹا سا ہونٹ تیز دھار چھری کی نوک سے کٹتا نظر آرہا تھا...... خون کی بوندیں نیچے تک ٹپکتیں اور نیچے ننگا سا بندر نما آدمی وہ خون چاٹتا نظر آرہا تھا۔ بالکل سامنے تو ناگن بنوا دی گویا نئے جوڑے کا کمرا نہ ہو ڈر ڈائجسٹ کا دفتر ہو...... سارے فرنیچر کو نیم کی کڑوی بدبودار گولیوں ملے تیل سے غسل دلوایا اور فنائل کے مارے تکیے چادریں چڑھائیں...... سب سے اہم کام یہ کیا کہ زیرو والا تیز سرخ بلب کمرے میں لگوا دیا کہ اس کی روشنی میں دیکھ کر بندہ خواہ مخواہ ڈر جائے۔ رات کو توحید بھائی اپنی محبوب بیوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیدار کرنے پر دو بندوں کی ہولناک سی چیخیں سنائی دیں۔

ظاہر ہے گھونگھٹ اُلٹنے پر جب دونوں نے ایسے ڈراؤنے ماحول اور پُراسرار سرخ روشنی میں ایک دوسرے کو آتشی رنگوں میں جلتے دیکھا ہوگا تو چیخ مارنی تو بنتی تھی...... اُوپر سے جس دیوار پر نظر جائے بندے کو ہارٹ اٹیک آجائے کہ یہ کس بابا جی کے آستانے پر ہم آج کی رات کو آنکلے ہیں......

تو بس وہ رات...... نسیمہ بھابھی کے دل میں وہ چنگاریاں پھوٹیں کہ آج تک توپ کے گولے برآمد ہوتے ہیں۔ کتنے ہی بچے ہوگئے مگر مجال ہے جو دونوں طرف سے ذرا سی بھی آگ سرد پڑی ہو۔ ایک سیر تھی تو دوسری سوا سیر۔ آئے دن کے تماشوں میں سے ایک کا نظارہ اُوپر ہی آپ نے کیا۔

لیکن اس سب میں میرا کردار......؟ تو وہ اب شروع ہوتا ہے...... میرے ارمانوں سے...... میری خواہشوں سے...... یعنی کہ اب آپ کو بھی بتاؤں کہ میری شادی......؟

بڑے بھائی کی بیوی شگفتہ لیے دیے مزاج کی ہیں۔ نسیمہ و شگفتہ بھابھی کے بعد میں آپا نے سوچ سمجھ کر مرید بھائی کے لیے لڑکی ڈھونڈی کہ پڑھی لکھی ہو اور نوکری کرتی ہو...... ساس کا خیال بھی رکھے گی اور سارا دن دفتروں میں سر کھپا کر آئے گی تو ساس سے منہ ماری بھی نہیں کرے گی...... آپا جی کی خواہش تو پوری ہوگئی۔ مگر ناس جائے قسمت کا کہ بل کھا گئی......

کچھ دن تو گزرے سکون سے پھر بغیر لڑے جھگڑے کہے سنے کرن بھابھی سرائیکی میں بولیں کہ سب کو کھل کر متن سمجھ آسکے۔

"میں تے اتھے نہیں رہ سگدی......"

"نی کیوں نہیں رہ سگدی...... اتھے کیا کنڈے (کانٹے) اُگے ہیں اوتری چپ منہ والی......"

اب آپا جی سیدھے منہ والی بھی کہہ دیتیں تو وہ نہ رکتی۔ الگ گھر ہو کر رہا...... مرید بھائی بیوی کے پیچھے چلتے بنے کہ خرچا بھجواتے رہیں گے۔ جوائنٹ فیملی کا کانسیپٹ کون سا دودھ دیتا ہے...... بہت روکا پر نہ جی۔

اس طرح آپا جی کا تینوں بہوؤں کا تجربہ نہایت ہی بد دل رہا۔ بیٹے بنے جورو کے غلام......

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لومڑی کی طرح دم ہلاتی بہوئیں ساتھ لگائے رکھتی ہیں۔ لہٰذا بہو نامی مخلوق سے دل اُوب گیا اب بس..... غافل کی ''شادی'' نہیں کروں گی.....

پھر جو بھی ہوا مگر محاور اُنہیں حقیقتاً اُن کے کان پر جوں رینگ کر نہ دی.....

☆☆☆

آپا جی قول کی پکی تھیں، سرے سے فراموش کر کے بیٹھ گئیں۔ ان سے امیدیں لگائے میں نے اپنی زندگی کی چوبیس بہاریں دیکھ لیں۔ مہرین رخصت ہوگئی مگر اُن کی آنکھوں میں تو بہو نامی کالا موتیا ایسا اترا ہوا تھا کہ شاید میرا سوچ کر بھی تھرا اُٹھیں۔

''نہیں۔ بیٹیاں تو پرایا دھن، ایک یہی تو رہ گیا ہے میرے دکھ سکھ کا ساتھی۔ اسے بھی کسی ''کھونٹے'' سے باندھ دیا تو میری تو ہڈیاں نوچ کھائیں یہ نصیب جلیاں.....''

اور میں مسکین سی صورت بنا کر اُنہیں دیکھ کر رہ جاتا۔ شادی شدہ دونوں بہنیں گھر آتیں تو بچے کوئی اخیر بدلحاظ ان کے۔ کسی کو میرا کان اپنی سائیکل کا ہارن لگتا۔ کوئی ناک میں انگلی گھسا دیتا۔ جیبیں خالی کرنا تو فرض تھا ہی۔ کبھی کندھے سے لٹکے ہیں تو کبھی گود میں لوٹ کر پاؤں پر جھولا جھول رہے ہیں۔ باجیاں تو انہیں میرے حوالے کر کے جیسے بے فکر، اُوپر سے ذرا سا جھڑک دو تو وہ گلا پھاڑ کر چلائیں گے کہ کیا ہی مائی بھاتاں کی کو کوسنے دیتے چیختی ہوگی۔ تڑپ تڑپ کر وہ روئیں گے کہ خوانخواہ اچھے بھلے انسان کا دل بے اختیار ''ماں صدقے'' پکار اُٹھے..... لاحول ولا..... اُوپر سے بہنوں کے طعنے.....

''ہمارے بچوں سے ایسا بے رحمانہ رویہ اختیار کرتے ہو تو اپنے کیسے پالو گے؟'' سن کر میرے کان کھڑے ہوگئے۔

''پہلے بچے تو آئیں۔ ہوسکتا ہے اپنے دیکھ کر سب بچوں کے لیے دل نرم پڑ جائے۔'' میں نے بمشکل بتیسی چھپائی۔

''ہر گز نہیں..... ہمارے بچے پھر بھی آنکھوں کو چبھیں گے۔ باقی بھائیوں کی طرح۔'' جل کر جواب دیا گیا تو میں نے معصومیت سے پوچھا۔

''باجی بہنوں کے تو بہت ارمان ہوتے ہیں، آپ کے دل میں ''ویر میرا گھوڑی چڑھیا'' گانے کا خیال پیدا نہیں ہوتا.....؟''

''ارے دور ہٹو، ایسی ڈائنیں بھاوجوں کے لیے تو بھائی کے گھوڑی چڑھنے کے بجائے بھابھیوں پر ٹرینیں چڑھانے کا خیال آتا ہے..... ہم تو بھائیوں کے سر پر بھیا سہرا ہی سجاتے ہیں مگر ہمارے سر میں اُوکھلی آلگتی ہے۔'' ٹکا سا جواب دے کر منہ پھیر لیا گیا۔ صد شکر کے نسیمہ بھابھی کے کانوں تک یہ بات نہیں پہنچی ورنہ.....

''بات ہے سیدھی..... ہم تو اپنے بھائی کو ساری عمر ماں کے در پر بٹھا کر ہی رکھیں گے۔'' چھاتی ٹھونک کر چاروں بہنیں ارشاد فرماتیں..... اور مجھے اپنا آپ کسی مشرقی دوشیزہ سے کم نہ لگتا.....

☆☆☆

سرما کی نخریلی دھوپ کسی محبوبہ کی طرح گلابی اور شرمائی لجائی سی تھی۔ منڈیروں سے آنچل سرکا کر پہلے سے رنگ چھوڑتی ہوئی..... کہ احساس تو چاروں اور نکھرا ہے مگر پیاس بھی برقرار ہے۔ حدت کے بجائے ٹھنڈک تھی، اسی پتلی دھوپ میں کینو سے لطف اندوز ہونے کے بعد میں یونہی لیٹ گیا..... مگر جسم کو حرارت نہیں چھو رہی تھی۔

''یار غافل کوئی مووی ہی دکھا دے.....'' عبید نے منڈیر سے اچک کر دبی آواز میں پکارا تو میں دھوپ سے اُکتا کر اُٹھ بیٹھا۔

''ساری فلمیں دادا جی کے قبضے میں ہیں.....'' میں نے مایوسی سے آگاہ کیا۔

عبید میرا دیوار پار کا دوست تھا۔ اور چھٹی کا دن ہم دونوں کے لیے اکتاہٹ کا باعث ہوتا تھا..... خیر ہو دادا جی جنہوں نے ڈانٹ ڈپٹ کر ساری فلمیں ''قیامت کی نشانیاں'' درس سنا کر ہم سے چھینتے ہوئے اپنے قبضے میں کیں مگر خود رات گئے تک کمرہ بند کیے یہی فلمیں دیکھ دیکھ کر ہشاش بشاش ہوتے رہتے تھے۔

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

''ابے یار سن تو..... میرے پاس نئی نکور فلمیں ہیں اور کمال کے آئٹم نمبر..... چھوڑ تُو ان تھکی ہوئی ہیروئنز کی بے سواد فلموں کو.....''

''تو خبیث یہی بات پہلے نہیں مرسکتا تھا..... چل آجا چھت پر.....''

عبید دیواریں لنک کر چھت پر پہنچا تو میں ایل۔ای۔ڈی اُوپر منتقل کر چکا تھا۔ چھٹی کے دن ہم دونوں کا یہ دو تین گھنٹے کا شغل ہوتا تھا..... فلیش لگانے اور پلے کرنے تک ساری بیزاری ہوا ہو چکی تھی۔

''یار اس ہیرو سے تو میں بھی پیار اہوں..... مگر دیکھ کڑی اتنی جلدی پٹالی جتنی دیر ہمیں کوئی دیکھے بھی نہیں۔'' حسبِ عادت اس نے پہلا تبصرہ کیا۔

''شرافت کا تو زمانہ ہی نہیں رہا..... حالانکہ میں ہنستے ہوئے پورا ہر تیک روشن لگتا ہوں.....''

میں کھل کر ہنسا۔

''لیکن آواز تو تیری امریش پوری جیسی ہے؟''

''کیا یار ہلکا نہ لے مجھے۔ میری آواز سن کر تو لوگ صبا لوڈ والی کو بھی بھول جائیں ہاں۔''

''کہیں وہ صباتم خود تو نہیں ورنہ تجھے کیسے پتا؟''

''میرے ابا کو روز میسج کرتی ہے۔'' وہ کہہ کر ڈھٹائی سے ہنس دیا۔ ''اچھا دیکھ دیکھ..... کمال کا سین ہے''

اُس نے توجہ اسکرین پر مرکوز کروائی مگر اسی وقت لکڑی کا دروازہ زور سے بج اُٹھا۔

''اے غافلا..... کھول دروازہ..... کھوں کھوں کھوں.....'' کھانسی بتاتی تھی کہ باہر دادا جی تشریف فرما ہیں۔ ہم دونوں بری طرح اُچھل پڑے۔

''اُف دادا جی.....'' میں نے آواز پھاڑ کر کہا تو عبید سخت بدمزگی سے بولا۔

''تیرے دادا جی کے کان ناک کتنے تیز ہیں دور سے پتا لگا لیتے ہیں..... ویسے تو سیڑھیاں چڑھتے گٹے دکھتے ہیں مگر جب بات ہوٹی وی کی.....''

''بک بک مت کر..... اب کیا کریں۔'' مسلسل بجتے دروازے کو میں نے بے چارگی سے دیکھا۔ پھر کسی خیال کے تحت تیزی سے الماری کھولی اور اندر سے دو سفید نمازی ٹوپیاں اور دو تسبیح برآمد کر کے ایک عبید کو تھمائی اور دوسری سے دانے گراتے ہوئے بالآخر دروازہ کھول دیا تو دادا جی خاصے مشکوک انداز میں گھورتے پائے گئے.....

''یہاں کیا ہو رہا ہے.....؟'' گھرک کر تہمد سنبھالتے ہوئے بغیر جواب کا انتظار کیے چھاپہ مارا تو اندر کا ماحول اُنہیں پچنا مشکل ہو گیا۔ تھا بھی تو نا قابلِ ہضم.....

زمین پر بچھی چٹائی پہ بیٹھے سفید ٹوپیوں سے سر ڈھکے دو جوان اور ہل ہل کر تسبیح پڑھتے..... سامنے اسکرین پر مولوی زور و شور سے تقریر کر رہا تھا۔ دادا جی کی چھوٹی سی چوچی آنکھیں حیرت سے مزید سکڑ کر گم ہو گئیں۔

''تم لوگ کواڑ بند کیے یہ دیکھ رہے تھے؟'' لہجے میں بلا کی بے یقینی تھی۔

عبید نے چہرے پر معصومیت لٹکا کر کہا۔

''جی دادا جی..... دراصل ارادہ ہے کہ تبلیغ کے ساتھ چکر لگا آئیں۔''

''ایں.....؟'' دادا جی ایسی بات سن کر ششدر رہ گئے۔ توقع تو مجھے بھی ایسی نہیں تھی پھر بھی دادا جی کے کمزور دل کا صدمہ ہلکا کرنے کے لیے مداخلت کی۔

''وہ دراصل اللہ سے لَو میرا مطلب لُو لگا لی ہے نا.....''

''اچھا شکل تو وہی بے غیرتوں والی لگ رہی ہے..... یہ نیک خیال اچانک آیا کیسے؟''

''بس آپ کو دیکھ کر عبرت پکڑی ہے.....''

عبید کچھ زیادہ ہی نیک صالح سمجھ بیٹھا تھا خود کو..... دادا جی کی چھڑی جم کر سیدھی کمر پر پڑی تو بلبلا اُٹھا۔

''لعنت جوگا..... خبیث..... کھوں کھوں۔''

بروقت کھانسی کا شدید دورہ وارد ہو گیا تو اچھل اچھل کر لٹو کی طرح لڑھکنے لگے۔ عبید برے منہ بنا تا کراہ رہا تھا۔

میں نے والیوم کچھ تیز کر دیا۔ اسکرین پر مولوی صاحب پورے جوش و خروش کے ساتھ موت کا ہولناک نقشہ کھینچ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

رہے تھے..... ساتھ ہی پھر موت کے بعد قبر کا عذاب اور روح کی تکالیف کا بیان جاری ہوگیا تو لینے کے دینے پڑ گئے..... سن کر جہاں ہمارے رونگٹے کھڑے ہوئے وہیں دادا جی باقاعدہ تھر تھر کانپنے لگ گئے..... ایسے محتاط ہو کر بیٹھ گئے جیسے ابھی موت ٹی وی سے نکل کر انہیں دبوچ لے گی اور وہ بھری جوانی میں زندگی سے بیوہ بلکہ رنڈوا ہو جائیں گے.....

عبید تازہ چوٹ کھانے کے باوجود انہیں گھبرایا دیکھ کر کہنے سے باز نہ آیا۔

''اب گھبرائے کیا ہوت..... جب چڑیاں چگ گئیں کھیت.....'' وہ شاید دادا جی کی جوانی کو کھیت سے تشبیہہ دے رہا تھا جو نجانے کون سی چڑیاں چگ گئی تھیں..... خاصی عجیب سی مثال تھی مگر دادا جی پر ایسا رقت طاری تھی کہ اس کی جسارت پر اب لاٹھی چلنے سے باز رہی۔

تقریر ختم ہوئی تو مولوی صاحب اچھے لوگوں کو جنت میں داخل اور بروں کو جہنم میں ہانک آئے مگر دادا جی کی چہرے کی ہوائیاں ہنوز اُڑی رہیں..... اسی وقت غلط ہوگیا، جوں ہی اسکرین تاریک ہو کر نیکسٹ ویڈیو پلے ہوئی تو.....

منی بدنام ہوئی ڈارلنگ تیرے لیے

فل میوزک میں تھرکتی منی کا منہ بند کرنے کے لیے میں نے بوکھلا کر ریموٹ کی گردن مروڑی تو آگے سے دوسری شعلہ جوالہ نمودار ہوگئی۔

پٹنے والی ہوں جی ہاں میں پٹنے والی ہوں
غنڈوں سے چھوروں سے میں پٹنے والی ہوں

دادا جی کا ہاتھ جوتے کی طرف بڑھتا دیکھ کر میں نے خطرے کو بھانپا اور اندھا دھند دوڑ لگا دی..... لیکن عبید ایسا نہ کر سکا اور پیچھے دے دھنا دھن شروع ہوگئی۔ کچھ ہی دیر میں لکڑے منہ کے ساتھ عبید نیچے اُترا تو خوب درگت بنی نظر آ رہی تھی..... دیکھ کر ہی ہنسی اُبلنا شروع ہوگئی۔ مجھ پر لعنت بھیجتا وہ باہر نکلا۔ پھر دادا جی نیچے اُترتے نظر آئے تو خاصے سنجیدہ اور سنبھل سنبھل کر یوں قدم رکھ رہے تھے گویا بے احتیاطی میں خدانا خواستہ کیلے کے چھلکے پر ایک پاؤں پڑ کر سلپ ہوگیا تو دوسرا قدم دھڑام سے سیدھا قبر میں..... اور پھر.....!

''یہ دادا جی کو کیوں سانپ نے سونگھا ہوا ہے..... کھانسی تک بند ہے دیکھو۔'' جنت نے حیرت کا اظہار کیا تو میں کھلکھلایا۔

''دادا جی کا ایمان تازہ ہوگیا ہے.....'' میں نے خوشی سے بتایا۔ لیکن مجھے ہرگز توقع نہیں تھی کہ ایمان اتنا زیادہ تازہ ہوگیا ہوگا..... شام ڈھلی تو کھانے پر سب کو سامنے پا کر بالکل اچانک کھنکار کر بولنا شروع ہوئے۔

''زندگی کا کچھ پتا نہیں..... انسان کو نیک اعمال کرنے چاہئیں جو اس کے لیے صدقہ جاریہ بن جائیں..... پتا نہیں اب مجھے مزید توفیق ملے نہ ملے تو.....''

''کیسی بات کرتے ہیں ابا جی۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے.....'' ابا جی تڑپ کر اپنے ابا جی سے بولے تو آپا جی بھی چپ نہ رہ سکیں۔

''آمین۔ ابا جی آپ کی ابھی عمر ہی کیا ہے۔'' پلو سے آنسو نوچ ڈالے۔

''موت عمریں کہاں دیکھتی پتر..... میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول کے پسندیدہ کام زیادہ سے زیادہ کر سکوں..... اور ''نکاح'' ایک نہایت پسندیدہ کام ہے، جس سے اللہ بہت خوش ہوتا ہے۔'' بردبار لہجے میں اُنہوں نے غیر متوقع بات کچھ ایسی کی کہ سب لمحے بھر میں بھوچکا رہ گئے.....

''نکاح.....؟'' سب کے لبوں سے سرسراتا نکلا۔

''لو جی اینج کہو ناں کہ تہاڈے ٹیڈ وچ مروڑ اٹھ ریا اے دوجے نکاح دا..... تے گل نیک کماں دی.....'' نسیمہ بھابھی نے اونچا سا قہقہہ لگا کر اصل بات کی نشاندہی کی تو دادا جی اُچھل پڑے۔

''کڑیے زبان نو لگام وی ڈال لیا کر..... میرا کی دماغ خراب ہویا اے اس عمر وچ..... میں تو

WaqarZeem
Pakistanipoint.com

اپنے ''غافل'' کے نکاح کی بات کررہا ہوں۔''
اُنہوں نے ڈانٹ کر کہا تو نسیمہ بھابھی تو منہ بنانے لگیں جبکہ میرانوالا چباتا منہ کھلا رہ گیا۔
''غافل کا نکاح.....؟'' آپا جی نے تحیر سے پوچھا۔ میری آنکھوں میں ایسی بے یقینی تھی جیسے صدمے سے گنگ رہ گیا ہوں۔
''ہاں غافل تُو بتا..... تجھے کوئی اعتراض؟''
دادا جی نے سیدھا مجھ سے ہی پوچھ لیا تو میں نے خوشی کو قابو اور بتیسی کو سمیٹ کر اندر چھپاتے ہوئے کہا۔
''میں کیا کہوں دادا جی..... میرا تو سر جھکا ہے۔'' میں نے فرماں برداری کا ثبوت دیا۔
''کیوں تیری کوئی ناک کٹ گئی ہے جو سر جھکا ہوا ہے تیرا.....'' انہوں نے گھرک کر میری بات کا غلط مطلب نکالا تو سٹپٹا کر میں تیزی سے بولا۔
''میرا مطلب دادا جی..... مشرقی لڑکے تو لاج ولحاظ کا پیکر ہوتے ہیں ناں۔''
''اچھا ان چیزوں کا پیکر تو لڑکیاں نہیں ہوتیں.....؟'' وہ ہنس کر بولے۔
''نہیں دادا جی وہ تو شرم وحیا کا ہوتی ہیں.....''
میں نے شرماتے ہوئے اُن کی معلومات میں اضافہ کیا تو نسیمہ بھابھی ٹھٹا لگا کر بولیں۔
''تیری چاروں بہنیں تو نری بے شرم و بے حیا نکلیں..... کیا وہ لڑکیاں نہیں یا مشرقی نہیں؟'' اُنہوں نے جلی کٹی کہہ کر بدمزا کیا، ویسے بھی ان سے اچھی بات کی توقع پہلے بھی نہیں تھی۔
خیر دادا جی کا ایمان تازہ ہوا..... اور یہیں سے میری زندگی میں بہار کی آمد ہوئی.....
بہار یعنی گلشن..... یعنی کہ.....!

☆☆☆

خبر سارے میں آگ کی سی پھیل گئی۔
''لو آ گئی چھمک چھلو.....''
شمسہ خالہ نے جوں ہی صحن میں قدم رکھا آپا جی منہ بنا کر یوں بڑبڑائیں جیسے کڑوا بادام منہ میں آ گیا ہو۔ حسب معمول دانتن (دنداسہ) سے دانت خوب مانجھ مانجھ کر ہونٹ پکے رنگوں میں رنگے، بالوں کا گھونسلا بنا کر چوٹی پر ٹنگے..... شانوں کے گرد میرون رنگ کی نگینوں جڑی دلہن شال پھیلائے کمر مٹکا مٹکا کر چل رہی تھیں۔ آپا جی کے نوازے گئے لقب پر وہاں موجود ہر نفوس کے لبوں پر ہنسی مچل گئی۔
چاروں بہنیں، بڑی پھپھو، شگفتہ بھابھی اور چھوٹی خالہ موجود تھیں..... ماں کو آتا دیکھ کر نسیمہ بھابھی بھی ادھر کو کھسک آئیں۔
''ہائے آپاں جی کیا سن رہی ہوں..... غافل کا بیاہ رچانے چلی ہو، قسم سے سن کر بھاگی بھاگی چلی آئی کہ کہیں میری آپاں کا کلیجہ تو سلامت ہے نا، پھٹ ہی نہ پڑا ہو۔'' شمسہ خالہ پورے موڈ میں تھیں ہاتھ پر ہاتھ مار کر کھلکھلاتی چلی گئیں۔
آپا جی کا کلیجہ جل ہی تو گیا۔
''شمسہ عقل کو ہتھ مار..... خدانا خواستہ آپا جی کا کیوں کلیجہ پھٹے۔'' بڑی پھپھو نے برا سا منہ بنا کر ٹوکا۔ وہ تو انہیں دیکھ کر ہی اُٹھنے کے پر تولنے لگی تھیں۔
''بھئی بڑے دل گردے کا کام جو کر رہی ہے..... ہے ناں.....'' وہ بیٹی کو مخاطب کر کے بولیں۔
نسیمہ بھابھی کا موڈ بڑا خوشگوار بلکہ باغ وبہار ہو گیا تھا۔
''خدا کا نام لو شمسی، کچھ منہ سے اچھا پھوٹ لیا کرو..... اپنی لائن میں کھڑا نہ کر مجھے..... ابھی صرف سلسلہ چلا ہے، کوئی ہتھیلی پر سرسوں تھوڑی جمانا ہے کوئی بھی میراثن، بھانی بیاہ کر لے آؤں.....'' آپا جی کو خالہ کا منہ پھاڑ کر ''بیاہ'' کہہ دینا بڑا کھلا تھا..... جبکہ وہ ابھی اس سب کے لیے تیار بھی نہیں تھیں۔
''تو ایسا کیا کہہ دیا میری ماں نے۔'' گوڈے سے لگ کر بیٹھی نسیمہ ماں کی مدد کو دوڑیں۔ یہ طعنہ بڑا کام کرتا تھا۔
''ہاں بھئی تم نے ابھی بھی بیاہ کو ہتھیلی پر سرسوں جمانا ہی کرلیا نا تو سمجھو بھول ہی جائیں..... جیسے ہتھیلی پر سرسوں جمانا مشکل ویسے ہی بیاہ بھی ہو ہی گیا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پھر.....'' شمسہ خالہ نے ٹکڑا لگایا۔

''کیا ہو گیا خالہ! ہمارے بھائی کی بھی کون سی عمر نکلی جا رہی ہے..... ابھی تو جنت بھی باقی ہے اور مرد ذات ہے ''چالیس'' تک بھی نوجوان کہلاتا رہتا ہے..... لو جی عمر ہے کوئی قارون کا خزانہ تو نہیں جو لٹ رہا ہو۔'' شاہین آپا سے برداشت نہ ہوا تو منہ چڑھا کر جواب دیا۔ اس پر آپا جی واری صدقے ہونے لگیں۔

''تو بی بی تمہارے بھائی کے پاس بھی کوئی عمر وعیار کی زنبیل نہیں۔ جس سے جتنی چاہو عمر برآمد کرتے جاؤ اور چالیس سال کی خوب کہی..... دس برس تک بال نہ سفید پڑنے لگیں۔'' اب یقیناً شمسہ خالہ اپنی ساڑھ نکالنے کو بولی تھیں۔

آپا جی کے تلوے آگ کی لپیٹ میں آ گئے۔

''اچھا تو بلبتوڑی زنبیل تو تیرے پاس بھی نہیں..... پھر کاہے اس عمر میں بھی دعوت نظارہ بنی پھرتی ہو؟'' آپا جی کے تلملانے پر سب کے قہقہے چھوٹ گئے۔

''دل اچ ٹھنڈ پا دتی آپا جتول.....'' چھوٹی خالہ نے پہلی بار بہن کی حوصلہ افزائی کی۔ دونوں کی تکرار کسی تیسرے کو بولنے کا موقع کم ہی دیتی تھی۔

''بس آپا جی تم تو میرا اپمان کر رہی ہو.....'' اُنہوں نے بے حد برا مان کر کہا۔ نسیمہ بھابھی کی آنکھوں میں بھی مرچیں بھر رہی تھیں۔

''نی اسٹار پلسی بنگالن..... اپنا یہ مہمان نوجوان وجود اُٹھا اور مجھے معاف رکھ۔ بھارتی بڈھیوں کے چلن پر چل نکلی ہے تیری ماں نسیمہ۔ ہمیں دیدے پھاڑ کر آنکھیں نہ دکھا۔'' آپا جی نے حساب چکتا کر کے رکھ دیا۔

نسیمہ نے قہر برساتی آنکھوں سے ساس کو زندہ بھسم کرنا چاہا۔

''نی آپاں..... سدا بہار ہوں سدا بہار.....'' شمسہ خالہ نے لہک لہک کر فخر سے جتایا۔

''ہاں بھئی تیرا شیوہ بھی تو ہے..... آپاں تو مجھے ایسے کہتی ہے جیسے مجھ سے تیس سال چھوٹی ہو کمبخت.....'' آپا جی کو ساری خلقت میں صرف اپنی سمدھن کے منہ سے آپا سننا سخت زہر لگتا تھا۔

''ہائے تو کیوں نہیں..... نسیمہ کے ابا کہتے ہیں کہ تیس سال سے مجال ہے جو میری عمر ایک ہندسہ بھی بڑھی ہو..... اور اب یہی حال نسیمہ کا ہے۔''

''اللہ کی پناہ.....'' آپا جی نے گال پیٹ ڈالے۔ ''بڈھی گھوڑی لال لگام۔''

''لے آپا جی مخول کر دے او..... گھوڑی وہ بھی بڈھی..... گھوڑی کو بھی بھلا کسی نے بڈھا ہوتے دیکھا؟'' وہ قلقل ہنستی آپا جی کی عقل پر ماتم کرنے لگیں۔

چھوٹی خالہ سے برداشت نہ ہوا۔

''گھوڑی نہیں ہوتی چلو مان بھی لیا..... آپ اپنی اور نسیمہ کی بات کریں۔''

''لو تو میری نسیمہ کسی گھوڑی سے کم ہے.....؟''

بے ساختہ روانی میں زبان سے پھسلا۔ زبان فوراً رپٹی مگر تیر تو نکل چکا تھا۔

''میں تو پہلے ہی کہتی ہوں کہ پوری گھوڑی ہی ہے.....''

فلک شگاف قہقہوں میں سب سے اونچا قہقہہ آپا جی کا تھا..... پھر محفل میں نسیمہ بھابھی کی بے عزتی ہو گئی۔ قبل اس کے کہ نسیمہ بھابھی کوئی بڑھکیں مارتیں آپا جی کا فون بج پڑا تو تن فن کرتے پاؤں پٹختے اپنے مورچے میں بھاگیں۔

''ہاں اختری..... جیتی رہو سلامت رہو، خیریت رہی سب'' آپا جی اپنی پرانی سہیلی سے فون پر مصروف ہو چکی تھیں جو ان کی جوانی کی سہیلی تھیں اور آگے چل کر آپا جی کی بہن کی نند بھی بنیں۔

''ہاں بہن۔ ابا جی نے جذباتی ڈنڈی مار دی..... ورنہ پہلے جنت کو ٹھکانے لگاتی، ایک ضد لگا کر بیٹھ گئے ہیں کہ میں بس مرنے کے قریب ہوں غافل کی شادی کر کے جاؤں گا۔ میں نے بھی کہا چلیں آخری دورہ کر لیں.....'' آپا جی بڑی اداس آہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بھر کر بولیں تو دوسری طرف سے بڑی پُر جوش سی آواز اُبھری۔

''لڑکی تو نہیں ملی ناں.....؟''

''ابھی کہاں.....''

''بس پھر..... بطورِ اُمیدوار اپنی ''سی وی'' آپ کی خدمت میں ڈیمو کے لیے حاضر کر رہی ہوں..... میرٹ کی بنیاد پر انٹرویو، وٹرائل کے دوران اُمیدوں پر پوری اُترے تو سلیکشن کال کھڑکانے میں دیر مت کیجیے گا.....''

آپا جی کچھ نہ سمجھتے ہوئے ''ہیلو، ہیلو'' کرتی رہ گئیں۔

☆☆☆

منے کو تاپ ہوا مگر تپ بھابھی کو چڑھی ہوئی تھی۔ میں محلے کے ڈاکٹر سے انجیکشن لگوا کر منے کو گود میں اُٹھا کر لایا تو ان کی تلخ باتیں کمرے سے باہر تک با آسانی پہنچ رہی تھیں۔

''تمہاری ماں کی تو آنکھوں کا میں ہمیشہ سے کانٹا تھی۔ شگفتہ سے کیوں نہیں ایسے بولتیں، یاد نہیں شادی کی پہلی رات ہی ہمارا کیسے تراہ نکال کر رکھ دیا تھا..... مگر مجال ہے میاں جو تمہارے کان پر جوں رینگی ہو۔'' حالانکہ کان پر جوں نہ رینگنا تو اچھی علامت ہوتی ہے کہ بندہ جوؤں لیکھوں کے عذاب سے محفوظ ہے مگر سر پر پٹی باندھے وہ بیڈ پر ٹکیں افسوس کر رہی تھیں۔

''نسیمہ میری ماں ہیں وہ..... دیکھو یہ ساس بہو کا رشتہ کھٹا میٹھا ہی ہوتا ہے۔ آج تم کھٹاس کم کر دو کل کو مٹھاس ہی باقی رہ جائے گی..... پار کچھ تو سمجھو، دو برتن بجتے ہی ہیں ناں، میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ بری نہیں ہیں..... نہ تم بری ہو۔'' آخری بات انہوں نے نسیمہ بھابھی کی اُبلتی آنکھیں دیکھ کر جلدی سے کہی تو وہ پھر سکون سے رونے دھونے لگیں۔

''وہ برتن نہیں ہیں توحید گلے میں پڑا ڈھول ہیں جو میں کتنے ہی سالوں سے ضرورت و مجبوری میں بجا بجا کر پاگل ہوئی جا رہی ہوں۔ آخر تم مجھے علیحدہ گھر کیوں نہیں لے کر دے سکتے، تمہاری چھوٹی بھابھی بھی تو رہ رہی ہے ناں۔''

''نسیمہ میری جان دیکھو ڈھول تو تم پہلے بھی بجاتی تھیں نا اب میرے لیے بجا لو۔'' وہ کسی قدر شیریں لہجے میں خوشامد سے بولے۔ ''آپا جی کو ہمارے بچوں کے بغیر سکون نہیں آتا کیسے چلے جائیں..... دیکھا نہیں تم نے بچے بھی صبح شام جب تک ان سے پیار نہ لے لیں چین نہیں آتا انہیں۔''

''اتنا ہی پیار ہے تمہاری آپا جی کو تو بڑے بیٹے کے بچے دستیاب ہیں..... اور ابھی غافل کے بچوں کا ارمان بھی نکل جائے گا جتنا مرضی جی بھر کر صبح شام چاٹتی رہیں..... میرے بچے ایسے بھلے۔'' وہ سلگ کر کھڑے ہوتے ہوئے چلا کر بولیں۔ توحید بھیا خوب سٹپٹائے۔

''لاحول ولا..... کیسی باتیں کرتی ہو۔''

''ایسی ہی کروں گی اور یاد رکھ لو توحید صاحب..... اپنی ماں کی یہ بے عزتی میں اب چپکے سے برداشت نہیں کروں گی.....'' اُن کی دھمکی نے توحید بھیا کو خاصا پریشان کر ڈالا۔

''تم کیا کرو گی؟'' وہ سہم کر بولے مگر منے کی رونے کی آواز سن کر بھابھی باہر نکلتی نظر آئی تھیں.....!

☆☆☆

سردیوں کے دھندلے دن تھے اور خشک سرد۔ مختصر اتنے کہ اونگھنے میں نکل جائیں۔ اسی دن ڈھلی سی نیلی شام میں موٹر سائیکل سے اُتر کر ایک اجنبی سی لڑکی چند کپڑے بغل میں دبوچے صدر دروازے سے اندر داخل ہوئی تو ''سی وی'' کی وضاحت آپا جی کے پلے پڑی۔ میری آنکھیں پوری طرح پھیل گئیں..... حالانکہ آپا جی اپنی ایکسرے کرتی نگاہیں پہلے ہی اس پر جمائے معائنہ کرنے میں لگی تھیں۔

پہلی نظر چہرے پر پڑی اور منہ سے فوراً نیچے پیروں پر گری..... دو بار یہی عمل دہرا کر آپا جی بے اختیار مطمئن ہوئیں اور رپورٹ دینے چارپائی پر

Waqar Azeem
Pakistanipoint

براجمان حقہ پیتے دادا جی پر جھکیں۔

"چہرہ اور پیروں میں کوئی فرق نہیں...... مطلب شکر ہے کہ چہرے کی رنگت پاکستانی جبکہ پیروں کی افریقی نہیں، ورنہ پہلا سنگین دھوکا ہوتا ہے یہ۔"

"ہوں......بس اُنیس بیس کا فرق ہے۔" دادا جی بلا کے تیز نکلے۔ بہو کے تجزیے پر فوراً تحقیق کر کے بولے۔ مجھے دل میں گدگدی سی ہوتی محسوس ہوئی......شفاف گندمی رنگت، بڑی بڑی آنکھیں، چھوٹی ناک، پتلے سے ہونٹ، پُرکشش نقوش کے ساتھ متناسب سراپا، مجھے وہ فوراً پسند آ گئی۔ آخر یہ پری وش میرے لئے ہی حاضر ہوئی تھی۔ بڑی ترنگ میں آ کر میں نے مدھم آواز میں گنگنانا ضروری سمجھا۔

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

مجھے اپنے رومانٹک ہونے پر جہاں اُس کے شرما جانے کی توقع تھی وہیں اس کی رنگت فق ہو گئی۔ آپا جی نے تحیر سے میری طرف دیکھا۔

"کیا کہا......گلشن کون سا کاروبار کرتی ہے؟ ائے ہے نی بتاری گلشن تو نے کوئی دکان کھول رکھی ہے؟" آپا جی کے سوال پر وہ بوکھلا کر جلدی سے بولی۔

"نہیں تو خالہ جی...... میں کوئی کاروبار نہیں کرتی، یہ تو سراسر الزام ہے مجھ پر......نجانے کن کو بلا کر یہ میرا نادیدہ کاروبار چلوانے کی بات کر رہے ہیں۔" وہ پل بھر میں روہانسی ہو گئی تو میں نے کھلا منہ بند کرتے ہوئے جھلا کر کہا۔

"اُوہو بھئی کیا ہو گیا...... میں نے شعر پڑھا ہے۔"

"لیکن گلشن تو میرا نام ہے۔ آپ کو کوئی ڈھنگ کا شعر نہیں آتا کیا؟" وہ آتے ہی روٹھ گئی جبکہ میں خجل سا ہو گیا۔ نام اگر گلشن بھی تھا تو کیا بندہ اتنا بھولا ہوتا ہے کہ ذوق کی پہچان نہ کر سکے۔

دادا جی نے کھانستے ہوئے بات تبدیل کی۔

"اچھا تو تمہارا نام گلشن ہے...... آؤ سر پر ہاتھ رکھواؤ بچے۔" وہ اُٹھنے کے بجائے بیٹھے بیٹھے بولے۔

"رہنے دیجیے دادا جی...... میرا سر کوئی مقدس چیز تھوڑی ہے جو آپ ہاتھ رکھوا کر یقین کریں گے۔" گلشن کی بات پر دادا جی نے گھور کر آپا جی کی طرف دیکھا تو وہ سٹپٹا گئیں۔

"اُوہو بیٹا......سر پر ہاتھ رکھوا کر ملو اور دعا لو......" ان کے کہنے پر فوراً کپڑے رکھ کر ہنستے ہوئے گلشن نے جھک کر دعا لی۔ ہنستے ہوئے اس کے لب یکدم غائب ہو جاتے تھے۔

جنت کے ساتھ اندر جاتے ہوئے اس نے ایک میٹھی سی چور نظر مجھ پر ڈالی تو میرے دل نے فوراً اس کے لیے منظوری دے دی۔ آپا جی نے سب کو یہی بتایا کہ ان کے اصرار پر وہ چند دن یہاں رہنے آئی ہے اور پھر چلی جائے گی۔ جبکہ میرا دل کہہ رہا تھا کہ وہ اب ہمیشہ یہیں رہ جائے گی......

خیر میں تو یوں بھی کوئی دل پھینک عاشق تھوڑی ہوں۔ لیکن اپنی متوقع شریک حیات کے لیے اتنا خیال کرنا تو بنتا ہے نا۔

اگلی صبح گلابی سی طلوع ہوئی۔ پھر سارا دن بھی گلابی ہی رہا۔ گلشن اپنے نام کی طرح تھی......بلبل جیسی آواز اور چڑیوں جیسی پھرتیلی۔ اگلے ہی دن سے صبح صبح کچن میں جا گھسی۔ سب کے لیے بل دار پراٹھے تیار کیے اور الائچی ڈال کر چائے کو جوش دیا تو خوشبو نے دیوانہ سا کر دیا۔ میں سب کے بیچ یوں چھاتی تان کر بیٹھا تھا گویا کوئی کارنامہ انجام دے دیا ہو۔

"کیا ضرورت تھی گلشن...... دونوں بہوئیں کچن دیکھ لیتی ہیں اب تو سارا دن بڑی پلنگ توڑیں گی......اختری کیا سوچے گی کہ بچی کو آتے ساتھ ہی کام پر لگا دیا۔" آپا جی نے اسے ناشتے پر بٹھاتے ہوئے محبت و فکر سے کہا تو بھابیوں کے منہ کڑوے ہو گئے جبکہ میں پھولے نہ سمایا۔

"کوئی بات نہیں خالہ جی۔ گھر میں سارا کام

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

میں ہی کرتی ہوں، گرہستی تو عورت کی شان ہوتی ہے نا۔'' گلشن نے بھی بڑی محبت سے جواب دیا تو نسیمہ بھابھی شگفتہ بھابھی کے کان میں بڑبڑائیں۔

''چلو بی بی۔ یہ شان وشوکت بمع غافل تمہیں مبارک ہو..... اپنی شاید اصلی گرہستی سے غافل ہے۔'' شگفتہ بھابھی سن کر کھی کھی کرنے لگیں۔

''پکے جگرے والی ہے لڑکی ہو کر خود کو'' عورت'' کہہ رہی ہے۔ اللہ کی شان ہے بھئی.....''

میں خیالوں ہی خیالوں میں خود کو دولہا بنا تصور کرنے لگا۔ آپا جی کی طمانیت سے لگتا تھا جیسے وہ راضی ہیں مگر اگلے ہی پل'' تمہارے چلے جانے پر بڑا یاد کروں گی'' کہہ کر سارا موڈ خراب کر دیتیں۔ شاید ابھی اپنا بھید کسی کو نہیں دینا چاہتی تھیں۔

جنت کے ساتھ بھی گلشن کی خوب بن گئی۔ ہر وقت جنت اشاروں اشاروں سے مجھے چھیڑتی رہتی اور کبھی اس کی چوری پکڑی جاتی تو گلشن کے چہرے پر گلال سا بکھر جاتا جو مجھے نہال کر دیتا تھا۔ دوپہر کو عبید نے دیوار سے اچک کر مجھے طلب کیا۔

''ہیں بھئی کیا سین چل رہا ہے..... سنا ہے بھابھی آنے والی ہے؟'' میں نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بے نیازی سے اسے دیکھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں..... کچھ کام تھا تو بتا؟''

''لعنت ہو تجھ پر گھنا میسنا انسان..... اب ہم سے پردے داریاں، میں تو بس یہ کہنے آیا تھا کہ دیکھ پرکھ لینا کہیں دوسری نسیمہ شگفتہ بھابھی جیسی نہ لے آؤ..... مگر لگتا ہے یہ تو کرن بھابھی جیسی نکلی، دو دن کے اثر میں پرایا کر دیا۔'' عبید نے تاک تاک کر پتھر مارے، میں بلبلا اٹھا۔

''اُوئے سانس تو لے..... کمینہ ایسا کچھ نہیں ہے، گلشن بڑی اچھی ہے دل سے اچھی ہے..... تو بس بھائی کے نکاح کے لیے تیار رہ۔''

''کیا مطلب آپا جی تو حید بھائی کا دوسرا نکاح کر رہی ہیں..... سنا تو تیرا تھا؟''

''کیا میں تیرا بھائی نہیں؟'' میں نے مکا لہرایا تو وہ ہنسا۔

''اوہ اچھا اچھا..... چل پھر خیال کرنا، پہلے کسی کا پتا نہیں چلتا بھلے لو میرج ہو..... دیکھ بھال کر فیصلہ کرنا کیا معلوم یہ سب شادی سے پہلے کا دکھاوا ہو، ویسے مزاج تو ملتے ہیں نا تم لوگوں کے؟''

عبید کی بات نے مجھے سوچ میں ڈال دیا..... ہم دونوں کو ایسا کوئی موقع ہی نہیں ملا تھا کہ کہیں بات ہو سکے..... اور ایک دوسرے کو جان سکیں، ویسے بھی اولین شعر سے شروع ہوتی گفتگو کا بھی کوئی اچھا انجام نہ ہوا تھا۔ آپا جی نے گلشن کو میرے سائے سے بھی دور رکھا ہوتا تھا کہ کہیں تو حید بھائی والا حادثہ دوبارہ نہ ہو..... یعنی محبت ہر گز نہ ہو۔ اور بہو سونے ورگی ہو۔ اچھی طرح چھان پھٹک کر۔ گلشن کے قدم تو مبارک لگتے تھے پر پھر بھی.....

اگلی شام کھانے کے بعد گلشن کو کچن میں جاتا دیکھ کر میں دبے پاؤں کچن کی طرف گیا۔ آہٹ پر گلشن پیچھے کو مڑی تو میرے عقب میں نسیمہ بھابھی کھڑی تھیں..... ایک بار پھر دل مسوس کر رہ گیا۔

''غافل ایک کام کر آنا.....'' انہوں نے حکم صادر کیا تو میں مرے مرے قدموں سے چل پڑا۔ ارادہ کیا کہ رات کو یا اگلے دن ماحول سازگار دیکھ کر بات کروں گا۔

لیکن اگلی صبح ہی ایک واقعہ ہو گیا.....

☆☆☆

گلشن کی چیخ سے میں ہڑبڑا کر اُٹھا۔ چیخ آپا جی کے کمرے سے آئی تھی اور گلشن پھٹی پھٹی آنکھوں سے آپا جی کو دیکھ رہی تھی۔

''نی کیا ہو گیا جیون جوگیے..... دورے شورے پڑتے ہیں کیا، پہچان مجھے..... خالہ بتول..... کوئی بھوت لگ رہی ہوں جو چلا رہی ہے۔'' آپا جی نے اسے بازوؤں سے تھام کر جھنجوڑ ڈالا جبکہ اس کی سٹی گم ہو چکی تھی۔ آپا جی کے کمرے میں جمع ہونے پر سب کا منہ کھل گیا۔

''بتول یہ کیا ہوا.....؟'' دادا جی نے حیرت

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سے آپا جی سے پوچھا جبکہ ابا جی شرمندہ سے نظر آرہے تھے۔ دراصل حیرت انگیز طور پر آپا جی کے سر پر آگے کے بال بھورے سفید اور اڑے رنگ کے ہو رہے تھے اور بھنویں تک بد رنگ ہو چکی تھیں۔ ٹھوڑی اور اطراف کی چھوٹی چھوٹی لٹوں کے ساتھ بھنویں اور مانگ کے بال ہم رنگ ہو کر سفید دوپٹے کے ہالے میں آپا جی کو کوئی روح بنانے پر تلے ہوئے تھے..... مانو جیسے کسی نے آگ لگا کر بالوں کی سیاہی کو عجیب سے رنگ میں بدل دیا ہو۔ سب ہی ایک ایک کر کے انہیں گھورنے لگے۔

''ابا جی۔ تسی دسو، میرا دل ہول رہا ہے..... کیا میرے کوئی سینگ نکل آئے ہیں؟'' آپا جی نے پریشان ہو کر پوچھا تو شگفتہ بھابھی نے آئینہ دکھا کر اب کی بار آپا جی کی چیخ نکال دی۔

''ہائے میں مر گئی..... میرے بال، میری بھنویں.....''

لمحے بھر کو شاید ان کے حواس گم گئے تھے۔ آنکھیں پھاڑے آئینہ آگے پیچھے کر کر کے وہ اندر ہی گھسنے کی کوشش کرنے لگیں..... نسیمہ بھابھی قہقہہ مار کر بے موقع ہنستی چلی گئیں.....

''ہائے آپا جی سب کا تراہ نکال کر رکھ دیا..... یہ کیا کیا آپ نے؟ بڑھاپے میں آخر کیا سوجھی آپ کو..... دنیا کو کیا منہ دکھائیں گی اب؟'' کپڑا منہ میں ٹھونس پر وہ ہنسنے پر آئیں تو ٹھونستی چلی گئیں۔ قے کی کیفیت نے جھٹکے سے گز بھر دوپٹے کے کپڑے کو منہ سے برآمد کروایا۔

''میں نے نہیں کیا یہ کرموں جلی..... یہ آخر کیسے ہو گیا، ہائے غافل کے ابا میں لٹ گئی۔'' آپا جی سینے پر ہتھڑ مار کر پچھاڑیں کھانے لگیں۔ جنت اور گلشن نے سنبھالا۔

''مجھے لگتا ہے آپا جی پر شدید برص نے حملہ کر دیا ہے..... اتنا شدید کہ راتوں رات ساری فصل اُجاڑ کر رکھ دی۔'' جنت نے اپنی دانشورانہ رائے پیش کی تو ابا جی بگڑے۔

''برص سیدھا بالوں پر حملہ آور نہیں ہوتا بیوقوف.....'' خفا ہو کر وہ کمرے سے ہی واک آؤٹ کر گئے۔

''آپا جی۔ حوصلہ رکھیں، یہ تو بڑی انوکھی واردات ہو گئی ہے.....'' میں ماں کی یہ حالت نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مگر سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیسے ہوا۔

نسیمہ بھابھی فوراً مدد کی غرض سے بولیں۔

''لگتا ہے جوؤں اور لیکھوں نے یہ حرکت کی ہے..... آپا جی کے بالوں کی سیاہی کا صفایا کر دیا۔ تعداد میں بھی تو جرمن کی فوج سے بڑھ کر تھیں ناں.....''

''نسیمہ خاموش رہ لیا کر۔'' توحید بھائی نے ڈپٹ کر دبانے کی کوشش کی مگر وہ کوئی ایسا آسمان تھوڑا تھیں جو دب جاتیں۔

''کیوں جی، میری ماں کو بڑے طعنے دیے جا رہے تھے..... اب ہوا نا غرور کا سر نیچا، آپا جی الفاظ بڑے بدلحاظ ہوتے ہیں پلٹ بھی آتے ہیں۔'' وہ فلسفہ جھاڑنے سے باز نہ آئیں تو توحید بھابھی کھینچ کر باہر لے گئے پھر بھی وہ اونچی اونچی آواز میں پھبتی کستی رہیں۔

آپا جی نے رو رو کر برا حال کر دیا تھا۔

''میں کہہ رہی ہوں یہ اسی میراثن کی حرکت ہے، ماں کی باتوں کا بدلہ لیا ہے..... ورنہ ایسا کبھی ہوا ہے کہ راتوں رات فلعی پھر جائے۔''

''میں کہتی ہوں خدا کا عذاب نازل ہوا ہے..... عذاب..... آپا جی اللہ اللہ کریں، عبرت کا نشانہ بنتے بنتے رہ گئیں، ورنہ کہیں ناک واک اُڑ جاتی تو..... کس نے روک لینا تھا۔'' نسیمہ بھابھی خوب چٹخارے لے لے کر دن بھر جی جلاتی رہیں.....

شگفتہ بھابھی بھی دبی دبی ہنسی کے ساتھ سنجیدہ نظر آنے کی کوشش میں بڑی مضحکہ خیز نظر آرہی تھیں۔ پنگے ان سے بھی پڑے رہتے تھے مگر آج کل ذرا ان کا اچھا وقت گزر رہا تھا۔

''بہو۔ تُو نے ہی کچھ الٹا سیدھا تھوپ لیا ہوگا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سر پر...... یہ فریادیں بند کر، ہو جائیں گے دوبارہ رنگین۔" دادا جی نے ہل ہل کر حوصلہ بڑھایا اور بستر گرم کرنے واپس بھاگے۔ اُن کی طبیعت یوں بھی سازگار نہ تھی......

گلشن کچھ سوچتے ہوئے آگے آئی اور ناک سے بالوں کو سونگھا۔ آپا جی نے اس کی حرکت پر تاؤ تو بہت کھایا مگر کراہیت چھپائے چپ رہیں۔ گلشن حکیم لقمان کی بردباری کو مات دیتے ہوئے انگلیوں سے چند بال مسل کر پیچھے ہٹی تو آپا جی دانت کچکچا کر رہ گئیں۔

"خالہ جی یہ کسی خلائی مخلوق کی کارستانی نہیں...... بلیچ کریم میں پاؤڈر کی مقدار بڑھا کر بالوں پر تھوپی گئی ہے، اسی سے رنگ اُڑ گیا ہے......"

"ہائے ہائے......" آپا جی گلشن کی ایک الگ ہی کوڑی لانے پر ساکت رہ گئیں۔

"اور وہ......" گلشن کہتے جھجکی۔ "کل شام غافل سے...... بھابی نسیمہ نے منگوائی تھی۔"

اب تو گویا آپا جی کو کرنٹ ہی لگ گیا۔ جسم مرگی کے مارے مریض کی مانند تھرتھرانے لگا۔ یہ بات تو اس وقت میرے بھی گمان میں نہیں تھی کہ نسیمہ بھابی واقعی مجھ سے یہ منگوا چکی ہیں...... واہ میری گلشن......!!

آپا جی دن بھر پڑوسی عورتوں کے ہنسی ٹھٹھول برداشت کرتی رہیں...... جب تک کہ بالوں کا رنگ لوٹ نہ سکا۔

☆☆☆

تاروں بھری رات میں سکون کے پہر نہایت ٹھنڈی چھایا میں لپٹے تھے۔ ہلکی ہلکی دھند کے مرغولوں میں روشن دانوں سے جھانکتے زرد مدقوق بلبوں کی روشنیاں آتشی لگتی تھیں۔ میں چھت پر ٹہل رہا تھا جب گلشن اُوپر آئی۔ لبوں پر ہلکی سی ہنسی کبھی مجھے بڑی پُراسراری لگتی۔ میں نے اسے سامنے پا کر وقت ضائع کیے بنا کہنا شروع کیا۔

"گلشن تم بھی شاید جانتی ہو کہ تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے۔ کل پرسوں تک تمہیں دیکھنے شمیم آپا اور شاہین باجی بھی آجائیں گی تو گھر مزید جنجال پورہ بن جائے گا۔ میرا مطلب وقت ملنا مشکل ہو جائے گا تو میں تم سے تمہارے بارے کچھ جاننا چاہتا تھا۔"

"اتنا کچھ تو جانتے ہیں، باقی کے لیے ساری زندگی پڑی ہے نا۔" گلشن نے شرمگیں مسکراہٹ سے کہا تو مجھے احساس ہوا کہ دوسری طرف بھی کوئی بے خبری نہیں۔

"تم سے پہلی ملاقات بڑی چلبلی سی رہی...... یقیناً تمہاری حسِ مزاح بہت اچھی ہے ورنہ ادبی ذوق رکھنا تو طبیعت کی نفاست کو ظاہر کرتا ہے...... ہے نا؟" میں نے کسی قدر اُمید سے پوچھا تو وہ چمک کر بولی۔

"لیں جی میں نے اتنے دنوں میں کسی کی بے ادبی کی ہے؟ لگتا ہے اپنی بھابیوں پر پھول رہے ہیں آپ......" وہ بُرا مان کر دوسری طرف دیکھنے لگی جبکہ میرا منہ کھل گیا۔ کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اب بھی کوئی مذاق کے موڈ میں ہو۔

"نہیں میرا مطلب...... ادب شناس، شاعری سمجھنا اور......" جھٹ بات کاٹ کر بولی۔

"لیں جی وہ تو سمجھنا بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھیں...... اردو، پنجابی، سرائیکی...... سنا دوں؟"

"ارشاد......" میری باچھیں کھل گئیں۔ پزیرائی پر پھولے نہ سماتے وہ گویا ہوئی۔

"پنجابی سے شروع کرتے ہیں...... آہم۔

کوئی انج دا گر ڈس ڈھولا

میں چاٹ لکھاں اُسے وچ جاوے

"ہیں......؟" میں بھوچکا رہ گیا۔ گلشن اپنے غائب ہوئے ہونٹوں کے ساتھ فخر سے دہری ہو رہی تھی۔ مجھے تو لگا تھا کہ شرم سے پانی پانی ہو کر ابھی قدموں میں بہہ جائے گی۔

"لگتا ہے آپ سمجھے نہیں...... چلیں کچھ مکس سنا دیتی ہوں، وہ کیا خوب ہے کہ......

آپ کی یہ بلا کی حیا اور شریفانہ چال

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ہائے میں اُڈی اُڈی جاواں ہوا دے نال

"گلشن۔ یہ کیا مذاق کر رہی ہو۔" میری آنکھوں سے مارے صدمے کے پانی جاری ہو گیا جسے گلشن کچھ اور ہی سمجھی اور اپنی ہی ترنگ میں بولنے لگی۔ حالانکہ دہشت سے آنکھیں پھٹی پھٹی تھیں۔

"یقین مانیں میں سچ کہہ رہی ہوں...... آپ تو اس سے زیادہ کے لائق ہیں۔" وہ شاید میرے آنسوؤں کو اپنی تعریف پر جذباتی پن کی علامت سمجھ کر نہال ہو رہی تھی جب میں نے سخت تیوروں کے ساتھ ڈپٹ کر کہا۔

"یہ کیا تم نے سارے ہی سڑک چھاپ اشعار ازبر کر رکھے ہیں؟"

میرے لہجے پر غور کیے بغیر وہ متاثر کن تاثرات کے ساتھ مارے عقیدت کے بولی۔

"صحیح پہنچے آپ...... سڑک پر میری عقابی نگاہیں ہمیشہ ٹرکوں اور لاریوں پر جمی رہتی ہیں کہ کوئی شعر نظر سے چوک نہ جائے...... میں تو رکشا بھی وہی کرتی ہوں جس کی چھت اشعار سے بھری ہو۔"

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا رہی تھی جبکہ میں پھیلی آنکھوں سے اس بھولپن پر "کون نہ ڈوب مرے اے خدا" کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔

"اگر آپ کو یہ پسند نہیں تو میں کچھ رومانٹک سنا دیتی ہوں۔" وہ بڑی سخاوت سے بولی جیسے اپنے سامنے لگے اسٹال سے ایک ایک چیز اُٹھا کر دکھا رہی ہو۔

"ہاں پلیز...... تھوڑا ہتھ ہولا رکھ کے۔" میں نے مری مری آواز میں اُمید زندہ کر کے جواب دیا اور غور سے اُسے دیکھنے لگا۔

"جی...... وہ بات کچھ یوں ہے کہ......

دنیا گلشن، گلشن کرتی ہے گلشن کو پروا نہیں
گلشن کو آزما کر دیکھو گلشن بے وفا نہیں

میرے کانوں سے اس گلشن نامے نے دھواں نکال دیا۔ بڑا پچھتاوا ہوا کہ کس فضول موضوع کو لے کر موڈ و وقت برباد کر دیا۔ میرے چہرے کی اُڑی رنگت دیکھ کر گلشن کچھ بڑبڑائی اور تیزی سے بولی۔

"مجھے کورس والی شاعری بھی یاد ہے کہیں تو......"

مرحبا اسپغول
چپ رہ کچھ نہ بول

میں نے ہاتھ جوڑ کر بدلحاظی سے کہا اور دھپ دھپ کرتا نیچے اُترا......

"لاحول ولا...... اتنی سی دیر میں مجھ پر بھی اثر پڑ گیا۔" مجھے اپنا پڑھا شعر یاد آیا تو شرمساری سے سر جھکا۔ اس شاعری نے دماغ ہی گھما دیا۔ آخر ضرورت کیا تھی اس نرغے میں پھنسنے کی۔ گلشن سیڑھیاں اُتر کر سیدھی آپا جی کی آرام گاہ میں جاتی دکھائی دی۔ آپا جی خاموش تھیں آج کل...... جیسے کسی طوفان سے پہلے کی خاموشی......

اُن کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں نے آپا جی سے دبے لفظوں میں گلشن کو کہتے سنا۔ "تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

میں نے اندر جھانکا۔ آپا جی کچھ رازداری سے کہہ رہی تھیں جبکہ گلشن کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے...... یقیناً آپا جی اب بدلے کے لیے اپنی کسی سازش میں اسے حصہ دار بنانا چاہ رہی تھیں......

یہ خوف ناک واقعہ بھی گھر میں وقوع پذیر ہو کر رہا اور اس کا ذکر بھی آگے مگر اس سے پہلے...... جب جھٹ قاضی بلانے اور پٹ نکاح کرانے کی نوبت آئی......

☆☆☆

کہر میں ڈوبی صبح تھی۔ سردی نے انتہا کر دی تھی اور صبح ہی صبح دادا جی بخشے بخشوانے میں لگ گئے۔ اُنہیں صاف صاف موت کا فرشتہ اپنی سمت بڑھتا دکھائی دینے لگ گیا۔ انتہائی عجلت میں شاہین، شمیم آپاؤں کے ساتھ پھوپھیوں، چچاؤں کو بھی فون کے ذریعے جھنجوڑ جھنجوڑ کر بلاوا بھیجا گیا کہ دادا جی "دم" دینے کو ہیں۔ سو جیتے جی دیدار نصیب کرنا چاہیں تو سر پر پاؤں رکھ کر پہنچیں کہ پھر نہ کہیے گا خبر نہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہوئی..... آنے تک انتظار کیا جائے گا۔

''میں نہیں بچنا..... آہ..... آپا جی۔ بہو میرا آخری وقت آپہنچا ہے، میرا اُوپر کا دھڑ مفلوج ہو چکا ہے..... کھوں کھوں کھوں.....'' رضائی میں دبکے دادا جی آبدیدہ ہو کر کھانسی کے دورے میں مبتلا ہو گئے۔

آپا جی کے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے..... کتنے پیارے سسر تھے ان کے۔ دادا جی کو کھانسی میں اُچھلتے دیکھ کر دبوچنے لگیں۔

''ابا جی ہولے..... ہولے ابا جی کہیں دم نہ نکل جائے۔''

''دادا جی ٹھنڈ کا اثر ہوگا..... جب ہی اُوپری دھڑ جامد لگ رہا ہے ورنہ روح تو سنا ہے پہلے پیروں سے نکلتی ہے۔'' شگفتہ بھابھی کچھ ٹھنڈے مزاج سے بولیں جیسے دادا جی کی بتائی علامات سے مایوس ہوئی ہوں۔ مجھے خبر کر کے ابا جی محلے کے ڈاکٹر کو گھر سے برآمد کرنے بھاگے..... سخت ٹھنڈ سے پٹھے کھنچ اور ریشے اکڑ گئے تھے غالباً، جنہیں دادا جی کچھ زیادہ ہی دل پر لے رہے تھے۔

''نہیں کڑیے..... جس کا آخری وقت ہوا اُسے خبر ہوتی ہے..... دیکھ مجھے سب نظر آرہا ہے، عالم ارواح سے تیری دادی میری طرف ہاتھ ہلاتی آرہی ہے، میرا سسر، خالو اور پردادا سب کی شکلیں آنکھوں میں گھوم رہی ہیں۔'' دادا جی ہلکی نم آنکھوں کے ساتھ مٹیالی دیوار کو گھورتے ٹرانس کی کیفیت میں بول رہے تھے۔ میرا دل ہول گیا۔

''ہائے دادا جی..... آپ کے ابا نہیں آئے؟ کوئی ناراضی ہوگئی کیا؟'' شگفتہ بھابھی سر گھما گھما کر دیوار کو غور سے کھوجنے لگیں۔ ان کو عالم ارواح سے آئے اس ہجوم کو دیکھنے کا بڑا تجسس ہو رہا تھا۔ مگر نسیمہ بھابھی کو تو گدگدی سی ہو رہی تھی۔

''واہ دادا جی۔ آپ تو بڑے ہیرو نکلے..... پھر انتظار کس بات کا؟ ہمت کیجیے آپ کا تو پورا ''ٹبر'' ہی آپ کے استقبال کے لیے ایئر پورٹ پر موجود ہے۔'' ایسی پھلجڑی وہی چھوڑ سکتی تھیں۔

جنت بھی مچل اُٹھی۔

''دادا جی نور جہاں دادی کس پاسے (سائیڈ) کھڑی ہیں..... مجھے دیکھ رہی ہیں کیا، ہیلو ہائے کرلوں..... بتایئے پلیز۔''

''جنت چپ کرو.....'' میں نے سختی سے اسے دور کیا تو منہ بناتی ہوئی کرسی پر جا بیٹھی۔ اسے اپنی یونیورسٹی میں بتانے کے لیے کتنا اچھا موضوع ملنے والا تھا کہ مابدولت روح سے مخاطب ہونے کا شرف حاصل رکھتی ہیں۔

''دادا جی۔ ایسی باتیں مت کریں..... ابھی آپ کی تکلیف کا ازالہ ہو جائے گا ڈاکٹر کو بلانے گئے ہیں ابا جی، ابھی تو میری شادی دیکھنی ہے آپ نے.....'' میں روہانسا ہو کر بولا تو دادا جی جیسے یہ بات سن کر اُچھلے کہ وہ کتنا اہم کام کیے بغیر کوچ کرنے جا رہے ہیں.....

''اُوئے غافل پتر..... اللہ تجھے سات پتر دے میرا بچہ، وہ نا عاقبت اندیش تیرا باپ ڈاکٹر بلانے کیوں بھاگا ہے اُسے تو نکاح خواں کو بلانا چاہیے تھا..... میں تیرا نکاح اپنے جیتے جی کر کے جانا چاہتا ہوں۔''

آپا جی سن کر بوکھلا گئیں۔

''ہاں ہاں ابا جی..... پہلے دم تو لے لیجیے.....''

''دم لے لوں بہو.....؟'' دادا جی کی آنکھیں صدمے سے پھٹ گئیں تو آپا جی فوراً سٹپٹا کر بولیں۔

''اُونہیں ابا جی..... میرا مطلب چین تو آجائے آپ کو..... آپ نے تو غافل کے بیاہ میں بھنگڑا ڈالنا ہے۔''

''دادا جی کا تو خالی کھانسنا ہی بھنگڑا ڈالنے سے کم نہیں۔'' نسیمہ بھابھی نے دیورانی کے کان میں سرگوشی کی اور دبا دبا ہنسنے لگیں۔

اسی وقت باہر سے گاڑی رکنے کی آواز آئی تو میں نے جھانک کر کھلے دروازے سے منظر ملاحظہ کیا۔ ایک ہی رکشے میں پورا ''ٹبر'' فارمی مرغیوں کی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

طرح ایک دوسرے پر گرے پڑے کسی طرح سوار ہوکر تو آ گیا تھا مگر اب اُترنے میں ایک دوسرے سے گتھم گتھی تھے کہ نکلنے کا کسی کو بھی راستہ نہ مل رہا تھا۔ کسی کا سر باہر تھا مگر دھڑ اندر..... کوئی آدھے سے زیادہ باہر مگر ایک ٹانگ کہیں اندر اٹکی ہوئی تھی۔

''سب آ گئے ہیں آپا جی۔'' میں نے سنجیدگی سے آپا جی کو اطلاع دی۔

ہلکی کھانسی سے دادا جی کے جسم کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ نظر ڈالنے پر کلیجہ منہ کو آتا تھا کہ روح جسم کا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔ نسیمہ بھابھی نے خاصی ناگواری سے ایک اور سرگوشی کی۔

''اب تو دادا جی کنارہ لگ ہی جائیں..... ورنہ سب کو ناشتا ٹھونسوانے کا عذاب الگ.....''

رکشہ سے اُتر کر سارے لوگ ٹوٹ ہی پڑے۔ وہ پچھاڑیں مار مار کر رونے لگے کہ اللہ کی پناہ۔ ایک پل کو دادا جی بھی انگشت بدنداں ہوگئے کہ آیا وہ زندہ ہیں یا یہ عجیب مضحکہ خیز مخلوق کسی میت پر سوگ کا اظہار کر رہے ہیں۔ سب رو دھو چکے تو دادا جی کی تان پھر وہیں آ کر ٹوٹی۔

''میری بات کا مان رکھو بہو..... گلشن خوب دیکھی بھالی بچی ہے ماں بھی راضی ہے اور تیرا لڑکا بھی..... ابھی بھی وقت ہے میں ایک بار اپنی آنکھوں سے آخری خوشی دیکھ لوں تو سکون سے مر سکوں گا..... ورنہ میرے بعد اس کی شادی کرتے وقت تیرے دل میں احساس نہیں جاگے گا کہ میں آخری وقت میں ترستا گیا.....''

''ابا جی.....'' آپا جی تڑپ گئیں۔ ٹھنڈ سے یا نجانے کسی اور احساس سے جسم بھی کپکپایا۔ پھر مجبوری کا گھونٹ بھرتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

''غافل تو تیار ہے گلشن کے لیے.....؟'' بھری برادری میں آپا جی نے پوچھا تو میرے دل میں لڈوؤں کے ساتھ جلیبیاں بھی اُبل اُبل کر مٹھاس بھرنے لگیں۔

''جو آپ کا حکم آپا جی.....'' میں خوشی کو زبردستی چھپاتے ہوئے بولا۔ جبکہ دل تھا کہ دھک دھک کر رہا تھا۔ سارے ماحول پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

''خدا کو جو منظور..... بلالا وَ اختری کو.....'' آپا جی نے دادا جی کا دل رکھنے کے لیے مان ہی لیا۔ اب کے موقع کی نزاکت کا خیال کیے بغیر پوری بتیسی میری باہر جھانکنے لگی۔ لیکن اسی وقت مدھم، تیز پھر مدھم..... کہیں قریب سے اُبھرتی گنگناتی آواز.....

انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو، اس شہر میں جی کو لگانا کیا
وحشی کو سکوں سے کیا مطلب

''کون ہے یہ بدذات۔'' آپا جی نے جلال میں آ کر للکارا۔ سب کی آنکھوں میں سوال لہرا رہا تھا کہ اس نازک وقت میں باہر کس کو مستی سوجھی ہوئی ہے..... سب ہی تو اندر جمع تھے۔ گھر کے تمام فرد یہاں تک کہ جنت تک..... تو پھر؟

انشاء جی اُٹھو اب کوچ کرو
وحشی کو سکوں سے کیا مطلب
جوگی کا نگر میں ٹھکانا کیا

وہ گلشن تھی..... ہلکے نیلے رنگ کا دوپٹا دونوں کلائیوں پر بچھائے، چہرے پر مسحور کن تاثرات، دھیرے دھیرے ننگے پاؤں گول چکر کاٹتے ہوئے..... سردی میں جیسے سرور ہلکورے لے رہا تھا اور وہ گنگناتے ہوئے کسی اور ہی دنیا میں پہنچی ہوئی تھی۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر میں دیوانہ ہونے کے بجائے روہانسا ہونے لگا۔ وہ بے چاری مجھے امپریس کرنے کے چکروں میں اعلا قسم کی شاعری رٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر انتہائی غلط وقت۔

''یہ..... یہ کون ہے جو مجھے دادا جی اُٹھو کوچ کرو..... کی دہائیاں دے رہا ہے؟'' دادا جی جھٹکا کھا کر اُٹھ بیٹھے۔ گویا فوراً قبر میں جاتے پاؤں واپس کھینچ لیے ہوں..... میں تیزی سے مڑا۔

''دادا جی۔ انشاء جی کہہ رہی ہے انشاء جی۔'' بے بسی کی انتہا پر پہنچ کر میں نے گلشن کی پوزیشن کلیئر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کرنی چاہی مگر.....

''اُوئے چپ کر..... یہ کون میرا دشمن اشاروں میں مجھے لنگھانے (گزارنے) کی کوشش کر رہا ہے..... مجھے وحشی کہا جو گی کہا..... بہو.....''

''نی فلانی ڈھمکانی.....'' آپا جی نے طوفانی غصے میں آکر آؤ دیکھا نہ تاؤ..... بلکہ اُنہوں نے تو اس وقت اپنی سہیلی اختری بیگم کی غائبانہ صورت کا بھی لحاظ نہ کیا اور گلشن کی گت میں ہاتھ ڈال کر دو ہتھڑے جڑ دیے۔

''یہ ہے تیری اصلیت..... تیری نظروں میں بزرگوں کی کوئی اہمیت نہیں..... یہاں تو جشن منا رہی ہے.....''

گلشن اس افتاد پر گھبرا اُٹھی۔

''کیا ہوا خالہ جی کیا کہہ رہی ہیں آپ.....؟''

صحن میں سارا ہجوم اُمڈ آیا تماشا دیکھنے۔ میرے جیسے دل پر ہاتھ پڑ رہا تھا۔ گلشن کی پیشانی پر اہانت سی چمک اُٹھی۔

''اب مزید اچھائی کا پردہ ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص کی اصلیت کسی ایسے ہی وقت میں کھلتی ہے جو تیری وقت سے پہلے ظاہر ہوگئی۔ بدلحاظ تو بھی باقی سب جیسی نکلی نا۔''

''آپا جی گلشن کا وہ مقصد نہیں تھا۔ ایسا نہ کریں پلیز۔'' میں تڑپ کر آگے بڑھا۔ اپنے گلشن کو قائم رکھنے کی ایک آخری کوشش مگر آپا جی کہاں سننے والی تھیں۔

''اچھا شاباش بیٹا۔ تو بات یہاں تک بھی پہنچ گئی۔'' آپا جی کی طنزیہ بات پر قبل اس کے میں جواب دیتا۔ گلشن نے اچانک ہی آپا جی کے ہاتھ جھٹکے۔

''بس خالہ جی بس.....''

میں نے حیرانی سے گلشن کا بالکل نیا روپ دیکھا۔

''خاموش ہو جائیں آپ..... زبان میں بھی رکھتی ہوں اور آپ کیا نکالیں گی مجھے گھر سے میں خود یہاں سے جاؤں گی..... ارے اتنی عزت تو کبھی آپ کی اپنی سگی بہوؤں نے نہیں کی جتنی میں نے کی..... مگر آپ کو تو وہ راس ہی نہیں.....''

''گلشن.....'' میں نے تحیر سے اُسے پکارا۔ جیسے کوئی التجا کی مگر وہ پوری طرح بپھر چکی تھی۔ سب کے سامنے تماشا شروع ہو چکا تھا۔ دادا جی کی حالت، موت کی آمد سب پس منظر میں چلا گیا تھا۔

''نہیں غافل۔ جس گھر میں بہوئیں ایسی بچکانا حرکتیں کریں اور کوئی تمیز نہ رکھیں۔ میں نے تو سوچا خالہ جی کا کیا ہے تمہارے ساتھ علیحدہ رہ لوں گی..... مگر جہاں ساس بہوؤں کے خلاف ایسی خطرناک سازشیں کرے میں نے وہاں رہنا بھی نہیں ہے.....'' گلشن ایک خرانٹ عورت میں ڈھل چکی تھی۔ سازش سن کر نسیمہ بھابھی کے کان فوراً کھڑے ہو گئے، آپا جی الرٹ ہوئیں۔

''نی تیرے منہ وچ ستاں چولہاں دی سوا..... کمینی جئی نکل تُو۔'' آپا جی نے لحاظ بلا طاق رکھے گت مروڑ کر گلشن کو باہر نکالا..... اور اپنا بلڈ پریشر کنٹرول کرنے لگیں۔

میں سائیں سائیں دماغ کے ساتھ سناٹے میں ڈوبا کھڑا تھا کہ ابھی ابھی میرے سامنے سے ہٹی وہ نازک سی گلشن تھی یا کوئی اور..... سب کے چہروں پر دلچسپ تاثرات تھے۔ پھوپھیوں کو اپنی بیٹیاں اُمیدوار لگنے لگیں۔ دادا جی اپنی صبح سے پرواز کرتی روح قابو کیے ہوئے تھے..... اور نسیمہ بھابھی.....

''دیکھا آپا جی..... غافل کی بیوی کے متعلق کیے گئے میرے اظہار خیالات اس بار تو سچ ثابت ہونے سے بچ گئے مگر کب تک، اُنگلیوں پر تو وہ آپ کو ضرور نچائے گی..... میں تو پہلے ہی کہتی تھی..... اسی کلئیں خراب..... ہاہاہا۔'' نسیمہ بھابھی ہاتھ پر ہاتھ مار کر کھلکھلائے جا رہی تھیں۔

اور میں خود کو ایک بار پھر ''شدید کنوارا'' محسوس کر رہا تھا.....

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint

قرۃ العین سکندر

صفِ دوستاں

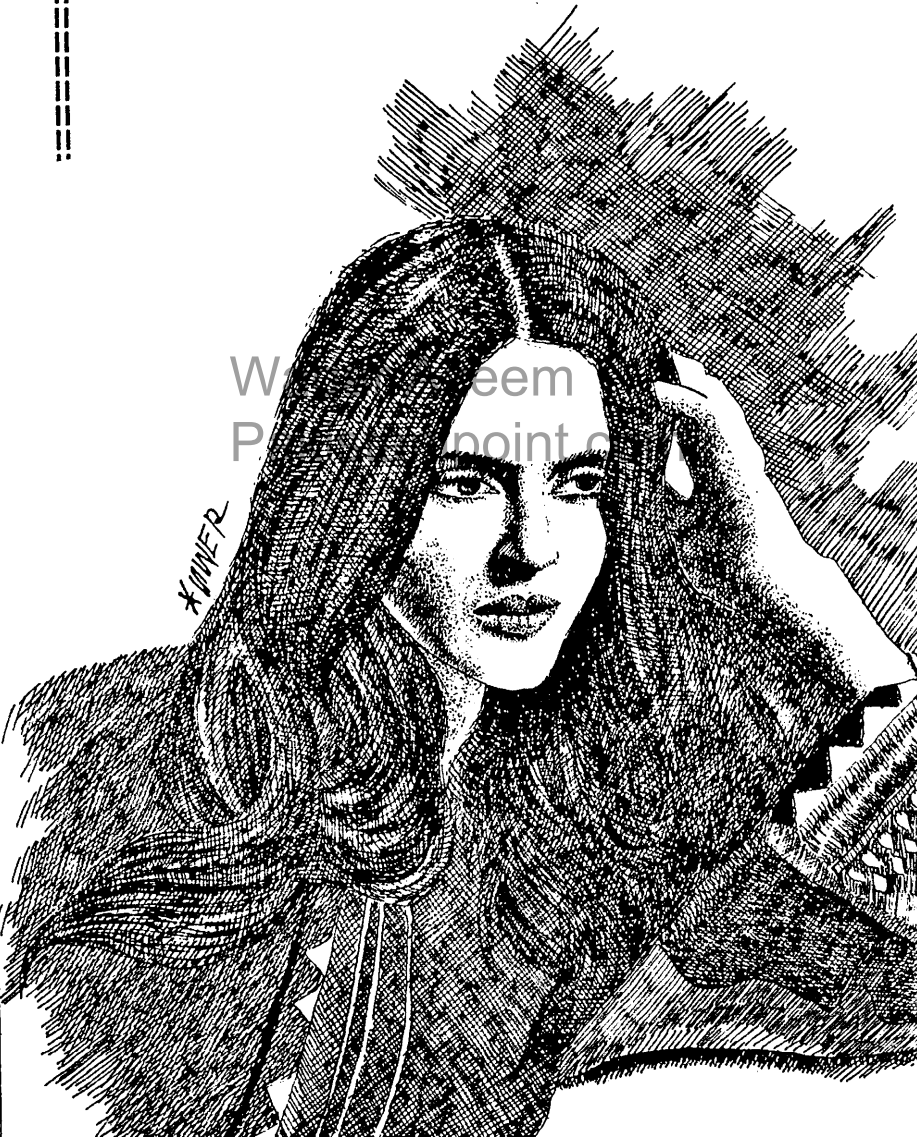

''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ دشمنوں سے میں خود نمٹ لوں گا۔''

کسی نے کتنی کھری اور سچی بات کی کیونکہ دشمن تو سامنے آکر برملا اپنی نفرت اور نیت کا اعتراف کرتے ہیں۔ مگر دوست نما دشمن ہر بار اپنی بناوٹی مسکان کے پس پردہ نیا تیر چلا جاتے ہیں۔ ایسا ہی تیر آج مجھے بھی لگا تھا۔ مگر میں ہارنے والوں میں سے تو نہ تھا۔ میں تو ہمت پسپا کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ مگر جب کسی بے حد خلوص کا دکھاوا کرنے والے سے انسان مار کھا جائے تو درد و اذیت کے اتنے ہی جہان انسان اپنے اندر جھیل جاتا ہے۔

میرے سامنے بیٹھی کبریٰ اس وقت مجھے نجانے کیا سنا رہی تھی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا زبیر کو معلوم نہ تھا کہ کبریٰ میرے لیے کیا ہے؟ کیا میرے شفاف جذبات کی اس شخص کو خبر نہ تھی؟ اور کیا اسے علم نہ تھا کہ میرے اندر محبت کا سمندر کبریٰ کے لیے ٹھاٹھیں مارتا رہتا ہے۔ وہی تو میرا سب سے قریبی دوست تھا۔ اور وہی تو تھا جس پر میں نے ہمیشہ اندھا اعتماد کیا تھا۔ اور یہ اعتماد ہی تو ہے جو انسان کو ہمیشہ ہی کھائی میں گراتا ہے۔

''تم میری بات سن بھی رہے ہو یا نہیں۔ بس پلک جھپکائے بنا اس خوب صورت گفٹ کو یوں دیکھ رہے ہو جیسے میں نے چار سو والٹ کا جھٹکا دے دیا ہو؟'' کبریٰ نے میری مسلسل خاموشی سے عاجز آکر کہا۔

کس قدر سچ کہا تھا کبریٰ نے۔ اس کے منہ سے بالکل سچ ہی نکلا تھا۔ مگر میں اس وقت اس سچ کی تصدیق کرنے سے قاصر تھا۔ ایک سچ کا اعتراف سو طرح کے سوالات کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اس لیے بسا اوقات چپ کی مہر لبوں پر لگا لینا ہی دانش مندی کہلاتا ہے۔ اور مجھے تو اس وقت اپنے وجود میں غصے اور اشتیال کی لہریں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

''کیا ہوا؟'' اب کے کبریٰ نے باقاعدہ میرے سامنے اپنا مرمریں ہاتھ لہرا کر پوچھا۔

''میں سن رہا ہوں۔ بولو۔'' میں نے اپنا لہجہ قدرے ہموار رکھا۔ اپنے اندر اٹھتے جوار بھاٹے کو دباتے ہوئے میں بالکل پرسکون نظر آرہا تھا۔ یہ کمال نہیں تو کیا تھا۔

''میں یہی تو کہہ رہی ہوں کہ وہ تمہارا دوست ہے۔ اس کا تمہارے گھر آنا جانا ہے۔ اب چند دنوں سے اس کا متواتر میری طرف آنا۔ اور آج چپکے سے یہ گفٹ تھما دینا اور یہ دیکھو! کبریٰ نے پھولوں کے خوب صورت بوکے سے ایک نوٹ پیڈ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

''محبت جیسی کبریٰ کے لیے''

وہ لفظ میری کنپٹیوں پر کس سلگتی ہوئی گولی جیسی چبھن لیے ہوئے تھے۔ محبت ..... کبریٰ، سب گڈ مڈ ہو رہا تھا۔

''وہ تو شکر ہے کہ اس وقت اماں نماز عصر کے لیے وضو کرنے گئی تھیں۔ میں نے پھولوں کے شاپر تھامنے کے لیے میز کا رخ کیا تو موصوف نے پھولوں کے شاپر کی آڑ میں یہ بھی تھما دیا اور چلتے بنے۔''

وہ ہانپ رہی تھی۔ ایک ہی سانس میں بس کہہ دینے کے درپے تھی۔

''پھر تم نے کیا سوچا ہے کبریٰ!'' میں نے اپنی تمام تر ہمت یکجا کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔ کبریٰ کے چہرے پر متذبذب سی کیفیت عود کر آئی۔

''سچ پوچھو تو ..... وہ ہے تو ہینڈسم ہی۔'' کبریٰ نے ہنستے ہوئے کہا تو میرے دل میں جیسے کسی نے اذیت کے نئے جہان دے ڈالے ہوں۔ میں بالکل ہی چپ چاپ اسے تکتا گیا۔

کبریٰ ..... میری خالہ کی بیٹی، میری چاہت، میرا پیار، میری ہر خوشی کی ضامن ..... کتنی آسانی سے اس وقت کسی کے بارے میں کہہ رہی تھی۔ سرخ سپید چہرے پر بڑی بڑی غزالی آنکھیں اس وقت پرجوش سی دکھائی دے رہی تھیں۔ میرے اندر نجانے کیسے کچھ چھن سے ٹوٹ سا گیا تھا۔ میں اپنے اندر کچھ ٹوٹنے کی آواز سے ایک دم ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے اٹھتا

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

دیکھ کر اس کے چہرے کی بشاشت جیسے معدوم سی ہوگئی۔

''خیر ہے ناں ساحر، کدھر چار ہے ہیں؟''

میرے اندر اب اتنی سکت کہاں ہی کہاں کہ اس کے سوالات کے جواب دیتا۔

''میں اب چلتا ہوں۔''

نجانے کیوں میں اپنے ہاتھ میں پکڑے سرخ گلاب کو اپنی جیب میں غیر محسوس طریقے سے چھپا گیا۔ میں جو ایک آس لے کر آیا تھا۔ اب کبریٰ کو الجھا دیکھ کر میری ہمت پست ہوگئی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کبریٰ کو محسوس ہو کہ یہاں ایک ریس چل پڑی ہے اور میں بھی اس مقابلے میں کھڑا ہوا ہوں۔ میں جو آج اسے اپنے سامنے بٹھا کر دل کی بات کہنے کا تمنائی تھا اس وقت بالکل ہی خاموش سا ہوگیا تھا۔ پھر کبریٰ کے روکنے کے باوجود نہیں رک سکا۔ واپس لوٹ گیا۔

☆☆☆

دروازہ کوئی زور سے پیٹ رہا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی تو صبح کے دس بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا سامنے ہی ارم کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی۔

''ناشتا کرلیں۔ آپ ابھی تک سو رہے ہیں۔''

ارم نے اس قدر لگاوٹ سے کہا تو میں ایک دم سٹپٹا گیا۔

ارم کی مجھ پر مہربانیاں کچھ عرصے سے بڑھتی ہی جارہی تھیں۔ میں بے حد ہراساں تھا۔ ایک تو اس لیے کہ اس میں قرابت داری مفقود تھی۔ محض دوستی کا ناتا تھا۔ جس کے تحت میں اس گھر میں رہائش پذیر تھا۔ اور اب اس کے بعد مجھ پر از خود کچھ پابندیاں عائد ہوگئی تھیں۔

''ٹھیک ہے ٹرے رکھ دو۔ میں کرلوں گا۔''

میں نے دانستہ ہی اس کے چہرے سے نظریں ہٹا کر اطراف میں دیکھتے بات بنائی۔ مجھے ارم کی نگاہوں سے خوف سا محسوس ہوتا تھا۔ اس لیے اکثر ہی میں نگاہیں چرا سی جاتا تھا۔

''کیا بات ہے۔ میں کچھ دنوں سے نوٹ کررہی ہوں کہ آپ الجھن میں مبتلا ہیں۔''

''ارم وہیں ٹرے رکھ کر میرے بستر پر چادر اور تکیہ درست کرنے لگ گئی تھی۔ میں چاہ کر بھی اسے وہاں سے جانے کا نہیں کہہ سکتا تھا۔ ارم کی نگاہیں بہت دنوں سے مجھ سے اعتراف کررہی تھیں۔ میری ہر ضرورت کا خاص خیال رکھنا جیسے اس نے خود پر فرض کرلیا تھا۔

تیری اک نظر کا سوال ہے
یہ مریض غم سے نڈھال ہے

مگر میں تو خود محبتوں کا مسافر تھا اور کبریٰ کی محبت میرے پورے وجود میں رچی بسی تھی۔ میرے پور پور میں کبریٰ کا احساس جاگزیں تھا۔ میں کس طرح اس کا خیال جھٹلا کر کسی اور کے لیے راہ ہموار کرسکتا تھا۔ میری بے اعتنائی شاید ارم کو رلاتی بھی ہو مگر میں مجبور تھا۔

اسی وقت کمرے میں زبیر داخل ہوا۔ زبیر اس وقت بے حد فریش موڈ میں تھا۔ میں اس شخص سے اس وقت بالکل بات چیت کے موڈ میں نہ تھا۔ ساری رات اضطراب میں گزری تھی۔ میں کبریٰ کے حوالے سے کس قدر حساس تھا اور میرے ہر جذبے کا گواہ میرا یہ دوست تھا۔ پھر وہی دوست کس طرح میرے حق پر ڈاکا ڈال سکتا ہے۔ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔

''چلیں جی اب جلدی سے ناشتا کرلیں اور اماں کہہ رہی ہیں کہ آپ سے پوچھ لوں کہ آج کھانے میں کیا بنائیں۔ ایک ہی روز تو ہوتا ہے جب آپ گھر میں ہوتے ہیں۔''

ارم بہت بولتی تھی اور کبھی مجھے اس کے تواتر بولنے سے بے حد کوفت بھی ہوتی تھی۔ مگر اب تو میرے محسوسات جیسے رہے ہی نہیں تھے۔

''میں جو بھی بنے گا کھالوں گا۔ میرے لیے خالہ کسی بھی قسم کا تردد نہ کریں۔ میرا لہجہ عام سا ضرور تھا۔ مگر اس میں ایک عجیب سی سرد مہری در آئی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

شاید یہ زبیر کی وجہ سے تھی۔ جو اس وقت خاصا ہشاش بشاش سا بیٹھا ہوا مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔

''اوکے۔'' ارم نے سر ہلا کر اپنا رخ نیچے سیڑھیوں کی طرف کر دیا تھا۔ اور اس کے جاتے ہی میں نے بھی سکھ کا سانس لیا۔

''کیا بات ہے تیرے منہ پر کیوں بارہ بج رہے ہیں؟''

زبیر نے میری آنکھوں میں براہ راست جھانکتے ہوئے پوچھا۔ میں نے ایک ملامتی نگاہ ہی اس پر ڈالنا کافی خیال کیا۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ خالہ درست ہی کہتی ہیں۔ اس لیے میں کل سے خالہ جان کی طرف شفٹ ہو رہا ہوں۔''

میری بات پر زبیر اپنی جگہ پر بری طرح سے اچھلا۔

''یار یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟'' زبیر کو میری طرف ایسے اسے مکالمے کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ اس لیے جھٹکا لگنا یقینی امر تھا۔

''بس اب میں تو فیصلہ کر چکا۔ تو اپنے طرف سے بتا دینا نیچے خالہ جان کو بھی۔''

وہ یک ٹک مجھے دیکھتا رہا۔ دل میں آ رہا تھا کہ پوچھوں کہ بے غیرت انسان تو کل کبریٰ کی طرف کیا کرنے گیا تھا اور وہ بھی تحفے اور گلاب کے ساتھ مگر میری ازلی مروت اڑے آ رہی تھی۔

زبیر کچھ دیر ادھر ادھر کی بیٹھا ہانکتا رہا۔ اور پھر چلا گیا۔

☆☆☆

کبریٰ میری خالہ زاد ہے کبریٰ اور میری گہری دوستی رہی ہے۔ میں اس شہر میں پروان چڑھا..... پلا بڑھا۔ زبیر اور میں کلاس فیلوز رہے ہیں۔ زبیر میرا دوست غمگسار ہمراز سب کچھ رہا ہے۔ مگر برسوں کی رفاقت کچھ اور ہی رنگ دکھلا رہی تھی آج کل۔ زبیر سے میں نے کبریٰ کی بابت اپنے نرم گرم جذبوں کا برملا اظہار کیا تھا۔ امید واثق تھی کہ بچپن سے اب تک میرے ہر مسئلے کو چٹکی میں حل کرنے والا دوست اس بار بھی میرا یہ مسئلہ حل کر دے گا۔ مگر اب کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس میرے اظہار کے بعد اس نے جا کر اپنی ہی لائن سیدھی کرنا شروع کر دی تھی۔ دل تو چاہتا تھا کہ اسے رکھ کر کھری کھری سنا دوں۔ مگر میں ہمیشہ کی طرح لبوں پر قفل باندھے رہا تھا۔

زبیر اور ارم دو ہی بہن بھائی تھے۔ میں زبیر کے اوپر والے پورشن میں رہائش پذیر تھا۔ میرا پس منظر دیہاتی ہے اور گاؤں میں آبائی گھر ہے۔ جہاں میرے بہن بھائی ہیں۔

اماں نے تعلیم کی غرض سے مجھے یہاں بھیجا تھا۔ پہلے ہاسٹل میں رہائش اختیار کیے رکھی۔ یہ پچھلے چند ماہ پہلے ہی زبیر نے اصرار کیا تھا کہ میں اس کے گھر آ کر رہوں۔ مگر یہاں ہر طرح کے سکھ کے باوجود مجھے خوف تھا کہ یہ رہائش میری اور زبیر کی دوستی کے درمیان حائل نہ ہو جائے۔ اور پھر ارم کا بے لوث ہو کر میرا احساس کرنا مجھے اندر ہی اندر پریشان کر رہا تھا۔ اور اس پر افتاد ناگہانی زبیر کا میرے ساتھ ایک دو بار کبریٰ کے گھر جانا ہوا تھا۔ پھر خالہ نے زبیر کو بھی اپنا بیٹا مان لیا تھا۔

زبیر میری غیر موجودگی میں بھی وہاں کے چکر لگانے لگا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کبریٰ اس قدر خوب صورت ضرور ہے کہ متاثر ہو کر کوئی اسے اس طرح دیوانہ وار چاہ جا سکتا ہے۔ جس طرح میں اسے چاہتا ہوں۔

اب اس کی محبت نے مجھے زبیر سے حسد میں مبتلا کر دیا تھا۔ حسد اور کینہ نجانے کیسے میرے دل میں گھر کر چکا تھا۔

اگلے دن میں بوریا بستر سمیٹ کر چل نکلا۔ زبیر کی والدہ اور ارم دونوں کا اصرار تھا کہ بس ان کے گھر میں رہوں۔ مگر میں نے نجانے کون سے بہانے گھڑے تھے کہ میری خالہ کا گھر آفس سے بے حد قریب ہے۔ اور مجھے آنے جانے میں کوئی وقت بھی نہیں ہوگی۔ اور پھر میں اگلے دن کبریٰ کے پاس تھا۔ میں چاہتا تھا نزدیک سے کبریٰ پر نگاہ رکھ سکوں۔ زبیر کی آمد و رفت کا اصل مقصد جانچ سکوں اور سنہری موقع دیکھ کر حال دل بیان کر دوں۔ خالہ جان بے حد خوش تھیں۔

''میں تو بہت خوش ہوں بیٹا۔ اس ویران گھر میں تم

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آجاتے ہو تو بہار سی آجاتی ہے۔ تم تو جانتے ہی ہو تمہارے خالو جان کے انتقال کے بعد میں نے کبریٰ کو ماں اور باپ دونوں بن کر پالا پوسا ہے میں چاہتی ہوں میری کبریٰ خوب ہی خوب صورت زندگی گزارے۔''

خالہ کی بات میں مسکرا کر سنتا رہا۔ کبریٰ بھی بہ ظاہر میری آمد پر خوش ہی دکھائی دے رہی تھی۔ مگر میرا ذہن ابھی تک کبریٰ کے دل میں کیا ہے یہ جاننے سے قاصر تھا۔

☆☆☆

میں آفس سے تھکا ہارا گھر لوٹا تو سامنے ہی لاؤنج کا منظر میرا خون خشک کر گیا۔ زبیر اور کبریٰ گہری بات چیت میں گم بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ خالہ جان کچن میں زبیر کے لیے اس کی فرمائش پر پکوڑے بنا رہی تھیں۔ اشتہا انگیز خوشبو پورے لاؤنج میں پھیلی ہوئی تھی۔

''ارے..... میرا یار آگیا۔'' زبیر مجھے دیکھ کر خوش دلی سے بولا۔ مگر میرا چہرہ اس وقت ستا ہوا تھا۔ اور میں رسماً بھی مسکرا نہ سکا۔

''کیا بات ہے ساحر، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا.....!''

کبریٰ کے چہرے پر بکھری تشویش مجھے خوش گمانی کے نئے جہان سے متعارف کروا رہی تھی۔

''ارے..... اس کو کیا ہوگا دیکھا نہیں۔ چھ فٹ قد اور اس پر اس کے اکڑے تیور۔ وہ زبیر ہی تھا جو اس وقت طنز برسا رہا تھا۔

میں نے ایک بے زار سی نگاہ اس پر ڈالی اور سیدھا اپنے کمرے میں جانے کے ارادے سے بڑھا۔ جب ہی خالہ جان کچن سے پکوڑوں کی پلیٹ تھامے نکلیں۔

''بیٹا۔ آگئے آپ۔ آؤ بیٹھو۔ مل کر چائے پیتے ہیں اس بعد خوشی کی خبر ملی ہے۔'' خالہ چہک رہی تھیں۔

میں ہونق کھڑا سوچ رہا تھا کہ زبیر نے خالہ کے سامنے کبریٰ سے شادی کی بات کردی ہے کیا؟ جب زبیر کے بجائے کبریٰ نے میری سماعتوں پر یہ کہہ کر بم سا پھوڑا۔

''زبیر کی شادی طے ہوگئی ہے اپنی کزن ارجمند سے، مٹھائی لائے ہیں۔''

میں حیرت زدہ زبیر کو تک رہا تھا۔

''لگ گیا نا جھٹکا۔''

''زبیر نے اٹھ کر خود ہی مجھے گلے سے لگا لیا۔ میں کھسیا سا گیا۔ میں نے زبیر کے بارے میں کیا کچھ غلط سوچ لیا تھا۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ نکلا تھا۔

''کبریٰ، بیٹا تم جاؤ جا کر کباب دیکھو۔''

نجانے مجھے کیوں لگا کہ خالہ نے جان بوجھ کر کبریٰ کو وہاں سے اٹھانا چاہا تھا۔ خالہ میرے پاس آئیں اور میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

''بیٹا! تم کیوں اتنے تکلف سے کام لیتے ہو۔ اگر زبیر نے نہ بتایا ہوتا تو مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ تم کبریٰ سے شادی کے خواہش مند ہو۔ کبریٰ کے لیے ایک دو اچھے رشتے آئے ہوئے ہیں..... مگر خون سے بڑھ کر تو نہیں ہو سکتے ہیں ناں؟'' خالہ نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ ''کل تمہارے اماں ابا آرہے ہیں۔''

میں نے زبیر کو ممنونیت سے دیکھا۔

خالہ کے منظر سے ہٹتے ہی زبیر فوراً بولا۔

''یار تو بھی عجیب گھامڑ ہے بس نے تو کبریٰ کو گلاب تک دے ڈالے تھے کہ شاید تو کچھ بول دے۔ یہ آئیڈیا بھی ہم دونوں کا ہی تھا۔ مگر کبریٰ نے ہمت ہار دی کہ تو کبھی منہ سے نہیں بولے گا۔ سو وہ بھی آنے والے رشتوں سے گھبرا گئی تھی۔ اس لیے ہمیں ہی کہنا پڑا۔''

زبیر نجانے اور بھی کیا کچھ بولتا رہا۔ مگر میرے دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی کیا کبریٰ جانتی تھی کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ میرا دل عجب لے پر دھڑکنے لگا۔

تبھی کبریٰ نے کچن کی کھڑکی سے جھانکا۔ میں اس کی طرف جی جان سے متوجہ تھا۔ اس کے چہرے پر بکھری دل آویز مسکان نے مجھے احساس دلا دیا کہ وہ بھی محبت کے اس سفر میں میری ہمراہی تھی۔

میں نے بھی اپنی نا بھی سے زبیر کو صف دوستاں سے دشمناں میں لا کھڑا کیا ہے۔ ابھی بھی دیر نہیں ہوئی تھی۔ میں نے زبیر کو بھرپور طریقے سے گلے لگا لیا۔

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

فرح بخاری

کنارِ خواب جزیرہ

گزشتہ اقساط کا خلاصہ:

سوار حسن کو کچھ عجیب سے حالات میں ہمیشہ کے لیے گھر چھوڑنا پڑا اور وہ خالی جیب منتشر دماغ لیے بنا سوچے مری کی کوسٹر میں بیٹھ گیا۔ مری میں ایک معمولی ڈھابے کے مالک میاں نذر اسے پہلے مہربان دوست کی صورت میں ملے، میاں جی کے توسط سے سوار کو ایک ہوٹل میں مہینے بھر کے لیے ریسپشنسٹ کی جاب مل گئی۔ ہوٹل کے منیجر رفیق احمد کی بیٹی کنعان کالج میں پڑھتی ہے۔ ماضی کے کسی واقعے نے اسے محبت سے سخت بدگمان کر رکھا ہے۔ لیکن سوار سے پہلی ملاقات ہی اس کے دل کی دنیا کو پریشان کن حد تک تبدیل کر دیتی ہے۔

ثمامہ ایک طرح دار جوان بیوہ ہے جس نے مرحوم شوہر کی جائیداد سے مری میں نیا فائیو اسٹار ہوٹل کھولا ہے۔ وہ بھی مری میں نو وارد ہے۔

شازمہ جس نئے محلے میں اپنے شوہر کے ساتھ شفٹ ہوئی ہے وہاں تنہائی اور اکیلا پن اس کا سب سے بڑا مسئلہ بن گیا کیونکہ شوہر اپنی مجبوریوں کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنے کو تیار نہیں۔

ثمامہ کو ہوٹل کے افتتاح میں کچھ مسائل کا سامنا ہے۔

رفیق احمد کے پیر میں سیڑھیاں اترتے شدید فریکچر آ گیا۔ سوار نے ان کی بہت مدد کی۔ شازمہ کی محلے میں آمنہ بھابی سے دوستی ہوئی جو کہ مولوی فیض احسن کی بہو ہیں۔

ثمامہ نے مری کے راستوں پر سوار کو دیکھا، یہ اس کا سوار سے دوسرا سامنا تھا اور معلوم نہیں کیوں لیکن وہ اسے بہت خاص لگا۔

تیسری قسط

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مکمل ناول

''بس ابو تھوڑا سا سوپ اور۔'' کنعان نے زبردستی چمچہ ان کے منہ کے قریب کیا۔

''بہت پتلا ہے کنعان..... بس کرو۔'' رفیق احمد نے بچوں کی طرح برا سا منہ بنایا۔

''اچھا اگلی بار گاڑھا بناؤں گی۔ بس اسے ختم کردیں پلیز۔'' کنعان نے بجائے چمچہ کے پیالہ ہی اُن کے منہ سے لگا دیا۔

''او کے بابا۔ لیتا ہوں۔'' اُنہوں نے پیالہ ہاتھ سے لیتے کنعان کو روکا۔ تبھی موبائل بجنے لگا۔

''پھوپھو کا فون ہے۔'' اُس نے اسکرین دیکھتے ہوئے اطلاع دے کر موبائل ابو کی طرف بڑھایا اور سامان سمیٹنے لگی۔ رفیق احمد نے قریب پانچ یا سات منٹ بہن سے بات کی۔ اور پھر اجازت لیتے کنعان کو دیکھا۔

''کل آرہی ہیں۔''

''اب تو آہی جائیں۔'' کنعان نے منہ بنایا۔

''کب سے ان کے پروگرام بن اور بگڑ رہے ہیں۔''

''ہاں لیکن میرے پیر کا واقعہ پلیز بڑھا چڑھا کر بیان مت کرنا۔'' رفیق احمد نے سنجیدہ تنبیہہ کی۔

''پلاسٹر کا تو بالکل بھی نہیں۔ خوب ہنگامہ کریں گی کہ اُنہیں کیوں نہیں بلایا تھا، باقی اچھا ہے۔ آکر ذرا لچن تو سنبھالیں گی۔'' اُنہوں نے عینک لگاتے اخبار سیدھا کیا۔ ''کم از کم ایسے پتلے سوپ تو نہیں پینے پڑیں گے۔

''تو میری شکایتیں لگائیں گے؟'' اُس نے آنکھیں چندھیا کر ہاتھ کمر پہ رکھے۔

''اب یہ میں نے کب کہا۔'' رفیق احمد نے خفگی سے گھورا۔ ''تمہارے بدمزا کھانوں کی ہمیشہ ہی اُن کے سامنے تعریف کی ہے۔'' انداز بڑی ہی بے بسی اور مجبوری لیے ہوئے تھا۔ کنعان کو ہنسی آگئی۔

''بالکل ٹھیک۔ آئندہ بھی ایسا ہی کریں۔''

''مشکل ہے۔'' اُنہوں نے کان کی لو کھجاتے ہوئے مایوسی ظاہر کی۔ ''اِس مرتبہ وہ کسی کوکنگ اسکول کی جامع معلومات کے ساتھ تشریف لا رہی ہیں۔ اپنی آنکھوں کے سامنے داخلہ بھی کروا کے جائیں گی۔''

''اررے.....'' وہ بوکھلا کر پائینتی کی طرف بیٹھی۔ ''ایسے کیسے ابو..... کوکنگ اسکول او میں.....؟''

''بس یہی.....'' رفیق احمد نے زور دے کر دہرایا۔ ''یہی تو ہے وہ مشرق اور مغرب کا فرق جسے پاٹنے وہ آرہی ہیں۔ کوکنگ اسکول اور کنعان کو یکجا کرنے کا اہم مشن.....''

''تب تو یہ بالکل ناکام مشن ہے۔ کیونکہ مشرق اور مغرب کبھی ایک نہیں ہوسکتے۔'' وہ ایک عزم سے اُٹھی۔

''رابعہ آپا اگر کچھ ٹھان لیں تو زمین آسمان ایک ہوسکتے ہیں۔ مشرق مغرب کیا چیز ہیں۔'' رفیق احمد نے استہزاء اُڑایا۔ ''آپ بھی اُن کے ساتھ مل گئے ابو۔'' وہ اچانک ہی دل گرفتہ نظر آنے لگی۔

رفیق احمد کے دل کو کچھ ہوا۔ کیسی سیدھی اور معصوم تھی اُن کی یہ نازک سی کلی۔ ماں کے بعد جسے اُنہوں نے یوں سینت سینت کر پالا تھا کہ ذرا سی تیز ہوا بھی اسے خلاف مزاج لگتی۔

اُنہوں نے اخبار سائیڈ پہ رکھ کر اسے قریب بلایا تو وہ بھاگ کر اُن کے بازو سے آلگی۔ اور اب ان کے کندھے سے ماتھا رگڑتے جیسے ماں کی آغوش کا سکون لینے لگی۔

زندگی میں سبھی کچھ ہماری مرضی سے تو پیش نہیں آتا نین۔ وہ اس کے ہاتھ پر ہولے ہولے تھپکی دیتے سمجھانے لگے۔ ''ٹھیک ہے کہ تجربے میں، میں تم سے زیادہ ہوں۔ لیکن تم بھی تو آج کے بچے ہو۔ ہم سے کہیں زیادہ سیانے اور علم رکھنے والے۔ پھر حوصلہ اور ہمت بھی اُسی حساب سے ہونے چاہئیں۔ ہوں؟'' آخر میں انہوں نے کنعان سے تائید چاہی۔ جواباً اس نے دھیرے سے سر ہلا دیا۔

''جانتی ہو کنعان۔'' وہ کھنکار کر دوبارہ کہنا

Waqar Azeem
Pakistanipoint

شروع ہوئے۔اور یہ تو ان کی پرانی عادت تھی کنعان سے ہر بات شیئر کرنے کی، اُسے ہر ممکنہ خطرے سے آگاہ کرنے اور آنے والے وقت سے بروقت ہوشیار کرنے کی۔

''جب ہم بچے سے بڑے ہو رہے ہوتے ہیں تو ہمارا مشاہدہ سمندر جیسی وسعت لیے ہوتا ہے، ہر چیز کو دیکھ کر سوال، ہر نئی بات پر اچنبھا، ہر پہلو کو جان لینے کی کھوج، ہر راز کو پا لینے کا تجسس اور چاہ.....اور پھر لڑکپن سے جوانی..... وہ جوانی جسے تم لوگ ٹین ایج کہتے ہو۔اُس تک آتے آتے چند ہی سالوں میں ہمیں لگنے لگتا ہے کہ دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں۔ ہر مسئلے، ہر پریشانی کا حل ہمیں اپنی چٹکیوں میں دبا لگتا ہے۔آس پاس میں نظر آنے والے آدھے ادھورے، نامکمل کاموں پر ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ یہ پورے کیوں نہ ہو سکے، بلکہ یہ تو ایسے پورے ہو سکتے تھے اور ویسے پورے ہو سکتے تھے.....لیکن پھر یہی ہم۔جب اپنی زندگی کی پہلی ناکامی سے دوچار ہوتے ہیں تو گویا زمین آسمان تک ہل جاتے ہیں.....ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کام یوں بھی بگڑ سکتے ہیں۔۔لیکن پھر دوسری اور تیسری ناکامی ہماری بند آنکھوں کو کھولنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے اور دھیرے دھیرے ہماری سوچ بھی بدلنے لگتی ہے۔ ذہن و دل ناکامیوں کو سہہ لینے کے عادی ہونے لگتے ہیں۔کامیابی کی چونکہ ہم ''توقع'' کرتے ہیں اس لیے ناکامی غیر متوقع ہوتی ہے جسے ہضم کرنا ذرا مشکل ہو جاتا ہے.....اور بس.....پھر یہی معاملات ہماری پسند، ناپسند اور سوچ کے ساتھ بھی اسی طرح چلتے ہیں۔جو ہم کرنا چاہتے ہیں وہ نہیں کر پاتے اور جو ہم نہیں چاہتے وہ خود بخود پیش آنے لگتا ہے۔جو ہمیں پسند ہے وہ نہیں ملتا اور جو نہیں پسند..... وہ سامنے آجاتا ہے۔'' وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے سمجھاتے چلے گئے.....

اور جب انہوں نے کہا کہ ''جو ہمیں پسند ہے۔'' تو پوری توجہ اور دھیان سے ان کی بات سنتی کنعان کے تصور میں بے ساختہ سوار کا چہرا اُبھرا۔جو ہمیں پسند ہے، بلاشک وشبہ وہ یہی ہے۔دل نے تصدیق کی مہر ثبت کی.....لیکن اگر یہ نہ ملا تو.....اُس نے گھبرا کر آنکھیں میچیں۔

اُف یہ دل..... جانے بھٹکنا چھوڑ کیوں نہیں دیتا۔

☆☆☆

گلاس وال کی بیرونی سائیڈ پر ہلکی رم جھم ایک تواتر سے جاری تھی۔ثمر شیشے سے ناک چپکائے بارش انجوائے کر رہا تھا۔ثمامہ نیچے قالین پر آلتی پالتی مارے بال کھول کر بیٹھی تھی۔ پیچھے صوفے پر اس کی امی تیل کی بوتل ہاتھ میں لیے اس کے بالوں میں مساج کر رہی تھیں۔عادل دائیں صوفے پر نیم دراز ریموٹ ہاتھ میں لیے میچ دیکھنے میں گم تھا۔

''اور نہ کرو وقت پر ناشتا.....جان جلا رکھی ہے میری..... منہ اندھیرے اِن کی خاطر کچن میں گھسو..... اور یہ ہیں کہ آنکھ اُٹھا کر ٹیبل کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ ہلکے ہاتھوں کا مساج ثمامہ کے بالوں میں کرتے وہ زبان خاصی تیزی سے چلا رہی تھیں۔ثمامہ پلکیں موندے مسکرائے جا رہی تھی۔آج ہوٹل سے واپسی پر سر میں شدید درد شروع ہو گیا تھا۔ امی بیک وقت ہاتھ اور زبان سے ٹکوریں دے رہی تھیں۔

''آپ کو پتا ہے امی۔صبح صبح مجھ سے کچھ کھایا نہیں جاتا۔''

''معلوم ہے مجھے۔'' وہ ہنوز خفا تھیں۔''پر تم تو لنچ باکس لے جانے کو بھی تیار نہیں۔اب کون سا کسی کے آفس جانی ہو جو جاتے ہی کام پہ لگ جانا پڑے۔ اپنا ہوٹل ہے تمہارا۔ایک کپ چائے بنوا کر اپنے آفس میں آرام سے کھا پی لیا کرو۔تمہیں کسی کو جواب دینا ہے کیا۔''

''ٹائم کہاں ملتا ہے اُدھر۔جاتے ہی سو کام نکل آتے ہیں۔کبھی کوئی آرہا ہے کبھی کوئی۔ مجھے تو بیٹھنے کا ہی موقع نہیں ملتا۔سارا دن بس اُوپر نیچے بھاگتے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

گزر جاتا ہے۔ کمروں کی ڈیکور کا کام ہو رہا ہے۔ ہر چھوٹی چھوٹی چیز میں کام کرنے والوں کو مشورہ چاہیے۔ بار بار مجھے خود جانا پڑتا ہے۔'' وہ بند آنکھوں سے ساتھ ساتھ مساج کا مزا بھی لے رہی تھی۔

''تمہارا تو اپنا ہوٹل ہے آپی۔ گھر سے لنچ لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مزے سے روز نئی نئی ڈشز بنوا کر کھاؤ۔'' عادل نے سر گھما کر حصہ لیتے خود کو حاضر شو کیا۔ ثمامہ نے مسکرا کر لحظے کو آنکھیں کھولیں۔

''چپ رہو نکمے لڑکے۔ تمہیں تو فرصت ہی نہیں ہے ہوٹل آنے کی، ورنہ معلوم ہوتا کہ ریسٹورنٹ کا کام ابھی شروع نہیں ہوا۔''

''لو.....'' امی نے مضحکہ اُڑایا۔ ''اُسے یہ بھی کہاں پتا ہوگا کہ ہوٹل کا ابھی افتتاح تک نہیں ہوا۔''

''اچھا؟'' عادل کچھ متفکر صورت بنائے سیدھا ہو بیٹھا۔ ''کیسے سست لوگ لگا رکھے ہیں آپی؟'' اس کے مصنوعی فکرمندی پر ثمامہ زور سے ہنس پڑی۔

''بہت بے شرم ہو عادل۔ بجائے خود کو مدد کے لیے حاضر کرنے کے اُلٹا میرے کام میں نکتے اُٹھا رہے ہو۔''

''ابھی تک کچھ نہیں بنا تمہارے کچن کے عملے کا۔'' امی بھی کچھ متفکر ہوئیں۔ ''اب تو بہت ٹائم گزر گیا۔''

''کوشش تو کر رہے ہیں امی۔ کچھ لوگ سیلیکٹ ہو بھی گئے ہیں لیکن ابھی کم ہیں۔''

''اور وہ افتتاح؟''

''میں سوچ رہی ہوں، ماہ رمضان ٹھیک رہے گا افتتاح کے لیے۔ افطار پارٹی کی بابرکت رسم سے آغاز ہو تو مبارک بھی رہے گا۔''

''بہت اچھا سوچا ہے۔'' امی کے دل کو بھی خوب اچھا لگا سن کر۔

''اِس سنڈے میں آؤں گا تمہارے ہوٹل۔'' عادل نے احسانِ عظیم کیا، ثمامہ کو ہنسی آ گئی۔

''زہے نصیب۔ لیکن امی اور ثمر کو بھی لانا۔ ایک بار کے بعد کسی نے چکر ہی نہیں لگایا۔ اب تو بڑی تبدیلیاں آ گئی ہیں۔''

''اب تم پھیل رہی ہو آپی۔'' عادل نے سر کھجایا۔

''مار کھاؤ گے عادل۔'' ثمامہ نے مصنوعی غصے سے دیکھا۔

''بڑا نکما ہے قسم سے۔ میں تو سوچ رہی تھی شیف وغیرہ کے لیے اس کی ہیلپ مانگوں گی۔ اپنے کلاس فیلوز وغیرہ کے ذمے لگائے گا ذرا۔ پر کوئی فائدہ نہیں۔''

''کلاس فیلوز کو کیا پتا۔ یہ کام تو آن لائن بھی ہو سکتا ہے۔''

''آن لائن.....'' ثمامہ پہلی بار ٹھٹکی۔ ''تمہیں لگتا ہے یہ ورک کرے گا؟''

''یس..... کیوں نہیں کرے گا۔ تمہیں تو بلکہ سب سے پہلے اپنے ہوٹل کی ویب سائٹ بنانی چاہیے تھی۔''

''اچھا۔'' ثمامہ بالوں کو ہاتھ پہ لپیٹتی ایک دم مستعد سی ہو بیٹھی۔ ''مجھے تو بالکل ہی خیال نہیں آیا۔''

''اور کیا..... اتنا شاندار ہوٹل ہے۔ ویب سائٹ ہوگی تو آن لائن بکنگ کی بھی سہولت رہے گی مسافروں کو۔'' عادل اب کسی منجھے ہوئے بزنس مین کی طرح آئیڈیاز پھینک رہا تھا۔

''تم اتنے سست ہو عادل کہ ذہن سے آئیڈیاز نکالنے میں بھی تم نے اتنا وقت لیا۔ یہ باتیں تو تم مجھے اسلام آباد بیٹھے بتا سکتے تھے۔'' وہ تاسف سے سر ہلاتے مسکرا رہی تھی۔ ''اُوپر سے وہ خالد رضا بھی مجھے کوئی غاروں کے زمانے کا آدمی لگتا ہے۔ یعنی..... اتنی سی بات تھی۔ ہوٹل کی تشہیر کے لیے کتنے دنوں سے ہاتھ پیر مار رہی ہوں۔ لیکن عادل.....'' اس نے پرسوچ انداز میں سر اٹھایا۔

''ہوٹل کی ویب سائٹ تو سمجھو بن گئی۔ یہ شیف وغیرہ کی تلاش کا کام کیسے کرنا ہوگا۔''

''میں کر دوں گا تمہارا کام۔'' وہ بے فکری سے

دوبارہ لیٹ گیا۔ ''آن لائن جاب کی بہت ساری ویب سائٹس ہیں۔ پاکستان میں جاب کے لیے مزید الگ..... ایڈریس وغیرہ ڈال کے ہو جائے گا۔ چند گھنٹوں کے اندر فیڈ بیک بھی ملنے لگ جاتا ہے۔''

''گڈ۔'' ثمامہ اب نسبتاً مطمئن دکھائی دینے لگی تھی۔

''توبہ ہے ثمامہ! سارا دن ہوٹل میں دماغ خرچ کرتی ہو، اب تمہیں یہاں بھی چین نہیں۔ اُوپر سے یہ مل گیا۔'' اب کے انہوں نے عادل کو دھموکا جڑا۔ ''اب جاؤ، گھنٹہ بھر ریسٹ کرو اپنے کمرے میں۔''

''ہوں۔'' وہ زیرِ لب مسکراتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

رابعہ پھوپھو نہ صرف تشریف لا چکی تھیں بلکہ گھر کا سارا نظام حسبِ عادت چند روز کے لیے اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ رفیق احمد کہتے رہ جاتے کہ یہاں گزارے چند دنوں میں تو کم از کم ریسٹ کر لیا کرو۔ اپنے گھر میں تو ہر عورت ہی بھاگتی پھرتی ہے۔ کہیں مہمان جا کر ہی ہمارے ہاں کی خواتین کو چند سکون کی گھڑیاں میسر آتی ہیں۔ آپا وہ بھی بھائی کی محبت میں گنوا دینے پر تل جاتیں۔ لیکن اُن کی مجبوری یہ تھی کہ اماں اور کنعان کی صلاحیتوں پر اُنہیں سخت تحفظات لاحق تھے۔ کنعان تو چلو ابھی بچی تھی۔ تھکی ماندی اماں پر باپ بیٹی کی مہربانیاں انہیں سخت قابل گرفت لگتیں۔

''تو یعنی کہ ہانڈی روٹی تم نے پچھلے چھ ماہ کے دوران سیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی؟'' اپنی موٹی عینک کے پیچھے سے کنعان کو گھورتی وہ اسے آنکھوں سے ہی ذبح کرنے کی نیت پر تھیں۔

''قسم لے لیں پھوپھو۔ کوشش بالکل کی تھی۔ یاد نہیں دیا۔'' اس نے ساتھ بیٹھی دیا کو چھوٹا سا تنبیہی ٹھوکا مارا۔ ''وہ..... ایک بار میں نے تلے ہوئے آلو تمہارے ہاں بھیجے تھے اور.....''

''تلے ہوئے آلو۔'' رابعہ پھوپھو کے نتھنے غصے کی شدت سے پھولنے پچکنے لگے۔ ''لاحول ولاقوۃ۔ تلے ہوئے آلو بھی کوئی ڈش ہے کسی کے ہاں بھیجنے کی۔ ارے جس دن ہمارے گھروں میں سبھی گوشت، سبزی ترکاری ختم ہو جاتے ہیں۔ مجبوری میں ہم یہ موئے آلو تل لیتے ہیں کہ کسی نہ کسی کو نے سے نکل ہی آتی ہے یہ ہر موسم کی سبزی۔ اچھا خیر آٹا گوندھنا سیکھا تھا۔'' پچھلا جرم معاف کرتے وہ ذرا اور آگے بڑھیں۔

''آ..... آٹا.....'' کنعان کی زبان لڑکھڑائی۔

''پھوپھو یہ آٹا واٹا ناں قسم سے بہت ہی مشکل کام ہے۔ گندم کے پاؤڈر میں پانی ملا کر اُسے فٹ بال جیسا بنا دینا۔ اگر معجزہ نہیں تو لکھوا لیں۔ جادو شرطیہ ہے۔'' جوشِ جذبات میں دیا کے ہاتھ پہ ہاتھ بھی دے مارا، لیکن پھوپھو غیر سنجیدہ نہ تھیں۔

''ابھی پوچھتی ہوں تمہارے باپ سے۔ ہاتھ ٹوٹ گئے میرے سمجھا سمجھا کر کہ لڑکی کو کچھ گھر داری پہ لگاؤ، لیکن نہ یہ ٹس سے مس ہوئی نہ انہیں عقل آئی۔ حد ہو گئی یعنی کہ آٹے کو فٹبال سے ملا رہی ہیں۔''

''دیکھ لینا کنعان۔'' پیر چپلوں سے آزاد کر کے اُنہوں نے دو تکیے کہنی کے نیچے جمائے اور نیم دراز ہو کر پھر سے کنعان کو گھورنے لگیں۔ ''اِس بار میں خود کوکنگ اسکول میں تمہارا داخلہ کروا کے جاؤں گی۔ اور کہہ آؤں گی اُن سے کہ جب تک لڑکی طاق نہیں ہو جاتی سارے پکوان بنانے میں، ہرگز کوئی سرٹیفکیٹ نہ پکڑائیں۔ سمجھیں تم۔'' پاٹ دار لہجے میں طوفانی آرڈر جاری کر کے اب وہ سیدھی لیٹ گئی تھیں۔

''میں اماں سے سیکھ لوں گی ناں پھوپھو۔'' کنعان لجاجت بھرے لہجے میں انہیں موم کرنے پہ اُتر آئی۔

''ہونہہ اماں۔ اِس سے اچھا ہے مت سیکھو۔ شوربے کے تالاب میں پتا نہیں کیا کچھ تیرتا نظر آتا ہے۔ آدھی گلی، آدھی تلی چیزیں کھا کھا کر تم باپ بیٹی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کے معدے تو داد دینے لائق مضبوط ہو چکے ہیں۔ مجھے لگتا ہے لکڑی، پتھر کھانے کا مقابلہ بھی اب تو آرام سے جیت جاؤ گے۔'' وہ گہری سنجیدگی سے تبصرہ جاری رکھے ہوئے تھیں۔ دیا کا ہنس ہنس کر آنکھوں سے پانی نکل آیا۔

رابعہ پھوپھو بڑی غصہ ور لیکن خوب دلچسپ تھیں۔ اُن کے غصے کے پیچھے بھی موجیں مارتی محبت کا طوفان چھپا تھا۔ دو، چار مہینے بعد اُن کی آمد یونہی کنعان اور رفیق احمد کی زندگی میں پیاری سی ہلچل مچا دیتی تھی۔ اللہ نے انہیں دو بیٹے دیے تھے۔ بیٹی کوئی نہیں تھی۔ اس لیے بھائی کی دونوں بیٹیوں کو اول روز سے اپنی اولاد تصور کیا۔ بیٹے ان کے دونوں ہی بیاہے ہوئے اور بچوں والے تھے۔

''تم بھی کچھ سیکھی دیکھی ہو کہ نہیں؟'' اب کے انہوں نے کھی کھی کرتی دیا کو نشانے پر لیا جس کے چمکتے دانت فوراً ہی اس سوال پر اندر غائب ہوئے تھے۔

''ب..... بالکل پھوپھو۔'' وہ فوراً مستعد نظر آئی۔ ''آٹا بھی گوندھنا آتا ہے، چائے پکانا بھی اور.....'' وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ''اور روٹی تو میں بہت ہی گول.....'' وہ ہاتھوں کے زاویے سے باقاعدہ گولائی بھی ظاہر کرنے لگی تھی۔

''ارے بھئی سالن وغیرہ بھی بنا لیتی ہو کہ نہیں۔'' گول روٹی میں پھوپھو نے خاص دلچسپی نہیں دکھائی۔ کنعان کو ہنسی آ گئی۔

''اچھے اچھے سالن اور پکوان اسے ''کھانا'' ضرور آتے ہیں۔ اب امی اور بھابھی کی موجودگی میں اسے کچھ پکانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔'' کنعان نے بھی موقع پا کر ٹانگ کھینچنا فرض سمجھا۔

''تو اگلے گھر کیا امی اور بھابھی کو ساتھ لے کر جائے گی۔ اور.....'' انہیں کچھ یاد آیا۔ ''تمہاری تو اُن دنوں منگنی ہونے والی تھی جب میں پچھلی بار یہاں آئی تھی۔''

''جی۔'' دیا سر جھکا کر دھیرے سے منمنائی۔

''تو شادی کب ہے؟'' انہوں نے اس بار کنعان کو دیکھ کر سوال کیا کہ شاید دیا کو جواب دیتے لحاظ آڑے آئے۔

''باسط بھائی کے گھر والے تو میرا خیال ہے اسی سال بڑی عید کا کہہ رہے ہیں لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ دیا بی۔ اے کر لے۔''

''ارے سیانے لوگوں میں رشتے زیادہ دنوں تک لٹکائے نہیں جاتے۔'' اب کے وہ دیا کی جانب دیکھ کر نرمی سے اُونچ نیچ سمجھانے لگیں۔

کنعان سے ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ پھوپھو نے انجانے میں دیا کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ کیونکہ وہ بھی اصل میں باسط کے گھر والوں کی ہمنوا تھی یعنی بڑی عید پر شادی۔ لیکن یہاں معاملہ کچھ اُلٹا تھا کہ بجائے لڑکی کے، اس کے گھر والوں کو اسے زیادہ پڑھانے کا شوق تھا۔

''میں تو کہتی ہوں تم بھی کنعان کے ساتھ کوکنگ اسکول میں داخلہ کروا لو۔ اگلے گھر میں صرف روٹیاں ہی نہیں پکانا ہوتیں۔ کئی طرح کے میٹھے، نمکین پکوان اور دعوتیں بھی بنانی پڑتی ہیں۔ آج ہی اپنی اماں سے بات کر کے مجھے بتاؤ۔ ایک تو آنے جانے کی سہولت رہے گی دونوں کو۔ دوسرے میں خود جا رہی ہوں تم دونوں کا داخلہ کروانے۔'' پھوپھو نے پوری طرح دیا کا پیچھا لے لیا۔ جواباً جو بڑی سعادت مندی سے سر ہلا رہی تھی۔ کنعان کا ناں میں ہلتا سر اور ہاتھ کے اشارے بھی وہ جان بوجھ کر نظر انداز کر رہی تھی۔ تنگ آ کر کنعان نے مُکا دکھایا پر وائے قسمت کہ پھوپھو کی نظر پڑ گئی۔

''اِسے دیکھو۔'' انہوں نے چشمہ درست کیا۔ ''بجائے شکر پڑھنے کے مرنے مارنے پر تلی ہے۔ سن لو لڑکی۔ ہم کل جا رہے ہیں اور تم.....'' انہوں نے دیا کو دیکھا۔ ''شام تک مجھے جواب بتا دو۔ چاہے تو تمہاری امی یا بھابھی ساتھ چلی چلے۔ تسلی اچھی چیز ہے۔ ناظمہ امیر بخش نام ہے ان کا جو یہ اسکول چلاتی ہیں۔ میرے جیٹھ کی بیٹیاں پچھلے سیشن میں خود سیکھ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کرگئی ہیں۔ بہت سیدھی سادی گھر داری سکھاتی ہے۔ مشکل اور نہ سمجھ میں آنے والے الم غلم کبھی پکانے نہیں دے گی۔ اور یہی بات مجھے سب سے زیادہ پسند آئی ہے۔ ہر قسم کے سالن، پلاؤ، بریانیاں اور میٹھے پکانے میں ماہر ہوجاتی ہیں لڑکیاں۔ پانچ پانچ ماہ کے دو سیشن چلاتی ہے سال بھر میں۔ پچھلا سیشن کچھ مہینہ بھر پہلے ختم ہوا ہے۔ اور اب نئی کلاسز اگلے ہفتے سے شروع ہورہی ہیں۔ جگہ وغیرہ دیکھ کر تسلی کرکے فیس کل بھر آتے ہیں۔ باقی کی باتیں وہیں پوچھ لیں گے۔''

وہ اب سنجیدگی سے دیا کو تفصیل بتا رہی تھیں۔ جو نیم سے بھی کچھ زیادہ رضامندی سے سر ہلا رہی تھی۔ جبکہ کنعان کے یہ سب تفصیلات سنتے مزید اعصاب ڈھیلے اور سست پڑتے جارہے تھے۔ کوکنگ اسکول کی مصیبت کچھ یوں سر پر آپڑی تھی کہ اس بار ابو بھی کسی قسم کی مدد کرنے کو تیار نظر نہیں آرہے تھے۔

☆☆☆

''آج تو کہیں باہر گھمانے لے چلو وقاص۔''

''ہوں؟'' ریموٹ پر اس کا ہاتھ بے اختیار رُکا تھا۔ ''باہر؟''

''ہاں ناں۔'' وہ صوفے پر اس کے پہلو میں بیٹھتے دُلار سے بولی۔ ''آٹھ، نو ماہ ہونے کو آئے تمہارے شہر میں، لیکن ابھی تک تم مجھے کہیں گھمانے پھرانے نہیں لے گئے۔''

''کیا فرق پڑتا ہے بھئی۔'' وہ اسے بازو کے گھیرے میں لیتے مسکرا پڑا۔ ''محلے بھر کی آنٹیوں باجیوں کے ساتھ مارکیٹ جاتے آدھا شہر تو دیکھ ہی چکیں۔''

''ہٹو۔'' شازمہ نے مصنوعی خفگی سے اس کے بازو پہ مکا مارا۔ ''گھر کا سامان پورا کرنے کے لیے دھکے کھانے کو گھومنا کہتے ہیں۔ بلکہ میں تو گھر کی شاپنگ کے لیے بھی تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔ لیکن توبہ ہے وقاص تم سے۔ ایک میرے لیے ہی تمہارے پاس ٹائم نہیں ہے۔''

''کیا کروں شامے؟'' وقاص نے اپنے چمکتے بھورے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ ''وقت کی قلت نہ ہوتی تو واللہ تمہیں تو دنیا گھمانے کو دل چاہتا ہے۔''

''چھوڑو دنیا گھومنے کی باتیں۔'' وہ اس کے بازو پہ سر رکھتے ایک دم اتنی افسردہ ہوئی کہ پلکوں کے گوشے نم ہوگئے۔ ''مجھے اپنا بہت سارا وقت دے دو۔ چاہے اسی چھوٹے سے گھر میں رہتے۔ تم میرے پاس رہو وقاص، مجھے سچی دنیا کی ہر خوشی مل جائے گی۔'' وہ اب باقاعدہ رونے لگی تھی۔ اس کے آنسو وقاص کی شرٹ پر گر رہے تھے۔ وقاص نے ضبط سے لب چبائے۔ شازمہ ایسی ہی جذباتی اور پوزیسو بھی اُس کے معاملے میں۔

''پچھلے گھر میں تو سب کچھ کتنا صحیح تھا۔ تم روزانہ شام کو کام سے واپس آتے۔ میں تمہارا انتظار کرتی، تمہارے لیے کھانا بناتی۔ پھر شام کا وقت ہم ہنسی مذاق کرتے، ٹی وی دیکھتے، باتیں کرتے، کبھی جھگڑا کرتے گزار دیتے۔ لیکن یہاں آکر سب بدل گیا۔ کیوں وقاص۔ وہ اپنی بات کے دوران خود بھی جیسے ساتھ ساتھ تجزیہ کررہی تھی۔

''بس یہ دشمنوں حاسدوں سے نجات مل جائے۔ مجھے یقین ہے دوبارہ بھی ایسا وقت ضرور آئے گا لیکن ہمیں حوصلے اور صبر کے ساتھ اس وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔

''میں اتنا حوصلہ کہاں سے لاؤں؟ پورا ہفتہ تو اسی ہفتے کے دن کی راہ دیکھتے کٹ جاتا ہے۔ اور جب یہ دن آتا ہے تو لگتا ہے گھڑی کی سوئیوں نے سرپٹ دوڑنا شروع کردیا ہے۔ پتا بھی نہیں چلتا کیسے وہ ایک شام اور اگلا آدھا دن ہاتھ سے پھسل جاتے ہیں اور تم۔ پھر چھ دنوں کے لیے مجھ سے دور چلے جاتے ہو۔''

''اور پھر آبھی تو جاتا ہوں ناں۔'' وقاص نے بہلانے کی کوشش کی۔ ''پھر اس میں چارم کتنا ہے۔''

''وقاص تم فیکٹری کے آس پاس کوئی گھر کیوں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

نہیں ڈھونڈتے۔'' شازمہ نے اس کی بات غائب دماغی سے سنی۔ اس کی ذہنی رو اب پلٹ چکی تھی۔

''کیسی باتیں کرتی ہو شازمہ۔ میں نے کیا کوشش نہیں کی ہوگی۔ لیکن وہاں جنگل ویرانے میں کون سے کرایے کے مکان کھڑے ہیں۔ یہاں آبادی میں گھر لے کر تو میں نے تمہاری تنہائی کے مسئلے کو ایک طرح سے حل کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ تمہیں کہیں آنے جانے میں پرابلم نہ ہو۔ پھر کبھی کبھار دن میں بھی آجاتا ہوں ناں۔''

''ہاں۔ مہینوں میں کبھی ایک بار۔'' وہ ہنوز خفا خفا سی تھی۔ ''اچھا پرامس کرو کہ ہفتے کے دوران دن میں بھی ایک بار ضرور آیا کرو گے۔

''او کے بابا۔ وقاص نے مسکراتے ہوئے اس کے بڑھے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ''لیکن بھئی وہ تمہاری کام والی کیا ہوئی۔ کسی سامنے والی نے بھیجنا تھا ناں ایک عورت کو۔''

''نہیں آئی۔'' شازمہ کی ڈھیلی ڈھیلی سی آواز نکلی۔ ''کل تم بھی چلے جاؤ گے وقاص۔ پھر میں اکیلی کیا کروں گی؟''

''بھئی محلے میں کسی کے ہاں چلی جانا۔ اب تو کتنی سہیلیاں بنالی ہیں تم نے۔'' وہ اس کا ہاتھ سہلاتے رسان سے تسلی دینے لگا۔

''اچھا نہیں لگتا وقاص!'' وہ بدستور اس کے کندھے سے ٹکی تھی۔ ''کسی کے گھر منہ اُٹھا کے چل پڑنا وہ بھی ہر وقت۔ کہاں اچھا لگتا ہے۔ پھر سکون بھی تو اپنے ہی گھر میں ملتا ہے۔ لیکن رات..... اُس نے کسی دردانگیز احساس سے لب دبائے۔ وقاص نے اس کے ہاتھوں پر تسلی آمیز تھپکی دی۔

''سب ٹھیک ہوجائے گا شامے۔ بس تھوڑا سا انتظار۔ اچھا بتاؤ ناں۔ محلے میں کس کس سے دوستی ہوئی۔'' وہ اس کا ذہن بٹانے میں لگ گیا۔

سب ہی بہت اچھے ہیں۔ بہت خیال رکھتے ہیں۔ لیکن جہاں تک دوستی کی بات ہے تو آمنہ بھابھی سے کافی اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہے۔ وہ جب اور جیسے موڈ میں بھی بیٹھی ہوں، میری آمد پر کھل اُٹھتی ہیں اور دوستی تو ایسی اچھی ہوتی ہے جہاں اگلے کے دل میں آپ کی چاہ اور قدر ہو۔''

''بالکل۔'' وقاص نے تائید میں سر ہلایا۔ ''پھر میری شازمہ ہے ہی اتنی سوئٹ۔ کوئی بھلا انکور کر بھی کیسے سکتا ہے۔''

''بڑی باتیں بناتے ہو۔'' وہ شرما گئی۔ ''چلو بس اب سو جاؤ۔ باتوں باتوں میں ٹائم کا پتا ہی نہیں چلا۔'' میں ذرا باہر دروازے وغیرہ ایک بار سنبھال آؤں۔ وہ بالوں کا جوڑا سا بناتی باہر نکل گئی اور وقاص اس کی پشت کو دیکھتے کسی گہری سوچ میں چلا گیا۔

☆☆☆

پیر کی اُس دوپہر کو جب کہ سوار نیم مصروف سا اپنے معمول کے کام نپٹا رہا تھا، میاں جی اُس سے ملنے کے لیے ازمیر ہوٹل آگئے۔ ویسے تو یہ اس کا ڈیوٹی ٹائم تھا لیکن ایک تو رش نہ ہونے کے برابر تھا کیونکہ ویک اینڈ کا رش ابھی پچھلے روز شام کو ہی تھما تھا۔ پھر اس حوالے سے کافی ٹھنڈا رہتا، دوسرے صدیق بھی ریسپشن پر اس کے ساتھ موجود تھا۔ وہ میاں جی کو ساتھ لیے باہر آگیا۔ موسم انتہائی خوش گوار تھا۔ صنوبر اور چیڑ کے درختوں کے سائے تلے چلتے وہ واک کے انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ سوار کا رخ اس نزدیکی ریسٹورنٹ کی طرف تھا جہاں گھاس کے قطعے پر باہر کرسیاں ڈالے لوگ موسم، منظر اور چائے کافی وغیرہ سے محظوظ ہو رہے تھے۔ ہوٹل ازمیر سے مال روڈ کی طرف دو میل کھاتے موڑ کاٹنے پر یہ کیفے ٹیریا آتا تھا۔ سوار نے میاں جی کے لیے کرسی گھسیٹی اور خود بھی سامنے بیٹھ گیا

''تمہارا ہوٹل تو واقعی بڑی پیاری جگہ پر ہے۔'' وہ متاثر کن نظروں سے اردگرد کے ماحول کو دیکھ رہے تھے، وہاں اُن کے علاوہ بھی کچھ لوگ موجود تھے۔ موسم کی رعنائی میں مست، بے فکرے، خوش گپیوں میں مصروف لوگ، کیفے کا نرم گرم سا ماڈرن ماحول اور پیچھے جھوم جھوم کر ملتے صنوبر کے درخت۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ازمیر ہوٹل کو اگرچہ وہ کچھ پیچھے چھوڑ آئے تھے لیکن یہاں کا سارا ماحول ہی ایک جیسا تھا۔

''اب کہاں میرا.....'' سوار نے ایک اداسی بھری مسکراہٹ سے آس پاس دیکھا۔ ''بس پانچ دن..... اور پھر میں بھی یہاں کے لیے مہمان ہو جاؤں گا۔''

''جگہوں سے فرق نہیں پڑتا یار۔ بس مری میں مہمان نہ ہونا۔'' انہوں نے جیسے منت کی۔

''فی الحال تو میرا ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں۔'' اُس نے ہنس کر تسلی دی۔

''مشتاق خان سے ابھی میری یہی بات ہو رہی تھی۔ نئی نوکری ملنے تک وہ تمہیں اپنی دکان پہ ٹھہرانے کے لیے تیار ہے۔''

''آپ اُن کے پاس میرے لیے ہی آئے تھے ناں؟'' سوار نے خفا نظروں سے تائید چاہی۔

میاں جی نے آتے ہی سوار سے یہ کہا تھا کہ مشتاق خان کے پاس کسی کام سے مال روڈ آنا ہوا تو سوچا تم سے بھی ملتا چلوں۔ مشتاق خان کے کام کی تفصیل انہوں نے نہیں بتائی تھی پر اب اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ میاں جی اسی کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔

''آپ کے دوست بھی آپ جیسے ہیں میاں جی۔ ہمدرد، خدا ترس..... اور مشتاق بھائی کا تو پہلے ہی مقروض ہوں۔''

''تو کیا ہوا یار۔ تنخواہ ہاتھ پہ آتے ہی قرض تو اُتر جائے گا۔ تم بس کام کی ہامی بھرو، تاکہ واپسی پر اسے بتاتا جاؤں۔ اور ہاں.....'' انہوں نے سائیڈ جیب سے بٹوہ نکالا۔ ''وہ جو تم نے رقم کے بندوبست کے لیے کہا تھا۔''

''تھینکس میاں جی۔ ہمیشہ آپ کو تکلیف میں ڈال دیتا ہوں۔'' وہ روپے لیتے سخت نادم نظر آ رہا تھا۔ دوستی کے پردے میں آپ ہمیشہ دوسرے فریق پر بوجھ ڈالتے رہیں اور وہ بھی بار مروت اس احساس کے تحت اُٹھاتا چلا جائے کہ دوستی کا مان مجروح نہ ہو، باعث تکلیف ہو جاتا ہے کبھی کبھار، بوجھ دینے والے کے لیے۔

''تم بھی ناں یار۔ چھوٹی چھوٹی باتیں دل پہ لیے بیٹھے ہو۔ چھ سات روز میں تمہیں تنخواہ مل جائے گی۔ اب اتنی کم مدت کے ادھار کا کیا احسان۔ اُتر جائے گا۔''

''اور ابھی بھی آپ مجھ سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ نئے کام کے لیے ہامی بھروں گا یا نہیں۔'' وہ مسکرا دیا۔ ''ساری تنخواہ قرض کی ادائیگی میں نکل گئی تو کام کا حصول اور بھی ضروری ہو جائے گا ناں۔''

''ابا مرحوم کہا کرتے تھے۔ مالی پریشانی جب بھی آئے اللہ کا فوری طور پہ شکر ادا کیا کرو کیونکہ اس مال کی تکلیف کے بدلے وہ مالک تمہیں کئی بدنی اور جانی نقصانوں سے دور فرما دیتا ہے۔ روپے پیسے کی تنگی دنیاوی تکلیفوں میں سے انسان کی سب سے چھوٹی تکلیف ہے۔ یہ تو آتا جاتا دکھ ہے۔ دل پہ لگانے کی چیز نہیں۔'' میاں جی نے اپنے مخصوص سمجھانے والے انداز میں سوار کو اداسی سے نکالا۔

ویٹر نزدیک آیا تو سوار نے چائے کے ساتھ کیک اور پیٹیز کا آرڈر دیا۔

''کیا کر رہے ہو یار۔ ایک کپ چائے بہت ہے اور کچھ نہ منگواؤ۔'' وہ اچانک ہی تڑپ اُٹھے، شاید سوار کی جیب پہ بوجھ آنے کے خیال سے۔ سوار نے کرسی کی پشت سے آرام دہ انداز میں ٹیک لگائی اور داڑھی کھجاتے مسکرا کر میاں جی کو دیکھنے لگا۔

''یہ تو آتا جاتا دکھ ہے ناں میاں جی۔ تھوڑی دیر تکلیف رہے گی کہ ایک بڈھے کی بلاوجہ اتنی خاطر کر دی۔ پھر رفتہ رفتہ.....''

اور میاں جی نے صافہ کندھے سے اُتار کر بل دیتے زور سے سوار کے بازو پہ مارا۔ قہقہہ لگا کر خود کو بچاتے اس کی باقی کی بات منہ میں رہ گئی۔

''بڈھے ہوں گے تیرے ہوتے سوتے۔'' وہ سخت خفا نظر آ رہے تھے۔

''غصہ نہ کیا کریں میاں جی۔ جھریاں نمایاں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہوجاتی ہیں۔'' وہ بھی باز نہیں آیا۔ میاں جی کھسیا کر ہنس پڑے۔

☆☆☆

ستیاناس اِن اُونچے نیچے راستوں کا۔ پانچ منٹ میں ہی دم پھولنے لگا۔ رابعہ پھوپھو گلی والی ڈھلان چڑھ کر بمشکل ازمیر ہوٹل سے چند قدم آگے آئی ہوں گی کہ ٹانگوں کا رونا شروع ہوگیا۔

''ہاں تو اتنا کہاں ضروری ہے۔ نہیں جاتے۔'' کنعان کو واپس بھاگنے کا سنہری موقع نظر آیا۔ پھوپھو نے آنکھیں چندھیا کر اسے گھورا۔

''اگر کھانا پینا ضروری ہے ناں زندگی میں تو اسے بھی اتنا ہی ضروری سمجھو۔'' وہ ہار نہ ماننے والے انداز میں ٹانگوں کو آگے ہی آگے گھسیٹنے لگیں۔

''آپ نے تو جیسے کوکنگ اسکول میں کھانے بنانا سیکھے تھے ناں۔'' کنعان ابھی بھی سخت خفا تھی۔

''بھابھی زندہ ہوتی تو کیا ضرورت تھی مجھے یوں خوار ہونے کی۔'' وہ بھی پھوپھو تھیں اس کی، پل میں کنعان کی بولتی بند کردی اور دیا تو آج شرافت کی تصویر بنی پھوپھو کے قدموں پر چل رہی تھی۔ اس کی غیر ضروری فرماں برداری بھی کنعان کو سخت کھل رہی تھی۔

''ہائے مالک۔ یہاں تو ٹیکسی بھی دروازے پہ نہیں ملتی۔'' وہ پھر شروع ہوگئیں۔ اس مرتبہ کنعان کا بھی دل پسیجا۔ پھوپھو بے چاری واقعی چلنے میں دقت محسوس کررہی تھیں۔

''ابھی تو مال روڈ کچھ دور ہے پھوپھو۔ آپ یہیں کہیں بیٹھ جائیں۔ ہم ٹیکسی لے آتے ہیں۔''

دیا اور اس کی نظریں کسی مناسب جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر گھوم رہی تھیں لیکن آس پاس کچھ بھی دکھائی نہیں دیا تو لامحالہ آگے بڑھنے لگیں اور موڑ کاٹتے ہی سیدھا راستہ آتے اسے جنگلے کے نزدیک ایک اُونچا پتھر دکھائی دے گیا۔

''یہ ٹھیک ہے پھوپھو۔'' اس نے بازو سے پکڑ کر پھوپھو کی وہاں تک مدد کی۔

دیا اس دوران معلوم نہیں کیوں کھانس کھانس کر اسے متوجہ کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ وہ موڑ کاٹتے ہی دراصل سوار کو دیکھ چکی تھی۔ پھوپھو کو پتھر پہ بٹھا لینے کے بعد اس نے دیا کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ وہ سوار ہی تھا جو سامنے کے کیفے ٹیریا میں کسی ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ کسی بات پر بے حد خوشگوار موڈ میں ہنس رہا تھا۔ کنعان کو لگا سوار کا یہ روپ آج سے پہلے اس نے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ اس قدر کھل کے بھی ہنس سکتا ہے، اب سے پہلے یقین کرنا مشکل تھا۔

''ایک منٹ میاں جی۔'' سوار مسکراہٹ سمیٹتے اچانک اپنی جگہ سے اُٹھا۔ موڑ کاٹ کر سامنے آتی ان تین خواتین پر سوار کی نظر ہی اب پڑی تھی۔ ایک بزرگ خاتون کے ساتھ بلاشک وشبہ وہ کنعان اور دیا تھیں۔ اور اب انہوں نے بزرگ خاتون کو ایک پتھر پر بٹھا دیا تھا۔ شاید وہ کسی پرابلم میں تھی۔ سوار میاں جی کو چائے پینے کا اشارہ کرتے تیزی سے ادھر بڑھ گیا۔

''کیا ہوا کنعان بی بی۔ میں کچھ مدد کروں؟'' وہ سنجیدہ صورت لیے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ گڑبڑانا لازمی تھا۔

''کک.....کوئی بات نہیں۔ پھوپھو کو چلنے میں مشکل ہورہی ہے۔ ہم ٹیکسی یہیں تک لے آتے ہیں۔''

''آپ کیوں لاتی ہیں۔ میں ہوں ناں۔'' وہ اب پیچھے مڑ کر کیفے ٹیریا کی پارکنگ میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہاں کوئی ٹیکسی اس وقت نہیں تھی۔

''آپ آنٹی کا خیال رکھیں، میں لے آتا ہوں۔'' وہ مڑ کر مال روڈ کی طرف تیز قدموں سے بڑھ گیا تھا۔ دور بیٹھے اپنے مہمان کو۔

اس نے اشارتاً کچھ سمجھایا جواباً انہوں نے ہاتھ ہلا کر اوکے کیا۔

''یہ کون تھا؟'' پھوپھو ہاتھ سے اپنا گھٹنا دباتی سوار کو اچنبھے سے دیکھ رہی تھیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''یہ سوار بھائی ہیں پھوپھو۔ انکل کے ہوٹل میں کام کرتے ہیں۔'' دیا نے دوست کی گھبراہٹیں دیکھتے خود ہی جواب دینا مناسب سمجھا۔

پھوپھو بیٹھ جانے کے بعد خوب آرام محسوس کررہی تھیں۔ سوار چند منٹ میں ہی ٹیکسی سمیت واپس آگیا۔ جس وقت ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ سب روانہ ہورہے تھے۔ کنعان نے کن انکھیوں سے اسے کیفے ٹیریا کی طرف جاتے دیکھا۔ دل سے نجانے کیوں ایک حسرت بھری آہ نکل گئی یہ سوچ کر کہ ہفتے بھر بعد یہاں کے ماحول میں سوار کی عدم موجودگی اس پر کتنی بھاری پڑنے والی ہے۔

معلوم نہیں پھر وہ کہاں چلا جائے گا۔ صبح نیند سے بیدار ہوتی آنکھوں میں جہاں روز کسی کو ایک نظر دیکھ لینے کی اُمید جاگا کرتی تھی، اب کہاں پائیں گی اُسے۔ کون بتائے گا اسے کہ سوار یہاں سے کہاں جانے والا ہے۔ کہیں وہ مری سے تو چلا نہیں جائے گا۔ تشویش بھری آنکھوں سے باہر کے مناظر کو خالی دماغ لیے دیکھتی وہ ایک دم ہی بہت مضطرب بہت پریشان ہوگئی تھی۔ معلوم نہیں وہ دل میں بسنے والا جسے وہ صرف اس کے نام سے جانتی تھی، کہاں سے آیا تھا۔ درحقیقت کون تھا۔ اس کا فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہوگا۔ یہاں جاب کرنے کی وجوہات اور نہ جانے کیا کچھ۔ سوار سے متعلق اس کے ذہن میں سوالات آنا محض اس دلی رشتے کی بنا پر نہ تھا بلکہ سوار کی ظاہری شخصیت کا اس کے حالات سے موازنہ کرنے پر نتیجتاً وہ ایک پراسرار شخص کے طور پر اُبھرتا۔ وہ اول روز سے اگر اس کام اور اس جاب پر کنعان کو مِس فِٹ لگا تھا تو مہینے بھر بعد بھی یہ تاثر جوں کا توں قائم تھا۔ معمولی کام کے لیے دھکے کھانا اس کی عادات واطوار، لب ولہجے، طریقے سلیقے سے کبھی میچ نہیں کرپایا تھا۔

''اور اب.....'' ٹھنڈی آہ کو اندر دباتے وہ حال میں آئی۔ ''کیا وہ اتنے جلدی اتنے چپکے سے میری زندگی سے نکل جائے گا۔ بنا کوئی آواز کیے یہ شیشہ اندر کہیں ٹوٹ گیا تو زخم بھی کسی کو دکھائی نہیں دیں گے۔ لیکن یہ زخم کنعان کو کبھی پھر جوڑ نہیں پائیں گے۔ کبھی نہیں۔''

☆☆☆

مری کے بڑھتے رش کو مدِنظر رکھتے ثمامہ اور خالد رضا نے ہوٹل کا افتتاح ہفتے بھر میں ہی ارینج کردیا۔ دونوں کا متفقہ خیال یہی تھا کہ افتتاحی تقریب پر فی الحال فوکس کرنا زیادہ حماقت ہوگی۔ بجائے اس کے ہوٹل کو ایک سادہ سی تقریب کے بعد باقاعدہ پبلک کے لیے اوپن کردیا جائے۔ معزز شخصیات کے ساتھ افطار پارٹی ہوٹل کی اوپننگ کے بعد بھی کی جاسکتی تھی۔

یوں ریسٹورنٹ کے مختصر عملے کے ساتھ انہوں نے ہوٹل اور ریسٹورنٹ کا باقاعدہ آغاز کردیا۔ کمی بیشی تو ساتھ ساتھ چلتی ہی رہتی ہے۔ وہ اب بڑے مطمئن انداز میں آگے بڑھ رہی تھی۔ چند ہی روز میں انتہائی اچھا رسپانس دیکھنے کو ملا تھا۔ آن لائن بکنگ کا آئیڈیا بھی خوب کام کرگیا تھا۔ منیجر کے فرائض تو اول روز سے خالد رضا انجام دے رہا تھا۔ بھروسے مند سیدھا بندہ تھا۔ اس کی طرف سے بھی ثمامہ مطمئن تھی۔ پھر کبھی دن تو کبھی شام کا زیادہ وقت وہ خود بھی ہوٹل کے آفس میں بیٹھ کر گزارتی۔ چھوٹے موٹے معاملات کو دیکھتے وہ خود بھی بہت کچھ سیکھ رہی تھی۔ سر سے واقعی بہت بھاری بوجھ سا سرک گیا تھا۔ ہوٹل کا کام شروع ہوتے ہی ہر رکی ہوئی چیز جیسے رواں دواں ہوگئی تھی۔

☆☆☆

شازمہ حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات لیے سامنے رکھے لیپ ٹاپ کو دیکھ رہی تھی جو کچھ دیر پہلے ہی وقاص اس کے لیے لایا تھا۔ ایک تو وعدے کے مطابق وہ ہفتے کے درمیانی دن میں محض اس سے ملنے کی خاطر اتنی دور سے آیا تھا۔ اپنی آمد کا اس نے پہلے ہی فون پر شازمہ کو بتادیا تھا۔ شازمہ نے بھی بھاگ دوڑ کر اس کی پسند کا کھانا تیار کیا تاکہ لنچ وہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دونوں مل کر کرسکیں۔ اور وقاص نے جب اس کو لیپ ٹاپ کا تحفہ دیا تو وہ بے تحاشا خوش ہوگئی۔ اگرچہ اس کا استعمال وہ بالکل نہیں جانتی تھی لیکن اسے ذاتی طور پر ایسی تمام چیزیں بہت پسند تھیں۔ وقاص نے بس ایک بار آن کرکے اسے کچھ گانے اور ویڈیوز وغیرہ دکھائیں لیکن وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

''فی الحال میں اسے رکھ دوں گی وقاص۔ تم بس ویک اینڈ پہ آنا تو مجھے سمجھا دینا۔''

''ویک اینڈ میں تو پورے تین روز پڑے ہیں ابھی۔ تب تک دل کیسے بہلاؤ گی۔ چلا لینا خود ہی، بہت آسان ہے۔ وقاص تو ایسا ہی بے فکرا تھا۔ ہر بات کو چٹکیوں میں اُڑانے والا۔''

''ناں بھئی۔ اتنی قیمتی چیز کہیں خراب ہی نہ کر بیٹھوں۔'' وہ فوراً بدکی اور وقاص ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

''تمہاری چیز ہے بھئی۔ جیسا تمہارا دل چاہے۔ مجھے اب اجازت دو۔''

''بس۔ اتنے جلدی۔'' شازمہ کا ایک دم دل بجھ گیا۔

''تمہارے ہاتھ کی بریانی کھا کر، تمہیں دیکھ کر۔ میرا تو دل خوش ہوگیا۔ تم خوش نہیں ہو کیا؟'' وہ اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں لیے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ شازمہ نے ہار مانتے سر اثبات میں ہلایا۔

''کبھی کبھی میں بڑی ناشکری ہوجاتی ہوں۔ مجھے تو تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔''

''تو کرو۔'' وہ اب شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

''تھینکس ڈیئر ہسبنڈ۔'' وہ کھلکھلائی تب ہی ڈور بیل کی آواز پر دونوں چونکے۔

''میں دیکھتا ہوں۔'' وقاص اس کے ہاتھ چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

شاہین باجی اتنے دنوں سے جس عورت کا کہہ رہی تھیں۔ وہ اب آرہی تھی اتنے دنوں بعد۔ شازمہ نے ایک سکون بھرا سانس کھینچا کہ چلو کچھ تو اُمید بندھی۔ وقاص اسے مصروف پاتے فوراً ہی جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ اُسے رخصت کرکے شازمہ واپس آئی۔ وہ عورت دوسرے کمرے میں نیچے قالین پر بیٹھی بغور ادھر ادھر کا جائزہ لے رہی تھی۔

''ارے۔ آپ نیچے کیوں بیٹھ گئیں۔ اوپر صوفے پر آیئے۔''

بس بیٹی۔ اب تو بیٹھ گئی۔ یہیں ٹھیک ہوں۔ ذرا ایک گلاس پانی دینا۔''

''جی ابھی لائی۔'' وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جانے بے چاری کہاں سے چلتی ہوئی آرہی تھی۔ پانی تو اسے خود ہی لاکر دینا چاہیے تھا۔

''یہ آدمی؟'' گلاس ختم کرکے اسے لوٹاتے اب وہ تعجب سے سوال کر رہی تھی۔

''میرا شوہر تھا وقاص۔''

''یہ تو فیاض ملک کا چھوٹا بھائی ہے ناں۔ جن کے لکڑی کے کارخانے ہیں۔''

''ارے آپ تو جانتی ہیں انہیں۔ بالکل وہی ہیں۔'' وہ مسکرا کر سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''ہاں وہ فیاض کی بیوی ہے ناں سمیع۔ اس کے میکے میں بہت سال کام کرتی رہی ہوں۔ جانتی ہوں اچھی طرح انہیں۔ پر تم.....؟'' وہ کچھ اٹکیں۔ جانے کس مخمصے میں تھیں۔ شازمہ سمجھ نہیں پائی۔

''تمہاری شادی کب ہوئی.....اور تم یہاں؟''

''شادی کو ایک سال ہونے والا ہے۔ پہلے ہم کسی اور جگہ رہتے تھے۔ یہاں اس محلے میں مجھے دو ماہ ہوئے ہیں۔''

''شاہین بی بی تو کہہ رہی تھیں۔ تم اکیلی رہتی ہو، شوہر ساتھ نہیں رہتا۔''

''جی بالکل۔ یہی بات ہے۔ میرا میاں ہفتے میں ایک بار آتا ہے۔ آپ کو تو پتا ہوگا، ان کی فیکٹری میں جو آگ لگنے کا واقعہ ہوا تھا۔ ہر چیز جل کر راکھ ہوگئی تھی۔ بس تب سے انہیں اپنی فیکٹری میں ہی رہنا پڑتا ہے۔ کچھ اندر کے آدمی تھے جن کی وجہ سے آگ لگی تھی۔ اب وہ کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہتے۔ اس

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لیے بس ہفتہ اتوار کو گھر ہوتے ہیں۔''

''تو ہفتہ اتوار کو کس پہ بھروسا کرتا ہے؟'' جانے عورت نے طنز کیا تھا یا مذاق۔ شازمہ فوری طور پہ بالکل چپ ہوگئی۔

''ہفتہ کی شام کو فیکٹری بند ہوجاتی ہے، سب ہی ورکرز اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ میرا شوہر سب کچھ خود سنبھال کر آتا ہے۔ باقی دنوں میں اور لوگ بھی وہاں ہوتے ہیں۔''

''ہوں۔'' وہ سر ہلاتے اسی طرح مسکرائے گئی۔ ''کبھی اُدھر بھی گئی ہو۔ اپنے فیاض ملک کے گھر؟''

''جی نہیں۔ فی الحال تو جانا نہیں ہوا۔''

''ایک بار تو جانا ہی چاہیے۔ ملنے ملانے سے بہت کچھ پتا چلتا ہے۔ فاصلہ بنانا تو خود کو اندھیرے میں رکھنا ہے۔'' عورت بولے ہی جارہی تھی۔ شازمہ کو اُلجھن سی ہونے لگی، عورت نے تو اُلٹا اس کا انٹرویو شروع کردیا تھا۔ کام کی بات پر آہی نہیں رہی تھی۔

''آپ سے کام کی بات کرلی تھی شاہین باجی نے؟'' شازمہ نے اگلے سوال سے پہلے خود ہی موضوع بدلا۔

''ہاں کی تو تھی۔'' وہ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ''لیکن مجھے لگتا ہے میں کر نہیں پاؤں گی۔''

''جی۔'' شازمہ بوکھلا کر اُٹھی۔ ''کیا مطلب۔ دیکھیں کام زیادہ نہیں ہے، بلکہ آپ کو تو صرف آرام ہی کرنا ہے۔''

''ارے نہیں نہیں بٹیا۔ تم سمجھی نہیں۔'' وہ مسکرانے لگی۔ ''بات کام کی نہیں ہے۔ اصل میں، میں نے سوچا تھا رات تمہارے پاس گزار کر دن کا وقت اپنے گھر ہو آؤں گی۔ گھر اُن دو بہوؤں کے حوالے کردیا تو ایک دوسرے کو نوچ کھائیں گی۔ لیکن فاصلہ اتنا زیادہ ہے کہ ساری تنخواہ آنے جانے میں ہی نکل جائے گی۔''

''میں آپ کا ماہانہ بڑھا دوں گی۔'' وہ بے چین ہوا اُٹھی۔ عورت پھر تمسخرانہ ہنسی۔

''جانتی ہوں بڑا پیسے والا ہے تمہارا میاں۔ لیکن کیا ہے ناں بٹی۔'' اس نے شازمہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سمجھانے کی کوشش کی۔ ''تمہارے دونوں گھروں میں میرا آنا جانا رہتا ہے۔ کہیں اِدھر کی کوئی بات اُدھر ہوگئی تو ناحق تمہارے میاں کی اُلجھنیں بڑھیں گی اور میں نہیں چاہتی تمہارے کسی گھریلو مسئلے کی وجہ میں بن جاؤں۔ فکر نہ کرو، تمہارے لیے بھی کسی کو بھیجتی ہوں۔'' وہ حتمی لہجہ اپناتے اپنی بات مکمل کرکے دروازہ پار کرگئی۔

شازمہ بے بسی محسوس کرتی وہیں بیٹھ گئی۔ یہ اُمید بھی ٹوٹ گئی۔ جانے وہ عورت اتنا گھبرا کیوں رہی تھی۔ کیسے سمجھاؤں اُسے کہ میرا سب سے بڑا مسئلہ میری تنہائی ہے۔ وقاص کے فیملی میٹرز وہ جانے۔ مجھے کیا لینا دینا۔

''میری تکلیف دہ تنہائی تو جوں کی توں رہی ناں۔''

اس نے تھک کر موبائل ہاتھ میں لیا۔ وقاص کو یہ بتانے کے لیے کہ یہاں بھی کام نہیں بنا۔

☆☆☆

''لاحول ولاقوۃ۔'' کنعان کے مزاج پر کوکنگ اسکول کی پہلی ایکٹویٹی ہی سخت گراں گزری۔ ''اب کیا بچوں کی طرح حاضری بھی لگوانی پڑے گی۔'' ''میز ناظمہ رجسٹر ہاتھ میں لیے ایک ایک کا نام پکار رہی تھیں۔

''مہک ابرار۔'' انہوں نے چشمے کے اندر سے ابرو اٹھا کر دیکھا۔ شاید ساتھ ساتھ شکلیں بھی یاد رکھنا چاہ رہی تھیں۔

''یس میم۔'' بائیں کونے سے جواب موصول ہوا۔

''انعم رضوان۔''

''جی میم۔''

''سیما سکندر۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''پریزنٹ میم۔''
''دانیار باب۔''
''یس میم۔'' دیا نے فوراً مستعدی سے جواب دیا۔
''کنعان رفیق۔''
''جی میم۔'' اُس نے مریل سی آواز نکالی جو بمشکل ہی مسز ناظمہ تک پہنچی۔ انہوں نے سر اُٹھا کر ایک تفصیلی شکوہ بھری نظر کنعان پر ڈالی۔
''بشریٰ کاظمی۔'' انہوں نے دائیں بائیں پوری کلاس میں نظر گھمائی لیکن جواب نہیں ملا تو دوبارہ رجسٹر پر جھک گئیں۔
''سوار علی۔''
''س..... س.....'' کنعان کے بیزاری ٹپکاتے حواسوں پر پوری بجلی بن کر گرا تھا وہ نام۔ دیا اور اُس نے بیک وقت حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ بھی سمجھ میں نہ آنے والے انداز میں اس کو تک رہی تھی۔
''پریزنٹ میم۔''
دروازے سے آتی ایک مانوس مردانہ آواز نے اُن کا سکتہ توڑا۔ دونوں کا سر میکانی کی انداز میں آواز کی جانب گھوما، جہاں بلاشک وشبہ وہ ''اپنا'' سوار ہی تھا جو دروازے میں کھڑا تھا۔
''سوری میم۔ میں شاید لیٹ ہوں۔'' وہ معذرت خواہانہ لہجے میں کہتا پورا اندر داخل ہو گیا۔
''کوئی بات نہیں۔ آج پہلا دن ہے۔ آئندہ خیال رکھیے گا۔ آپ کی سیٹ یہ ہوا کرے گی سوار۔ آجائیں۔'' میم ناظمہ نے سب سے پہلی رو میں ایک خالی پڑی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور وہ عین پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہکا بکا دیا اور کنعان پر تعجب اور آشنائی کی ملی جلی نظر ڈالتا خود بھی بیٹھ گیا۔
کنعان نے دیا کی طرف دیکھ کر سوالیہ انداز میں ابرو اُٹھائے۔ جواباً وہ شرارت سے مسکراتے کندھے اُچکا کر رہ گئی۔
اور حیران تو سوار بھی خوب ہوا تھا یہاں کنعان اور دیا کو دیکھ کر۔ یہاں آنے سے پہلے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا سامنا یہاں اُن دونوں سے بھی ہوسکتا ہے۔ اگر وہ دو گھنٹوں کی اس چھٹی کی بات رفیق سر سے کرتا تو یقیناً وہ اسے کنعان کے بارے میں بھی بتاتے لیکن اسے جاوید صاحب سے ڈائریکٹ بات کرنے کا موقع مل گیا تھا اس لیے رفیق سر سے بات نہیں ہو پائی تھی۔ جاوید صاحب نے بھی کھلے دل سے یہ سوچ کر اسے چھٹی دے دی کہ ظاہر ہے پانچ چھ دنوں تک قاسم کے آجانے پر سوار کو یہاں سے جانا ہی تھا۔ اب اگر وہ کسی نئے کام کے لیے ہاتھ پیر مار رہا تھا تو اتنے سے تعاون کا بہرحال حق دار تھا۔
''میک ڈونلڈ یا کے ایف سی میں اپلائی کیا ہوگا۔'' دیا کی سرگوشی بہرحال سرگوشی سے کافی اُونچی تھی۔ سوار کے لبوں پر دھیمی سی مسکان پھیل گئی۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ مسکراہٹ اُن دونوں کو نظر نہیں آسکتی تھی۔ کیونکہ ان کی طرف سوار کی پیٹھ تھی۔ بظاہر وہ بھی بورڈ پر لکھے مندرجات نوٹ کرنے میں مصروف تھا۔
کنعان نے گھور کر دیا کو چپ رہنے کی تنبیہہ کی لیکن وہ کہاں باز آنے والی تھی۔
''پوچھ لوں؟'' اس نے شاید کنعان سے اجازت طلب کی تھی۔ سوار نے لب دبا کر ہنسی ضبط کی۔ کان البتہ نادانستہ ہی کنعان کے جواب پر لگے تھے جس نے بجائے جواب دینے کے بک سے دیا کی تواضع کی تھی۔ ٹھاہ کے جواب میں دیا کا۔ ''اوئی اماں'' سنائی دیا۔ سوار نے لاحول پڑھ کر توجہ لکھنے کی جانب مبذول کی۔
میم ناظمہ انہیں رواں ہفتے کا سارا شیڈول نوٹ کروا رہی تھیں۔ روزانہ کے دو گھنٹوں میں سے پہلا آدھا گھنٹہ کلاس اٹینڈ کرنی تھی۔ جس میں حاضری، کھانا پکانے کی ترکیب نوٹ کرنے کی تحریری اور زبانی تعلیم شامل تھی۔ اس کے بعد میم مومنہ نے بڑے ہال کمرے میں باقاعدہ کوکنگ کی عملی تربیت دینی تھی۔ یہاں کچھ بڑی ٹیبلز، اوون، کوکنگ رینج اور مختلف مسالے جات وغیرہ رکھے تھے۔ پہلے پہل اُن سب نے تین تین کے گروپ میں بٹ کر کام کرنا تھا۔ مومنہ میم کے علاوہ وہاں ایک آیا اور ملازم بھی

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

تھے جو غالباً ہیلپر کے طور پر کام کرنے والے تھے۔

میم مومنہ اور ناظمہ انہیں کلاس کے بعد بڑے ہال کمرے میں لے آئیں۔ اسٹوڈنٹس چونکہ آج پورے نہیں تھے اس لیے کام کے باقاعدہ آغاز کو اگلے روز پر ٹال دیا گیا۔

مومنہ میم کام کے متعلق ان سب کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ طلباء کے گروپس بھی ترتیب دیتی گئیں۔ تین میل اور پندرہ فی میل پر مشتمل اِس سیشن کے اسٹوڈنٹس کو تین تین کے گروپس میں ترتیب دیا گیا۔ تین لڑکوں کا الگ گروپ سب سے پہلے بنا۔ اور پانچ گروپ لڑکیوں کے بنا دیے گئے۔ روزانہ سب نے ایک ساتھ ایک جیسی ڈش بنانے کا آغاز کرنا تھا اور روزانہ دو ڈشز بنائی جانی تھیں۔ جس کا چناؤ عمومی طور پر ایک میٹھی ایک نمکین ڈش کے طور پر کیا جانا تھا۔ میم مومنہ اور ناظمہ اُن سب کو بنیادی معلومات دے کر اپنے آفس چلی گئیں تو وہ سب ہال کمرے سے نکل کر دوبارہ کلاس روم میں آ بیٹھے۔

حجاب اپنے چہرے کے گرد لپیٹے سوبر سی وہ سیما سکندر تھیں جو عمر میں اُن سے قدرے بڑی لگتی تھیں۔ انہوں نے ہی تعارف کا آغاز کیا اور باری سب کرسیاں ایک نیم دائرے کی شکل میں کھینچ کر آپس میں باتیں کرنے لگے۔ سوار کے بعد دوسرے دو مرد بھی کچھ دیر بعد آن پہنچے تھے۔ عمران تو سوار کا ہم عمر لگتا تھا۔ اپنے بارے میں اس نے بتایا کہ مال روڈ پر وہ کسی فارمیسی میں کام کرتا ہے۔ اور دوسرے دلیر عالم تھے۔ پٹھان آدمی تھے اور وہ بھی عمر کے حساب سے سینئرز میں آتے تھے۔

پندرہ لڑکیوں میں سے اس روز آٹھ حاضر تھیں۔ کنعان، دیا اور سیما باجی کے علاوہ وہاں مہک، انعم، مریم، آنسہ اور نادیہ موجود تھیں۔ ایسے گھریلو قسم کے نسبتاً فری ماحول میں کنعان کی سٹی ایک بار پھر گم تھی۔ آتے جاتے سوار کو ایک آدھ نظر دیکھتے اور بنا بات چیت کیے قریب سے گزر جانے کی روٹین میں اچانک اس طرح کوکنگ کلاس کی ہنگامہ خیزی کا آغاز اسے وقت سے پہلے ہی بوکھلائے جا رہا تھا۔

اب حالانکہ باوجود ایک ساتھ بیٹھنے کے غیر محسوس انداز میں لڑکیوں اور لڑکوں کا گروپ الگ الگ ہو گیا تھا۔ تعارف کے مرحلے سے گزرتے ہی سب سے پہلے سوار نے اپنی کرسی ٹیڑھی کر کے اپنا رخ دلیر عالم کی طرف موڑا۔ کنعان کی گھبراہٹ کو ہمیشہ ہی وہ فوراً محسوس کر لیتا تھا۔ اب اگر وہ اسے ولن ٹائپ سمجھتی تھی تو یہی بہتر تھا کہ اُس سے وہ ایک فاصلے پر ہی رہتا۔ کسی پر اچھا تاثر چھوڑنے کی شعوری کوشش سوار کو کبھی پسند نہیں رہی تھی۔ پھر ہوٹل سے وہ کچھ ہی دنوں میں ہمیشہ کے لیے جانے والا تھا۔ یہاں کی کلاسز بھی چند ماہ کی تھیں۔ جن میں اسے اپنا پورا دھیان سیکھنے اور کچھ بن کر نکلنے پہ دینا تھا۔ لوگوں کے اچھے برے رویوں سے اب اسے کچھ سروکار نہ تھا۔ کوئی اس کے بارے میں کچھ بھی سوچے اسے پروا نہیں ہونی چاہیے۔ اُس کی دیکھا دیکھی عمران نے بھی چیئر گھسیٹ لی اور اب وہ تینوں مرد حضرات ٹرائی اینگل کی صورت بیٹھے اپنی باتوں میں مگن ہو چکے تھے۔ سیما باجی نے دھیان باہر کے خوش گوار موسم کی طرف دلایا اور سب لڑکیاں باہر لان میں آ گئیں۔ یوں پہلے دن کا اختتام نہایت اچھے دوستانہ ماحول میں ہوا

''سنو۔ ہم سوار بھائی کے ساتھ گھر چلیں؟'' دیا نے باہر نکلتے اس کے کان میں پھونکا تو کنعان نے سختی سے سر نفی میں ہلایا۔

''چپ رہو پاگل۔ ہم اُس کے ساتھ کیوں جائیں۔ زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ تیزی سے گیٹ کھول کر باہر نکلی۔

پچھلے گیٹ سے نکل کر ڈھلان اُترتے ہی ایک ذیلی سڑک کے اختتام پر مال روڈ کا وہ پنڈی پوائنٹ والا آخری موڑ آ جاتا تھا کینٹ کو جاتا یہ راستہ کافی دور تک بنا کسی آبادی کے اکا دکا گھروں پر مشتمل تھا اور ان میں بھی زیادہ گھر پہاڑ کی اونچائی پر اینٹوں کے بنے راستے کے اختتام پر آتے تھے۔ کافی سارا چل کر آگے آنے پر ہی مال روڈ کی رونقوں کا آغاز

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ہوتا۔ مال روڈ پر اُس شام بھی بے تحاشا رش تھا۔ کھچا کھچ بھرے اس راستے پر بمشکل راہ بناتے وہ جی پی او سے اپنے راستے کو مڑے۔

''اُووف۔'' کنعان نے نفی میں سر ہلایا۔ ''گرمیوں میں تو روزانہ یہی حالت ہونے والی ہے۔ کیسے گزریں گے اس میلے کے بیچوں بیچ سے۔''

''میرا تو خیال ہے واپسی پر ہمیں پیچھے کے راستے سے جانا چاہیے۔''

''کافی لمبا نہیں ہوجائے گا۔'' کنعان نیم رضامند دکھائی دی۔

''ہاں لمبا تو ہے۔ لیکن رش نہ ہونے کی وجہ سے مال روڈ کی نسبت جلدی گھر پہنچ جائیں گے۔''

''ہوں۔'' کنعان نے فوراً ہامی بھری۔ ''اور جس دن بہت زیادہ رش ہوا، ہم نیچے آرمی کالج کے راستے سے چلے جائیں گے۔''

''ہاں بچی۔ بھیڑ میں تو میرا دم گھٹتا ہے۔''

☆☆☆

ملک بھر میں گرمی کی شدت بڑھتے ہی سری میں رش اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ جاوید صاحب نے اس دوپہر اپنے آفس میں سب کی میٹنگ بلالی۔ کمرے عنقریب فُل ہونے والے تھے۔ کمروں کے نئے کرایے، سامان کی کمی بیشی اور رش کی صورت میں دیگر معاملات کو زیر بحث لایا گیا۔ انہوں نے باری باری سب سے کمروں کی موجودہ حالت اور ان میں مزید سدھار پر ان کی رائے طلب کی۔ کرایوں کے متعلق نئے احکامات انہوں نے خود جاری کیے۔ رفیق سر ساتھ ساتھ نوٹ کرتے جارہے تھے۔ صدیق نے باتھ رومز میں ضروری سامان کی کمی کی طرف دھیان دلایا تو جاوید صاحب نے ایک خاموش شکوہ بھری نظر رفیق سر پر ڈالی۔ وہ منیجر تھے اور اصولاً یہ چھوٹے موٹے معاملات بنا کسی کے کہے ان کے دیکھنے کے تھے، بہرحال زبان سے انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ وہ بھی سر جھکا کر لکھنے لگے۔ پھر انہوں نے نام لے کر سوار کو مخاطب کیا تھا۔ وہ اس سے بھی کمروں کے سامان کی بابت پوچھ رہے تھے۔

''سر۔ ایسا کوئی بڑا ایشو نہیں ہے۔ ہم اُوپر نیچے کے سب ہی کمروں میں آج ہی ضرورت کا سب ہی سامان پہنچادیں گے۔'' سوار نے ایک ہی جملے میں کام نمٹادیا۔ جاوید صاحب اب پہلے کی نسبت قدرے تسلی محسوس کرتے گھر کے لیے نکل گئے تھے اور ان کے جانے کے کچھ پندرہ بیس منٹ بعد ہی سوار رفیق احمد کے پاس آیا تھا۔

اور سوار کے واپس جانے پر اب رفیق احمد پیپر پین ہاتھ میں لیے تب سے حیران بیٹھے تھے۔ سوار نے اُن سے کہا تھا کہ کمروں میں کمبلوں کی بہت قلت ہے۔ جب تک سیزن آف رہا۔ سیاحوں کا رش نہ ہونے کے باعث خالی کمروں سے کمبل یہاں وہاں کرکے کمی پوری کی جاتی رہی۔ لیکن اب تو بہت جلد ہوٹل بُک ہونے کی نوبت آرہی تھی۔ قریب سات آٹھ کمبلوں کی خریداری فوری طور پر بہت ضروری تھی۔

رفیق احمد کی حیرانی کی وجہ یہ تھی کہ جاوید صاحب نے ان کے سامنے سوار سے سامان کی کمی کی بارے میں پوچھا تھا تب تو اس نے نکمے طالب علم کی طرح جان چھڑانے والا جواب دے دیا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے صدیق باتھ رومز کے سامان کی کمی کی طرف دھیان دلا چکا تھا۔ سوار بھی چاہتا تو جاوید صاحب کی گڈ بُک میں آنے کے لیے کمبلوں کی بات کرکے اپنی اہمیت جتا سکتا تھا۔ اس صورت میں جبکہ دو چار روز میں قاسم واپس آنے والا تھا۔ رفیق احمد جانتے تھے کہ سوار شدت سے یہاں جاب جاری رکھنے کا خواہش مند ہے۔ جاوید صاحب کی نظروں میں خود کو کارآمد ثابت کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔ لیکن رفیق احمد کی ساکھ کو اس نے اپنے مفاد پر ترجیح دی تھی اور ان کی عزت کا پاس رکھا تھا۔ نہ صرف جاوید صاحب بلکہ وہاں موجود سبھی افراد کی نظر میں اُس نے اپنی اہمیت جتانے سے زیادہ بہتر جانا تھا رفیق احمد کو شرمندگی سے بچانا۔ پندرہ بیس منٹ کے وقفے سے بھی وہ اس لیے ان کے پاس آیا تھا کیونکہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس سے پہلے صدیق اور عصمت علی وغیرہ ان کے آس پاس دکھائی دے رہے تھے۔ وہ شاید موقع کی تلاش میں تھا اور جونہی وہ بالکل اکیلے ہوئے وہ فوراً انہیں کمبلوں کی کمی سے آگاہ کرتے واپس مڑ گیا تھا۔

جانے کیا چیز تھا یہ لڑکا۔ مشتاق خان کے توسط سے رفیق احمد ہی سوار کی یہاں جاب لگوانے کا باعث بنے تھے اور وہ بھی کسی موقع پر یہ بات فراموش نہیں کرتا تھا۔

''سر، میری کلاس کا ٹائم ہوگیا ہے میں جاؤں؟'' کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو سر ابھی تک ریسیپشن پر ہی بیٹھے تھے۔

''ہوں؟'' وہ ذرا دیر کو چونکے۔ ''او ہاں۔ ٹھیک ہے۔''

سوار نے ہاتھ میں پکڑی چابیاں کی اسٹینڈ میں لٹکائیں۔ یونیفارم بدل کر اب وہ جینز شرٹ میں آچکا تھا۔ بازو کی آستین سیدھی کرتے وہ دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''سنو، سوار۔'' باہر نکلتے سوار کو انہوں نے آواز دے کر روکا۔

''جی سر۔'' وہ مڑ کر دوبارہ کاؤنٹر تک آیا۔

''تمہاری کوکنگ کلاس کیسی جا رہی ہے۔ دلچسپی پیدا ہو رہی ہے کچھ؟'' وہ اسے دیکھتے مسکرا رہے تھے۔

''جی سر۔'' سوار کے لب بھی مسکرا دیے۔ ''کوکنگ سے ہمیشہ میں ایسے بھاگا جیسے چوہا بلی سے۔ لیکن بالآخر بلی نے آ ہی لیا۔ ویسے سچ پوچھیں تو گھبرانے والی واقعی کوئی بات نہیں تھی۔ میری دلچسپی اب اس کام میں پورے دل سے بڑھ رہی ہے۔ وہاں ٹائم دینا اب اچھا لگ رہا ہے۔''

کنعان کا بھی یہی حال تھا۔ اس کی پھوپھو زبردستی نہ کرتیں تو ممکن ہی نہیں تھا کہ میرے کہنے پر کبھی بھی جاتی۔ ویسے وہ توجہ تو لیتی ہے ناں کام کاج میں؟

''جی بالکل سر۔ بی بی بہت توجہ سے کام میں لگی ہوتی ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں وہ یقیناً جلد مہارت حاصل کرلیں گی۔''

''مجھے تو خیر پہلے بھی زیادہ پریشانی نہیں تھی۔ بس اس کی پھوپھو ہی وہموں میں گھری رہتی ہیں۔ اچھا خیر تمہیں دیر ہو جائے گی۔ واپسی پر تم ذرا خیال رکھا کرو دونوں کا۔ ایک تو شام کا وقت ہو جاتا ہے۔ پھر وہ علاقہ ذرا دور ہے۔''

''جی سر۔ میں کوشش کروں گا ہم اکٹھے نکلیں۔''

''کچھ دنوں بعد تو تمہارا راستہ بھی الگ ہو جائے گا ان سے۔'' وہ قدرے دکھ سے مسکرائے۔

سوار خاموش رہا۔

''لیکن کوکنگ اسکول سے آبادی آنے تک تو اُمید ہے ساتھ رہا ہی کرے گا۔ اُس سے آگے کا زیادہ مسئلہ بھی نہیں۔''

''جی سر۔'' اس نے بس اتنا کہنے پر اکتفا کیا۔

رفیق احمد نے کچھ دیر اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

''سوار میں چاہتا تھا، جاوید صاحب سے تمہاری جاب کے لیے بات کروں۔ تم جیسے محنتی اور اچھے ورکر کو کم از کم میں تو نہیں کھونا چاہتا۔ اگر تم نے کہیں اور کام تلاش نہ کرلیا ہو تو کیا میں بات کروں۔''

''سر! آپ ہی کی مہربانی سے تو یہاں ہوں۔ اللہ مسبب الاسباب ہے۔ آگے بھی کچھ نہ کچھ اچھا ہی ہوگا۔'' سوار جانے کے باوجود مروت برت کر رہ گیا۔

''اچھا، اللہ تمہارے لیے زیادہ بہتری کے وسائل پیدا فرمائے۔ چلو تمہاری کلاس نہ مس ہو جائے۔''

''جی سر۔'' وہ سعادت مندی سے سر ہلاتے باہر نکل گیا اور وہ شیشے کے پار دیکھتے ہوئے سوار کے بارے میں سوچ گئے۔

چند دن پہلے کنعان سے لوگوں کی نیچر پر بات کرتے انہوں نے کہا تھا کہ ''نیا'' آنے والا کئی ایسی باتوں کو پک کرلیتا ہے جو وہاں برسوں سے رہنے والے بھی جان نہیں پاتے۔ لیکن آج وہ سوچ رہے تھے کہ ہر نیا آنے والا ایسا نہیں ہوتا۔ اکثر میں سے بیشتر محض لگے بندھے کو اپنا کر کام کیے جاتے ہیں۔

Saqib Azeem
Pakistanipoint.com

سوار خاص تھا اس حوالے سے۔ نہ صرف وہ بیدار مغز اور انتہا کا ذہین تھا بلکہ اعلا ظرف اور بامروت بھی تھا سب سے بڑھ کر محنت پہ یقین رکھتا تھا۔ اور یہی اس کے پروفیشنل ہونے کی پہچان تھی۔ رفیق احمد کو یقین ہوگیا کہ وہ بہت آگے جائے گا کیونکہ اس کے قدموں میں جلد بازی نظر نہیں آتی تھی۔ سکون اور صبر اس کے مضبوط اعصاب سے جھلکتا تھا۔ انہوں نے اس لمحے دل سے سوار کی کامیابی کی دعا کی تھی۔

☆☆☆

''اے کنعان۔ وہ دیکھو۔ سامنے سوار ہی ہے ناں۔'' دیا نے پورا بازو جھنجوڑ کر اسے سامنے متوجہ کیا تھا۔ مال روڈ سے نیچے اُتر کر چرچ کی دیوار کے ساتھ ساتھ وہ دونوں آگے بڑھ رہی تھیں، جب دیا کو کچھ آگے سوار چلتا دکھائی دیا۔

''کمال ہے۔ ہم تو لڑکیاں ہونے کی وجہ سے ہجوم سے گھبراتی ہیں۔'' کنعان اُس شرمیلے کو دیکھتے مسکرانے لگی تھی۔

''لگتا ہے اپنے سوار بھائی دھکم پیل سے ''فائدہ'' اُٹھانے والوں میں سے نہیں ہیں۔'' دیا نے آنکھ ماری۔

''چل بدتمیز۔ اب ایسا ویسا بھی نہیں لگتا۔'' وہ سرخ ہوگئی۔

''پتا ہے بھئی۔ آپ کو وہ ''کیسا'' لگتا ہے۔ اچھا پلیز آج آواز دینے دو ناں۔ دیکھو روکنا مت۔'' وہ بڑی جلد باز ہو رہی تھی۔

کنعان اسے گھور کر رہ گئی جانتی تھی وہ بے شرم باز نہیں آئے گی۔ دیا نے اپنی طرف سے قدم تیز کیے لیکن درمیان میں ایک دم لوگوں کا ایک ٹولہ حائل ہوگیا۔ اس ہنگامے سے نکلتے تھوڑا وقت لگ گیا اور اب وہ تینوں پرسکون ماحول میں آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ لمبا پرسکون پہاڑ کے ساتھ ساتھ چلتا راستہ سیدھا ازمیر ہوٹل کو جاتا تھا۔ سوار نے جنگلے سے بندھے سفید گھوڑے کی پشت کو ہاتھ سے سہلایا اور گھوڑے والے بابے کو ہاتھ اُٹھا کر سلام کرتے آگے بڑھ گیا۔ دیا اور کنعان نے ہنس کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

''سوار بھائی۔'' بالآخر دیا نے ماحول میں خاموشی محسوس کرتے اسے آواز دے ہی ڈالی۔

وہ اپنا نام سن کر بڑے تعجب سے مڑا تھا۔ اور نظر جب کنعان اور دیا پر پڑی تو پہلی مرتبہ رفیق سر کی بات بھی یاد آئی۔ انہوں نے تو سوار سے کہا تھا کہ واپسی پر دیا اور کنعان کا خیال رکھا کرے، جبکہ وہ اپنے دھیان میں مست کلاس ختم ہوتے ہی باہر نکل آیا تھا۔ اور اب انہیں اِس راستے سے آتے دیکھ کر متعجب بھی ہوا کیونکہ تھوڑی دیر میں شام ہونے والی تھی، اس راستے سے دوا کیلی لڑکیوں کا آنا کچھ ایسا مناسب نہیں تھا۔ بظاہر اس نے دوستانہ سی مسکراہٹ لبوں پر سجالی تھی۔

''ہم بڑی دیر سے آپ کا پیچھا کر رہے ہیں۔'' دیا کا اپنا مخصوص اسٹائل تھا۔ بنا کنعان سے دبے وہ بس اپنی مرضی کا ہی بولتی تھی۔ سوار ہنس پڑا۔ اور اب وہ تینوں ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔

''آپ نے بھی لمبا راستہ چُنا ہوٹل جانے کے لیے۔''

''ہجوم سے گھبراتا ہوں۔ لمبے سہی لیکن پرسکون خاموش راستے مجھے اچھے لگتے ہیں۔''

''ہمیں بھی مال روڈ سے جاتے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔''

''بس اب سیزن میں تو ایسا ہی رہے گا۔'' وہ اب ذرا کمپوز لگ رہا تھا جیسے زیادہ بولنا نہ چاہتا ہو۔

کنعان کو ایسے موقعوں پر سخت شرمندگی سی گھیر لیتی۔ خاموش تو وہ بھی تھی۔ اور مسلسل۔ نہ زیادہ بولنا ٹھیک تھا اور نہ ایسی طویل خاموشی۔ لیکن وہ مجبور تھی کہ دونوں صورتوں میں دل کا چور اسے کہیں کا نہ رہنے دیتا اور اب وہ پچھتا رہی تھی کہ دیا کو سختی سے منع کیوں نہیں کیا۔ ادھر سوار کے دل میں عین اسی وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ رفیق سر نے خصوصی خیال رکھنے کا نہ کہا ہوتا تو وہ کبھی ان کے ہم قدم نہ چلتا۔ باس کی بیٹی کی حیثیت سے کنعان کا ایک درجے اوپر کا رویہ بالکل مناسب تھا۔ وہ اس کے ابو کا ایک معمولی ورکر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تھا اور اسے اِسی سطح پہ رہتے آگے بڑھنا تھا۔

اگلا ایک موڑ کاٹتے ہی ہوٹل نظر آنے لگا اور دونوں نے بیک وقت سکون کا سانس لیا کہ منزل آنے پر دونوں کی مشکل آسان ہونے والی تھی۔ رہ گئی دیا تو اُسے کب اِن باریکیوں سے کچھ لینا دینا تھا۔

☆☆☆

مومنہ میم آج انہیں دو ڈشز بنانا سکھا رہی تھیں۔ چکن جلفریزی اور لب شیریں۔ کنعان کا گروپ مہک اور آنسہ کے ساتھ آیا تھا۔ دیا، سیما باجی اور نادیہ کے ساتھ تھی۔ مس مومنہ نے وہیں کلاس روم میں ہی کچھ ابتدائی ہدایات دے کر ان سب کو ہال کی طرف بھیجا تھا۔ یہ کہہ کر کہ تھوڑی دیر میں وہ خود بھی آرہی ہیں۔

مس مومنہ نے ہی کہا تھا کہ سوئٹ ڈش پہلے اسٹارٹ کی جائے تاکہ ٹھنڈی کرنے فریج میں رکھی جاسکے۔ آنسہ نے اسپیگٹی اُبالنے رکھا، مہک چکن دھونے گئی تھی۔ کنعان کو انہوں نے ٹرے میں فروٹس اور چھری دے کر کاٹنے بٹھا دیا تھا۔

کرسی پر بیٹھے سیب کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بناتے اس نے کئی بار اس میز کی طرف دیکھا جہاں سوار وغیرہ نے کام کرنا تھا۔ جانے یہ لڑکے اتنے لاپروا کیوں ہوتے ہیں۔ کلاس سے وہ سب اکٹھے ہی نکلے تھے۔ پھر پتا نہیں اب تک ہال کمرے میں وہ آئے کیوں نہیں تھے۔ درمیان کے چھوٹے لان میں بلاوجہ کیوں لگانے ٹھہر جاتے۔ لڑکے نہ ہوں تو۔

''اُف توبہ۔ مجھے کیا۔'' جھنجلا کر وہ فروٹ باسکٹ پر جھکی۔ لیکن اندر کی بے چینی پھر اُدھر نظر اُٹھانے پر مجبور کر دیتی۔ اس نے کوئی چوتھی مرتبہ نظر پھیر کر دیکھا لیکن لڑکے ابھی نہیں آئے تھے۔ انعم البتہ ایک ڈبا ان کی میز سے اُٹھا کر اپنی میز کی طرف بڑھ گئی تھی۔

مریم نے اُونچی آواز میں یہ کہہ کر اسے بھگایا تھا کہ ہماری میز پر نمک نہیں ہے۔ یعنی وہ سفید پاؤڈر جو انعم لے گئی تھی نمک تھا۔ ادھر وہ اپنی میز تک پہنچی ادھر سوار، دلیر بھائی اور عمران ہنستے مسکراتے اندر داخل ہوئے۔ کنعان جلدی سے اپنی ٹرے پر جھک گئی۔ فروٹس کاٹنے کے بعد اب اس نے پستہ اور بادام کترنے تھے۔ مہک اور آنسہ نے دودھ ابلنے تک دوسرے چولہے پر چکن جلفریزی کا آغاز کر دیا تھا۔ ساتھ ساتھ ہر اسٹیپ وہ کنعان کو بھی بتاتی جا رہی تھیں۔ وہ کسی کسی وقت اُٹھ کر دیکھ بھی لیتی۔

لڑکوں نے بھی لڑکیوں کی کام میں سنجیدگی دیکھ کر تیزی سے ہاتھ چلانا شروع کر دیئے تھے۔ دلیر بھائی فروٹس کاٹنے بیٹھ گئے تھے۔ عمران نے ابلتے دودھ میں سویاں ڈال کر چمچے سے ہلانے لگا اور چکن جلفریزی کا بیڑا شاید سوار نے اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔

کنعان کی ٹیبل پر اب دودھ میں سویاں ابالی جارہی تھیں۔ فروٹس کنعان نے کاٹ لیے تھے۔ دودھ میں چمچہ ہلاتے وقت وہ چور نگاہوں سے سوار کی طرف بھی دیکھ لیتی۔ معلوم نہیں کیوں پر اُسے انعم کی لاپروائی پر بلاوجہ اتنی بے چینی ہو رہی تھی۔ نمک کا ڈبا نہ وہ واپس لائی تھی نہ ہی انہیں آگاہ کر رہی تھی کہ ان کی میز سے وہ نمک اُٹھا لائی ہے۔ بظاہر اتنی معمولی سی بات پر کھوجنا انتہائی بچگانہ فعل تھا لیکن کنعان کی چھٹی حس نجانے کیوں کسی گڑبڑ کا اشارہ دے رہی تھی اور جس وقت کنعان دودھ کو گاڑھا کر رہی تھی۔ سوار نے چکن جلفریزی میں مسالا جات ڈالنا شروع کر دیے تھے۔ اور پھر۔ کنعان کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔ سوار نے ہلدی مرچ کے بعد سفید پاؤڈر جیسا جو ڈبا ہاتھ میں لیا تھا یقیناً نمک سمجھ کر اُٹھایا تھا۔ کنعان آنچ دھیمی کر کے دیا کی طرف بھاگی

''سنو۔ وہ سوار نمک کی جگہ شاید سوڈا ڈال رہا ہے۔ پلیز منع کرو۔'' اس نے دیا کے کان میں سرگوشی کی۔

''ہیں؟'' وہ کچھ نہ سمجھتے پہلے تو ہونقوں کی طرح اسے دیکھے گئی اور پھر سمجھ میں آنے پر ہنسی ضبط کی۔ ''تو تم خود کہہ دو۔''

''پلیز دیا۔'' وہ اس کی منتیں کرتے ہوئے بھی، دیکھ سوار کی جانب رہی تھی جو میٹھے سوڈے کا ڈبا ہاتھ میں لیے سامنے رکھے پیپر پر کچھ پڑھ رہا تھا۔ کھانے کی ترکیب والا پیپر تقریباً سب ہی نے سامنے رکھا ہوتا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سوار نے اس کے سامنے ڈبا کھولا۔ کنعان نے دیا کی چٹکی لی۔ لیکن وہ ڈھیٹ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ سوار نے چمچہ بھرا، کنعان نے دیا کو دیکھا جو لاتعلقی سے پھر اپنے کام میں لگ گئی تھی۔ کنعان مزید سوچ بچار کا ارادہ ترک کرتے تین قدموں میں سوار تک پہنچی اور دیگچی کی طرف بڑھتے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر چمچہ گرادیا۔

''یہ نمک نہیں ہے۔''

''جی؟'' سوار نے ایک نظر نیچے دیکھ کر کنعان کو دیکھا۔ حسین خوابیدہ آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔ عمران اور دلیر بھائی بھی کام چھوڑ کر دیکھنے لگے تھے۔

''آپ کا نمک کا ڈبا انعم لے گئی تھی۔ یہ شاید سوڈا تھا۔'' وہ کہہ کر رُکی نہیں، تب ہی انعم بھی بھاگتی ہوئی آگئی۔

''سوری سوار۔ بلا اجازت یہاں سے نمک لے لیا۔'' مسکرا کر معذرت کرتے اس نے ڈبا سوار کو تھمایا۔ دلیر بھائی نے بے ساختہ ماتھا پیٹا۔

''آج تو مروادیا تھا انعم باجی۔''

''سوری دلیر بھائی۔'' وہ شرمندگی سے لب کاٹ کر رہ گئی۔

''کنعان کو بھی شکریہ بول دیں۔'' عمران نے اپنی ٹیبل پہ کام کرتی کنعان کی طرف دیکھا۔

''تھینک یو کنعان۔'' انعم نے فوراً ہی مسکرا کر کنعان کو دیکھا جو فارمل سا مسکرا کر اپنے کام میں لگ گئی کیونکہ اس لمحے وہ ہرگز توجہ کا مرکز نہیں بننا چاہتی تھی۔ اسے لگا دیا کی کمینگی نے اس کی وہاں توجہ کا پول کھول دیا تھا۔ حالانکہ کسی کے رویے سے ایسا کوئی تاثر نہیں مل رہا تھا بلاوجہ وہ پریشان ہو رہی تھی۔

☆☆☆

سوار اُس وقت ہوٹل کے اپنے کمرے میں بیٹھا تھا، وہ کمرا جہاں اب وہ بس ایک اور دن کا مہمان تھا۔ اس کا ڈیوٹی ٹائم اب شروع ہو رہا تھا۔ رات بھر کے آرام کے بعد وہ اپنے آپ کو فریش تو محسوس کر رہا تھا لیکن ذہنی طور پر ابھی بھی تھکا تھکا سا تھا۔ یہ احساس کہ ایک دن بعد وہ یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلا جائے گا اس کے اعصاب پر بہت بھاری پڑ رہا تھا۔ سوچیں ایک بار پھر اُس شام جیسی ہو رہی تھیں جب پہلے روز کام نہ ملنے پر وہ مریکا سے بھاگ جانے کی سوچ رہا تھا۔ آئینے کے آگے کنگھی کر کے اس نے ہاتھ سے مونچھوں اور داڑھی کو درست کیا اور پلنگ کے کنارے بیٹھ کر موزے پہننے لگا۔ یونیفارم وہ پہن چکا تھا۔ تیاری کے بعد صرف ناشتا کرنا تھا جو کہ عصمت علی لانے والا تھا۔

''تیار ہو گئے؟'' صدیق ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوا تو سوار نے ابرو سکیڑ کر تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔ صدیق نے چھوٹی میز کھینچ کر ناشتا اس پر رکھا۔ اور اب وہ مسکرا کر آنکھوں سے اسے ناشتے کی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ سوار کی حیرت اس لیے تھی کہ بجائے عصمت کے وہ اس کا ناشتا لایا تھا جبکہ یہ اس کے کرنے کا کام نہ تھا۔

''شروع کرو بھائی۔''

''اور ریسپشن پر عصمت اللہ کو بٹھا آئے؟''

سوار کے میٹھے طنز پر صدیق نے قہقہہ لگایا۔

''نہیں بھئی۔ رفیق سر ہیں۔''

''لیکن آپ نے یہ تکلیف کیوں فرمائی؟'' سوار بھی اب مسکراتے ہوئے ناشتا شروع کر چکا تھا۔ شاید آخری دن کے حوالے سے عزت کے قابل سمجھا گیا تھا۔

''کل کے بعد کیا سوچا ہے؟'' صدیق نے لہجہ سنجیدہ کیا۔ ''کہیں اور کام ملا؟''

''شاید ایک دکان پر کچھ دن بطور ہیلپر ٹھہرنے کا بندوبست ہو جائے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔''

''ہامی بھر چکے ہو؟'' جانے صدیق کیا کہنا یا کہلوانا چاہتا تھا۔

''اب ایسا کوئی کانٹریکٹ تو ہے نہیں کہ سائن کر چکا ہوں۔ کل جاؤں گا تو کام کی نوعیت وغیرہ دیکھ کر کچھ.....''

''دراصل میں پندرہ دن کی چھٹی پر جا رہا ہوں۔'' صدیق نے اسرار کھولتے آغاز لیا۔ ''اباجی کے پیر کا بتایا تھا ناں۔ ڈاکٹرز کہتے ہیں ایسی تکلیف سے تو کاٹ دینا بہتر ہے۔''

Waseem Azeem
Pakistanipoint.com

''اوہ۔'' سوار کا ناشا کرتا ہاتھ رک گیا۔

صدیق کے ابا شوگر کے مریض تھے۔ اور پچھلے کافی عرصے سے پیر کے زخم کی وجہ سے بہت تکلیف میں تھے۔ صدیق ان کا حال سوار سے ڈسکس کرتا رہتا تھا۔

''میری یہاں کی مصروفیت کی وجہ سے ہی عارضی ٹریٹمنٹ سے کام چلایا جاتا رہا۔ لیکن سچ تو یہ ہے سوار کہ ابا جی چوبیس گھنٹے اس درد سے لڑ رہے ہیں۔ جسمانی تکلیف جب ذہنی عذاب میں تبدیل ہونے لگے تو بندہ جلد ہی ہمت ہار۔''

''اللہ نہ کرے۔'' سوار کا حساس دل مٹھی میں آ گیا۔

''رفیق سر نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ پندرہ بیس دن کی چھٹی لے کر اس سارے معاملے کو دیکھ آؤں۔ پہلے تم نے قاسم کی جگہ کام کیا اب کچھ دن میری خاطر رُک جاؤ۔''

''جاوید صاحب سے بات کی؟''

''آج کرلوں گا۔ پہلے تم سے پوچھنا ضروری تھا۔ وہ تو مان جائیں گے۔ ظاہر ہے تمہارے ہوتے انہیں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔''

مجھ سے کیا پوچھنا۔'' وہ اداس سا مسکرا دیا۔

''مزید پندرہ دنوں کے لیے چھت میسر آنا باعث اطمینان ہی ہوسکتا ہے۔ تم بس اپنے ابا جی کے علاج پر توجہ دینا۔ کہاں لے جانا ہے؟''

''اسلام آباد جا رہے ہیں۔ ایڈمٹ کرنا ضروری ہے۔'' صدیق کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔ سوار سے بہتر اپنے جیسوں کی مجبوری کون سمجھ سکتا تھا۔

''کب نکلنا ہے؟'' سوار نے چھوٹی میز ایک طرف کی۔ صدیق بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

''کل صبح قاسم پہنچ جائے گا۔ بس فوراً بعد ہی چل پڑوں گا۔''

''مجھے جاوید سر نے آج شام تنخواہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ تم چاہو تو وہ ساتھ لے جانا۔'' سوار نے سوچنے میں بنا زیادہ وقت لگائے اسے سہولت سے آفر دی۔ صدیق نے کچھ دیر اچنبھے اور بے یقینی سے پہلے تو سوار کو دیکھا پھر ایک دم ہی ہنس پڑا۔

''تمہاری جگہ میں ہوتا تو کبھی یہ جملہ بولنے کی ہمت اپنے اندر نہ جوڑ پاتا، لیکن تم سوار ہو۔ جو نہ مذاق کرتا ہے، نہ فارمیلٹی نباہتا ہے۔ تمہارا لہجہ بتاتا ہے کہ تم کتنے سنجیدہ ہو۔ باقی پیسے نہیں یار! دعا چاہیے۔ کاش میں ابا جی کے لیے کچھ کرسکوں۔'' وہ سخت دل گرفتہ نظر آنے لگا تھا۔ سوار نے آگے بڑھ کر اس کا کندھا تھپکا کیکن صدیق زور سے اس کے گلے لگ گیا۔

''میرے آنے کی خوشی میں وہ اپنا درد بھی بھلائے بیٹھے ہیں سوار۔ اگر انہیں پتا چلا کہ میرا جانا انہیں اللہ کی دی ایک بہت بڑی نعمت سے محروم کرنے جا رہا ہے تو.....'' صدیق اس سے آگے بول ہی نہیں پایا۔ سوار نے نچلا لب کرب سے چباتے اسے پیٹھ پر تھپکی دی۔ صدیق رو رہا تھا۔

''وہ کیوں مجھ سے اُمید لگائے بیٹھے ہیں۔ اور میں..... میں کتنا مجبور ہوں۔''

''بس کرو یار۔'' سوار کو تسلی کے لیے الفاظ بھی میسر نہیں تھے۔ ''تم ان کا بھلا چاہ رہے ہو۔ وہ یہ بات کیسے نہیں سمجھیں گے۔''

''ہوں۔'' صدیق آنکھیں صاف کرتا الگ ہوا۔ ''بس تم قاسم کے ساتھ دیکھ لینا میرے کام۔''

''ایک شرط پر۔'' سوار نے سنجیدگی سے اس کا ہاتھ ہاتھوں میں لیا تھا۔ صدیق نے محض دیکھنے پر اکتفا کیا۔

''اِن پندرہ دنوں کی تنخواہ میں نہیں تم لو گے۔ میرے لیے اس ٹھکانے کا میسر آنا ہی بہت کافی ہے۔ کسی سے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ بس یہ چھٹی تم ودیعہ (تنخواہ کے ساتھ) لے رہے ہو۔''

''ہاں۔'' صدیق آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہنس پڑا۔ ''کیونکہ میرا واسطہ دنیا کے سب سے بڑے پاگل سے پڑا ہے۔''

☆☆☆

ہال کے انتہائی کونے میں بڑی ڈائننگ ٹیبل تھی۔ کھانا تیار ہونے کے بعد جب میم ناظمہ اور مومنہ کو بھیج دیا جاتا تو باقی کا کھانا ڈائننگ ٹیبل پر سجا

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

کر سب مل کر کھاتے۔ کبھی کبھار موسم اچھا ہونے پر باہر لان میں دسترخوان بچھا لیا جاتا۔ باہر کا خوش گوار موسم دیکھ کر لڑکیوں نے آج بھی باہر پہلے چٹائیاں اور پھر دسترخوان بچھا کر کھانا چُن دیا۔ مردوں سے جھجک کا احساس یہاں دو روز میں ہی ختم ہو گیا تھا۔ عمران، دلیر بھائی اور سوار کو بھی یہاں اسی طرح مخاطب کیا جاتا جیسے لڑکیاں آپس میں باتیں کرتی تھیں۔ ایک بس سوار اور کنعان کو چھوڑ کر۔ جن کی کیمسٹری اول روز سے میچ ہونے میں نہیں آئی تھی تو ہنوز اُس پر ٹھنڈ ہی پڑی ہوئی تھی۔ نہ سوار نے دانستہ کبھی کنعان کو مخاطب کرنے کی کوشش کی نہ ہی وہ خود کو اُس طرح بولنے پر آمادہ کر پائی جس طرح دیا بولتی۔ حتیٰ کہ محض چند ہی روز میں یہاں کی لڑکیاں سوار سے کہیں زیادہ فری ہو کر بات کرنے لگی تھیں۔

''کچھ دنوں سے میں ایک بات سوچ رہا ہوں۔ آپ لوگوں کا مشورہ درکار ہے۔'' کھانا تقریباً کھایا جا چکا تھا۔ کھانے کے بعد سوار نے وہیں بیٹھے بیٹھے ہی سب کو مخاطب کیا۔

''ہاں ہاں کہو سوار'' بشریٰ باجی میرے ڈاور بال بچے دار تھیں۔ یہاں سیما باجی اور دلیر بھائی کی طرح اُنہیں بھی سینئرز میں شمار کیا جاتا۔

''روزانہ یہاں اچھی خاصی مقدار میں کھانا بنتا ہے اور ہمارے مل کر کھا لینے کے بعد بھی کافی زیادہ بچ جاتا ہے۔ لامحالہ وہ ہمیں اپنے ساتھ لے جانا پڑتا ہے۔ ٹھیک ہے کہ کوئی بھی چیز ضائع نہیں ہوتی لیکن کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ بچ جانے والا کھانا ہم ضرورت مندوں میں بانٹ دیا کریں۔''

''بالکل۔'' سب سے پہلے سیما باجی نے سر تائید میں ہلایا۔ ''خیال تو کافی نیک ہے۔''

''لیکن کس کو سوار بھائی؟'' مہک نے سوال کیا تو سوار نے سر ہلایا۔

''آپ سب کی کیا رائے ہے؟''

''مانگنے والوں اور بھکاریوں وغیرہ کو؟'' عمران کا انداز سوالیہ تھا۔

''اُن کا پیٹ ہم سے زیادہ بھرا ہوتا ہے۔ اُنہیں دینے سے تو اچھا ہے دوسری مرتبہ بھی ہم ہی کھا لیں۔'' سوار نے جھٹ آئیڈیا رد کیا باقی سب بھی ہنس پڑے۔

''تمہارے ذہن میں کیا ہے سوار؟'' سیما باجی کو لگا وہ آگے بھی کچھ سوچے بیٹھا ہے۔

''اگر آپ سب کی تائید حاصل ہو تو مجھے لگتا ہے ہم یہ کھانا ڈسپوزیبل برتنوں میں پیک کر کے نزدیک یہاں ایک مدرسہ ہے، وہاں چھوٹے چھوٹے بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اُن کو دے دیا کریں۔''

''زبردست۔'' بشریٰ باجی کے فوراً دل کو لگا۔

''لیکن کیا وہ لینے پر آمادہ ہوں گے، میرا مطلب ہے ان کے ہاں تو خود اچھا خاصا بندوبست ہوتا ہے۔''

''یہ ویسا مدرسہ نہیں ہے سیما باجی۔ جنہیں فنڈز ملتے ہیں اور تین وقت باقاعدہ اہتمام سے کھانا پکتا ہے۔ یہ تو علاقے کے ایک غریب مولوی صاحب ہیں جو خود بھی اس بوسیدہ مسجد کی طرح مشکل سے خود کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ عصر سے مغرب تک یہاں علاقے کے غریب بچے قرآن پاک پڑھتے ہیں اور پھر گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ جس وقت ہماری چھٹی ہوتی ہے۔ وہاں بھی پڑھائی ختم ہو رہی ہوتی ہے۔ یہ ایسے بچے ہیں بشریٰ باجی! جنہوں نے ہمیشہ گھر کی روکھی سوکھی کھائی ہے۔ ہوٹلوں کے خاص پکوان، یہاں بننے والی اسپیشل ڈشز انہوں نے شاید کبھی چکھی بھی نہ ہوں۔''

''بس کریں سوار بھائی۔ رُلائیں گے کیا۔'' آنسہ نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر ماحول کی سنجیدگی ختم کی۔ سب زور سے ہنس پڑے۔ سچ تو یہی ہے کہ ایک ہی جملے سے دل بری طرح پسیج گیا تھا۔ اب اُن میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو یہاں بچ جانے والے کھانے کو دوبارہ خود کھانے پر تیار ہوتا۔

''ہمیں منظور ہے سوار۔ روزانہ دنیا میں نجانے کتنا کھانا بنا ضرورت مندوں کے منہ میں جائے یونہی ضائع ہو جاتا ہے۔ ہم بھلے ساری دنیا کا درد نہیں بانٹ سکتے لیکن جتنی نیکی ہمارے دائرہ اختیار میں ہے، اُسے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہم گنوانا نہیں چاہیں گے۔'' سیما باجی سنجیدہ ہوئیں۔

''بالکل سیما باجی۔'' دیا نے بھی حصہ لیا۔ ''پھر بچا ہوا کھانا ہم ضائع نہ کرنے کے خیال سے ساتھ لے جاتے ہیں ورنہ ہمارے گھروں میں کیا کھانا نہیں بنتا۔ ہمارے لیے تو.....'' وہ ذرا دیر کو رُکی۔ ''غالباً آدھا کھانا بھی کافی رہتا ہوگا یہاں کے لیے۔''

''آدھے سے بھی کم۔'' سوار نے اضافہ کیا۔

''میں نے حساب لگایا ہے دیا جی۔ چھ میں سے دو ٹیبلز جتنا کھانا ہم سب کے لیے کافی ہوتا ہے۔''

''تو پھر یہ بتائیں سوار کہ اب ہمیں کرنا کیا ہے؟'' انعم نے اپنی خوب صورت مسکراہٹ سے سوار کی آنکھوں میں دیکھا جس نے لحظے کو اپنی چمکتی نگاہ انعم پر ڈالتے کچھ سوچا۔

''سب سے پہلے تو میڈم کی اجازت۔'' اُس نے تائید طلب نظروں سے باری باری سیما باجی اور بشریٰ باجی کو دیکھا۔

''ارے تو ہم پوچھتا ہے ناں۔'' دلیر بھائی نے سب سے پہلے سینہ ٹھونکا۔ سب کو اُن کے انداز پر ہنسی آگئی۔

''بالکل دلیر بھائی۔'' سوار نے بازو سے پکڑ کر اُن کو کھڑا کیا۔ ''تو آپ اور سیما باجی ہی جا کر بات کرلیں۔ سب کے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''تم تو چلو سوار۔ پھر آئیڈیا تو تمہارا ہے۔'' سیما باجی حیرت سے رُکیں۔

''ایک ہی بات ہے سیما باجی۔ آپ لوگ کافی ہیں۔'' سوار پھر کنی کترا گیا۔

کنعان کے لبوں پر بڑی بے ساختہ مسکراہٹ کھیلی تھی۔ اُسے واقعی نمبر بڑھانے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ شاید وہ فطرتاً ایسا تھا بے فکرا اور اپنی دُھن میں مست۔ بنا کسی غرض اور مفاد کو مدِنظر رکھے صرف اچھا سوچنے والا۔ وہ ابھی تک مسکرا کر اسی طرف دیکھ رہی تھی، جب سوار کی نظر اندر جاتے دلیر بھائی سے ہٹ کر بائیں مُڑی اور لحظے کو جیسے ٹھہر ہی گئی۔ کنعان کی آنکھوں میں اُس لمحے ایسا مان اور غرور جھلک رہا تھا جو کسی بہت اپنے کے کسی کارنامے پر محسوس کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کیفیت کم از کم کنعان کے حوالے سے تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ نظر بھی پلک جھپکنے میں ہٹالی، شاید یہ محض ایک وہم تھا۔

''سوار بھائی گھر چلیں۔'' دیا نے بے تکلفی کی حد کردی۔ سوار نے بے ساختہ چونک کر اُسے دیکھا، پھر ایک دم نارمل ہوگیا۔

''آپ لوگ چلیں۔ میں پیچھے آرہا ہوں۔'' وہ عمران سے مصافحہ کرنے لگا جب دلیر بھائی اور سیما باجی واپس آتے دکھائی دیے۔

''میم کہتی ہیں۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ آج سے بسم اللہ کریں اور سوار کا خصوصی شکریہ ادا کیا جس نے اِس طرف دھیان دلایا۔''

''اب یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی سیما باجی۔'' وہ بری طرح جھینپ گیا۔

''ارے ام نے بتایا ہے میڈم کو۔'' دلیر بھائی نے پھر سینے پر ہاتھ مارا۔ ''سوار خان تو ہمارا فخر ہے۔'' وہ خوشی سے چور باقاعدہ سوار سے بغلگیر ہوگئے اور اُن کے کندھے پر ٹھوڑی رکھتے سوار کے لبوں پر بڑی فطری، اور معصوم سی مسکراہٹ تھی۔ چمکتے دانت بے ساختہ کھل کر مسکرائے تھے۔ شاید دلیر بھائی کے سوار خان کہنے کا ردعمل تھا۔ باقی سب بھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔

''آج سے آغاز کرنا ہے تو ڈسپوزایبل برتن ابھی لانے ہوں گے۔'' عمران نے توجہ دلائی۔ ''کہو سوار۔ پھر لے آئیں؟''

''آں۔ ہاں۔'' اُس نے ذرا دیر کچھ سوچا پھر اُن دونوں کو دیکھا۔

''آپ لوگ جائیں کنعان بی بی۔ میرے لیے رُکے تو شام ہوجائے گی۔ رفیق سر پریشان ہوں گے۔'' وہ اس کی طرف دیکھتے براہ راست اُس سے ہم کلام تھا۔ بمشکل سر کو ہلاتے وہ اندرونی خوشی کو چھپاتی فوراً ہی مُڑ گئی۔

کنعان بی بی کی مدھر بازگشت نے گھر تک

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اُسے مسحور رکھا۔

☆☆☆

دروازے کی دستک کچھ بے وقت ہی بجی تھی۔ آٹا گوندھتی شازمہ کھٹکے کو ٹھنک کر رُکی۔ پھر ہاتھ دھو کر دوپٹے سے صاف کرتی دروازے تک آئی۔

''کون؟''

''باجی میں۔ سکینہ۔''

''سکینہ۔'' خوشی کی ایک لہر سی اُٹھی اندر کہیں۔ شازمہ نے فوراً دروازہ کھولا۔ سامنے واقعی سکینہ اور اس کی ماں کھڑی تھیں۔

''آجاؤ بھئی۔ تم کیسے راستہ بھول گئیں۔'' شازمہ نے راستہ چھوڑ کر ان کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

''نہ پوچھو شازمہ بی بی۔ اے تے نچ یاد کرنی سی تساں نوں۔ اج اے خوشی نی خبر ملی تو بولنی اے سویر تک صبر نہ کرساں۔'' سکینہ کی ماں نے آدھی اُردو آدھی ہندکو ملاتے دروازے سے ہی آمد کا مدعا بیان کرنا شروع کر دیا۔ شازمہ کچھ نہ سمجھتے اُنہیں لیے اندر آگئی۔

''خوشی کی خبر؟''

''بی بی۔ کسے نوں رکھ تے نی چھوڑا؟'' سکینہ کی ماں اب اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

''نہیں خالہ۔ سکینہ کے بعد تو کسی کا بندوبست نہیں ہو پایا۔ بس جیسے تیسے وقت کو کھینچ رہی ہوں۔''

''تساں ناں کرآلا؟ او، وی ہفتے ول آسناں؟'' (آپ کا شوہر بھی ہفتے بعد آتا ہے)

''ہاں خالہ۔ اس کی روٹین تو وہی پرانی ہے اور ایسی ہی رہے گی۔ آپ بتائیں، کیا کہنے والی تھیں۔'' شازمہ سے انتظار مشکل ہو رہا تھا۔ جو وہ سننا چاہتی تھی۔ دل سے آواز آئی کہ کاش سکینہ کی ماں وہی بول دے۔

''تساں نوں دسن آئی آں۔ پتر نوں پنڈی نوکری مل پئی آ۔ اے سکینہ نوں کول رکھو من۔''

''اچھا..... سچ.....'' شازمہ بے یقینی سے کھلکھلائی۔ ''تو آپ کے بیٹے کو اب کوئی اعتراض نہیں ہے؟''

''ناں ناں۔ بی بی۔'' سکینہ کی ماں نے ہاتھ جوڑے۔ ''اُس کول چھپا کے بھجساں۔ او ول مہینے بعد آسی۔ اُس نوں پتہ وی نہ چلسی۔''

''ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔'' شازمہ نے جھٹ رضامندی دے دی۔ بیٹے سے چھپانا اب ان کی سردردی تھی۔ اس کے لیے تو یہی بہت تھا کہ سکینہ لوٹ آئی تھی۔

''اساں دی بچی تساں کول رہ پئی تے اساں رم گیر (پرسکون) میرا ٹھنڈا چولہا وی بلدا رہسی تساں نی مہربانی توں۔ باجاتے خیر ہے پورا۔ ست ست بچیا دا پیٹ پالنا نچ مشکل ہے۔ بس تساں اس نوں کول رکھو تے اِک دھیان رکھنا۔ دن ایلے اس ناں چھوٹا بھرا کار (گھر) لے جاسی۔ آس پڑوس نوں شک نہ ہوسی۔''

''ہاں ہاں۔ کوئی مسئلہ نہیں۔'' شازمہ نے سکون کا سانس لیا۔ ''میرا مسئلہ تو آپ جانتی ہیں صرف رات کا ہے۔ شام کے شام آجائے کرے میرے پاس۔''

''باجی۔ میں کپڑے اور بستہ بھی لائی ہوں۔'' سکینہ نے خوشی خوشی اطلاع دی۔ وہ بھی شازمہ سے کم پرجوش نہ تھی۔

''شاباش۔ بہت اچھا کیا۔'' شازمہ نے میلی کچیلی سکینہ کو اپنے ساتھ لگایا۔

''باجی۔ وہ ڈرامہ ابھی لگا ہوا ہے۔ وہ فوجی لڑکے والا، وہ جو صحرا کی لڑکی کو بچاتا ہے۔'' سکینہ کو سب ہی بھولے بسرے ڈرامہ سیریل یاد آنے لگے جو وہ شازمہ کے گھر پر دیکھا کرتی تھی۔ شازمہ خود بھی انڈین ڈراموں کی شوقین تھی، سکینہ بھی یہی لت لگا کر گئی۔

''ہاں ہاں۔'' شازمہ ہنسنے لگی۔ ''یہ والے ڈرامے اتنے جلدی کہاں ختم ہوتے ہیں۔ ابھی تو کچھ ہی آگے بڑھا ہے۔ تمہیں سناؤں گی پیچھے کا۔''

سکینہ کی ماں مطمئن سی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میں چلنی آں بی بی۔ اذان پئی آنی ہے۔''

''اچھا ایک منٹ۔'' شازمہ دوڑ کر دوسرے کمرے میں آئی اور پرس سے دو نوٹ نکال کر سکینہ کی ماں کے ہاتھ پہ رکھے۔ لگی بندھی تنخواہ کے علاوہ بھی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تھوڑی بہت رقم وہ کبھی سکینہ تو کبھی اس کی ماں کو دے دیا کرتی تھی۔ سکینہ کی ماں دعائیں دیتی رخصت ہوئی تو شازمہ نے دروازہ بند کر کے فوراً ہی وقاص کا نمبر ملا لیا۔ خوشی ہی ایسی غیر متوقع تھی کہ چند لمحے بھی اس سے صبر نہیں ہوسکا۔ حالانکہ وقاص نے کہہ رکھا تھا کہ فون وہ فارغ ہو کر خود ہی اُسے کر دیا کرے گا۔ اور اس معاملے میں کوتاہی وہ کرتا بھی نہیں تھا۔ دن بھر میں جب اور جتنی بار وہ مناسب سمجھتا شازمہ کو کال کر لیتا۔ شازمہ کو خود کال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی۔ بہت کم کبھی ایسا ہوا تھا کہ شازمہ کو خود سے وقاص کو فون کرنا پڑا ہو۔ یہ البتہ اس نے نوٹ ضرور کیا تھا کہ جب بھی وہ غیر متوقع طور پر کبھی اسے فون کر دیتی تو وقاص فوری طور پر آگے سے کال کاٹ دیتا۔ کچھ منٹ کے وقفے سے اگرچہ دوبارہ وہ خود کال کر لیا کرتا۔ اور ہوا تو اُس وقت بھی یہی تھا۔ شازمہ کے سارے جوش اور خوشی پر وقاص کی سرد مہری نے اوس ڈال دی۔ وہ بجھے دل سے زبردستی مسکراتی سکینہ کی طرف متوجہ ہوگئی۔ وقاص کے قریب آدھے گھنٹے بعد کال کی تو شازمہ نے اسے سکینہ کی آمد کا بتایا۔ جواباً وقاص نے شازمہ سے بھی زیادہ خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

☆☆☆

سفید نرم روئی کے گالوں جیسے بادل کے ٹکڑے وجود سے ٹکرا کر دائیں بائیں منتشر ہوئے جا رہے تھے۔ سوار چلتے چلتے ٹھٹک کر رُکا۔ جن بادلوں کو ہمیشہ گردن اُونچی کر کے آسمان گی وسعتوں میں دیکھتے جوش اور خوشی محسوس کی تھی۔ وہ بلاشک وشبہ اُسے چھو کر گزر رہے تھے۔ اور بادلوں سے گزرنا۔ جیسے کسی خوب صورت سپنے کی کیفیت میں ہونا۔ اُس نے دونوں بازو پھیلا کر اپنی ہتھیلیاں کھول دیں اور لطیف سی ٹھنڈ کو اپنے وجود کے آر پار ہوتے محسوس کر کے مسکرایا۔

میم ناظمہ کے خوب صورت بنگلے سے نکل کر وہ ڈھلان کے پتھریلے راستے سے اُترتے ذیلی سڑک پر آیا تھا۔ مین روڈ ابھی دور تھی اور یہ راستہ حسب معمول ویران پڑا تھا۔ انناس اور اخروٹ کے درختوں بھرے اِس راستے پر جنت کی گزرگاہ کا احساس ہوتا۔ بنگلے کے پیچھے والا گیٹ اس کے علاوہ صرف دیا، کنعان اور سعدیہ، فاطمہ استعمال کرتی تھیں۔ اُن پانچ کے علاوہ باقی سب ہی افراد سامنے کے گیٹ سے اپنے گھروں کو جاتے۔ کیونکہ میم کے گھر کا مین ڈور جس کالونی میں کھلتا تھا وہاں سے آبادی کو کئی راستے جاتے تھے۔

سوار آج بہت دنوں بعد اِس راستے سے جا رہا تھا۔ درمیان کے کئی دن وہ کلاس ختم ہونے کے بعد عمران اور دلیر بھائی کے ساتھ کھانا پیک کروا کے مسجد کے بچوں کو دینے جاتا رہا تھا۔ آج دلیر بھائی اور عمران نے اُسے خود ہی منع کر دیا۔ کیونکہ بلاوجہ اس بے چارے کو روزانہ لمبا چکر کاٹ کر گھر جانا پڑتا تھا۔ لڑکیوں نے انسانی خدمت اور اپنا فرض سمجھتے ہوئے اب کھانا پیک کرنے کے لیے باقاعدہ گروپس بنا دیے تھے۔ مسجد میں دینے کا کام البتہ دلیر بھائی اور عمران نے اپنے ذمے لے لیا کیونکہ مسجد ان دونوں کے راستے میں پڑتی تھی۔

سوار بادلوں کی اٹھکیلیاں سے محظوظ ہوتا تھوڑا اور آگے آیا تو نظر سامنے جاتی دیا اور کنعان پر پڑی۔ دونوں شاید اُس سے کچھ پہلے نکلی تھیں۔ سوار نے آسمان کی طرف دیکھا، بادل تو چھائے ہی تھے، شام کا ملگجا اندھیرا بھی چہار سُو پھیلنے لگا تھا۔ رفیق سر کی بات یاد آئی تو اُس نے اپنے قدم تیز کیے۔ پیچھے پیچھے چلنا یوں بھی کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا تھا۔ ہم قدم ہونے کی کوشش میں اس نے رفتار تیز کی تب ہی دیا نے گردن موڑ کر دیکھا۔ نظر اُس پر پڑی تو مسکراتے ہوئے وہیں رُک گئی۔

''آج بڑے دنوں بعد ادھر سے آئے سوار بھائی۔''

''جی۔ دراصل عمران نے منع کر دیا تھا۔ اُن لوگوں کی اب پکی روٹین بن گئی ہے۔''

''ہوں۔ اور آپ کو بھی کافی لمبا چکر کاٹنا پڑتا تھا۔''

''بالکل۔'' سوار نے تائید میں سر ہلایا۔ ''بہرحال

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اب تو پارسل بھی جھٹ پٹ تیار ہوجاتے ہیں۔'' وہ اب اُن کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ کنعان آج بھی صرف سامع تھی۔

''آج کی ڈش کیسی رہی سوار بھائی۔'' دیا کے لہجے میں واضح شرارت تھی۔ سوار نے ہنس کر بے ساختہ کان کی لُو کو چھوا۔

''اُف! بہت مشکل تھی، ہم لڑکوں کے ہاتھ سے تو معاملہ سمجھیں نکل ہی گیا تھا۔'' وہ کچھ یاد کرتے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ کنعان لبوں تلے مٹھی میں کان لیے بس چپکے چپکے سنے اور کبھی کبھار دیکھے جارہی تھی۔ چاہ کر بھی وہ خود کو گفتگو میں شامل نہیں کرپاتی تھی۔

آج ناظمہ میڈم نے نہاری اور حلوہ پوری بنانا سکھائے تھے۔ پہلے سیشن میں ابھی تک پاکستانی ڈشز بنانا سکھائی جارہی تھیں۔ دوسرے مرحلے میں چائنیز اور آخر میں کونٹی نینٹل فوڈز کی باری تھی۔ اِس دوران انہیں سروِنگ وغیرہ بھی سکھائی جاتی۔ آج ناشتے کے اہتمام کی باری تھی پر حلوہ اور نہاری تو سب پہ بھاری پڑگئے۔ بظاہر طریقہ آسان لگ رہا تھا لیکن عملی پریکٹس میں تقریباً سب ہی کو دقت پیش آئی۔

''میم کہہ رہی تھیں ماہ رمضان میں ایک مرتبہ پھر بنوائیں گی، تاکہ ہمارا اعتماد بحال ہو۔''

''ہوں۔ اچھا خیال ہے۔'' وہ سامنے دیکھتے اب سنبھل کر چل رہا تھا۔ مال روڈ کا رش شروع ہوچکا تھا۔ کچھ دیر کے وقفے کے بعد وہ لوگ نیچے چرچ کے پچھلے راستے پر اُتر آئے۔

''سوار بھائی آپ نے شوق کی وجہ سے کوکنگ اکیڈمی جوائن کی تھی؟'' دیا کی زبان کو مشکل سے کبھی آرام آتا تھا۔ ''سوار بھائی'' کیا میسر آگئے، وہ تو انٹرویو لینے لگی۔

''نہیں۔'' سوار مسکرادیا۔ ''میک ڈونلڈ میں اپلائی کیا ہے۔'' جواب اتنا بے ساختہ تھا کہ دیا اور کنعان نے فوراً ایک دوسرے کو دیکھا۔

''سوری، سوار بھائی۔'' دیا نے شرمندگی سے ایک نظر سوار کو دیکھا۔ ''اُس روز شاید میں کچھ زیادہ ہی بول گئی۔''

''ارے نہیں بھئی۔ آپ سمجھیں نہیں۔'' سوار ہنسا۔ ''میرا واقعی یہی مطلب تھا، مجھے ایک فاسٹ فوڈ شاپ میں جاب کی آفر ہوئی ہے بشرطیکہ میرے پاس کوکنگ ڈپلومہ ہو۔''

''اور یہ جاب؟'' دیا متعجب ہوئی۔ ''اپنی ازمیروالی؟''

''پاگل۔ وہ تو قاسم بھائی کی جگہ پر تھی۔'' کنعان نے پہلی مرتبہ زبان کھولی، وہ بھی بالکل بے ساختہ۔

''لیکن قاسم بھائی تو واپس آگئے ناں۔ کل ہی دیکھا تھا اُنہیں۔'' دیا آنکھیں چندھیا کر حیرت کا اظہار کررہی تھی۔

''اب صدیق بھائی نہیں ہیں ناں۔'' کنعان نے تدبر سے سمجھایا وہ بھی مبہم انداز میں۔ بے چاری اِس سے زیادہ سوار کے سامنے بول ہی کہاں پاتی تھی۔

سوار اس کی مشکل سمجھتے ہلکا سا مسکرا کر رہ گیا۔ کنعان کی بے ساختہ انٹری پر وہ دانستہ ہی چپ ہوگیا تھا۔ سوچا وہ بولتی رہے تاکہ غریب کی جھجک اور خوف کچھ تو کم ہو۔

''کنعان بی بی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ صدیق کی جگہ فی الحال پندرہ بیس روز یہیں ہوں۔''

''اوہ۔ تو آپ چلے جائیں گے۔'' دیا ایک دم شدید دُکھ سے دوچار ہوئی۔

''کہیں اور قسمت آزمائیں گے۔'' وہ مسکرادیا۔ ''یہ بھی رفیق سر کی مہربانی تھی جو ایک ڈیڑھ مہینہ کام سے لگ گئے۔''

''ابو کی وجہ سے۔'' کنعان حیرت سے سوچ کر رہ گئی۔ وہ واقعی نہیں جانتی تھی کہ سوار یہاں اس کے ابو کی وجہ سے کام پر آیا تھا۔

''سوار بھائی۔ آپ کہاں سے ہیں۔'' دیا نے ایک اور سوال جڑ دیا۔

کنعان کا رواں رواں سماعت بن گیا، لیکن ابھی شاید قسمت اتنی مہربان نہیں تھی۔ سامنے سے آتی کار کی وجہ سے سوار قدم تیز کرتا دانستہ آگے نکل گیا۔ اور اس کی

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

پشت کو دیکھتے کنعان کو صاف یہی لگا کہ کار کو اس نے گریز کا ذریعہ بنا کر قدم تیز کیے تھے ورنہ سوال اس نے سنا بھی تھا اور چاہتا تو جواب بھی دے سکتا تھا۔

☆☆☆

ثمامہ اس وقت ثمر کو پڑھا رہی تھی جب امی نے خالد رضا کی بیوی کے آنے کا بتایا۔ اُس نے ثمر کو امی کے پاس چھوڑا اور ڈریس تبدیل کر کے ہلکا سا میک اپ کا ٹچ دیتے ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ خالد رضا نے ویسے صبح ہی اسے اطلاع کر دی تھی کہ اس کی بیوی آج ان سے ملنے آئے گی۔ ثمامہ کو اس سے مل کر بہت اچھا لگا۔ بڑی ہی ہنس مکھ شخصیت تھی۔

''میں تو خالد کے منہ سے میڈم، میڈم سن کر پتا نہیں آپ کا کیسا تصور لے کر آئی تھی۔'' ربیعہ حیرت سے اُس بہت پیاری پرکشش سی لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔

''اچھا۔'' ثمامہ کے سفید دانتوں نے کھلکھلانے پر اپنی خوب صورتی کی چمک دکھائی۔

''آپ تو سچی بڑی کم عمر ہو۔ اور سچ کہوں تو باہمت بھی۔ اتنے بڑے کام کا بیڑا اٹھانا واقعی کسی ہمت والے کا کام ہوسکتا ہے۔ ویسے ڈر انہیں رہی آپ کو۔'' وہ خود ہی اپنی بات پر زور سے ہنس پڑی۔

''اللہ آپ کو اور ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے، کام تو جی کرنے سے ہی آتے ہیں۔''

''جی۔ اور خالد صاحب جیسے مددگار میسر ہوں تو بوجھ ویسے ہی بٹ جاتا ہے۔'' آیا چائے کے لوازمات لیے آئی تو ثمامہ نے آگے بڑھ کر خود ہی اپنی مہمان کو چائے سرو کی۔

''رضا بتا رہے تھے، ریسٹورنٹ کا عملہ برابر ہونے میں کافی دقت پیش آئی۔ بڑی ہی باتونی تھی مسز ربیعہ۔'' باتوں سے بات نکالنے میں بھی خوب ماہر، ثمامہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

''دقت تو ابھی بھی درپیش ہے۔ دراصل ہم سیزن اِن ہونے کی وجہ سے اوپننگ کرنے پر مجبور ہو گئے ورنہ ریسٹورنٹ کا عملہ ابھی بھی آدھا ادھورا سا ہے۔''

''دراصل میں اس لیے پوچھ رہی تھی کہ پچھلے دنوں میری ایک دوست نے یہاں مری میں ایک کوکنگ اکیڈمی کے بارے میں بتایا۔'' اس کی بہن نے شاید پچھلے سیشن میں ڈپلومہ لیا تھا۔ ''سنا ہے بڑی ہی مشہور اکیڈمی ہے۔ وہاں کے ڈپلومہ ہولڈر اب کئی ہوٹلوں میں بڑی کامیابی سے کام کر رہے ہیں۔''

''رئیلی۔'' ثمامہ کی تمام تر توجہ ربیعہ کی باتوں نے کھینچ لی تھی۔ ''کچھ اور معلوم ہوسکتا ہے اس بارے میں؟''

''کیوں نہیں؟ مجھے تو بس آپ کا انٹرسٹ جاننا تھا۔ آپ کو اگر لگتا ہے کہ ایسی کسی اکیڈمی کے فارغ التحصیل آپ کے ہوٹل میں کام کر سکتے ہیں تو میں آج ہی باقی کی معلومات پتا کروا تی ہوں۔''

''ضرور۔ بلکہ آپ کے توسط سے ہمارا یہ کام بھی نمٹ گیا تو میں آپ کی بے حد مشکور ہوں گی۔''

''کیسی باتیں کرتی ہیں ثمامہ جی۔'' ربیعہ بری طرح جھینپ گئی۔ ''اب یہ بھی کوئی کام ہے۔ آپ تو بس اتنا کریں کہ اکیڈمی والی میڈم سے خود ایک بار مل لیں۔ سنا ہے اپنے بنگلے کے ایک پورشن میں ہی اکیڈمی بنائی ہوئی ہے۔ میں آپ کو ایڈریس معلوم کروا کے دیتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے ربیعہ۔ آپ مجھے ساری انفارمیشن دیں۔ میں پہلی فرصت میں وہاں ہو آؤں گی۔'' ثمامہ نے بغور اس کا ایک ایک لفظ سنا تھا۔ کسی کوکنگ اکیڈمی سے رابطے کا تو اسے خیال ہی نہیں آیا تھا۔ ربیعہ کا یہ آئیڈیا بھی دل کو لگتا تھا کہ اسے خود وہاں کا چکر لگانا چاہیے۔ وہاں سے اسے ان تمام لوگوں کے رابطہ نمبر مل سکتے تھے جو پچھلے سالوں میں یہاں سے ڈپلومہ لے کر گئے۔

''ویسے خالد صاحب نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔'' ثمامہ کو خیال آیا۔

''میری کل ہی اپنی دوست سے بات ہوئی۔ پہلے مجھے بھی پتا نہیں تھا، رضا کو بھی میں نے ہی بتایا۔''

''اچھا اچھا۔ اور نام کیا بتایا اکیڈمی کا؟''

''اکیڈمی کا نام تو نہیں معلوم۔ ویسے میڈم کا نام وہ ناظمہ بنگش بتا رہی تھی شاید۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''میرا نمبر تو خالد صاحب کے پاس ہے۔ آپ مجھے فون پر باقی کی تفصیل بتا دیجیے گا۔''

''یہ تفصیل تو میں فون پر بتا دوں گی لیکن آئندہ کے لیے صرف فون کے رابطے سے کام نہیں چلے گا۔'' ربیعہ شوخ ہوئی تو ثمامہ بھی ہنس پڑی۔

''کیوں نہیں بھئی۔ ملنے ملانے کے معاملے میں بڑی زندہ دل ہوں، ہاں لیکن ایک شرط ہے۔'' ثمامہ نے مصنوعی سنجیدگی سے انگلی وارن کے انداز میں اُٹھائی۔ ربیعہ مسکرا کر تعجب سے دیکھنے لگی۔

''ہماری اگلی ملاقات آپ جناب کے بجائے تو اور تم پر مبنی ہونی چاہیے۔''

''ارے کیوں نہیں بھئی۔'' ربیعہ بے اختیار ہنس پڑی۔ ''تم بس آنے کے لیے ہاں کرو، میں تمہاری توقع سے کہیں زیادہ فرینڈلی ہوں۔'' ربیعہ واقعی بہت شوخ مزاج تھی۔ ثمامہ اس کے جملے سے بھرپور لطف اٹھاتے زور سے ہنس پڑی تھی۔

☆☆☆

شیشے کا دروازہ کھول کر دیا اور کنعان اکٹھی اندر داخل ہوئیں۔ ریسیپشن پر اس کے ابو بیٹھے تھے۔ حالانکہ ان کے بیٹھنے کے لیے اپنا آفس تھا لیکن اکیلے اندر بیٹھتے انہیں سخت اکتاہٹ ہوتی تھی اس لیے اپنی مرضی سے ریسیپشن پر آجاتے۔

''السلام علیکم انکل۔'' دیا نے رفیق سر کو سلام کیا اور کنعان نے دائیں جانب سے آتے قاسم کو دیکھا تو مسکراتے ہوئے اُونچا سلام جھاڑا۔

''کیسی ہیں کنعان بی بی۔'' قاسم کا آج بڑے دنوں بعد ان سب سے سامنا ہو رہا تھا۔

''سخت ناراض ہیں قاسم بھائی۔'' اس نے اپنا چھوٹا سا دہانہ ناراضی سے پھلایا۔ ''آپ نے بھی کیسے کیسے مورکھ لوگوں کو انوائٹ کر لیا شادی پر۔'' آنکھوں سے واضح طور پر والد صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ رفیق احمد تو کھل کر ہنس پڑے تھے۔ قاسم البتہ سر کی تعظیم کے خیال سے مسکراہٹ چھپا گیا۔

سیڑھیوں سے آتے سوار نے یہ منظر خاصی حیرت سے دیکھا۔ ہنستی کھلکھلاتی کنعان کو دیکھ کر آج تو پختہ یقین ہو گیا کہ وہ عادتاً ریزرو نہ تھی بلکہ اُس ''ولن'' سے خصوصی طور پر خائف تھی۔ کان کی لو کھجاتے خود کو سامنے کے لیے آگے کیا۔ جان گیا کہ ابو جی کی چہیتی اس کی موجودگی سے قطعی لاعلم ہے۔ اس لیے کچھ زیادہ ہی زبان چل رہی ہے۔ وہ چہرے پر مخصوص سنجیدگی لیے کاؤنٹر کے اندرونی حصے میں داخل ہوا اور بنا نظر اُٹھائے سادگی سے مشترکہ سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' وہ بس دھیرے سے اتنا ہی منمنائی جبکہ دیا کے سلام کے آگے بھائی کا اضافہ بھی تھا۔

''کیسے ہیں سوار بھائی۔'' دیا مزید شوخ ہوئی۔

''بالکل ٹھیک۔ الحمدللہ۔'' وہ ہلکا سا مسکرا کر دراز سے کچھ نکالنے لگا۔

''انکل۔ اب تو سوار بھائی روز آپ کو نئی نئی ڈشز بنا کر کھلاتے ہوں گے، بڑے ماہر ہو گئے ہیں کوکنگ میں۔''

''بالکل۔'' رفیق سر نے بھرپور تائید میں سر ہلایا۔ ''باتوں میں تو پہلے ہی ماہر تھے۔ اب کوکنگ سیکھ لی ہے تو باتوں باتوں میں صدیق اور قاسم سے پنچ اور ڈنر ایسے پکوا جاتے ہیں کہ پتا بھی نہیں چلتا، کئی ایک بار تو میں بھی چائے بنا کر حیران بیٹھا ہوتا ہوں کہ یہ بن کیسے گئی۔'' رفیق احمد بڑے سکون سے اس کی ٹانگ کھینچ رہے تھے۔ مارے شرم کے سوار کا چہرا سرخ ہو گیا۔ رفیق سر کی عمران کے رتبے کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہی بہت محتاط رہتا تھا لیکن وہ ہرگز ان فاصلوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

''کیا شک ہے بھئی۔ مشورے دینے میں تو سوار بھائی کا ثانی کوئی نہیں۔ کیوں کنعان؟'' اب اللہ جانے وہ کس بات کی تائید چاہ رہی تھی۔ وہ سوار کو اپنی طرف متوجہ پا کر بری طرح گڑبڑائی واپس مڑ گئی۔ لامحالہ دیا بھی مسکرا کر ان سب کو دیکھتی باہر نکل آئی۔

''کیا بکواس کر رہی تھیں اندر؟'' تھوڑا آگے آتے ہی کنعان نے خفگی سے اسے گھورا۔

''تو چور کی داڑھی میں کھجلی ہو رہی ہے۔'' دیا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ڈھٹائی سے ہنسی لیکن کنعان رُک کر سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگی۔

''تمہارا میرا مذاق اپنی جگہ دیا۔ لیکن اسے سوار تک پہنچانا بالکل الگ بات ہے۔ اور تم یہ ہرگز نہیں کرو گی۔''

''ارے پر ایسا تو میں نے کچھ نہیں کیا۔'' دیا اُلجھ سی گئی۔

''ہمارا یہاں آنا جانا ابو کی وجہ سے ہے۔ اور تم جانتی ہو وہ ابو کی کتنی عزت کرتا ہے، کیا سوچے گا دل میں رفیق سر تو کتنے اچھے اور شریف انسان ہیں اور یہ کیسی چھچھوری۔''

''پر میں تو جب بھی بات کرتی ہوں۔ سوار بھائی کہتی ہوں۔ چھچھوری حرکت کب کی۔'' دیا نے منہ پھلایا۔

''ہاں۔ لیکن میں نے تو کبھی نہیں کہا ناں۔'' کنعان شاید ناداستگی میں بول گئی تھی۔ دیا چلتے چلتے رُک گئی۔ اب وہ بڑی عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''کیوں؟'' دیا نے اس کی کلائی پکڑی۔

کنعان نے ذرا دیر رک کر کچھ سوچا پھر ایک گہری سانس لیتے قطعی انداز میں اس کی طرف گھومی۔

''کیونکہ نہیں کہہ سکتی۔ لیکن میں نہیں چاہتی کہ وہ یہ بات نوٹس کرے۔ تمہارے مسلسل بولنے اور میرے بالکل نہ بولنے سے بہت جلد وہ یہ بات محسوس کر سکتا ہے۔ لہٰذا تم محتاط رہا کرو۔'' کنعان دوٹوک الفاظ میں اسے اپنے دل کی مجبوریاں بتاتی اس لمحے ہرگز کنعان نہیں لگ رہی تھی۔

دیا منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی دوست اظہار کر رہی تھی کھلم کھلا اپنی چاہت کا، وہ بھی بیچ راستے میں اس طرح۔

''تو..... یعنی..... یعنی کہ تم تسلیم کر رہی ہو۔''

''ہاں۔'' کنعان چلتے چلتے ایک مرتبہ پھر رُک گئی تھی۔ ''میں تسلیم کر رہی ہوں کہ اس کے لیے میرے دل میں بہت خاص جذبات ہیں۔''

''ارے تو پھر کترا کیوں رہی ہو۔ کیوں نہیں چاہتیں کہ وہ بھی اس محبت کو محسوس کرے اور..... اور.....'' دیا خیالوں میں کہیں دور نکلنے کو بے تاب نظر آئی۔

''کیونکہ میری محبت ایسی باتوں کی محتاج نہیں ہے ڈیئر۔'' وہ پہلی بار ذرا سا مسکرائی۔ ''میں یہ ثابت کردوں گی کہ محبت انسان کو بے بس اور مجبور نہیں بناتی۔ محبت بھلے بے اختیاری جذبہ ہے لیکن اس سے وابستہ سب ہی اندیشوں کو میں غلط ثابت کردوں گی۔''

''لیکن بلاوجہ خود پر اتنی سختی کیوں۔'' دیا احتجاجاً چیخی۔ ''ہوسکتا ہے تقدیر میں سب اچھا لکھا ہو۔ محبت کی راہ میں ہمیشہ تو بغاوت کے جھنڈے نہیں گڑے ہوتے، کبھی کبھار۔''

''تم نے وعدہ کیا تھا دانیا رُباب۔ کہ ہمیشہ مجھے نیک اور اچھی صلاح دو گی۔'' کنعان نے جملہ کاٹ کر اسے اس کی بات یاد دلائی۔ اس بار دیا بھی ہار ماننے والے انداز میں ہنس پڑی۔

''او کے بابا۔ تم جیتیں۔'' دونوں باتیں کرتے کافی آگے نکل آئی تھیں۔ لڑنا جھگڑنا، بحث ناراضیاں اور اگلے ہی پل مان جانا تو عادت تھی دونوں کی۔

''اچھا سنو ناں۔ تم سے مشورہ کرنا تھا ایک۔''

''ہاں کہو۔'' کنعان نے ابرو سکیڑے۔ پہلا خیال باسط بھائی کا آیا کہ دیا کی دنیا تو ایک اسی پہ ختم تھی۔

''اس سنڈے میم ناظمہ کی برتھ ڈے ہے۔''

''اچھا۔'' کنعان کو تعجب ہوا۔ ''تمہیں کیسے پتا؟''

''یار وہ آنسہ اور مہک نے فیس بک پیج نکالا ہوا تھا کل۔ سب کو بتا رہی تھیں کہ اس سنڈے میڈم کی برتھ ڈے ہے۔''

''ہوں۔ تو کیا ہے تمہارے ذہن میں؟'' کنعان کا فوکس مشورے والی بات پہ تھا۔

''یار سنڈے کے دن تو کلاس نہیں ہوتی۔ میں سوچ رہی تھی ہم میم کو وش کرنے آئیں۔''

''تو ہم منڈے یا.....'' کنعان رُکی۔ ''یا ایک دن پہلے یعنی ہفتہ کے روز چھوٹی سی پارٹی کیوں نہ کرلیں۔''

''نہیں بھئی۔ برتھ ڈے تو برتھ ڈے والے دن ہی مزا کرتی ہے۔ آگے پیچھے کرنا سخت بورنگ لگتا ہے۔''

''ارے تو بکو ناں۔ وش کرنے سے کیا مراد

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہے تمہاری۔"

"دیکھو۔" دیا اچانک مستعد ہوئی۔ "کیک بنانا تو ابھی پچھلے ہفتے ہم نے سیکھا ہے۔ کیوں نہ گھر پہ کیک تیار کر کے سنڈے کے دن میم کو دے آئیں۔"

"ہوں۔" بات کنعان کے پلے پڑ گئی۔

"کیک اچھا نہ بنا تو؟"

"تو خود ٹھونس لیں گے۔" دیا نے غصے سے اسے پنجے دکھائے۔ جواباً وہ بھی ہنس پڑی کیونکہ جان بوجھ کر تنگ کر رہی تھی۔

"اور اب یہ سرپرائز اپنے پیٹ میں ہی رکھنا۔ ابھی تین دن باقی ہیں۔ اُگل نہ دینا کہیں۔" کنعان نے بروقت ہوشیار کیا۔

☆☆☆

"واہ بھئی۔ کیک تو زبردست لگ رہا ہے۔" رفیق احمد نے کنعان کی محنت کو ستائشی نظروں سے دیکھا جس کے چہرے سے ابھی بھی پریشانی ہویدا تھی۔

"صرف شکل اچھی ہونے سے کیا ہوتا ہے ابو۔ ذائقہ بھی تو اچھا ہونا چاہیے۔"

"لاؤ پھر۔ ابھی بتا دیتے ہیں۔" وہ چھیڑنے کے انداز میں کیک کی طرف بڑھے۔

"نائیں۔" کنعان ایک زوردار چیخ کے ساتھ کیک کی طرف بڑھی۔ "اسے کوئی ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔"

"بس ایک ہی بنایا تھا۔" وہ منہ پھلا کر خفا خفا سے دور ہو گئے۔ کنعان کو ہنسی آ گئی۔

"اِس پیسٹ سے میں نے کچھ کپ کیک بھی بنائے ہیں۔ لیکن ان پر کریم نہیں لگائی۔"

"ارے تو لاؤ نا۔ کون سا میں نے کریم کھانی ہے۔"

"اماں لا رہی ہیں۔ چائے بھی اور کیک بھی۔" وہ گفٹ ریپر، ربن اور سیزر میں اُلجھی تھی۔ ڈور بیل کی آواز پر رفیق احمد اُٹھے۔ اب انہوں نے اسٹک کا استعمال بھی چھوڑ دیا تھا۔ پیر پوری طرح جگہ پر آ گیا تھا۔ اب انہیں چلنے میں دقت نہیں ہوتی تھی۔

"اُف خدایا۔ دیا آئی ہوگی۔ اور ابھی پیکنگ باقی ہے۔" وہ تیز تیز ہاتھ چلانے لگی، جب دیا اندر داخل ہوئی۔ کنعان نے اس کی تیاری دیکھنے کے لیے بڑے اشتیاق سے سر اٹھایا لیکن وہ گھر کے عام سے حلیے میں نظر آئی تو سوالیہ ابرو اٹھائے۔

"میں نہیں جا سکتی کنعان۔ ابو کے کچھ مہمان آ رہے ہیں رات کو کھانے پر۔ اور بھابھی میکے گئی ہوئی ہیں۔" وہ سخت معذرت خواہانہ انداز میں کہتی کرسی پر ٹک گئی۔

"اب یہ کیا بات ہوئی دیا۔ بلاوجہ اتنی محنت کر ڈالی۔ پہلے بتاتیں۔"

"سوری یار۔ میرا تو اپنا سخت موڈ آف ہے۔ لیکن تم جانتی ہو امی اکیلے نہیں کر سکتیں۔ اُوپر سے ابو ہولائے دے رہے ہیں۔ انہیں لگتا ہے بنا بھابھی کے ہم کچھ بھی کر نہیں پائیں گے۔ تین چار آئٹم بنانے ہیں اور پانچ بج چکے ہیں۔"

"فون پر نہیں بتا سکتی تھیں۔ تیار ہونے میں بھی خوامخواہ گھنٹہ بھر ضائع کر دیا۔" کنعان ہر چیز چھوڑ کر پیچھے ہو بیٹھی۔ دیا نے مسکرا کر غور سے اس کی صورت دیکھی۔

"تمہاری تیاری ہی تو دیکھنے آئی ہوں۔ اور پھر کیک بھی دیکھنا تھا۔"

"جب تم ہی جا نہیں رہی تھیں۔ میں نے تیار ہو کر جھک مارنی تھی۔"

"ارے پر تم تو جاؤ۔ ویسے یہ مہمانوں کا معاملہ بالکل اچانک سامنے آیا۔ تیاری تو میری بھی مکمل تھی۔ مجھے یقین تھا کہ کیک تو اب تم بنا ہی چکی ہو گی۔"

"اچھا تو یہ بھی مہمانوں کے لیے لیتی جاؤ۔" کنعان نے اس کی مجبوری سمجھتے اس بار لہجہ نرم رکھا۔

"پلیز انکل! اسے سمجھائیں ناں۔" دیا نے رفیق احمد کی طرف دیکھا۔ "ہمارا اتنا اچھا آئیڈیا اور کنعان کی محنت سب ضائع ہو جائیں گے۔"

"لیکن اتنی دور میں اکیلی کیوں جاؤں پاگل۔ اور آج تو کلاس بھی نہیں ہے۔ سوچنا بھی مت۔"

"سوچا تو جا سکتا ہے۔" رفیق احمد نے کچھ سوچتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا۔ "بھئی میری بیٹی نے اتنی محنت کی ہے۔ میم کو پتا تو ضرور چلنا چاہیے۔"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''پلیز ابو۔ اب آپ بھی۔'' کنعان کا خراب موڈ ٹھیک ہونے میں نہیں آرہا تھا۔

''بھئی میں ایک ڈیڑھ گھنٹے کی چھٹی پر ہوں۔ اپوئنٹمنٹ سے ٹائم لیا ہوا ہے۔ تمہاری اکیڈمی سے چھوڑا ہی تو پہلے ہے ڈاکٹر صاحب کا کلینک۔ پہلے تمہیں اکیڈمی چھوڑتا ہوں۔ پھر ڈاکٹر کے پاس چلا جاؤں گا۔ واپسی بھی اکٹھے کرلیں گے۔''

''اچھا۔'' وہ پہلی مرتبہ سوچ میں پڑ گئی۔

''ہاں کنعان۔ یہی ٹھیک ہے۔ پھر تم تیار بھی ہو۔'' دیا نے اس مرتبہ دھیان سے اس کی تیاری دیکھی۔ رائل بلو اور لائٹ یلو کڑھائی والی ڈریس کے ساتھ لائٹ پنک میک اپ میں وہ بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔ بال اس نے ڈھیلے ڈھالے ایک سائیڈ کے جوڑے میں لپیٹ کر کچھ اسٹریٹ لٹیں سامنے رخ پر چھوڑ رکھی تھیں۔ کانوں میں آج اس نے بلو کرسٹل کے ٹاپس پہن رکھے تھے۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو بچی۔'' دیا نے مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑا۔

''آؤ بٹیا۔ چائے پیو۔'' اماں نے چائے کا مگ سامنے رکھا۔

''شکریہ اماں۔ لیکن بہت لیٹ ہوں۔ ابو کی گاڑی بچا کر نکلی ہوں۔'' وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اچھا یہ کیک تو چکھ لو۔'' کنعان نے ایک پیس کیک اس کی طرف بڑھایا۔

''تم نے بنایا ہے؟'' اس نے ایک بائٹ لیتے تعریفی نظر سے کنعان کو دیکھا۔

''ہاں بھئی۔ صبح سے تو لگی ہوں۔''

''بہت مزے کا ہے۔ اور اگر یہی میم کے پاس لے جانا ہے تو بالکل بھی پروگرام کینسل مت کرنا، وہ بہت خوش ہوں گی۔ اور اب جلدی نکل چلو۔ موسم کے تیور بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے۔'' اس نے بادلوں بھرے آسمان کو ایک نظر دیکھتے باہر کی راہ لی۔ کنعان نے ابو کی طرف دیکھا انہوں نے تائید میں سر ہلا کر فوراً اٹھنے کا اشارہ کیا۔

موسم کے آثار واقعی بگڑے ہوئے تھے۔ جس وقت وہ ابو کے ساتھ میم ناظمہ کے بنگلے والے راستے کو مڑی، دور بجلیاں چمکنے لگی تھیں۔

''ابو! اگر آپ یہیں انتظار کرلیں تو میں یہ میڈم کو دے کر ابھی واپس آجاتی ہوں۔ ڈھلان چڑھنا آپ کے لیے مشکل ہوجائے گا۔''

''لیکن کنعان۔ بجائے یہاں رکنے کے میں اپنے ڈینٹسٹ کے پاس کیوں نہ چلا جاؤں۔ میرے پاس بھی یہی ایک گھنٹہ ہے اور تمہارا بھی کیک دے کر فوراً پلٹنا اچھا نہیں ہے۔ کچھ دیر تو وہ تمہیں بٹھائیں گی۔''

''اچھا۔'' کنعان سوچ میں پڑ گئی۔ ''چلیں ٹھیک ہے۔ اگر میں جلدی فارغ ہوگئی تو خود ہی آپ کے پاس کلینک آجاؤں گی۔ آپ بھی واپس یہاں تک آنے کی دقت سے بچ جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں پھر وہیں کلینک پہ تمہارا انتظار کروں گا۔'' وہ اسے ہاتھ ہلا کر واپس مڑ گئے۔

کنعان نے کیک احتیاط سے ہاتھوں میں تھام کر ڈھلان چڑھنا شروع کیا۔ پھر پہلی روش پر سنبھل سنبھل کر قدم رکھتی وہ اوپر جانے لگی لیکن ابھی وہ آدھے راستے میں ہی تھی کہ بارش کے قطرے گرنے لگے۔ کنعان نے گھبرا کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ابو ذیلی راستے سے مین روڈ پر جا چکے تھے۔ بارش کا خوف ذہن سے ہٹا کر اس نے دھیان سامنے لگایا اور ڈھلان چڑھتے جب وہ اوپر پہنچی تو پھولی سانسوں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ دھڑکنوں کا ردھم سامنے کا منظر دیکھتے اس بری طرح ڈانوں ڈول ہوا کہ وہ چکرا کر رہ گئی۔ بارش، بجلیاں، کیک، میڈم..... سب گڈمڈ ہونے لگے۔ سامنے ناظمہ میم کے گیٹ سے پلٹ کر آتا وہ بلا شک وشبہ سوار تھا۔ بالکل اکیلا اسی طرف آتے ہوئے۔ نظر کسی کے ہونے کے احساس سے اٹھی اور سوار بھی اپنی جگہ بری طرح ٹھٹکا۔

''کنعان بی بی۔ آپ؟''

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

شیداں آئے روز اپنے میاں سے مار کھا کر ہمارے گھر آجاتی۔ بددعائیں دیتی، کوسنے گالیاں۔ دادی حتی الامکان دل جوئی کرتیں۔ امی اور چچی دودھ ہلدی پلاتیں کچھ پیسے مٹھی میں دباتیں..... بھلی چنگی ہو کر پھر اسی جہنم میں چلی جاتی۔ (مزید مار کھانے) یہ ثمرہ کا خیال تھا۔ دادی کے گاؤں سے تعلق تھا۔ سو دادی اس کا ہر ممکن خیال رکھتیں۔

اب بھی ہاتھ اٹھا اٹھا کر کوسنے دے رہی تھی..... میں نے بے زاری سے یہ منظر دیکھا اور سر جھٹک کر آگے چلی گئی۔

''ارے۔ اس ناس پیٹے نے مجھ پر سوکن لا بٹھائی ہے جی..... ساری زندگی میں اس کی غلام گیری کرتی رہی.....'' ناک سڑک سڑک کر بات کرتی شیداں، قطعی قابل رحم نہ لگتی ''اور آخر میں یہ صلہ.....'' اس نے اپنی کھردری ہتھیلیاں پھیلا کر حاضرین سے رائے طلب کی۔ ''کہتا ہے تو منحوس عورت ہے۔'' اب وہ منہ چھپا کر رو رہی تھی۔

دادی نے تسلی دلاسا دے کر..... کچھ مٹھی گرم کر کے رخصت کیا۔ چند روز بعد سب اس کا لڑائی جھگڑا بھول گئے۔

میں نے اسے موتی بازار میں اسی ناس پیٹے اور مشٹنڈے کے ساتھ پھر شاپنگ کرتے دیکھا۔ وہ اور بچے خوش باش اور مسرور لگ رہے تھے۔ دونوں بچوں کے کپڑے اٹھا کر سر ہلا رہے تھے..... پھر چاٹ کھاتے نظر آئے..... میں تڑپ کر سر پر پہنچی۔ ہمارے گھر میں ٹینشن پھیلا کر لیلیٰ مجنوں بنے ہوئے تھے۔

''شیداں خالہ! شیداں خالہ..... تم تو کہہ رہی تھیں کہ تمہارے شوہر نے.....'' میں نے گھور کر اس ناس پیٹے کو دیکھا جو شریف اور مسکین بننے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ ''شادی کر لی ہے اور.....'' غصے کی وجہ سے میری بات ادھوری رہ گئی۔

''نہیں جی.....'' اس نے بڑا سا سر ہلایا۔ ''مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی۔ یہ میرے ساتھ بڑا چنگا ہے جی۔'' اس نے شرماتے ہوئے بات مکمل کی اور بیٹے کو بھٹہ

عندلیب زہرا

Waqar Azeem
Pakistanipoint

خرید کردینے لگی۔

''تو بھی کھالے۔'' ناس پیٹا......شودا اسے محبت سے کہہ رہا تھا۔

''پہلے تو تو کھالے......'' شیداں بھی شرماتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

مجھے ان دونوں کے درمیان اپنا آپ چغد لگا۔ انتہائی احمق۔ غصے سے میں واک آؤٹ کرگئی۔ گھر پہنچ کر میں نے ساری بات نمک مرچ کے ساتھ دادی کے گوش گزار کی۔

''مسائل سننے کو ہم رہ گئے ہیں......آنسو صاف کرنے کے لیے آپ کا دامن فالتو ہے۔'' دادی میری جذباتی تقریر متانت کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے سن رہی تھیں گویا مقابلے کی جج وہی ہوں۔

''یہ شیداں خالہ کیسے روتی دھوتی ہمارے گھر آجاتی ہیں۔ مارکیٹ میں یوں بن ٹھن کر شاپنگ کررہی تھیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔'' میرا جوش عروج پر تھا۔ ''بس دادی! بائیکاٹ کریں ایسی عورتوں کا......'' میں نے انگلی اٹھا کر بات مکمل کی۔

''عورتیں ۱۰۱ روپ بناتی ہیں......دنیا کے سامنے بھیس بنائے رہتی ہیں۔'' میری تقریر کے اختتام پر دادی نے تبصرہ کیا۔

''کیوں دادی؟'' میں حیرت زدہ تھی۔

''تاکہ اپنا پندار قائم رہے......شریکوں میں مذاق نہ بنے......بچے مطمئن رہیں۔'' دادی کی باتوں میں فلسفہ بولتا تھا تجربہ جھلکتا تھا۔

''اور عورتوں کی اپنی ذات......وہ کیسے مطمئن ہوتی ہے۔'' مجھے دادی کی بات ہضم نہ ہورہی تھی۔ سو لہجے میں استعجاب کے ساتھ دکھ بھی در آیا۔

''عورت اپنی ذات کی نفی کرکے ماں، بہن، بیوی بنتی ہے ورنہ تو سجی سجائی گڑیا ہے......شوپیس ہر عورت دو دو زندگیاں جیتی ہے۔''

دادی اپنی عمر کا تمام تر نچوڑ میری ذات میں انڈیلنا چاہتی تھیں......مگر میں آج کل کی نمائندہ میری مرضی میری زندگی کا سلوگن تھامے ان باتوں کو تسلیم کرنے سے انکاری تھی۔

☆☆☆

سردیوں کی دھوپ میں کینو کھانے کا اپنا ہی مزا ہے۔ سو میں اور ثمرہ اس سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ مالٹے کی قاشوں پر نمک مرچ چھڑکنے کا اپنا ہی مزا ہے......ثمرہ بھی اس شوق میں ہمارے ساتھ تھی۔ ساتھ ساتھ پکس دیکھنے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

''فرح آنٹی کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے یہ جوان بیٹیوں کی ماں ہیں۔'' ثمرہ نے توصیفی انداز میں تبصرہ کیا۔

''کیوں......؟'' میں مالٹوں کے شغل سے لطف اندوز ہونے کے بعد ناخن، نیل پالش سے سجا رہی تھی۔ سو بے دھیانی سے بولی۔

''یار......تمہاری آنٹی یوں تیار رہتی ہیں جیسے رات کو بھی میک اپ کرکے سوتی ہیں تاکہ خواب میں آکر بھی دوسروں پر اپنی دھاک بٹھا دیں۔'' ثمرہ تصویریں آگے پیچھے کررہی تھی تو کبھی زوم......

''انکل کی محبت کا کرشمہ ہے جو ابھی تک جوان ہیں تمہاری آنٹی۔'' ہانیہ نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

''رہنے دو......انکل کا نام کبھی ان کے لبوں سے نہیں سنا......برسوں پہلے پاکستان آئے تھے......اب تو یہ اور ان کی فیملی......انکل کے بغیر رہنے کے عادی ہیں۔''

''تو پھر یہ تیاری شیاری......یہ ٹشن۔'' ثمرہ کے انداز میں تجسس تھا۔

''بند کرو یہ ٹاپک......''

مجھے دوستوں میں گھریلو معاملات کا ڈسکس کرنا نہیں پسند سو ٹوک دیا۔

تاہم ثمرہ کا تبصرہ میرے دل میں اٹک گیا۔ اور یہ ہماری فطرت تھی کہ ہم پر منفی تبصرے یا رویے جلدی اثر انداز ہوتے ہیں......سو میرا دل ان سے پھیکا پڑ گیا۔

''میری امی، دادی گھریلو خواتین تھیں۔ ہم بہنیں بھی حدود و قیود میں رہ کر فیشن کرسکتی تھیں۔ میں نے اپنے اردگرد ایسی خواتین دیکھی تھیں جو بچوں کے جوان ہوتے ہی خود پر بزرگی طاری کرلیتی تھیں......

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

جھلک دکھلاتے سفید بال، کھردری ایڑیاں، ہلکے رنگ کے لباس ڈھیلے ڈھالے..... سنجیدہ گفتگو..... ایسے میں فرح آنٹی جو دادی کی بھانجی تھیں..... کراچی میں مقیم تھیں۔ ایسے حلیے کے ساتھ کم از کم ہماری فیملی میں بہت عجیب سی لگتیں۔ کبھی کبھار ملنے آتیں۔ دادی سے ان کا تعلق یوں تھا جیسے ماں بیٹی یا پھر بہت گہری ہمراز سہیلیاں۔

ابو اور چچا ان سے چھوٹے تھے سو ان کے رعب میں رہتے۔ ثمرہ اور ہانیہ ان کے قیام سے خوش ہوتیں میں بے زار، مجھے اپنے دائرے میں رہنا پسند تھا..... اپنے نظریات سے پیار اور ان کی شخصیت میرے نظریات سے ٹکراتی۔

''امی! آپ بھی فرح آنٹی کی طرح نک سک سے رہا کریں۔'' ہانیہ امی سے فرمائش کرتی۔

''تمہاری امی اپنے وقت کی بڑی فیشن ایبل خاتون تھیں۔ کالج کی بہترین اتھلیٹ..... شادی کے بعد تمہارے ابا کے رنگ میں رنگ گئیں۔'' چچی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

''امی! آپ کا دل نہیں کرتا پہلے کی طرح بن ٹھن کر رہیں۔''

''نہیں بیٹا۔ بس تمہارے ابا کو نہیں پسند..... سو عورت کو اپنا آپ مارنا پڑتا ہے۔'' امی نے افسردگی سے کہا۔

''میں اسکول کالج کے ڈراموں اور تقریروں میں حصہ لیتی تھی۔ تمہاری دادی نے بولتی بند کر دی میری۔'' چچی نے مزاحیہ انداز میں اپنی گھٹن بیان کی۔

میں نے خاموش نظر ان پر ڈالی۔ مانگ نکال کر سیدھی چٹیا..... ان کے چہرے پر ذرا سوٹ نہ کرتی تاہم یہ دادی کا حکم تھا اور ہلکے رنگوں کے بدرنگ سے کپڑے پہنے وہ عام سی خاتون لگتیں۔ نہ مقررہ، نہ پرجوش طالبہ، بس عام سی گھریلو عورت، جس کی زندگی چار دیواری میں مقید تھی۔ ٹھہرے ہوئے پانی کی لہر۔

پھر فرح آنٹی اتنی مختلف کیوں تھیں؟ شاید وہ جاب کرتی تھیں۔ یا پھر ان کی سسرال یا حلقہ احباب؟

مجھے اور ہانیہ کو امی اور چچی کے سادہ لباس اور میک اپ سے عاری چہرے تو نظر آ گئے مگر آنکھوں کی وہ چمک نظر نہ آتی جو ابو اور چچا کے نام پر بڑھ جاتی۔ یہ اپنے شوہروں سے ان کی محبت تھی اور شوہروں کا دیا مان..... جو وہ اپنا آپ وار کر ایک مختلف ماحول میں رہ رہی تھیں۔ میں، ہانیہ، عمران اور گڑیا مطمئن بااعتماد، پرجوش بچے تھے تو یہ ہمارے والدین کی آپس میں انڈر اسٹینڈنگ تھی جو وہ بچوں کے مسائل میں مل کر سوچتے اور حل نکالتے۔

☆☆☆

فرح آنٹی کچھ روز قیام کے لیے ہمارے شہر آئیں۔ ہر وقت سیر سپاٹے، ہلا گلا، ہنستی مسکراتی، نک سک سے تیار۔

''آپ کو کبھی ٹینشن نہیں ہوتی فکر پریشانی۔'' میں نے ایک دن پوچھ ہی لیا۔

''نہیں ہنی! چار دن کی زندگی ہے ہنس کھیل کر گزار دو۔'' وہ اپنے تراشیدہ بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں لبوں پر ازلی مسکراہٹ۔

''آپ کو کبھی کسی نے ہرٹ کیا؟'' ثمرہ نے اچانک سوال داغا۔

ایک لمحے کے لیے وہ خاموش ہو گئیں۔ ان کی آنکھوں میں نمی تھی یا میرا واہمہ..... اگلے ہی لمحے وہ پھر سے ہنستے مسکراتے ہوئے چٹکلے بکھیر رہی تھیں۔

کچھ ماہ بعد ان کی بیٹی کی شادی تھی ہم سب مدعو تھے۔ ان کا گھر تھا یا محل..... ہنس مکھ اور پراعتماد بیٹیاں..... میں بے دلی سے گئی تھی مگر وہاں جا کر ایسا جی لگا کہ واپس آنے کو جی نہ چاہا۔

''ممانے ہمارے لیے اسٹرگل کی..... جاب کی..... کبھی کمی نہ ہونے دی۔'' دونوں بہنیں ماں کی قربانیوں کا اعتراف کر رہی تھیں۔

فرح آنٹی بہترین میزبان تھیں۔ ہر مہمان کو پروٹوکول دیتیں۔ دادی اور ہم تو تھے ہی چیف گیسٹ۔

''بھابھی۔ ایاز بھائی کب آئیں گے؟'' کسی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سسرالی نے استفسار کیا۔

''آئیں گے بھی یا نہیں۔'' کسی نے طنزاً کہا۔

''ان شاء اللہ ضرور آئیں گے۔'' متانت کے ساتھ جواب دے کر آنٹی آگے چلی گئیں۔ پرپل ساڑھی میں ان کا سراپا بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

پھر شادی کے سارے فنکشن بخیر وخوبی اپنے انجام کو پہنچے اور اس کا کریڈٹ سب نے حتمی طور پر فرح آنٹی کو دیا۔ مردنامی سہارے کی ضرورت اس موقع پر کتنی ہوتی ہے ان بہنوں نے ذکر کیا تھا نہ آنٹی نے۔ خاندان میں کئی ماہ ان کی بیٹی کی شادی کا تذکرہ ہوتا رہا اور ساتھ یہ تبصرہ ضرور ہوتا۔

''بیٹی کی شادی پر بھی ایاز نہ آیا کیسا باپ ہے۔''

وقت بنا پر لگائے اڑتا ہے سو زندگی رواں دواں تھی۔ میں تعلیم مکمل کر کے اسکول میں پڑھا رہی تھی۔

فرح آنٹی کی دوسری بیٹی کی شادی کا دعوت نامہ ملا .....مصروفیات کی بنا پر میں نہ جا سکی۔ تاہم ہانیہ، گڑیا واٹس ایپ کے ذریعے آپ ڈیٹ کرتی رہیں۔

جیا اور اس کا شوہر ہر کام میں پیش پیش تھے۔

فرح آنٹی کی تیاریاں عروج پر رہیں۔ جب اچانک غلغلہ اٹھا، ایاز انکل اپنی غیر ملکی بیوی اور نوجوانی کو چھوتے دو بیٹوں کے ہمراہ وارد ہوئے تھے۔ سب اس سرپرائز پر حیران تھے۔ کچھ حاسد، آنٹی کے چہرے کو کھوج رہے تھے۔ دکھ، صدمہ .....کم مائیگی یا بے اعتنائی۔ مگر وہاں تو برف جمی تھی۔

''لیزا کب سے پاکستان جانے کی فرمائش کر رہی تھی۔ میں نے سوچا اس سے اچھا موقع کون سا ہوگا۔'' انکل کی مسکراہٹ میں ڈھٹائی تھی۔

لیزا نامی عورت پھیلے پھیلے نقوش کی حامل تھی۔ بیٹے ماحول کو اجنبی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

نازک صورت حال کے پیش نظر جیا اور تابش نے سارا ماحول نارمل کرنے کی سعی کی تھی۔ میزبانوں کا نارمل رویہ دیکھ کر مہمان بھی ایاز انکل اور ان کی فیملی کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے۔ فرح آنٹی .....وہ اس ماحول میں کہیں نہ تھیں..... قصہ مختصر! فریا کی شادی خوش اسلوبی سے ہوگئی۔

ولیمہ سے اگلے دن سنا کر فرح آنٹی کو برین ہیمرج ہوگیا ہے۔ اتنی ہنس مکھ اور ہر بات کو چٹکیوں میں اڑانے والی آنٹی مختلف مشینوں میں جکڑی کسی اور ہی عالم میں پہنچی ہوئی تھیں۔

''میری بچی کو کس بات نے اتنا دکھ پہنچایا.....وہ تو بڑی باحوصلہ تھی۔'' دادی بار بار چادر سے آنسو پونچھ رہی تھیں۔

فریا اور جیا زرد چہروں کے ساتھ ساکت کھڑی تھیں۔ ایاز انکل سنجیدہ تھے۔

''تم بتاؤ، ایاز کیا ہوا تھا.....'' ابو نے رنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔ وہ سر جھٹک کر رہ گئے۔ جیسے اس موضوع پر بات کرنا گوارا نہیں تھا۔

بعد میں فریا نے سسکیوں کے درمیان بتایا۔

پپا نے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پاکستان میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے۔ گھر انکل کے نام تھا جواب اپنے بیٹوں کے نام کر رہے تھے۔ ممانے ایک سوال کیا۔ ''کیا میری کوئی حیثیت، وقعت نہیں..... ساری زندگی تمہارے نام پر بسر کی۔ بیٹیوں کو سمیٹ کر رکھا آخر میں یہ صلہ.....'' ہم دم بخود سن رہے تھے۔ ''پپا نے کہا ''ہاں'' فریا رو پڑی۔ ''اور پھر ممانہ یہ صدمہ سہہ نہ پائیں۔''

تو وہ ہنسنا بولنا..... ہلا گلا اپنے اندر کی وحشت، تنہائی، سناٹا کو دور کرنے کی کوشش تھی۔ وہ خود کو ہنس مکھ اور لاابالی ظاہر کرتی تھیں۔ فیشن میں آپ ڈیٹ..... تو دراصل یہ اس بے رخی اور بے اعتنائی پر قابو پانے کی کوشش تھی جو اپنے شوہر سے ملتی تھی۔ چند دن بعد وہ عازم سفر ہوئیں۔ اپنی تنہائی، دکھ تنہا سمیٹ کر۔

ان کا خاموش مرقد دیکھ کر مجھے یاد آیا۔

''عورتیں بھیس بنا کر رہتی ہیں تاکہ ان کا بھرم قائم رہے.....''

اپنا بھرم ٹوٹنے پر فرح آنٹی خود بھی ٹوٹ گئیں۔ میرے آنسو ان کی قبر کی مٹی میں شامل ہوگئے۔

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint

نگہت عبداللہ

ہوائیں رخ بدل گئیں

حیدر علی اور احمد علی دو بھائی تھے۔ حیدر علی بڑے تھے، چھوٹے بھائی احمد علی کے لیے وہ مشفق باپ تھے۔ احمد علی کا انتقال ہو چکا تھا اور حیدر علی جس حد تک ممکن ہوتا بھاوج اور بچوں کی مدد کرتے ہیں۔

حیدر علی کو ان کے مزاج کے برعکس بیوی ملی تھیں۔ وہ جتنے نرم خو تھے حمیدہ بیگم اسی قدر تیز و طرار اور کسی حد تک بدزبان بھی۔ احمد علی کی بیوی فاخرہ ان ہی کی طرح نرم مزاج اور درگزر کرنے والی تھیں۔

حیدر علی کی تین بیٹیاں سبینہ، خزینہ اور شہرینہ تھیں جبکہ احمد علی کے دو بچے حمزہ اور بیلا تھے۔

سبینہ کی شادی ہو چکی ہے۔ خزینہ اپنے باس تیمور غزنی کو پسند کرتی ہے جبکہ خزینہ کا خالہ زاد شرجیل اس کو چاہتا ہے۔ حمزہ اور شہرینہ کا رشتہ، حیدر علی نے حمیدہ بیگم کی مرضی کے خلاف بھائی کی زندگی ہی میں ان کی کم عمری ہی میں کر دیا تھا جو وقت کے ساتھ ان کے دلوں میں بھی مضبوط ہو چکا ہے۔

حیدر صاحب کا آفس میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو جاتا ہے۔ حمزہ کو جاب مل جاتی ہے لیکن اس کے باس حسان صاحب کی بیٹی ربیکا اس کو پسند کرنے لگتی ہے جو وقتاً فوقتاً حمزہ کو اپنی باتوں سے پریشان کرتی ہے۔

تیمور غزنی اور سارہ کی کوئی اولاد نہیں ہے، سارہ مس کیرج ہونے کی وجہ سے وہ اب کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ سارہ، تیمور سے اپنی دوست زوبی کا بے بی لینے کا کہتی ہے لیکن تیمور اس بات پر دل سے رضامند نہیں ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سونیا کے مشورے پر تیمور دوسری شادی کے لیے سوچنے لگتا ہے اور خزینہ اسے بالکل موزوں نظر آتی ہے لیکن وہ خزینہ سے جھوٹی محبت کا اظہار کرتا ہے اور اسے سارہ کے بارے میں نہیں بتاتا اور کہتا ہے کہ فی الحال گھر والے راضی نہیں ہیں اس لیے وہ خزینہ سے چھپ کر شادی کرے گا اور بعد میں انہیں منالے گا۔ خزینہ تیمور کی محبت میں رضامند ہو جاتی ہے اور حمیدہ بیگم کو بھی اس شادی پر راضی کر لیتی ہے۔ تیمور خزینہ کو ایک الگ فلیٹ میں بیاہ کر لے جاتا ہے۔

ربیکا بیلا کو اغوا کر کے حمزہ کو بلیک میل کرتی ہے اور مجبوراً حمزہ کو ربیکا سے شادی کرنی پڑتی ہے۔ شہرینہ حالات سے

سمجھوتا کر کے اسکول میں ملازمت کر لیتی ہے۔

خزینہ تیمور کے ساتھ خوش گوار زندگی گزار رہی ہے۔ اس کا پہلا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تیمور بچے کو سارہ کی پاس لے جاتا ہے اور خزینہ سے کہہ دیتا ہے کہ بچہ مرا ہوا پیدا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ خزینہ کو کچھ عرصے بعد دوسرے بیٹے سے نواز دیتا ہے تو تیمور کے دل پر سے خزینہ سے اولاد چھین لینے کا بوجھ کم ہو جاتا ہے۔

جہانداد کی ماں نفسیاتی مریضہ ہیں۔ ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق جہانداد ماں کو خوش رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ جہانداد کے اسکول میں شہرینہ ٹیچر ہے۔ شہرینہ کو دیکھ کر جہانداد کے دل میں انجانی خواہشات جنم لینے لگی ہیں۔ جہانداد کی ماں بیمار ہوتی ہیں تو اسکول کی ٹیچرز عیادت کے لیے ان کے گھر جاتی ہیں وہاں شہرینہ کو دیکھ کر جہانداد کی ماں اندازہ لگا کر کہتی ہیں اس لڑکی کے دل میں بڑا درد ہے اور پھر شہرینہ کے آنسو سارے بند توڑ کے بہنے لگتے ہیں۔

انتیسویں قسط

فاخرہ کے جن سوالوں سے بچنے کی خاطر حمزہ گھر سے بھاگا تھا، واپس لوٹا تو فاخرہ ان ہی سوالوں کے ساتھ منتظر تھیں۔

''کیا ہوا۔ کچھ پتا چلا۔ کہاں ہے دلہن؟''

''کہاں جائے گی، اپنے گھر میں ہے۔'' وہ اب پرسکون تھا۔

''اس کا گھر تو یہ ہے بیٹا۔''

فاخرہ کی بات کا اس نے جواب نہیں دیا، تب وہ کہنے لگیں۔

''اسے لے کر کیوں نہیں آئے۔ اپنے ساتھ لے آتے۔''

''نہیں۔ ابھی وہ وہیں رہے گی۔ اس کے باپ نے کہا ہے وہ خود ہی فون کر کے بتائیں گے اور اب آپ مت چلی جایئے گا۔''

''نہیں۔ جب تم ہو آئے ہو تو مجھے کیا ضرورت ہے۔ ویسے اس کے باپ کو تم فون کر کے کہہ دو کہ کل ہر صورت دلہن کو یہاں چھوڑ جائیں کیوں کہ پرسوں بیلا کے سسرال والوں کو میں نے رات کے کھانے کی دعوت دے دی ہے۔'' فاخرہ کی بات سن کر وہ جھنجلا گیا۔

''اتنی جلدی اماں! ابھی کل تو شائمان آ رہا ہے۔''

''ہاں تو، اس کی ماں بھی تو بار بار مجھے فون کر کے بتا رہی ہے کہ شائمان آ رہا ہے..... شائمان آ رہا ہے تو پھر مجھے یہی ٹھیک لگا۔''

''اچھا۔ پھر آپ تائی جان کو بھی بلا لیجیے گا۔''

''انہیں میں نے کل ہی کہہ دیا تھا۔ پھر بھی فون کر دوں گی اور ہاں تم بتاؤ، وہ لوگ اگر شادی کی تاریخ مانگیں تو کیا کہوں؟'' فاخرہ اسی فکر میں تھیں۔

''ظاہر ہے، شادی کرنی تو ہے اور میں بھی اب دیر نہیں کرنا چاہتا۔ پھر بھی میں پہلے شائمان کو دیکھ لوں کہ باہر کی آب و ہوا کا کتنا اثر لیا ہے اس نے۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ کروں گا۔'' اس نے سمجھ داری کی بات کی تھی۔ فاخرہ تائید میں سر ہلانے لگیں۔

''ٹھیک ہے۔ اماں۔ میں اب سونے جا رہا ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''کھانا تو کھا لو.....''

''کھا چکا ہوں۔'' وہ کہہ کر ان کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ چینج کر کے لیٹا تو گو کہ اب وہ

WaqarAzeem
Pakistanipoint

کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا لیکن یہ کہاں ممکن تھا۔ جس طرح ربیکا اسے زچ کر رہی تھی۔ اس سے صرف اس کا ذہن ہی نہیں پورا گھر متاثر ہو رہا تھا اور اب یہ سب اس کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ جانتا تھا، ربیکا اپنے باپ سے یہی کہے گی کہ حمزہ اس کے بنگلے میں شفٹ ہو جائے۔ اس کی یہی ضد تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ کیا میری زندگی اس طرح کھینچا تانی میں گزر جائے گی۔

''نہیں.....'' کتنی دیر بعد فیصلہ کن انداز میں وہ نفی میں سر ہلانے لگا تھا۔

☆☆☆

ثمرہ پر وہ رات بڑی بھاری تھی۔ دھیان مسلسل ربیکا کی طرف تھا کہ جانے اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ حسان صاحب نے تو کہہ دیا تھا، وہ بہت آرام سے ہے لیکن انہیں یقین نہیں تھا۔ وہ اسی وقت ربیکا کے پاس جانا چاہتی تھیں لیکن ایک تو حسان صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ دوسرے ان کے غصے سے بھی خائف تھیں اس لیے بامشکل خود کو روک پائی تھیں۔ بہرحال رات ان کی کروٹیں بدلتے گزری تھی اور اگلے دن حسان صاحب کے آفس جاتے ہی وہ ربیکا کے پاس آ گئیں۔ ان کے انداز میں حد درجہ بے چینی تھی۔

''رابی۔ بیٹا۔ تم ٹھیک تو ہو ناں؟''

''میں ٹھیک ہوں ممی!'' ربیکا اطمینان سے تھی۔

''کیا کیا ہے حمزہ نے تمہارے ساتھ..... مجھے بتاؤ، کیا ستم ڈھایا ہے اس نے تم پر؟ میں اسے بلکہ اس کے پورے خاندان کو ایسا مزا چکھاؤں گی کہ یاد رکھیں گے۔'' ثمرہ دانت پیستے ہوئے آپے سے باہر ہو رہی تھیں۔

''اونو ممی! آپ سے کس نے کہا کہ مجھ پر کوئی ظلم ہوا ہے۔ اتنی جرأت کسی میں نہیں ہے۔ آپ ریلیکس ہو جائیں پلیز، خواہ مخواہ اتنی ڈپریس ہو رہی ہیں۔'' ربیکا نے سر جھٹک کر انہیں بٹھانا چاہا لیکن وہ نہ سمجھنے کے انداز میں بولیں۔

''تو بیٹا۔ تم یہاں.....''

''اپنی مرضی سے آئی ہوں۔'' وہ کندھے اچکا کر آرام سے صوفے میں دھنس گئی۔

''اور حمزہ.....''

''فار گاڈ سیک ممی! آپ کے ذہن پر حمزہ کیوں سوار ہے۔ فی الحال آپ اسے بھول جائیں۔ میں ابھی اس کا نام نہیں سننا چاہتی۔'' ربیکا چڑ گئی تھی۔

''مجھے تمہاری کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔'' ثمرہ صوفے پر ڈھے گئی تھیں۔

''ناسمجھ میں آنے کی کیا بات ہے ممی! سیدھی سی بات ہے۔ مجھے خود اسٹینڈ لینا پڑا۔ ڈیڈی تو لاوارثوں کی طرح مجھے وہاں چھوڑ آئے تھے۔ اس کے بعد آپ خود سوچیں میری وہاں کیا عزت رہ گئی۔ اس لیے میں نے قسم کھالی کہ اب کبھی ڈیڈی کے گھر نہیں جاؤں گی۔'' ربیکا کے اندر کا ابال پھوٹ پڑا۔

''وہ تو ٹھیک ہے بیٹا۔ لیکن.....''

''کوئی لیکن ویکن نہیں..... میرا اب جو دل چاہے گا میں کروں گی۔ جب ڈیڈی نے میری فیور نہیں کی تھی تو میں کیوں ان کی سنوں گی۔ جب مجھے حمزہ کے گھر چھوڑنے گئے تھے تو زیادہ نہیں اتنا تو کہہ دیتے کہ آپ لوگ میری بیٹی کا خیال رکھیے گا۔ نہیں، یہ الٹا ان سے معافی مانگنے بیٹھ گئے تھے۔''

''اف.....'' ثمرہ نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

''آپ کیوں ٹینشن لیتی ہیں۔'' ربیکا زچ ہوئی تھی اور ثمرہ اس سے زیادہ۔

''کیسے ٹینشن نہ لوں۔ ادھر تمہارے ڈیڈی کو اس لڑکے حمزہ نے جانے کیا گھول کر پلا دیا ہے کہ وہ اس کے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خلاف کچھ سننا ہی نہیں چاہتے۔ مزید اس کی ماں کی تعریف کرتے ہیں۔ بڑی سادہ نیک عورت ہے۔ ہونہہ!''

''بری تو میں ہوں ممی! باقی سب اچھے ہیں۔'' ربیکا تلخ ہوگئی۔

ثمرہ قصداً ان سنی کر کے پوچھنے لگیں۔

''اب تم نے کیا سوچا ہے۔''

''یہی کہ حمزہ یہاں آ جائے اور معمولی نوکریوں کے پیچھے خوار ہونے کے بجائے کوئی بزنس کر کے خود کو اسٹیبلش کرے تاکہ ہم اپنی سوسائٹی میں اسے متعارف کرا سکیں۔'' ربیکا نے بڑی لاپروائی سے اپنی سوچ بیان کی۔ ثمرہ گہری سانس کھینچ کر رہ گئیں۔

''یہ ناممکن نہیں ہے ممی!'' ربیکا پھر ہائپر ہونے لگی۔

''میں کب کہا کہ ناممکن ہے البتہ جو طریقہ تم نے اختیار کیا ہے، وہ ٹھیک نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے تم حمزہ کے ساتھ رہ کر اسے قائل کر سکو گی، دور رہ کر نہیں۔''

''آپ کو نہیں پتا ممی! وہ ایسے ہی مانے گا۔ اس گھر میں تو وہ میری کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتا..... اور مجھے اب اس گھر میں جانا بھی نہیں ہے۔ دم گھٹتا ہے میرا وہاں۔''

اس کے حتمی انداز پر ثمرہ نے مزید کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

☆☆☆

شام میں بیلا کے سسرال والوں کی دعوت تھی۔ حمزہ نے اسی حساب سے فاخرہ سے پوچھ کر سارا سامان لا کر دے دیا۔ اس کے بعد وہ سوچ رہا تھا کہ خود جا کر حمیدہ بیگم کو لے آئے کہ تیمور غزنی کا فون آ گیا۔ حمزہ نے بہت عجلت میں کال ریسیو کی۔

''السلام علیکم۔ غزنی بھائی۔ کیسے ہیں آپ؟''

''بس ٹھیک ہوں۔ تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر مصروف نہیں ہو تو کچھ دیر کے لیے آ جاؤ۔'' تیمور غزنی کے ڈھیلے ڈھالے انداز پر وہ ٹھٹک گیا تھا۔

''جی! میں آ جاتا ہوں۔ کہاں، گھر پر.....'' اس نے فوراً ہامی بھر کر پوچھا۔

''نہیں۔ میں یہاں کلفٹن پر ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔'' وہ تیمور غزنی کی پوری بات سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور فاخرہ سے ضروری کام کے ساتھ میں یہ بھی کہا کہ واپسی میں تائی جان کو لیتا آئے گا اور فوراً نکل گیا۔ چھٹی کا دن تھا جب ہی ٹریفک کا زور کچھ کم تھا۔ وہ آرام سے آدھے گھنٹے میں پہنچ گیا۔

تیمور غزنی ہمیشہ سے مختلف کافی ڈسٹرب اور دل گرفتہ لگ رہا تھا، حمزہ نے پہلی نظر میں محسوس کر لیا۔ اور جیسے ہی اس کے سامنے بیٹھا وہ معذرت کرنے لگا۔

''سوری۔ میں نے تمہیں زحمت دی۔''

''شرمندہ نہ کریں غزنی بھائی! آپ جب بلائیں گے میں سر کے بل آؤں گا۔ کہیے کیسے یاد کیا؟'' حمزہ جاننے کو بے چین تھا۔

''وہ اصل میں تمہاری سسٹر خزینہ ناراض ہوگئی ہے مجھ سے۔'' تیمور غزنی نے ابھی اسی قدر کہا تھا کہ وہ ساختہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''تو آپ اسی لیے مجنوں بنے ہوئے ہیں۔''

''ہاں۔'' تیمور غزنی سنجیدگی سے گویا ہوا۔ ''میں اس کے بنا نہیں رہ سکتا اور وہ ہے کہ مجھے دیکھنا بھی نہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

چاہتی۔ میرے میسج کا جواب بھی نہیں دیتی۔ میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ پلیز اسے سمجھاؤ۔ حالانکہ وہ اس بات پر بھی ناراض ہوگی کہ میں نے تمہیں کیوں انوالو کیا۔ اب میں کیا کروں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔''

''اور میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ خزینہ ایسا کیوں کررہی ہے..... وہ تو..... میرا مطلب ہے وہ تو خاصی سمجھ دار لڑکی ہے۔ اس کی ناراضی کی کوئی وجہ تو ہوگی؟'' وہ قدرے رک کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''وجہ وہی ہے جو تم جانتے ہو۔ یعنی میری پہلی شادی..... میں نے خزینہ کو پہلے سے نہیں بتایا تھا اور اب جب اسے معلوم ہوا تو.....'' تیمور غزنی کے چہرے پر مجرمانہ احساس جھلکنے لگا۔

حمزہ قصداً نظریں چرا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ اس کا محاسبہ نہیں کرنا چاہتا تھا نہ اسے الزام دے سکتا تھا کیونکہ ایک تو خزینہ نے اس کے معاملے میں کسی کی نہیں سنی تھی۔ دوسرے اس نے خزینہ کو کوئی کمی نہیں دی تھی اور پھر دوسری شادی کوئی گناہ نہیں تھا۔ وہ افورڈ کرسکتا تھا۔ اس لیے حمزہ نے بہت تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے ویٹر کو بلا کر چائے آرڈر کی پھر تیمور غزنی کو دیکھ کر پوچھنے لگا۔

''خزینہ اب کہاں ہے۔ آئی مین..... کیا وہ آپ کے گھر سے چلی گئی ہے؟''

''وہ تو گھر چھوڑ کر جارہی تھی، لیکن میں نے بہت منت سے اسے روکا تھا کہ وہ گھر اس کا ہے اور میں خود وہاں سے نکل گیا۔ یہ کہہ کر کہ وہ بلائے گی، میں تب ہی آؤں گا۔ نہیں چاہے گی تو کبھی نہیں آؤں گا۔ اور آج دو مہینے ہوگئے ہیں۔ میں اسے روز میسج کرتا ہوں لیکن وہ جواب نہیں دیتی۔ اور ہاں..... میرے فادر اس کے پاس جاتے ہیں وہ یقیناً انہوں نے بھی اسے سمجھایا ہوگا۔ پھر بھی وہ خاموش ہے۔ پتا نہیں کیا سوچتی ہے۔ بہرحال میں اس کے اور ہنی کے بغیر نہیں رہ سکتا..... تم پلیز.....''

تیمور غزنی کی بے بسی اسے ذرا اچھی نہیں لگی۔ بے اختیار میز پر رکھے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''وہ بھی آپ کے بغیر نہیں رہ سکے گی غزنی بھائی! یہ یقین رکھیں۔''

تیمور غزنی کے سینے سے گہری سانس خارج ہوئی۔

''ایک بات بتائیں۔'' حمزہ اس کے سامنے چائے کا کپ رکھ کر پوچھنے لگا۔ ''خزینہ نے آپ کے سامنے کوئی شرط تو نہیں رکھی؟''

''کیسی شرط؟'' تیمور غزنی ٹھٹک کر دیکھنے لگا۔

''وہی جو ایسے موقعوں پر عموماً عورتیں رکھتی ہیں کہ پہلی کو چھوڑ دیں پھر... ؟'' حمزہ خود اندر سے خائف ہوا تھا۔

''نہیں۔ ایسا کچھ کہا تو نہیں تھا اس نے۔ کیا وہ ایسا کہہ سکتی ہے؟'' تیمور غزنی نے نفی کے ساتھ الٹا اس سے پوچھا تو وہ مشکل میں پڑ گیا۔

''پتا نہیں غزنی بھائی۔ بہرحال میں اس سے بات کروں گا بلکہ سمجھاؤں گا اسے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔''

''کیسے پریشان نہ ہوں یار۔ مجھے تو ابھی اس بات نے زیادہ پریشان کردیا ہے کہ اگر خزینہ نے سارہ کو چھوڑنے کی شرط رکھ دی تو.....'' تیمور غزنی الجھ کر کنفی میں سر ہلانے لگا۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا بھائی۔ میں نے تو یوں ہی ایک بات کہہ دی تھی۔ آپ بس تھوڑا انتظار کریں۔ پھر دیکھیے گا خزینہ خود آپ کو بلائے گی۔'' حمزہ بڑی مشکل سے اسے سمجھا پایا تھا۔

☆☆☆

گیٹ شہرینہ نے کھلا تھا اور سامنے حمزہ کو دیکھ کر بلا ارادہ مسکرائی۔

''اندر آ سکتا ہوں؟'' حمزہ کے منہ سے بھی بلا ارادہ نکلا۔
شہرینہ نے ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا پھر گیٹ بند کر کے اس کے ساتھ اندر آئی تو حمیدہ بیگم غالباً پوچھنا چاہتی تھیں کہ کون ہے لیکن حمزہ کو دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔
''السلام علیکم!'' سلام کرتے ہوئے حمزہ کی نظر خزینہ پر پڑی تو بے اختیار بولا۔ ''اچھا ہوا، تم یہیں مل گئیں۔''
''کیوں..... تم کیا میرے گھر جانے کا سوچ رہے تھے؟ خیر، میں اگر یہاں مل گئی ہوں تو میرے گھر کا ارادہ ملتوی مت کرنا، ضرور آنا۔'' خزینہ نے ٹوک کر تنبیہہ بھی کر دی۔
''ضرور آؤں گا۔ ابھی تو میں تائی جان کو لینے آیا ہوں، بلکہ تم بھی چلو۔'' حمزہ نے کہا۔
''ہاں، چچی جان کا فون آیا تھا۔ مجھے جانے میں تو کوئی اعتراض نہیں لیکن ادھر شہرینہ اکیلی ہو گی۔ تم ابھی امی کو لے جاؤ۔'' خزینہ نے عذر نہیں تراشا تھا، اسے واقعی شہرینہ کا خیال تھا۔
''میں اکیلی کیا جاؤں۔ تم دونوں بھی چلو۔'' حمیدہ بیگم نے اٹھتے ہوئے کہا تو شہرینہ حیرت میں گھر گئی۔
''یہ ٹھیک ہے۔ چلو شہری! جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ میں بھی چینج کر لوں۔ حمزہ تم جب تک میرے بچے کے ساتھ کھیلو۔'' خزینہ نے فوراً اٹھ کر ہنی کو حمزہ کی گود میں ڈال دیا پھر شہرینہ کو کھینچتے ہوئے کمرے میں لے گئی۔
حمزہ کو حمیدہ بیگم پر بے طرح پیار آیا، دل چاہا اٹھ کر ان کے گلے لگ جائے۔ یہی تو وہ چاہتا تھا کہ دونوں گھرانے پہلے جیسے ہو جائیں۔ کیا ہوا جو وہ اور شہرینہ ایک نہیں ہو سکے۔ ان کی دکھ سکھ تو ایک تھے۔
بہر حال جب وہ سب کو لے کر گھر آیا تو آگے فاخرہ اور بیلا بھی خوش ہو گئیں۔
''آپ نے تو میرا مان بڑھا دیا بھابھی! میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں۔ اوپر سے یہ حمزہ کب سے نکلا ہوا ہے، اب آ رہا ہے۔'' فاخرہ بوکھلائی ہوئی تھیں۔
''بتا کر تو گیا تھا اماں۔ ضروری کام تھا ورنہ میں پہلے تائی جان کو لے آتا۔ خیر، اب آپ بتائیں کچھ اور منگوانا ہے تو وہ بھی لا دوں۔''
''پہلے کیا کیا لائے ہو۔'' شہرینہ بے اختیار بول کر سٹپٹا گئی۔
''پتا نہیں۔ اماں نے جو کہا تھا لے آیا۔'' حمزہ نے مسکراہٹ دبا کر کندھے اچکائے۔
''میرا خیال ہے، میں دیکھ لیتی ہوں۔ آؤ بیلا۔'' شہرینہ کو وہاں سے کھسکنے کا موقع مل گیا۔
''بہو بیگم نظر نہیں آ رہیں۔'' خزینہ نے اچانک خیال آنے پر ربیکا کا پوچھا۔ لیکن حمزہ قصداً اپنے موبائل میں لگا رہا تب فاخرہ دل گرفتگی سے بولیں۔
''میکے گئی ہوئی ہے۔'' پھر حمزہ سے مخاطب ہوئیں۔ ''حمزہ! میں نے تم سے کہا بھی تھا، دلہن کو لے آنا۔ شام میں مہمان بھی اس کا پوچھیں گے۔''
''اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اماں! اس لیے میں نے رہنے دیا۔'' وہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا کیونکہ ربیکا سے متعلق بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔
حمیدہ بیگم نے اشارے سے خزینہ کو مزید کچھ کہنے سے روک دیا تو اس نے اٹھ کر کچن کا رخ کیا۔
پھر دونوں بہنوں نے مل کر اچھا خاصا اہتمام کر ڈالا۔ شام میں مہمان آئے تو بہت خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ اس کے بعد عید کے چاند میں شادی طے کر کے ہی مہمان رخصت ہوئے تھے۔

☆☆☆

خزینہ اپنے گھر چلی گئی۔ تب شہرینہ یہ سوچ کر جہانداد کے گھر آئی تھی کہ آج وہ ان سے معذرت کے ساتھ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کہہ دے گی کہ آئندہ یہاں نہیں آئے گی۔ یہ نہیں تھا کہ اسے ماں سے یا ان سے ہمدردی نہیں تھی بلکہ وہ بوریت کا شکار ہوگئی تھی۔ پھر ماں جب سوچاتیں تو وہ اتنے بڑے گھر میں پھیلے سناٹے سے گھبرا جاتی تھی۔

''پتا نہیں، لوگ اتنے بڑے گھروں میں کیسے رہتے ہیں۔ وہ اکثر سوچتی تھی، بہرحال ابھی جب وہ آئی تو جہانداد گھر پر تھے۔ وہ کچھ دیر ماں کے پاس بیٹھی پھر جہانداد سے بات کرنے کی غرض سے ان کے کمرے میں نکل آئی۔ عموماً اس وقت جہانداد لیونگ روم میں ہوتے تھے۔ وہ اسی طرف جارہی تھی کہ عقب سے نوری نے پکار لیا۔

''باجی.....'' وہ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

''باجی! صاب کہہ گئے ہیں، ضروری کام سے جارہے ہیں۔ گھنٹے دو گھنٹے میں آجائیں گے۔'' نوری نے بتایا تو وہ خاصی بددل ہوئی۔

''چلے گئے؟''

''جی۔ ابھی گئے ہیں۔ آپ کے لیے چائے لاؤں؟''

''نہیں۔'' وہ واپس ماں کے کمرے میں آگئی۔

ماں حسب عادت دیواروں کو تک رہی تھیں۔ اسے ان پر ترس آیا۔ چند لمحے انہیں دیکھتی رہی پھر ٹی وی کا ریموٹ اٹھا کر ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

''چلیں، آنٹی۔ کوئی فلم دیکھتے ہیں۔ دیکھیں گی ناں؟''

''ہاں۔'' ہاں اثبات میں گردن ہلانے لگیں۔

اس نے ٹی وی آن کیا پھر چینل سرچ کرتے ہوئے فلمی چینل پر رک گئی۔ کوئی وحید مراد کی فلم تھی۔ خوب صورت اور رومانوی سین تھا۔ وحید مراد دلہن کو گاڑی میں لے کر جارہا تھا۔ بیک گراؤنڈ میں گانا بج رہا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

نہ تم ہم سے جدا ہو
نہ ہم تم سے جدا ہیں
رسائی ہوگئی ہے، رسائی ہوگئی ہے

وہ اور ماں بھی بہت شوق سے دیکھنے لگی تھیں۔ پھر ادھر گانا ختم ہوتے ہی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا' ادھر ماں چلانے لگیں۔

''نہیں..... نہیں..... بچاؤ..... بچاؤ..... دیکھو رحیم داد کو..... رحیم داد مر رہا ہے..... نہیں..... بچاؤ..... کوئی اسے بچاؤ..... رحیم داد.....'' دلدوز پکار تھی۔

''آنٹی..... آنٹی.....'' شہرینہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ریموٹ پھینک کر انہیں سنبھالنے کی سعی میں نڈھال ہورہی تھی۔

''مر گیا..... رحیم داد مر گیا.....'' ماں دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے بے ہوش ہوگئیں۔

''یا اللہ.....'' شہرینہ نے بمشکل ان کا سر تکیے پر رکھا پھر ٹی وی بند کر کے کمرے سے نکلتے ہی پکارنے لگی۔

''نوری..... نوری..... زیتون بی بی.....'' دونوں بھاگی آئیں۔

''کیا ہوا بی بی!''

''وہ..... آنٹی کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔ صاحب کو بلاؤ۔'' اس کی اپنی سانس پھول رہی تھی۔

''صاب تو جی..... آپ فون کرلو۔'' نوری نے کہا تو وہ تیر کی سی تیزی سے واپس کمرے میں آئی اور پرس میں سے موبائل نکال کر جہانداد کا نمبر پش کردیا۔

نوری اور زیتون بی بی بھی اندر آ گئیں۔ زیتون بی بی بیٹھ کر ماں کی ہتھیلیاں مسلنے لگی۔
وہ موبائل کان سے لگائے ماں کو دیکھے جا رہی تھی۔
''کیا ہوا ہاجی.....''
نوری نے پوچھا تب اسے احساس ہوا کہ دوسری طرف مسلسل بیل جا رہی ہے پھر نارٹ ریسپانڈنگ کا ٹیپ بجنے لگا تو وہ مزید پریشان ہوگئی۔ دوبارہ، سہ بارہ نمبر ملانے سے بھی یہی ہوا۔ تو مایوس ہو کر وہ ماں کے قریب آئی اور ان کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔ لیکن اسے ایسا کوئی تجربہ نہیں تھا۔
''کیا کروں..... ڈاکٹر منصور.....'' اسے ڈاکٹر منصور کا خیال آیا لیکن اس کے پاس ان کا نمبر نہیں تھا۔
''بی بی..... صاب کو جلدی بلاؤ۔'' زیتون بی بی کی پریشان آواز نے اسے دہلا دیا۔ ماں کو دیکھا ان کی سانس اکھڑ رہی تھی۔
''یا اللہ، یہ فون کیوں نہیں اٹھا رہے۔'' اس نے جہانداد کا نمبر پش کیا پھر فوراً کاٹ کر ایمبولینس کو کال کر دی۔
''آپ..... ہٹ جائیں زیتون بی بی! ایمبولینس آ رہی ہے۔ میں انہیں ہاسپٹل لے جاتی ہوں۔ نوری تم گیٹ پر جاؤ۔ ایمبولینس آئے تو انہیں یہاں لے آؤ۔ زیتون بی بی! آپ میرے ساتھ چلیں گی۔'' اس کا ذہن متحرک ہوگیا۔
ماں کو فوری ایمرجنسی میں لے جایا گیا اور شہرینہ جو اسٹریچر کے ساتھ بھاگ رہی تھی، قریبی بنچ دیکھ کر وہیں ڈھے گئی۔ اس کا دل پتے کی طرح لرز رہا تھا اور اب ذہن بھی ماؤف ہو رہا تھا۔ جب ہی کچھ سوچ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔
زیتون بی بی جو اس کے ساتھ بھاگ نہیں سکی تھی، وہ اب ہانپتی کانپتی آ کر اس کے پاس بیٹھی تو وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
''بی بی کہاں ہیں؟'' زیتون بی بی نے پوچھا تو اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔ ایک دم ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔
''ہائیں.....'' زیتون بی بی دہل گئی۔ کیا ہوا..... کہاں ہیں بی بی.....؟ ٹھیک تو ہیں ناں؟''
وہ بولنے سے قاصر تھی۔ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑنے لگی۔ تب ہی اس کے پرس میں موبائل کی ٹون بجنے لگی۔
''دیکھو۔ فون بج رہا ہے۔'' زیتون بی بی نے اس کا بازو ہلا کر کہا تو اس نے جلدی سے موبائل نکال کر کال ریسیو کر لی۔
''سوری۔ میں میٹنگ میں تھا۔ آپ کی کال آ رہی تھی۔'' دوسری طرف جہانداد معذرت کے ساتھ کہہ رہے تھے۔
اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹکا۔ بے بسی سے موبائل کو دیکھا پھر زیتون بی بی کو موبائل تھما کر اشارے سے بات کرنے کو کہا۔
''ہاں کون؟''
''صاب جی..... وہ جی بیگم صاحبہ کی طبیعت بہت خراب ہے۔ اسپتال لے آئے ہیں۔ ہاں جی... شہرینہ بی بی ساتھ ہیں..... اچھا جی۔''
''لو بی بی! صاب آ رہے ہیں۔'' زیتون بی بی نے موبائل اس کے ہاتھ میں دے دیا پھر پوچھنے لگی۔ ''تم رو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کیوں رہی ہو؟''

''میں اتنی بڑی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی۔ صاحب آئیں تو ان سے کہہ دینا، میں جا رہی ہوں۔'' وہ کہہ کر اٹھنے لگی کہ زیتون بی بی نے اس کا بازو تھام لیا۔

''نہ بی بی! ابھی نہ جاؤ۔ صاب کو تو آنے دو۔''

''تمہارے صاحب ابھی آ جائیں گے۔''

''پھر بھی..... تم ان کے آنے تک رکو۔ ان سے بات کر کے جانا۔'' زیتون بی بی نے اس کے بازو پر گرفت مضبوط کر لی، جیسے اسے بھاگنے نہیں دے گی۔

''کیا بات؟'' وہ الجھی۔

''وہ پوچھیں گے، بیگم صاحبہ کو کیا ہوا تو بی بی میں تو نہیں بتا سکوں گی۔ تم ہی بتانا۔''

''میں.....؟'' وہ پریشان ہو گئی۔ کیا بتائے گی انہیں کہ فلم دیکھتے ہوئے..... ''نہیں۔'' اس کا سر نفی میں ہلنے لگا۔ پھر وہ خائف نظروں سے ایمرجنسی کے بند دروازے کو دیکھنے لگی۔ پتا نہیں اندر ماں کس حال میں تھیں، اسے ڈر لگنے لگا۔ خدانا خواستہ انہیں کچھ ہو گیا تو وہ خود کو کیسے سمجھا پائے گی کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں۔ اس خیال سے وہ پھر رونے لگی کیونکہ وہ نرم دل کی کمزور لڑکی تھی۔ خزینہ کی طرح بہادر نہیں تھی۔

''بی بی! تمہارے رونے سے مجھے ہول اٹھ رہے ہیں۔ سچ بتاؤ بیگم صاحبہ.....''

''کچھ نہیں ہو گا بیگم صاحبہ کو۔'' وہ دانت پیس کر دبے لہجے میں چیخی اور جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر اٹھتے ہی تیز قدموں سے چل پڑی۔ وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی اور لابی سے نکل کر وہ واقعی بھاگنے لگی تھی کہ ایک دم جہانداد سامنے آ گئے۔ اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھ کر ان کا دل ڈوب گیا۔

''ماں.....''

''مجھے معاف کر دیں..... مجھے معاف کر دیں۔'' وہ اپنے آپ میں نہیں رہی تھی۔ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

''کک..... کیا ہوا ہے؟'' انہوں نے بے اختیار اس کے جڑے ہاتھ تھام لیے۔ ''بتائیں، کیا ہوا ہے..... ماں کیسی ہیں؟'

''پتا نہیں..... ایمرجنسی میں ہیں۔ میں نے آپ کو اتنے فون کیے۔ آپ نہیں ملے تو میں انہیں یہاں لے آئی۔ آپ دیکھیں جا کر۔'' وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔

''ہاں چلیں دیکھتے ہیں۔'' وہ عجلت میں اسے بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے لیکن وہ ایک دم اپنے ہاتھ چھڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔

''نہیں..... میں نہیں رک سکتی.....'' اس کے ساتھ ہی وہ گیٹ کی طرف بھاگی۔ جہانداد نے ایک لحظہ رک کر اس کے پیچھے دیکھا پھر جیسے ماں کی پکار نے انہیں کھینچ لیا تھا۔

☆☆☆

حمزہ کے پاس خزینہ کا فون آیا تھا کہ جب وہ فارغ ہو تو اس کے گھر آ جائے، اسے ضروری بات کرنی ہے اور حمزہ تو خود بھی جانا چاہتا تھا کیونکہ اس نے تیمور غزنی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جلد خزینہ کو منا لے گا اور اب خزینہ کے فون سے وہ یہی سمجھا کہ وہ بھی اسی سلسلے میں بات کرے گی۔ اس لیے آفس سے نکل کر وہ خزینہ کے گھر آ گیا۔

خزینہ اسے بٹھا کر کہنے لگی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''مجھے نہیں پتا۔تم آفس سے آکر پہلا کام کیا کرتے ہو۔میرا مطلب ہے چائے، پانی یا کھانا۔جو بھی ہے بلا تکلف کہہ ڈالو۔''

''چائے .....اور اگر برا نہ مانو تو جوتے موزے اتار دوں۔میرے موزوں سے اسمیل نہیں آتی۔'' حمزہ نے کہا تو وہ بے ساختہ ہنسی۔

''آتی بھی ہو تو کیا کر سکتی ہوں۔بہر حال ایزی ہو جاؤ۔میں چائے لاتی ہوں۔''

حمزہ جوتے موزے اتار کر آرام سے ہو گیا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ خزینہ اس سے کس انداز میں بات کرے گی۔البتہ خود کو اس نے باور کرایا تھا کہ وہ بہت تحمل سے اس کی سنے گا اور نرمی سے تیمور غزنی کے حق میں رام کر لے گا۔وہ اسی نہج پر سوچ رہا تھا کہ خزینہ چائے لے کر آ گئی۔وہ کافی اچھے موڈ میں نظر آ رہی تھی۔لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ ذہنی انتشار کا شکار ہو سکتی ہے۔

''وہ تمہارا ننھا منا کہاں ہے؟'' اس نے چائے کا کپ لیتے ہوئے پوچھا۔

''اسے نجمہ خالہ نیچے کمپاؤنڈ میں گھمانے لے گئی ہیں''

''ماشاءاللہ۔کافی شرارتی ہو گیا ہے۔''

''ہاں۔لیکن جب رونے پہ آتا ہے تو چپ ہی نہیں کرتا۔خیر تم سناؤ۔'' خزینہ چائے کا سپ لے کر اسے دیکھنے لگی۔

''بس گزر رہی ہے۔'' وہ بے دھیانی میں بولا اور خزینہ نے یہیں گرفت کر لی۔

''ایسے کیسے گزرے گی۔مطلب چچی جان تمہاری وجہ سے بلکہ تمہارے لیے اتنی پریشان ہیں۔تمہیں ان کا خیال کرنا چاہیے۔'' حمزہ یوں چائے پینے میں مصروف رہا جیسے اس سے ضروری کام اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''سن رہے ہو، میں کیا کہہ رہی ہوں۔'' خزینہ نے تیز ہو کر ٹوکا تو اس نے چائے کا آخری گھونٹ لے کر کپ میز پر رکھا پھر اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

''سن لیا ہے۔تم اماں کی فکر مت کرو۔انہیں خواہ مخواہ پریشان ہونے کی عادت ہے اور ابھی تم وہ بات کرو جس کے لیے تم نے مجھے بلایا ہے۔''

''اسی بات کے لیے بلایا ہے تمہیں کہ تم چچی جان کو مت ستاؤ اور اپنی زندگی کو مذاق مت بناؤ۔یہ مت کہو کہ بس گزر رہی ہے۔'' خزینہ نے خود پر ضبط کرتے ہوئے کہا تو وہ اسے دیکھے گیا کیونکہ وہ تو کچھ اور سمجھا تھا کہ وہ تیمور غزنی سے متعلق بات کرے گی۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔مجھے بتاؤ تم نے کیا سوچا ہے اور تمہاری بیوی کیا چاہتی ہے؟''

''وہ میرے چھوٹے سے گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔وہ چاہتی ہے، میں اس کے ساتھ اس کے بنگلے میں رہوں اور نوکری چھوڑ کر بزنس کروں۔کہاں سے کروں بزنس.....میرے پاس اتنا سرمایہ ہے کیا؟'' وہ جلے دل سے بول رہا تھا کہ خزینہ ہاتھ اٹھا کر کہنے لگی۔

''ایک منٹ۔دیکھو یہ تو ربیکا بھی جانتی ہو گی کہ تمہارے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ سرمایہ وہ فراہم کرے گی، اور میرا خیال ہے اس میں کوئی برائی بھی نہیں ہے بلکہ اچھی بات ہے۔تم اگر مثبت انداز سے سوچو تو تمہاری ہی بھلائی ہے۔بڑے آدمی بن جاؤ گے، کیوں؟'' خزینہ پرشوق نظروں سے اسے دیکھنے لگی اور وہ تاسف سے بولا۔

''مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔''

''کیا مطلب؟''

''یہ سراسر بے غیرتی ہے۔تم مجھے بے غیرت کا سبق مت پڑھاؤ اور تم اماں کی باتوں میں مت آؤ۔اماں کو کچھ پتا نہیں ہے اور تمہیں بھی کچھ پتا نہیں۔''

''پتا ہے.....سب پتا ہے مجھے۔'' خزینہ فوراً بولی۔''یہ بھی پتا ہے کہ ربیکا تمہاری زندگی میں کیسے آئی اور کیوں تم اس سے شادی کرنے پر مجبور ہوئے۔''

''تم.....'' حمزہ نے ایک دم اسے دیکھا پھر فوراً چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔سمجھ گیا تھا کہ شہرینہ راز نہیں رکھ سکی۔

دونوں کے درمیان خاموشی کی دبیز چادر تن گئی تھی۔خزینہ کا مقصد اس پر کچھ جتانا نہیں تھا۔شہرینہ کی طرح وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ وہ اور ربیکا اپنی اپنی ضد چھوڑ کر خوش گوار زندگی گزاریں۔بہرحال کتنی دیر بعد خزینہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''دیکھو حمزہ! میرے خلوص پر شبہ مت کرنا۔بات صرف چچی جان کی نہیں ہے۔تمہاری ڈسٹرب لائف ہم سب کو پریشان کرتی ہے۔اس لیے میں نے تم سے کہا کہ ربیکا کی بات مان لو۔وہ خوش ہو جائے گی تو پھر تم دونوں خوش رہو گے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو خزینہ! ایسا ہو سکتا تھا اگر جو ربیکا میرے ساتھ مخلص ہوتی۔وہ کسی پہلو سے میرے ساتھ مخلص نہیں ہے اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔میں نے خود سنا ہے وہ اپنی دوست سے کہہ رہی تھی کہ ایک بار حمزہ میرے سامنے جھک جائے پھر دیکھنا میں اسے کیسے ٹھوکر مارتی ہوں۔اس کے بعد بھی اگر تم کہتی ہو تو میں.....'' وہ ہونٹ بھینچ گیا۔

خزینہ سناٹے میں اسے دیکھے جا رہی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

☆☆☆

''شہرینہ! اٹھ جاؤ بیٹا۔کب سے پڑی سو رہی ہو۔'' حمیدہ بیگم کہتے ہوئے شہرینہ کے کمرے میں آئیں۔پھر اس کا کندھا ہلاتے ہوئے ٹھٹک گئیں۔''ارے تمہیں تو بخار بھی ہو رہا ہے۔''

شہرینہ آنکھیں کھول کر انہیں دیکھنے لگی۔

''کیا ہوا ہے؟ طبیعت خراب تھی تو آتے ہی بتاتیں،اسی وقت دوا لے لیتے۔خیر ابھی بھی اتنا ٹائم تو نہیں ہوا۔اٹھو،کچھ کھا لو۔پھر ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔'' حمیدہ بیگم اس کی پیشانی پر آئے بال سمیٹتے ہوئے بولیں۔

''نہیں،امی۔ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔میں چائے کے ساتھ ٹیبلٹ لے لوں گی۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''ایسے کیسے ٹیبلٹ لے لو گی۔ڈاکٹر کو.....''

''افوہ امی! میری ہمت نہیں ہے۔'' وہ جھنجلا گئی۔''ٹیبلٹ سے بخار نہیں اترا تو پھر کل چلیں گے۔''

''تم بہت ضدی ہوتی جا رہی ہو شہرینہ! اپنی منواتی ہو۔'' حمیدہ بیگم لوٹ کر جانے لگیں تو اس نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''کہاں اپنی منواتی ہوں امی! میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ معمولی حرارت ہے۔ٹیبلٹ کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ابھی منہ ہاتھ دھوؤں گی۔فریش ہو جاؤں گی۔''

''دیکھتی ہوں۔جاؤ منہ دھو۔میں جب تک چائے بناتی ہوں۔''

''نہیں،آپ رہنے دیں۔میں خود بنا لوں گی۔'' وہ فوراً اٹھ کر واش روم میں بند ہو گئی۔بیسن کا نل کھول کر

جلدی جلدی منہ پر چھپاکے مارے پھر آئینے میں دیکھتے ہوئے اچانک یاد آیا کہ وہ کیسے اور کہاں سے بھاگی تھی۔ ماں کا چیخنا چلانا، پھر ان کی اکھڑتی سانسیں۔

''اف.....'' وہ پھر سہم گئی۔ ''پتا نہیں کیا ہوا ہوگا۔ مجھے رکنا چاہیے تھا۔ نہیں..... میں کیوں رکتی۔ اللہ کرے وہ ٹھیک ہو جائیں۔ نہ ہوئیں تو.....'' وہ گھبرا کر واش روم سے نکل آئی۔ سرہانے رکھا دوپٹا اٹھایا تو موبائل پر نظر پڑی۔

شاید جہانداد نے میسج کیا ہو۔ اس خیال کے ساتھ ہی وہ موبائل اٹھ کر چیک کرنے لگی۔ کسی انہونے خیال سے اس کا دل ڈوبے جا رہا تھا اور ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔

''شہر بینہ! چائے ٹھنڈی ہو جائے گی۔'' حمیدہ بیگم کی پکار پر اس کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر فرش پر جا گرا۔ بیٹری کہیں..... کور کہیں..... وہ سب وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل آئی۔

حمیدہ بیگم لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں۔ چائے کے ساتھ انہوں نے سینڈوچ بھی بنا لیے تھے۔

شہر بینہ نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر اپنے ہاتھوں کی کپکپاہٹ پر قابو پایا پھر بیٹھتے ہی چائے کا کپ اٹھا لیا تو حمیدہ بیگم نے سینڈوچ کی پلیٹ اس کے آگے کر دی۔

''کچھ کھا بھی لو۔''

''بعد میں کھا لوں گی۔ ابھی دل نہیں چاہ رہا۔'' اس کا ذہن اب صرف جہانداد کی ماں کو سوچے جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

''یہ اچانک تمہیں کیا ہو جاتا ہے۔'' حمیدہ بیگم پوچھ رہی تھیں۔ اس نے شاید سنا ہی نہیں تھا، جب ہی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ تب حمیدہ بیگم خود ہی کہنے لگیں۔

''میرا خیال ہے اس بیمار عورت کو دیکھ کر تم بھی بیمار ہو جاتی ہو۔ بس اب چھوڑو وہاں جانا۔ جتنا کر سکتی تھیں کر لیا۔ اب وہ خود ہی دیکھیں۔ سنا..... میں کیا کہہ رہی ہوں۔'' حمیدہ بیگم نے اسے گم صم دیکھ کر ٹوکا۔ تو وہ ایسے ہی کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔

''وہ ٹھیک ہو جائیں گی ناں۔''

''اللہ جانے۔ مجھے کیا پتا۔'' حمیدہ بیگم کا ٹکا سا جواب اسے مزید ہلا گیا۔

''بخار کی ٹیبلٹ ہے تمہارے پاس یا میں دیکھوں۔ تمہارے پاس کہاں ہوگی، ایسی چیزوں کا خیال خزینہ ہی رکھتی تھی۔'' حمیدہ بیگم اپنے آپ بولتے ہوئے اٹھ کر چلی گئیں۔ تو وہ بھی چائے کا کپ رکھ کر اپنے کمرے میں آ گئی، اس کے اندر عجیب سا ڈر بیٹھ گیا تھا۔

خدانا خواستہ جہانداد کی ماں کو کچھ ہو گیا تو وہ ساری زندگی خود کو الزام دیتی رہے گی اور اس الزام کے ساتھ زندہ رہنا بہت مشکل تھا۔

''یا اللہ! انہیں اچھا کر دے۔ میں پھر کبھی ان کے پاس نہیں جاؤں گی لیکن انہیں اچھا کر دے۔'' ماں کے لیے دعائیں مانگتے ہوئے اس کے آنسو چھلک گئے۔ پھر اس نے فرش سے موبائل اٹھا کر سیٹ کیا اور سوچا جہانداد کو فون کر کے ماں کی خیریت معلوم کرے لیکن اس کی ہمت نہیں ہوئی۔

☆☆☆

خزینہ پتا نہیں کہاں تھی اور کیا کر رہی تھی۔ حمزہ کو ہنی کے ساتھ کھیلتے ہوئے کتنی دیر ہو گئی۔ اچانک احساس ہونے پر اس نے ٹائم دیکھا۔ شام کے آٹھ بج گئے تھے۔ تب وہ وہیں سے پکار کر بولا۔

''خزی..... میں جا رہا ہوں بھئی۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ایک منٹ۔'' وہ وہیں سے بولی پھر بھاگتی ہوئی آئی۔ ''آرام سے بیٹھو۔ بس دس منٹ میں کھانا تیار ہو جائے گا۔''

''کھانے وانے کا تکلف مت کرو۔ کافی دیر ہو گئی۔ اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔'' وہ بنی کو نیچے بٹھا کر اپنے جوتے موزے دیکھنے لگا۔

''کوئی مسئلہ نہیں۔ چچی جان کو فون کر کے بتا دو، تم میرے ہاں ہو۔ وہ اطمینان سے ہو جائیں گی اور یہ طے ہے کہ میں تمہیں کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دوں گی۔'' وہ پورے استحقاق سے بولی۔

''اچھا تو ایسا کرو، غزنی کو فون کر کے بلا لو۔ کھانا ہم ساتھ کھائیں گے۔'' حمزہ کو موقع مل گیا۔

''نہیں..... وہ نہیں آئیں گے۔'' خزینہ کہہ کر پلٹنے لگی کہ وہ بول پڑا۔

''کیوں نہیں آئیں گے۔ تم بلاؤ گی تو ضرور آئیں گے بلکہ بھاگے آئیں گے۔''

''ایسا کچھ نہیں ہے۔ تم واش روم جاؤ، منہ ہاتھ دھو۔ میں جب تک کھانا لگواتی ہوں۔'' خزینہ پھر جانے لگی۔

''ابھی نہیں۔ غزنی آ جائیں گے پھر کھانا۔'' وہ بھی اڑ گیا۔

''حمزہ.....'' وہ جانے کیا کہنا چاہتی تھی کہ حمزہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''سنو، اتنا مت تڑپاؤ اسے۔ وہ بہت پریشان ہے۔''

''کیا مطلب؟'' خزینہ ٹھٹکی۔

''مطلب..... جیسے تمہیں سب پتا تھا، ویسے مجھے بھی سب پتا ہے۔'' اس کی معنی خیز مسکراہٹ سے خزینہ سٹپٹا گئی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''تمہیں غزنی نے.....''

''نہیں۔ میں بہت پہلے سے جانتا ہوں۔ غالباً تمہاری شادی کے کچھ ہی عرصے بعد مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ پہلے سے..... بہر حال.....'' وہ تفصیل سے کترا کر کہنے لگا۔ ''یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے، وہ افورڈ کر سکتا ہے اور بڑی بات یہ کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔''

''تم اس کی فیور کر رہے ہو۔'' وہ تیکھے انداز میں بولی۔

''تمہاری فیور کروں تو کیا کہوں، چھوڑ دو اسے۔ نہیں خزینہ! ایسی غلطی کا کبھی سوچنا بھی مت۔ اس نے تم سے شادی کی ہے، کوئی گناہ نہیں کیا۔ ورنہ پیسے والے آدمی صرف فلرٹ کرتے ہیں۔ غزنی بھی اگر فلرٹ کرتا تو تم کیا کر لیتیں۔'' وہ بہت طریقے سے اسے گھیر رہا تھا کہ وہ تنگ پڑ کر بولی۔

''بہر حال، اس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔''

''دھوکا مت کہو۔ مصلحتاً اس نے تمہیں پہلے سے نہیں بتایا ہوگا کیونکہ پھر اسے بہت جھوٹ بولنے پڑتے۔ جیسے عموماً ایسے موقعوں پر مرد کہتے ہیں کہ میری بیوی پاگل ہے، نفسیاتی مریضہ ہے یا ہمیشہ بیمار رہتی ہے۔ اس لیے وہ دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں تو شاید ان ساری باتوں سے بچنے کی خاطر.....''

''اچھا بس.....'' وہ ٹوک کر بولی۔ ''جاؤ۔ منہ دھو۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔''

وہ دونوں بازو سینے پر لپیٹ کر کھڑا رہا۔

''حمزہ.....'' وہ زچ ہوئی۔ ''میں تمہارے سامنے غزنی کو نہیں بلاؤں گی۔''

''پھر..... جلدی بتاؤ، کب بلاؤ گی۔ بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ الرٹ ہو گیا۔

''بس بلا لوں گی۔'' وہ کہہ کر تیزی سے چلی گئی تو حمزہ بھی جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر کھانے کی میز پر آ گیا۔

خزینہ سالن کی ڈش لے کر آئی تو پوچھنے لگی۔
''تم نے چچی جان کو فون کر دیا۔''
''ہاں۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ کھانا کھا کر آؤں گا۔''
''چلو شروع کرو۔'' وہ بیٹھ گئی۔
''یہ سالن تم نے بنایا ہے۔'' وہ اپنی پلیٹ میں سالن نکالتے ہوئے پوچھنے لگا۔
''نہیں۔ بس خالہ کا ہاتھ بٹایا ہے۔ ویسے میں خود بھی بناتی ہوں۔ یہ مت سمجھنا کہ میں سارا وقت آرام ہی کرتی رہتی ہوں۔''
''پتا ہے، تم بہت ایکٹو ہو۔ ہر کام جلدی کرتی ہو۔ اب غزنی کو بھی جلدی کال کرنا۔'' وہ کھانے میں مصروف ہو کر بولا۔
''پہلے یہ بتاؤ، جب تمہیں بہت پہلے غزنی کی شادی کا پتا چل گیا تھا تو تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔ بتانا چاہیے تھا ناں۔'' وہ شاکی ہوگئی۔
''کیوں بتانا چاہیے تھا۔ اول تو میرا خیال تھا تمہیں پتا ہوگا۔ دوئم میں نے سوچا اگر تمہیں نہیں پتا تو بھی میرے منہ سے بات نہیں نکلنی چاہیے کیونکہ پھر غزنی کہتے سالے نے پول کھول دیا۔'' وہ کہہ کر خود ہی ہنسنے لگا۔
''تم مرد سارے ایک جیسے ہوتے ہو۔'' خزینہ نے دانت پیسے۔
''شکر ہے، عورتیں ساری ایک جیسی نہیں ہوتیں۔'' وہ ابھی بھی محظوظ ہو رہا تھا۔
خزینہ نے سر جھٹکا پھر پوچھنے لگی۔
''اچھا یہ بتاؤ، وہ کیسی ہے؟''
''کون.....؟'' حمزہ نے سر اونچا کر کے اسے دیکھا پھر ایک دم سمجھ کر ہنسنے لگا۔
''کم آن خزینہ! تم بھی عام عورتوں کی طرح..... وہ کیسی ہے..... کالی، گوری، موٹی بھدی یا..... چھوڑو ان باتوں کو۔ وہ جیسی بھی ہے، تم سے اچھی نہیں ہے۔''
''بہر حال۔ خاندان میں اور کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔'' وہ اب حمزہ کی طرف دیکھ نہیں رہی تھی پھر بھی حمزہ نے سر ہلا دیا تھا۔

☆☆☆

جہانداد اپنا ہوش بھلائے ہوئے تھے۔ تین دن سے ماں آئی سی یو میں تھیں اور وہ گو کہ ان کی پٹی سے لگ کر تو نہیں بیٹھ سکتے تھے لیکن وہاں سے ہلے بھی نہیں تھے۔ مستقل لاؤنج میں ڈیرہ جمائے ہوئے تھے۔ نہ دن کا چین، نہ رات کا آرام..... جس سے ان کی اپنی حالت غیر تھی۔ لیکن انہیں اپنی پروا نہیں تھی۔
ڈاکٹر منصور جب بھی اس طرف آتے، انہیں یہی کہتے کہ وہ گھر جا کر آرام کریں۔ ماں اب بہتر ہیں۔ وہ ڈاکٹر کی بات بس سن لیتے۔
اس وقت ڈاکٹر منصور انہیں زبردستی اٹھا کر کیفے ٹیریا میں لے آئے اور سینڈوچ کھلانے میں بھی انہیں زبردستی کرنی پڑی۔ پھر چائے کا دوسرا کپ انہیں تھما کر کہنے لگے۔
''دیکھو جہانداد۔ تم اپنے ساتھ ظلم کر رہے ہو۔ اپنا خیال نہیں رکھو گے تو ماں کو کیسے دیکھ پاؤ گے۔''
''ماں کو اب تک ہوش کیوں نہیں آیا۔'' وہ بہت متوحش تھے۔
''ماں بے ہوش نہیں ہیں۔ انہیں ڈوز دے کر سلایا جا رہا ہے۔'' ڈاکٹر منصور نے بتایا تو وہ بے چین ہو گئے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''کیوں؟''

''کیونکہ وہ اس وقت میں پہنچ گئی ہیں، جب رحیم داد کی ڈیتھ ہوئی تھی اور یہ خطرے کی بات نہیں ہے۔ بس یہ ہے کہ رحیم داد کی موت کا صدمہ اتنا شدید ہے کہ وہ سہارہ نہیں پا رہیں۔ جیسے آہستہ آہستہ صبر آتا ہے تو وہ بھی آہستہ آہستہ ہی خود کو سمجھا پائیں گی۔ اس کے بعد وہ ان شاء اللہ بالکل نارمل ہو جائیں گی۔''

''اللہ کرے۔ لیکن ڈاکٹر یہ ہوا کیسے؟''

''یہ تو ہونا ہی تھا۔ میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ کبھی اچانک انہیں رحیم داد کی ڈیتھ یاد آ جائے گی اور وہ یہی سمجھ رہی ہیں کہ رحیم داد کی ڈیتھ ابھی ہوئی ہے۔ تو اب تمہیں اسی حساب سے انہیں سنبھالنا ہے۔ سمجھ رہے ہو ناں۔''

''ہوں۔'' وہ پرسوچ انداز میں اثبات میں سر ہلانے لگے۔

''سمجھ رہے ہو تو اب خود کو اسی حساب سے تیار کرو۔'' ڈاکٹر منصور زور دے کر کہنے لگے۔ ''میرا مطلب ہے گھر جاؤ، کچھ آرام کرو۔ پھر گھر کا ماحول ایسا بناؤ جیسے رحیم داد کے ساتھ کو دو چار دن ہی ہوئے ہوں۔ کیونکہ ماں یہی سمجھیں گی، پھر صرف تم ہی ہو جو انہیں سنبھالو گے اور ہاں، ملازموں کو بھی سمجھا دو۔ اب تم جاؤ گے یا میں تمہیں گھر تک چھوڑ آؤں۔''

''نہیں..... میں.....'' وہ اسی قدر کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ماں کی فکر مت کرنا۔ ان کے پاس میں ہوں ناں۔'' ڈاکٹر منصور انہیں تسلی دیتے ہوئے گیٹ تک ان کے ساتھ آئے تھے۔ اور جب تک وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے بڑھا نہیں لے گئے، وہیں کھڑے رہے۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تیمور غزنی نے ریسٹ واچ پر ٹائم دیکھا۔ ساڑھے چار ہو رہے تھے۔ اس نے فائل بند کر کے ایک طرف رکھی پھر سیل فون اٹھا کر روزانہ کی طرح خزینہ کو میسج سینڈ کیا۔

''ایک کپ کافی ملے گی؟''

چند لمحوں بعد ہی اس کے سیل پر میسج ٹون بجی تو چونکنے کے ساتھ اس نے فوراً موبائل اٹھایا۔

''صرف کافی یا کچھ اور بھی.....'' خزینہ کا میسج تھا۔

''او گاڈ.....'' اس نے شکر کا سانس کھینچا پھر فوراً ریپلائی کیا۔

''کچھ ہلکا پھلکا۔''

''اچھی بات ہے، آ جاؤ۔''

خزینہ کے جواب نے اس کے اندر بجلی بھر دی تھی۔ گاڑی کی چابی گو کہ سامنے ہی رکھی تھی لیکن وہ بوکھلاہٹ میں ادھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا۔ پھر جیسے ہی چابی پر ہاتھ پڑا، وہ لے کر تیزی سے نکلا اور ایسے ہی اس نے اسپیڈ سے گاڑی بھگائی تھی۔ لیکن جب اپارٹمنٹ کی سیڑھیاں چڑھنے لگا تب اس کے قدم سست پڑ گئے کیونکہ اچانک حمزہ کی بات یاد آئی تھی کہ خزینہ نے کوئی شرط تو نہیں رکھی اور گو کہ اس نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا لیکن وہ سوچ کر خائف ہو رہا تھا۔ دروازے پر رک کر اس نے خود کو سہارا دیا پھر بیل کا بٹن پش کر دیا۔

تین منٹ بعد دروازہ خزینہ نے کھولا اور فوراً واپس پلٹ کر لاؤنج میں رک گئی۔

تیمور غزنی نے اندر داخل ہو کر اپنے پیچھے دروازہ بند کیا پھر اس سے قدرے فاصلے پر رک کر بولا۔

''منہ موڑنا تھا تو بلایا کیوں۔''

خزینہ پوری اس کی طرف گھومی تو اس نے نظریں جھکا لیں۔ مجرمانہ سا انداز تھا اور یوں جیسے ابھی اسے سزا

سنائی جائے گی۔

''ایسے کیوں کھڑے ہو؟'' خزینہ نے ٹوکا تو وہ اسی طرح نظریں جھکائے ہوئے بولا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''کس سے؟'' خزینہ نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔ وہ سر کھجانے لگا۔

''بتاؤ۔ کس سے ڈر لگ رہا ہے۔ مجھ سے..... میں ڈریکولا ہوں کیا؟'' خزینہ نے قصداً جارحانہ انداز اختیار کیا۔

''نہیں..... وہ.....'' اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔

''اچھا۔ جاؤ، پہلے منہ ہاتھ دھو۔ میں کافی لاتی ہوں۔'' خزینہ کہہ کر جانے لگی کہ وہ بول پڑا۔

''نہیں رکو۔ پہلے ایک بات بتاؤ۔''

''کیا.....؟'' خزینہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''تم ناراض تو نہیں ہو ناں؟'' تیمور غزنی نے جیسے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

خزینہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر فقط ایک لفظ بولی۔

''نہیں۔''

''اسے چھوڑنے کو بھی نہیں کہو گی ناں؟'' اصل بات اب اس کے منہ سے نکلی تھی۔ خزینہ فوراً سمجھ کر پوچھنے لگی۔

''کہوں گی تو کیا چھوڑ دو گے اسے؟'' تیمور غزنی ساکت ہو گیا۔

''ہونہہ۔'' خزینہ کے سینے میں تلخ ہنسی دم توڑ گئی تھی پھر پوچھنے لگی۔

''بہت چاہتے ہو اسے؟''

''چاہتا تھا..... جب تم میری زندگی میں نہیں آئی تھیں۔ تمہارے وجود سے مجھے اپنے مکمل ہونے کا احساس ملا تو میں سب بھول گیا۔ یاد ہو تو صرف تم۔'' وہ دھیرے دھیرے بولتے ہوئے اس کے قریب آ رہا تھا۔ ''شاید تم میرا اعتبار نہ کرو خزینہ! لیکن یہی سچ ہے کہ جب میں تمہارے پاس ہوتا ہوں تو مجھے اس کا خیال بھی نہیں آتا اور اس کے پاس میں اکیلا نہیں جاتا۔ میرے ساتھ..... میرے دھیان میں تم ہوتی ہو۔''

خزینہ اس کے لہجے اور آنکھوں سے چھلکتی سچائی دل پر محسوس کر رہی تھی۔

''میں تمہارا ہو خزی..... دل و جان سے تمہارا ہوں۔ مجھ سے پھر کبھی منہ مت موڑنا۔ مر جاؤں گا۔''

''غزنی!'' خزینہ نے بے اختیار اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا پھر اس کے سینے میں منہ چھپا کر رو پڑی۔

تیمور غزنی نے اسے ٹوکا نہیں۔ اس کے بالوں پر ٹھوڑی ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ شانت ہو رہا تھا۔

☆☆☆

''حمزہ!'' فاخرہ پکارتے ہوئے حمزہ کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ ''تمہیں کچھ احساس ہے کہ نہیں..... بیلا کی شادی طے کر چکے ہو پھر اتنے آرام سے کیسے ہو۔ کیا خالی ہاتھ بہن کو رخصت کرو گے۔''

''خالی ہاتھ کیوں..... سب دوں گا۔ جو آپ نے سوچا ہے اور جو نہیں سوچا وہ بھی۔'' اس نے زور دے کر کہا تو فاخرہ اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

''تو بیٹا، کیسے ہو گا سب۔ گھر بیٹھے بیٹھے تو نہیں سب آ جائے گا۔''

''گھر لانے کی کیا ضرورت ہے اماں۔ میں نے الیکٹرونکس آئٹمز اور فرنیچر بک کرا دیا ہے، وہ وہیں سے بیلا کے سسرال چلا جائے گا، باقی آپ بتائیں۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''زیور.....'' فاخرہ نے اسی قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑا۔
''دیکھیں اماں! زیور اور کپڑوں وغیرہ کا مجھے کوئی تجربہ نہیں۔ اس لیے آپ خزینہ کو بلا لیں اور اس کے ساتھ جا کر جو خریداری کرنی ہو، کر لیں۔ بیلا کو بھی ساتھ لے جایئے گا، وہ خود پسند کر لے گی۔''
''وہ تو ٹھیک ہے لیکن.....''
''کیا لیکن؟'' فاخرہ کے پرسوچ انداز پر اس نے فوراً ٹوکا۔
''تم خزینہ کو بلانے کا کہہ رہے ہو، دلہن کو کیوں نہیں لے آتے۔ وہ یہ سب کرتی تو اچھا لگتا۔'' فاخرہ کہہ کر پھر اس کی منت کرنے لگیں۔ ''لے آؤ بیٹا! گھر کی خوشی ہے، اسے ہی سب کرنا چاہیے۔ اپنے ہاتھوں سے نند کو سجائے پھر رخصت کرے۔ جاؤ بیٹا..... لے آؤ دلہن کو۔''
فاخرہ نے اس کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگایا تو اس نے ان کا ہاتھ اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ گویا خود پر ضبط کیا تھا۔ فاخرہ جانے کیا سمجھیں، روہانسی ہو گئیں۔
''آخر تم نے کیا سوچا ہے بیٹا؟''
''میں کیا سوچوں گا اماں۔ وہ نہ آنا چاہے تو میں کیا کروں۔'' وہ زچ انداز میں بولا۔
''کیوں نہیں آنا چاہے گی۔ بیوی ہے تمہاری۔ آرام سے، پیار سے منا کر لاؤ گے تو ضرور آئے گی۔ جاؤ میرا بیٹا۔'' فاخرہ کے پچکارنے پر اس نے ان کا دل رکھنے کی خاطر ہامی بھری۔
''ٹھیک ہے، چلا جاؤں گا۔''
''چلا جاؤں گا نہیں۔ ابھی جاؤ۔'' فاخرہ یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی تھیں۔
وہ فوراً کچھ نہیں بولا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنا موبائل فون اٹھایا اور ایک نمبر پش کر کے کان سے لگا لیا۔
فاخرہ ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھے گئیں۔ پھر کال ریسیو ہونے پر وہ بولا۔
''ہاں خزینہ! اماں کہہ رہی ہیں ریکا کو لے آؤ۔ کیا تم میرے ساتھ چل سکتی ہو۔ نہیں ابھی..... کہو تو میں تمہیں پک کر لوں..... ٹھیک ہے، میں آ رہا ہوں۔''
اس نے لائن کاٹ کر فون جیب میں ڈالا تو فاخرہ بے صبری سے پوچھنے لگیں۔
''کیا کہہ رہی ہے خزینہ! جائے گی تمہارے ساتھ؟''
''جی۔''
''یہ ٹھیک ہے۔ خزینہ کو لے جاؤ۔ وہ ماشاءاللہ بہت سمجھ دار ہے۔ دلہن کو سمجھا بجھا کر لے آئے گی اور دیکھو، تم غصہ مت کرنا۔''
''نہیں کروں گا۔ اب مجھے جانے دیں۔ خزینہ کو بھی لینا ہے۔''
وہ اٹھ کھڑا ہوا تو فاخرہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر خود کو مزید کچھ کہنے سے روکا۔ پھر اس کے جاتے ہی دوپٹا پھیلا کر اس کی خوشیوں کی دعائیں مانگنے لگیں۔

(آخری قسط ان شاءاللہ اگلے ماہ)

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سمیرا غزل صدیقی

ندامت

آج حوریہ کی دوسری سالگرہ تھی شام میں اس نے اپنی امی وغیرہ کے لیے ہلکی پھلکی دعوت کا اہتمام کرر کھا تھا سو کام تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا اوپر سے سونے پہ سہاگا اس کی ساس اپنی بہن کی ناسازی طبیعت کا سن کے بھاگی بھاگی عیادت کو چلی گئی تھیں اوپر سے صبح سے ہی حوریہ نے اس کی ناک میں دم کرر کھا تھا مجال تھا کہ یہ لڑکی ایک منٹ کو جو بیٹھ جائے۔

"حوریہ میری جان یہاں سے ہٹو چولہا جل رہا ہے بیٹا ہاتھ جل جائے گا۔"

دال میں بگھار لگاتے ہوئے آئمہ نے حوریہ سے لائٹر چھین کے سلیب پر رکھا۔

وہ ایسی ہی تھی اماں کے پیچھے پیچھے گھومنے والی۔

چاول کو دم لگاتے ہوئے اس نے اک نظر کچن سے ملحق صحن میں لگی وال کلاک پر ڈالی جو ایک بجنے کا عندیہ دے رہی تھی۔

"شکر ہے کھانا تیار ہو گیا امی ابو آتے ہی ہوں گے پھر آرام سے شام کا کام بھی نمٹا لوں گی۔

اس گھر کا شروع سے دستور تھا صبح سات بجے ناشتا، دوپہر ایک بجے دوپہر کا کھانا اور رات نو بجے رات کا کھانا اور اب شادی کے تین سال بعد وہ اس روٹین کی عادی ہو چکی تھی۔

"بس بیٹا...... بس دو منٹ رک جاؤ دودھ ابلنے والا ہے پھر آپ کو ٹھنڈا کر کے دے دیتی ہوں۔"

چولہا ہلکا کر کے اس کے ہاتھ پیاز کاٹنے میں مصروف تھے بغیر سلاد کے یہاں کوئی کھانا نہیں کھاتا تھا مگر یہ بات اس معصوم بچی کو کون سمجھاتا جو نہ اپنی ریں ریں بند کر رہی تھی نہ کچن سے جانے کو تیار تھی اسے تو بس ماں کی گود چاہیے تھی اور دودھ۔ بھوک سے بچی بلبلا رہی تھی۔

"مما...... ہاتھ...... مما......" حوریہ بڑی ہی زور سے چلائی۔

پیاز دھوتے اس کے ہاتھ وہیں ساکت ہو کے رہ گئے تھے اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا اور اگلا منظر اس کا دل دہلا دینے کے لیے کافی تھا۔ آئمہ کے بار بار ڈانٹنے اور ہٹانے کے باوجود حوریہ نے چولہے میں ہاتھ دے دیا تھا اور اسی وقت دودھ ابلا تھا۔ ابلتے ہوئے دودھ نے حوریہ کا ہاتھ جلا دیا تھا۔ لمحے کے سیکنڈ ویں حصے میں اس نے ٹھنڈے پانی میں حوریہ ہاتھ ڈالا۔ ٹھیک اسی لمحے اس کے ساس سسر گھر میں داخل ہوئے تھے سامنے کا منظر ان کے لیے بھی صدمے سے کم نہ تھا۔ دونوں نے جلدی سے بچی کو گود میں لیا اور آئمہ کو حوصلہ دیتے ہوئے حوریہ کو اسپتال لے گئے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"وقت سب کا آتا ہے، بچے سب کے ہوتے ہیں، انسان کے اندر انسانیت ہونی چاہیے اگر تم اندھی بہری گونگی بن گئی ہو تو آج میرے بھی دل سے تمہارے لیے بددعا ہی نکلتی ہے کہ اللہ وہ وقت تم پر ضرور لائے۔ کسی کی آہ و پکار کی بازگشت تھی جو اس کے کانوں میں سائیں سائیں کر رہی تھی۔

"نہیں...... نہیں یہ وہ وقت...... نہیں۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگاتی زور سے چیخی، مگر وہ بازگشت مزید تیز ہوتی چلی جا رہی تھی۔

☆☆☆

میں جب شادی ہو کے اس گھر میں آئی تھی سب کے لبوں پر بس ایک ہی گردان رہتی تھی سلمٰی بھابھی...... سلمٰی بھابھی ساس کیا سسر کیا دیور بھی بس ان کے ہی گرویدہ رہتے تھے بریانی پکے گی تو وہ پکائیں گی۔ دعوت ہو گی تو کھانا وہ پکائیں گی۔ وہ سارا دن کچن میں لگی رہتیں اور ان کے بچے ساس سے چپکے

رہتے۔

''امی۔روحان نے پوٹی کردی ہے ذرا دھلادیں میرا سالن جل رہا ہے۔'' وہ آواز لگاتیں اور ساس صاحبہ فوراً اپنے لختِ جگر پوتے کو باتھ روم لے جاتیں۔ میں تو جیسے صرف جھاڑو برتن کے لیے ہی رہ گئی تھی جیسے۔ کبھی کچھ پکا بھی لیتی تو ہر کوئی یہی کہتا۔

''ارے امی۔ سلمٰی بھابھی سے پکوالیتیں نا۔''

ہر وقت ایک ہی گردان سن سن کے مجھے فطری طور پر ان سے حسد اور نفرت سی ہونے لگی تھی۔ میں جہاں امی کو کسی کام سے آواز لگاتی وہ اپنے بیٹے روحان کو لاتھماتیں اور یوں امی میرا کام بھول کے پوتے میں لگ جاتیں۔

سلمٰی بھابھی ان دونوں امید سے تھیں بہت جلد ان کی گود پھر سے بھرنے والی تھی۔ ان کے بچے آپریشن سے ہی ہوتے تھے۔ میرے لیے یہ ایک گولڈن چانس تھا اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے کا۔ سلمٰی بھابھی نام کا کانٹا بستر پر ہوتا اور اس گھر کا نظام میرے ہاتھوں میں۔ مگر یہاں بھی میری بدقسمتی ہی مقدر ٹھہری تھی۔ سلمٰی بھابھی کی بیٹی کو سانس کے مسائل کی وجہ سے فوراً نومولود کے آئسولیشن وارڈ میں منتقل کردیا گیا تھا۔ پورا گھر بس اسپتال کا ہی ہو کے رہ گیا تھا۔

''ارے بھئی ایک بندہ رک جائے ضروری ہے سب کا رکنا۔'' میں گھر میں اکیلی بولا کے رہ جاتی تھی۔ سلمٰی بھابھی گھر آگئی تھیں لیکن بچی کو کچھ روز اسپتال میں رکھنا ضروری تھا۔

''اچھا ہے اب، اکیلی پڑی رہیں۔ اکیلے پن کا مزہ چکھیں۔'' ان کو اکیلا پڑا دیکھ کر اندر میرا دل بڑی ہی کمینگی سے مسکراتا تھا۔ میں ان کے کمرے میں جھاڑنگنے تک نہ جاتی تھی۔ نجانے مجھے کیوں ایسا لگتا تھا کہ انہیں جان بوجھ کے اچھا بننے کا شوق تھا اور اس چکر میں انہوں نے خود اچھا بن کے کبھی مجھے اچھا نہ بننے دیا۔ میرا دل کرتا تو روٹی پکا کے انہیں دے آتی نہیں کرتا تو رات کی بچی کھچی روٹی گرم کرکے دے دیتی۔ وہ بولتی تو کچھ نہیں لیکن ان کی آنکھوں سے مجھے خوف آنے لگا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کا بس چلے تو مجھے کچا چبا جائیں۔ لیکن فی الحال وہ میرے ہی رحم و کرم پر تھیں۔ کچھ ہی دنوں میں ان کی بیٹی ملائکہ صحت یاب ہو کے گھر آگئی تھی ساس الگ خوش تھیں کہ بچی خیر سے ہے اور چھوٹی بہو نے گھر سنبھال رکھا ہے۔ سلمٰی بھابھی نے ایک بار بھی ساس سے میری شکایت نہ کی تھی۔

''ہونہہ..... مہان بننے کے شوق جو ٹھہرا ہے۔ محترمہ کو۔'' میں بڑی ہی کمینگی سے مسکراتی۔

روحان تنگ کرتا تو ڈانٹ کے سلمٰی بھابھی کے

پاس چھوڑ آتی ساس کو سبزی بنانے میں لگا دیتی۔

"اب مزا آئے گا نا سنبھالیں خود ہی اپنے بچے۔ تکلیف ہو یا کچھ بھی۔" ٹانگوں کی دھن سے انہیں مشکل سے اٹھتا دیکھ کے مجھے اور مزا آتا۔

وقت رکتا نہیں ہے وہ بھی جلد ہی اپنے پیروں پر کھڑی اپنا کام سنبھال چکی تھیں لیکن اب ساس نے دونوں کا ایک ایک دن کا کام باندھ دیا تھا ایک دن وہ کام کرتیں ایک دن میں۔ لیکن میں نے نوٹ کیا تھا کہ سلمیٰ بھابھی میری باری میں کچھ بھی سمیٹتی نہیں تھیں بلکہ اور میرا کام پھیلا کے چلی جاتی تھیں یہاں سے ہم دونوں کی سرد جنگ کا آغاز ہو چلا تھا۔ اگر وہ پھیلاتیں تو میں اگلے دن ان سے زیادہ پھیلاتی۔ خیر سے میں بھی امید سے تھی مجھے بھوک بہت لگتی تھی سارا دن میں بھی کچھ نہ کچھ کھا کے ان کی باری میں پھیلاتی رہتی تھی۔ نتیجتاً وہ مجھے روکنے ٹوکنے لگی تھیں اور یوں میں الٹا ان کے اوپر ہی چڑھ جاتی تھی۔ اپنے میاں کے دل میں بھی جیسے تیسے میں نے یہ بات گانٹھ باندھ دی تھی کہ بھابھی مجھ سے جلتی ہیں وہ نہیں چاہتیں کہ ساس سسر ان کے بچوں سے زیادہ کسی کو اہمیت دیں یا کوئی ان کے علاوہ کسی اور کے نخرے اٹھائے جب ہی تو جب سے میری ماں بننے کی خبر انہوں نے سنی ہے مجھ سے لڑنے جھگڑنے لگی ہیں۔ مجھے ذہنی ٹینشن دے کے انہیں سکون ملتا ہے۔ اور میرے میاں نے بھی میری باتوں پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کر لیا تھا۔ اب تو اکثر ساس بھی یہی کہتی۔

"بے چاری کے دونوں بچے بہت تنگ کرتے ہیں نا اسی لیے چڑچڑی ہو گئی ہیں۔"

☆☆☆

سلمیٰ بھابھی کے شوہر افنان بھائی نے برابر والی گلی میں ایک گھر خریدا تھا مجھے لگا کہ وہ دونوں یہاں سے چلے جائیں گے۔ میری جان چھوٹ جائے گی۔ لیکن یہ میری خام خیالی ہی تھی وہ گھر لے کے انہوں نے بچوں کے مستقبل کے لیے کرائے پر چڑھا دیا اور ماں باپ کے ساتھ رہ کے اور مہان بن گئے تھے۔ اس دن کام کی باری بھابھی کی تھی بھابھی کی بیٹی ملائکہ کو رات سے ہلکا ہلکا بخار تھا جس کی وجہ سے وہ کافی چڑچڑی ہو رہی تھی ملائکہ نے نیا نیا چلنا شروع کیا تھا سو وہ کافی گرتی پڑتی رہتی تھی۔ بخار اور دانت نکلنے کی چڑچڑاہٹ میں وہ ہمہ وقت اماں کے پیچھے ہی لگی رہتی تھی۔ اس دن میرے سسر کے کسی عزیز کا انتقال ہو گیا تھا سو ساس سسر کا وہاں جانا ضروری تھا۔ جاتے جاتے میری ساس مجھے تاکید کر گئی تھیں کہ بھابھی کا خیال رکھنا بچی تنگ کر رہی ہے ذرا دیکھ لینا۔ لیکن ان کے جاتے ہی ان کی باتوں کو ہوا میں اڑا کر میں اپنے روم میں ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی تھی۔ بھابھی اس وقت دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

"ملائکہ، روحان۔ یہاں سے ہٹ جاؤ چولہا جل رہا ہے۔ روٹی پکاتے پکاتے وہ آواز لگا رہی تھیں۔"

"ہونہہ مزا آ رہا ہے نا امی کے بغیر کام کرنے میں بچے بھی سنبھالو کام بھی کرو۔" مجھ تک آواز بخوبی پہنچ رہی تھی میں نخوت سے مسکراتی جا رہی تھی۔

"روحان بہن کو لے کر جاؤ۔ بیٹا میرا سالن جل جائے گا روٹی بھی جل رہی ہے۔"

اوپن ماڈرن کچن کا یہی ایک نقصان ہوتا ہے بچے کچن میں گھسے رہتے ہیں۔ چولہے اور سلیب وغیرہ تک بھی ان کے ہاتھ بخوبی پہنچ جاتے ہیں۔ ملائکہ مسلسل رو رہی تھی۔ ایک دل کہہ رہا تھا کہ معصوم بچی ہے جا کر چپ کراؤں...... دھیان رکھ لوں لیکن پھر نجانے مجھ پر کہاں سے شیطانیت غالب آ گئی میں وہیں بیٹھی رہی دیکھتے سنتے بھی گونگی بہری بنی رہی۔

"یا اللہ رحم ہائے مری بچی۔" روٹی ہاٹ پاٹ کے اوپر رکھ کے بھابھی زور سے چیخی تھیں ملائکہ نے جلتے چولہے پر رکھی سالن کی پتیلی پکڑ لی تھی۔ ہاتھ ایک دم سرخ ہو گیا تھا۔ بھابھی کی چیخ سن کے روحان بھی ڈر کے رونے لگا تھا تب میں باہر گئی۔

"کیا ہوا بھابھی......؟" میرے پوچھنے پر بھابھی نے جن نظروں سے مجھے دیکھا تھا لمحہ بھر کو میرا دل کانپ اٹھا تھا۔

"خدا کا خوف کرو آئمہ بی بی...... اتنا بھی انسان

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بے حس نہیں ہوتا۔ تمہیں پتا ہے نا بچی بیمار ہے کب سے رو رہی ہے۔ امی بول کے بھی گئی تھیں تمہیں۔ تم سے اتنا نہ ہوا کہ کمرے سے باہر نکل کے یا تو کام کر لیتیں یا بچی کو ہی دیکھ لیتیں۔ آج مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تمہارے اندر کی انسانیت میرے اور بچوں کے لیے مر چکی ہے۔ اگر آج میری بچی زیادہ جل جاتی یا کچھ ہو جاتا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کرتی..... یاد رکھنا وقت سب کا آتا ہے آج یہاں ہم کھڑے ہیں۔ کل یہاں تم کھڑی ہو گی۔ کرنے سے کروانا ہوتا ہے اور میری بد دعا ہے کہ وہ وقت خدا تم پر جلد لائے تمہارے گناہوں کا تمہاری بے حسی کا کفارہ تمہاری اولاد بھگتے۔''

اس دن بھابھی بہت چلائی تھیں۔ ان کے اندر کا سارا غبار باہر نکل گیا تھا۔ ساس سے بھی انہوں نے میری خوب شکایت کی میری خوب ڈانٹ پھٹکار بھی ہوئی لیکن اس دن کے بعد سلمٰی بھابھی مجھ سے بالکل لاتعلق ہو گئی تھیں۔ نہ مجھ سے بات کرتیں نہ کسی کام کا کہتیں۔ گھر کا ماحول دونوں کی وجہ سے عجیب سا ہو گیا تھا اور کچھ ہی مہینے بعد میری ڈیلیوری سے ایک مہینہ پہلے سلمٰی بھابھی اور افنان بھائی اپنے گھر میں شفٹ ہو گئے تھے۔ کبھی آتے بھی تو مجھ سے بات نہ کرتے۔ ان کے جانے کے بعد ساس کافی بجھ سی گئی تھیں۔ میرے ساتھ بھی ان کا رویّہ پہلے جیسا نہ تھا پھر حوریہ میری زندگی میں آئی اور میں سب بھول بھال گئی لیکن آج..... آج میری بچی کے ساتھ جو ہو..... میرا دل دہل کے رہ گیا تھا۔

کیا واقعی..... میری بچی نے کفارہ ادا کیا ہے کیا آگے بھی اسے میرے کیے کی سزا بھگتنی ہو گی۔'' نہیں..... نہیں۔'' میں چیخی میں ہرگز ایسا نہیں چاہتی تھی۔ آج پہلی بار مجھے شدت سے اپنی غلطیوں کا احساس ہوا تھا۔

☆☆☆

حوریہ کے ہاتھوں کی کھال تک جل گئی تھی ملائکہ کو تو اللہ نے بچا لیا تھا لیکن حوریہ میری بچی کی انگلیاں بری طرح جل گئی تھیں۔ اور جلی بھی کس دن تھیں اس کی سالگرہ پر۔ بھائی بھابھی کو پتا چلا تو فوراً بھاگے بھاگے آئے تھے اور میں کیسی خود غرض تھی کہ آج ان کو سالگرہ پر بھی مدعو نہیں کیا تھا۔ سلمٰی بھابھی میری بچی کو سینے سے لگائے بیٹھی تھیں اور افنان بھائی کے چہرے پر فکر تھی اپنی بھتیجی کے لیے اور میں..... میں نے کیا کیا تھا۔

''مجھے معاف کر دیں بھابھی پلیز..... یہ سب کچھ میری ہی وجہ سے ہوا ہے، اگر میں آپ کے ساتھ برا رویہ نہ رکھتی تو نہ آپ یہاں سے جاتیں نہ میری بچی کو میرے گناہ کا کفارہ ادا کرنا پڑتا۔'' میں ہاتھ جوڑے رو پڑی تھی ایک ایک کر کے میں نے اپنی ساری غلطیوں کا اعتراف کر ڈالا۔

''آئمہ.....! میں اس وقت غصے میں تھی، میری بہن..... مجھے معاف کر دو اگر تم چھوٹی تھیں غلطی پہ تھیں تو کم از کم مجھے ہی بڑا پن دکھانا چاہیے تھا نا۔ کم از کم تمہیں یوں بد دعا نہیں دینی چاہیے تھی یقین کرو میں دل سے وہ سب نہیں بولنا چاہتی تھی۔'' سلمٰی بھابھی نے آئمہ کو گلے سے لگا لیا تھا۔

''پلیز مجھے معاف.....''

''شش، چپ بس رومت اللہ ہم دونوں کو معاف کرے اور ہدایت دے..... بہت رو لیں اب کیک نہیں کاٹو گی کیا۔'' بھابھی نے مجھے بولنے سے پہلے ہی چپ کروا دیا تھا۔

افنان بھائی کیک لے آئے تھے میں نے ایک نظر حوریہ کی جانب دیکھا جو ملائکہ اور روحان کے ساتھ کھیلنے میں مگن تھی تکلیف کا احساس تک نہیں تھا اسے۔ نہ اپنی نانی نظر آ رہی تھیں سامنے بیٹھیں۔

''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہیپی برتھ ڈے ڈیر حوریہ..... ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔''

تالیوں اور خوشیوں کی گونج میں حوریہ روحان اور ملائکہ نے مل کر کیک کاٹا۔

میرے اک احساس ندامت نے بے حسی خود غرضی اور دوریوں کے تمام بادلوں کو چھٹا کر رکھ دیا تھا۔ دل نے شدت سے اس گھر کی خوشیوں کے لیے دعا کی تھی۔

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

فرح بھٹو

اے مسیحا دل کے

مکمل ناول

وہ آئی ٹی ڈپارٹمنٹ کے سامنے کھڑا حمزہ کا انتظار کر رہا تھا کہ پاس سے گزرتی تین چار لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کے چہرے پر اس کی نظر جم کر رہ گئی۔ گلابی لباس میں ملبوس وہ لڑکی۔ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہوتا گلاب چہرہ لیے اذلان کو چونکا گئی۔

''اپسرا بات سنو۔'' ساتھ چلتی لڑکی نے اسے مخاطب کیا تو وہ رک گئی اور مسکرا کر اس کی بات سننے لگی۔ وہی گردن جھکانے کا مخصوص انداز۔ وہی دلکش مسکراہٹ۔ اذلان نے گہری سانس بھری۔

''اپسرا۔'' وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔

''ادھر اکیلا کھڑا کیوں مسکرا رہا ہے۔ خیر تو ہے نا۔'' حمزہ نے اذلان کے کندھے پر ہاتھ مارا تو وہ ہوش میں آیا۔

''کچھ نہیں یار۔ یہ جو گلابی سوٹ میں سامنے لڑکی کھڑی ہے یہ تیرے ڈیپارٹمنٹ کی ہے۔'' بظاہر بڑی لاپروائی سے پوچھا۔

''کون؟'' ارے یہ اپسرا عتیق!'' حمزہ نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔ ''نہیں میرے ڈپارٹمنٹ کی نہیں پر تو کیوں پوچھ رہا ہے۔'' پھر مشکوک نظر اس پر ڈالی۔

''ایسے ہی۔'' اذلان نے کندھے اچکائے۔

''اوہ بھائی اگر کوئی چکر چلانے کا سوچ رہا ہے تو میں پہلے ہی بتا دوں یہ ہماری یونی کی بڑی دھانسو قسم کی لڑکی ہے۔ سوشل ایکٹیویسٹ اور نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں کی روح رواں۔'' حمزہ نے اس کو متنبہ کرنا ضروری سمجھا۔ ''آج تک اس کی خوب صورتی دیکھ کر جس لڑکے نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا بہت پچھتایا۔'' حمزہ نے اپنا گال سہلایا تو اذلان مسکرا دیا۔

''جانتا ہوں جگرے۔ مجھ سے زیادہ اس بات کا کس کو ادراک ہوگا۔'' اذلان کی بات پر حمزہ کے کان کھڑے ہوئے۔

''تو اسے جانتا ہے؟'' اس نے مشکوک نظروں سے دوست کو گھورا۔

''ہمم.....!'' اذلان نے مبہم انداز اختیار کیا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ویسے میں چکر چلاتا نہیں۔ لڑکیاں خود بہ خود مجھ سے کمبل ہوجاتی ہیں۔ کیا کریں پرسنالٹی ہی ایسی ہے۔'' اس نے تفاخر سے کہا تو حمزہ نے لاجواب سا ہوکر اسے دیکھا۔ اذلان مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا۔

''ہاں بھئی۔ ہر کسی کی شخصیت میں ایسا مقناطیس نہیں ہوتا جو نظروں کو خود سے ہٹنے نہ دے۔'' حمزہ آہ بھر کر بولا۔

''او کے یار اب میں چلتا ہوں۔'' اذلان نے اس سے مصافحہ کر کے قدم آگے بڑھائے۔

''رمشہ! گھر چلیں۔'' وہ بہن کے پاس آیا جو سہیلیوں کے جھرمٹ میں کھڑی تھی۔

''ہاں چلتے ہیں۔ میٹ مائی برادر..... اذلان شاہ۔'' رمشہ نے اپنی فرینڈز سے اسے متعارف کروایا جن کی آنکھوں میں ستائش دوڑ رہی تھی۔

''اب تک کہاں چھپے تھے آپ۔ کبھی نظر نہیں آئے۔'' ہیلو ہائے کے فوراً بعد ایک ماڈرن سی لڑکی نے پوچھا تو اذلان مسکرا دیا۔

''کیسی جان لیوا مسکراہٹ ہے۔'' ان میں سے ایک نے دوسری کو سرگوشی کی۔

''یہ اسلام آباد میں ہوتے ہیں۔ سی ایس ایس کا امتحان دیا ہے اور ہوپ یہی ہے کہ شاندار رزلٹ لائیں گے۔'' رمشہ نے فخر سے بھائی کو دیکھا۔

''او گڈ۔'' اس کی فرینڈ نے سر ہلایا۔

''چلیں بھائی۔ او کے فرینڈز۔'' وہ ہاتھ ہلاتی اذلان کا بازو پکڑ کر اپنی گاڑی تک چلی آئی۔

''میرا بازو تو ایسے پکڑ رکھا ہے جیسے میرے وہیں رہ جانے کا خطرہ ہو۔'' اذلان نے کار کا دروازہ کھولتے شرارت سے بہن کو دیکھا۔

''آپ کا کوئی بھروسا بھی نہیں بھائی۔ جہاں لڑکی دیکھی گئے کام سے۔'' رمشہ نے قہقہہ لگایا۔

''بی ہیو یور سیلف رمشہ!'' اذلان نے ناگواری سے کہا۔

''سوری ٹو سے۔'' وہ کچھ خفیف ہوکر بولی۔

''تمہیں پتا ہے اب میں بدل چکا ہوں۔'' اذلان نے شکوہ کیا تو رمشہ کی شرمندگی میں اضافہ ہوا۔

''اپسرا عتیق۔ اسی یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ ملی ہے کبھی تم سے؟'' اذلان نے اسٹیرنگ گھماتے سرسری انداز میں پوچھا تو رمشہ بری طرح چونکی۔

''آپ نے اسے کہاں دیکھ لیا؟''

''دیکھا ہے بہنا۔ تب ہی تو پوچھا۔'' اذلان نے سنجیدگی سے اس پر نظر کی۔

''کراچی سے مائیگریٹ ہوکر ادھر آئی ہے۔ لیکن ہمیں کیا۔ کہیں سے آئے۔ کچھ بھی کرے۔'' رمشہ نے لاپروائی برتنے کی کوشش کی۔

''مجھے بتایا نہیں تم نے۔'' اذلان نے شکوہ کیا۔

''یہ کوئی بتانے والی بات تھی؟''

''تجدید دوستی تو ہوئی ہوگی۔'' وہ محتاط لہجے میں پوچھنے لگا۔

''ہاں۔ تھوڑی بہت۔ مگر اس عہد پر کہ ''اذلان'' نامی بندہ ہمارے درمیان ڈسکس نہیں ہوگا۔'' رمشہ نے آخر سچ بتانے کی ہمت کی اور بھائی کا چہرہ بغور دیکھا جس پر سایہ سا لہرایا تھا۔

''ابھی تک متنفر ہے مجھ سے۔'' اذلان نے پست آواز میں پوچھا۔ رمشہ پھیکا سا مسکرائی۔

''صرف متنفر بہت چھوٹا لفظ ہے بھائی! وہ طیش میں ہے آپ کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتی۔'' رمشہ نے یہ کہہ کر رخ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔ اذلان بالکل خاموش ہوگیا۔ باقی کا رستہ خاموشی سے کٹا۔ گھر آکر فریش ہونے اور کھانا کھانے تک دونوں کے درمیان اپسرا کا کوئی ذکر نہ ہوا۔ رمشہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔

☆☆☆

''رمشہ! اپسرا فیس بک پر تمہارے ساتھ ایڈ ہے؟''

رات کو وہ لیپ ٹاپ پر سوشل میڈیا پر مصروف تھی کہ اذلان اس کے برابر آبیٹھا۔

''نہ..... نہ..... مجھے جواب چاہیے۔''

رمشہ نے تیزی سے شٹ ڈاؤن کرنا چاہا تو اذلان نے اس کا ہاتھ روک دیا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"ہاں ہے تو؟" رمشہ جھنجلائی۔

"ہمم۔ گڈ۔ مجھے اپنا پاس ورڈ بتانا۔" ازلان نے اس کا لیپ ٹاپ اپنی ٹانگوں پر رکھ لیا۔

"بھائی!" رمشہ کی آواز احتجاجاً بلند ہوئی۔

"شش......" ازلان نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور فیس بک کی سیٹنگ کا بٹن دبایا۔ جنرل سیٹنگ میں چینج پاس ورڈ کا آپشن دبایا۔

"ہاں جلدی بتاؤ اپنا پاس ورڈ۔" وہ مصروف انداز سے بولا۔

"بھائی آپ یہ ٹھیک نہیں کر رہے۔ میں......"

"پاس ورڈ بتاؤ پیاری بہنا۔" ازلان نے رمشہ کے غصے سے دہکتے چہرے کو نظرانداز کیا۔

"نہیں بتاؤں گی۔" وہ بھڑک اٹھی۔

"اوکے۔ میں خود ہی کچھ جگاڑ کرتا ہے۔" ازلان اطمینان سے بولا۔ رمشہ جانتی تھی وہ آئی ٹی ایکسپرٹ ہے اس کو فقط ستانے کو پاس ورڈ پوچھ رہا ہے۔

"میرا لیپ ٹاپ دو۔" رمشہ کی چھینا جھپٹی کے دوران اس کا پاس ورڈ تبدیل ہو چکا تھا۔

"ہمم...... یہ لو اپنا لیپ ٹاپ۔" ازلان نے لیپ ٹاپ واپس رمشہ کی گود میں رکھا تو وہ صدمے کے زیر اثر گنگ تھی۔

"اب سے تمہاری آئی ڈی میرے استعمال میں رہے گی اور تمہاری ڈیئر فرینڈ اپسرا!" وہ لب دبا کر مسکرایا۔

"میں اپسرا کو بتا دوں گی کہ آپ میری آئی ڈی کو یوز کر رہے ہیں۔" رمشہ اس کی بات کاٹ کر چیخی۔

"نا...... نا رمشہ بہنا! تم ایسا نہیں کرسکتیں۔" وہ وثوق سے بولا تو رمشہ نے ایک بے بس نظر اس پر ڈالی اور ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"ہاں میں ایسا نہیں کرسکتی۔ ایک طرف میری عزیز سہیلی اور دوسری طرف میرے عزیز بھائی آپ ہو۔ کل کی طرح آج بھی میں آپ دونوں کی محبت کے آگے بے بس ہوں اور آپ دونوں کے جنونی پن سے خوف زدہ بھی۔ ازلان! میرے بھائی پھر اسی راہ پرخار میں قدم رکھ کر اپنی اور کسی کی جان عذاب میں مت ڈالو۔" وہ دھیمی سی خود کلامی میں محو تھی کہ ازلان تو وہاں سے کب کا جا چکا تھا۔

☆☆☆

"ہیلو واٹس گوئنگ آن۔" میسنجر پر گرین ڈاٹ نظر آیا تو ازلان نے ٹائپ کر کے بھیجا۔

"خیریت۔ آج انگلش جھاڑ رہی ہو۔" فوراً ریپلائی آیا۔ ازلان نے زبان دانتوں میں دبالی۔

"اوہ شٹ۔ مجھے رمشہ کے سابقہ میسجز چیک کرنے چاہیے تھے۔ وہ کس طریقے سے بات کرتی ہے اپسرا سے۔" ازلان نے میسجز پر ان دونوں کی پچھلی گفتگو دیکھی جو اردو کی پیڈ سے لکھی گئی تھی۔ اپسرا نے شروعات کے میسجز میں رمشہ کو رومن اردو لکھنے پر اچھا خاصہ لتاڑا تھا اور اردو کی محبت میں جذباتی جملے لکھے تھے جس کا رمشہ پر اچھا خاصا اثر نظر آیا اور بعد کی گفتگو اردو ٹائپنگ میں نظر آ رہی تھی۔

"اُف۔ اب میں کیسے اردو لکھوں۔" ازلان نے سر پکڑ لیا۔ اس کو صرف انگلش اور رومن اردو لکھنے میں عبور حاصل تھا۔

"آج اردو ٹائپ کرنے کا موڈ نہیں یار۔" ازلان نے محتاط انداز میں لکھا۔

"دو جوتے ماروں گی سارا موڈ ٹھیک ہو جائے گا۔" ریپلائی میں دو ننھی منی سینڈلیں بھی دکھائی دیں۔

"نہ کر یار۔ آج بخش دے، کل سے اردو میں لکھوں گی پکا پکا۔" ازلان نے ہنسی لبوں میں دبا کر ایک میسنی شکل والا ایموجی سینڈ کیا۔

"یہ آج تمہاری زبان کو ہو کیا گیا ہے۔ یار یار کی گردان لگا رکھی ہے۔" اپسرا کے الفاظ نے ازلان کو سنبھل کر بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

"اوئیں۔ کبھی موڈ چینج کرنے کو انداز بیاں بدلنا بھی چاہیے۔" وہ ٹائپ کرتے اس ذہین لڑکی سے خائف بھی ہو رہا تھا جو ہر بات پکڑ رہی تھی۔

"اوکے اپسرا! اب میں سونے جا رہی ہوں کل بات ہوگی۔" ازلان نے جلدی سے لکھا تو جواباً "شب

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خیر'' کے الفاظ اسکرین پر نمودار ہوئے۔ اذلان نے سکون کا سانس بھر کر تکیہ سیدھا کیا اور لیٹ گیا۔ آنکھوں کے آگے صبح کا منظر در آیا جب ایک عرصے بعد اس خوب صورت چہرے کو دوبارہ دیکھا تھا۔

''اپسرا عتیق اس بار تمہیں کہیں جانے نہیں دینا ڈیئر۔'' وہ آنکھیں موند کر بڑبڑایا تھا۔

☆☆☆

''طبلہ بجاؤ، جھوم جھوم گاؤ۔ آج پڑھائی رکواؤ۔ موسم ہے رنگین۔ کیا مست ہے سین۔ دل نہیں چاہتا۔ پڑھنے کو نہیں مانتا۔'' اذلان نے ٹیبل پر ہاتھ مار کر راگ الاپنا شروع کر دیا تو باقی لڑکے بھی کتابیں واپس بیگ میں ڈال کر بیٹھ گئے۔

سر عاطف کمرے میں آئے تو لڑکوں کا یکسر بدلا موڈ دیکھ کر مسکرا دیے۔

''سر! موسم بہت خوب صورت ہو رہا ہے۔ آج بنک مار لیتے ہیں۔'' اذلان نے انہیں دیکھ کر کہا۔

''ہاں سر! آج آنٹی کے ہاتھ کے پکوڑے کھا کر گھر جائیں گے۔'' معید زیادہ ہی بے تکلف ہوا۔

''ہمم..... چلو ٹھیک ہے، تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے۔ میں امی سے کہہ کر پکوڑے بنواتا ہوں۔''

وہ انہی قدموں پر واپس پلٹے تو ان تین لڑکوں نے ''یاہو یاہو'' کی آوازیں بلند کر لیں۔ تھوڑی ہی دیر میں آنٹی کے ہاتھ سے بنے پکوڑے مع چائے ساتھ لیے سر چلے آئے۔

''واہ جی، آج تو مزا ہی آ گیا۔'' معید اور نوید چٹخارے لے لے کر املی اور پودینے کی چٹنی میں ڈبو ڈبو کر پکوڑے کھاتے رہے۔ آخر کے چند پکوڑے بچے تو اذلان نے قبضہ جما لیا۔

''اچھا سر! ہم تو چلے۔'' معید اور نوید نے بیگز کاندھوں پر رکھ کر کہا تو عارف سر نے سر ہلا دیا وہ اب اپنے کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے۔

''السلام علیکم سر!'' ایک مدھر آواز پر پکوڑے کھاتا اذلان ایک دم متوجہ ہوا۔ سامنے ایک خوب صورت اور نوعمر لڑکی کتابیں ہاتھ میں لیے کھڑی تھی۔

''وعلیکم السلام۔ آئیں، یہاں بیٹھیں اپسرا!'' سر کے کہتے ہی وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اسی میز کے قریب چلی آئی جہاں چار کرسیوں میں سے دو پر اذلان اور سر براجمان تھے۔

''آج تو موسم کے تیور اچھے نہیں تھے کل سے آجاتیں۔'' سر نے برآمدے سے نظر آتے آسمان پر نظر ڈالی جواب بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج سے گونج رہا تھا۔

''سر! آج پہلا دن تھا تو میں نے سوچا آج ہی چھٹی ٹھیک نہیں۔'' وہ کتابیں میز پر رکھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

''ہمم..... لیکن آج پڑھائی ممکن نہیں۔ آپ کی واپسی تک بارش بڑھ جائے گی اور پھر مسئلہ.....'' سر کی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ بارش تڑتڑ برسنے لگی۔

''اوہ۔ یہاں تو ابھی سے زوردار بارش شروع ہو گئی۔'' سر ایک دم فکرمند ہوئے۔

اپسرا ابھی پریشانی سے برآمدے کو جل تھل ہوتے دیکھنے لگی۔ ایک دم ہی لائٹ چلی گئی۔ سر اٹھ کر جنریٹر چلانے گئے۔ پیچھے یہ دونوں رہ گئے۔ بجلی کی چمک وقفہ وقفہ سے برآمدے تک پڑتی جس سے ماحول لمحہ بھر کو روشن ہو جاتا۔ اپسرا اس لمحہ بھر کی چمک میں دمک اٹھتی تھی۔ اس کا بے حد گورا رنگ اندھیرے کو بھی مات دے رہا تھا۔ اذلان اب جیسے بالکل فارغ بیٹھا سامنے بیٹھی اس بلا کی خوب صورت لڑکی پر ہی غور کر رہا تھا۔ اس نے ذہن پر زور دیا کہ اب تک کی دیکھی ہوئی کلاس میٹس یا پڑوس و رشتہ دار لڑکیوں میں سے کس کا حسن اس اپسرا نامی لڑکی کے ہم پلہ ہے۔ کافی غور و خوض کے بعد جواب منفی میں آیا تھا۔ اس نے مان لیا کہ اپسرا اس کی زندگی میں نظر آنے والی پہلی بے حد خوب صورت لڑکی تھی۔ یہ سوچ آتے ہی اس کا دل عجیب انداز میں دھڑکا۔ اچانک ہی جنریٹر نے ماحول کو روشن کر دیا۔ اپسرا کا دمکتا چہرہ واضح ہوا۔ وہ اچھی خاصی پریشان بیٹھی تھی۔ پھر سامنے نظر پڑی تو اس کے فکرمند نقوش سے ناگواری چھلکی۔

Qadar Azeem
Pakistanipoint.com

''پکوڑے ختم ہو چکے اب آپ اپنا منہ بند کر سکتے ہیں۔'' وہ ناگواری سے بولی تو اذلان جو نادانستگی میں پورا منہ کھول کر اسے دیکھ رہا تھا فوراً سیدھا ہوا۔ اسے اس معصوم نظر آنے والی لڑکی سے ایسے دبنگ لہجے کی امید نہیں تھی۔

''بارش تیز ہونی جا رہی ہے۔ آپ کے گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے۔'' سر واپس آ کر اپنی نشست پر بیٹھے۔

''جی سر! مجھے امی کو کال کرنی ہے۔ میں سیل گھر بھول آئی۔'' اپسرا نے بے تاب لہجے میں کہا۔

''ضرور۔'' سر نے اپنا سیل جیب سے نکالا۔

''اوہ شٹ، میرا بیلنس آؤٹ ہے۔'' وہ افسوس سے بولے۔

''آپ کا لینڈ لائن۔'' اپسرا نے پوچھا۔

''وہ تو کب سے ڈیڈ پڑا ہے۔'' سر کی بات پر وہ بجھ کر رہ گئی۔

''سر! میرے موبائل سے کال ملا لیں۔'' اذلان جو اتنی دیر سے خاموش ان کو سن رہا تھا فوراً اپنا سیل سر کی طرف بڑھا کر بولا۔

''ارے واہ بھئی، میں تو بھول گیا کہ اذلان بچہ بھی صاحب موبائل ہے۔'' سر نے خوش دلی سے اس کا سیل لے کر اپسرا کی طرف بڑھایا۔ اپسرا نے کچھ تامل سے ہاتھ میں تھام کر ایک نمبر ڈائل کیا۔

''السلام علیکم امی۔ جی میں خیریت سے ہوں۔ ذرا بارش تھم جائے تو آتی ہوں۔ جی جی ٹھیک ہے۔'' اس نے بات کر کے کال منقطع کی اور فون اذلان کو واپس دیا۔

''امید ہے آنٹی کی تسلی ہو گئی ہو گی۔'' سر مطمئن نظر آئے۔ ''آپ چاہیں تو اندر میری مسز کے پاس بیٹھ سکتی ہیں اپسرا بیٹا!''

''نو سر! بس یہی ٹھیک ہوں۔'' وہ تکلف سے مسکرائی۔ بجلی پھر چمکی اب کے اذلان سختی سے منہ بند کیے بیٹھا تھا۔

''تمہاری امی کو بھی فکر ہو گی انہیں بتا دو۔'' سر نے اذلان کی طرف ہنس کر دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔

بارش کا زور آخر ٹوٹنے لگا ہلکی پھوار دیکھ کر اپسرا اٹھ کھڑی ہوئی۔

''او کے سر! اب میں چلتی ہوں۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔ بارش پھر تیز ہو جائے اس سے پہلے چلی جاؤ۔ اذلان! تم ان کو چھوڑ آؤ۔'' سر نے کہا تو وہ اچھل کر کھڑا ہوا۔

''نو سر! میں چلی جاؤں گی گھر پاس ہی تو ہے۔'' اپسرا نے فوراً کہا لیکن سر ان سنی کر کے دروازے تک ان کے ساتھ آئے۔

''اللہ حافظ۔'' وہ دونوں دروازے سے باہر نکلے تو اپسرا تیز قدم اٹھاتی ناک کی سیدھ میں چلتی گئی۔ اذلان کچھ خائف سا اس کے پیچھے تھا۔ یوں لگ رہا تھا اس کو پیچھے آتے بندے کی پروا نہ ہو۔ گلی کے دائیں ہاتھ اس کا گھر چھٹے نمبر پر تھا۔

''ارے یہ تو ملک صاحب کی کرایہ دار ہے۔'' اذلان نے گھر کو دیکھتے سوچا۔

اپسرا بغلی گیٹ کھول کر تیزی سے سیڑھیاں پڑھتی چلی گئی اوپر جا کر دروازہ بجایا جو فوراً ہی کھل گیا۔ وہ غڑاپ سے اندر گھسی اور دروازہ بند کر لیا۔ نیچے کھڑا اذلان خفت سے لال پڑ گیا۔ شکر یہ تو ایک طرف اس نے اذلان کو دیکھنا بھی پسند نہ کیا تھا۔ وہ غصے کے گھونٹ بھرتا واپس ہو لیا۔

☆☆☆

بارش مسلسل اور موسلا دھار برس کر تین دن بعد تھمی تو یہ تینوں ٹیوشن پڑھنے آئے۔

''وہ پری..... سوری اپسرا کہاں ہے۔'' معید نے بیٹھتے ہی متلاشی نظر ادھر ادھر ڈالی۔ اذلان نے ان تینوں دنوں میں اس لاثانی حسن کی مالک لڑکی کا ذکر کر کر کے ان کے آتش شوق کو بڑھا دیا تھا۔ پھر اس دن اس کا اپسرا کے ساتھ بیٹھے رہنا اور اس کو گھر تک چھوڑ آنا ان دونوں کو جلانے کے لیے کافی تھا۔ وہ پچھتاتے رہے کہ سر کے پاس سے جلدی کیوں چلے گئے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''آتی ہوگی، چپ سر آرہے ہیں۔'' اذلان نے کہا تو تینوں شرافت سے کتابیں کھول کر بیٹھ گئے۔

''سر! آپ نے تو کہا تھا ہم تینوں کے علاوہ کسی اور کو ٹیوشن نہیں پڑھائیں گے۔ لیکن اذلان نے بتایا کہ ٹیوشن کے لیے ایک لڑکی آپ کے پاس آئی تھی۔'' دس منٹ گزر گئے تو معید سے صبر نہ ہوا اور پوچھ بیٹھا۔

''ہاں تو۔ تمہیں کوئی مسئلہ ہے۔'' سر نے اسے گھورا تو وہ دبک گیا۔

''نہ..... نہیں مگر وہ ابھی تک آئی تو نہیں۔'' وہ گڑبڑا کر دل کی بات کہہ بیٹھا۔

''ہمم..... شاید چھٹی کی ہو۔'' سر مصروف انداز میں بولے۔

''سر! وہ بھی میٹرک میں ہے۔'' نوید کی زبان کو بھی کھجلی ہوئی۔

''نہیں، نویں جماعت میں ہے۔ اس کی مدر میری بیگم کی پہچان والی ہیں تو بیگم نے اصرار کیا۔ ورنہ میرے پاس بالکل ٹائم نہیں۔ تم تینوں بھی ایگزام دے لو تو تمہاری چھٹی کروں۔'' سر نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا تھا۔ اتنے میں گیٹ کھلا اور اپسرا اندر داخل ہوئی۔ انگوری رنگ کے لباس میں سلیقے سے دوپٹا سر پر جمائے بانہوں میں کتابیں اٹھائے سہج سہج کر چلتی ہوئی۔ معید اور نوید اسے دیکھ کر ساکت ہوئے۔

''اف! اتنی حسین۔'' پھر معید نے نوید سے سرگوشی کی۔

''السلام علیکم۔'' اپسرا نے سلام کیا اور ایک کرسی پر ٹک گئی۔

''وعلیکم السلام۔'' سر کے ساتھ تینوں نے کورس میں کہا۔

''چلیں آپ یہ سولو کریں اور اپسرا! آپ اپنی بک مجھے دیں۔'' سر نے فزکس کے کچھ سوال ان کو دیے اور اپسرا کی طرف متوجہ ہوئے۔

''جی سر!'' اپسرا نے فرماں برداری سے پڑھائی شروع کی۔ یہ تینوں البتہ اپنی توجہ مرکوز رکھنے میں ناکام رہے اور اپنی کاپیوں پر جھکے دزدیدہ نظروں سے سر اور اپسرا کو دیکھ رہے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ انہوں نے کوئی لڑکی پہلی بار دیکھی تھی لیکن اتنی خوب صورت لڑکی پہلی مرتبہ دیکھ رہے تھے۔

''او کے سر! اللہ حافظ۔'' اپسرا کی نقرئی آواز پر تینوں چونکے۔

''ایک گھنٹہ اتنی جلدی گزر گیا۔ تو تو کہہ رہا تھا تجھ سے بہت باتیں کی اس دن اپسرا نے۔ آج تو تجھے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔'' معید نے اپسرا کے جاتے ہی اذلان سے سرگوشی کی۔

''یار پڑھائی کے ٹائم پر پڑھائی ہوتی ہے۔'' اذلان گڑبڑا سا گیا۔

''جھوٹے، تجھے تو اس لڑکی نے گھاس بھی نہیں ڈالی ہم نے دیکھ لیا۔ بڑا اکڑتا ہے اپنی صورت پر۔'' نوید نے سراسر مذاق اڑایا۔

اذلان کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ وہ اپنے دوستوں اور آس پڑوس کے لڑکوں میں سب سے پرکشش اور وجیہہ لڑکا مانا جاتا تھا۔ سولہ سال کی عمر میں اس کی اٹھان غضب کی تھی۔ ورزش کر کے بنایا گیا جسم۔ ذہین کشادہ آنکھیں اور روتا زہ چہرے نے اس کو اپنے بارے میں بہت خوش فہم بنا دیا تھا۔ پھر زمین دار باپ کا اکلوتا سر چڑھا بیٹا۔ جنہوں نے اس عمر میں اس کو ذاتی گاڑی لے کر دے دی تھی۔ جس کو وہ اڑاتا پھرتا۔ پورے محلے میں اس کی دھوم تھی۔ لڑکیاں بھی اس وجہ سے بہت جلد اس کی طرف مائل ہو جاتی تھیں۔ جن کو وہ مایوس کبھی نہ کرتا۔ اپنی گرم جوش دوستی کا ہاتھ فوراً آگے بڑھا دیتا۔ ہاں مگر خوب صورت چہرے اس کی پہلی ترجیح ہوتے۔ لیکن اس کی دوستی چند ماہ سے آگے چلتی نہ تھی کہ وہ اکتاتا بھی جلدی تھا۔ جیسے ہی محسوس کرتا لڑکی زیادہ ڈیمانڈنگ ہے یا زیادہ ہی کمبل ہو رہی ہے فوراً اسے تعلق توڑ دیتا۔ پیچھے کچھ نازک دل روتی کرلاتی رہ جاتیں اسے پرواہ نہ ہوتی کہ نظر کرم کسی اور پر پڑ جاتی۔ سو ہوا میں اڑتے رہنا وہ اپنا حق سمجھتا تھا۔ اب معید کے تمسخر اڑاتے لہجے نے اس کو زمین پر پٹخنے کی کوشش کی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

☆☆☆

اپسرا کی پروفائل میں اس کی چند ہی تصاویر تھیں۔ جن کو اذلان نے اپنے موبائل میں سیف کرلیا تھا۔ وہ ان تصاویر کو بار بار دیکھتا رہتا۔ اس دن کے بعد میسیجز پر اپسرا سے بات کرنے کی غلطی دوبارہ نہیں کی تھی۔ اس کو ذرا بھی شک پڑ جاتا تو وہ اسے اپنے اکاؤنٹ سے نکال باہر کرتی پھر یہ ذریعہ بھی اس سے جڑے رہنے کا ہاتھ سے نکل جاتا۔ اذلان کے لیے تو اس کی پروفائل میں اس کی ایکٹیویٹیز دیکھ لینا بہت تھا۔ اتنا قناعت پسند وہ کبھی نہیں رہا تھا پر اب ہوگیا تھا۔ دل تو اس سے بات کرنے پر اکساتا پر دماغ باز رہنے کو کہتا کہ اس نے محسوس کیا تھا اپسرا فیس بک پر رمشہ سے زیادہ کلوز نہیں ہے۔ کبھی کبھار کی بات چیت ہوتی رہی تھی۔ جس میں ادھر ادھر کی باتوں کو ڈسکس کیا گیا تھا۔ اذلان کا تو نام ونشان بھی کہیں نہیں تھا۔

''اپسرا! تم واقعی مجھے بھول گئی ہو۔'' اذلان نے دکھ سے سوچا۔ ''اپسرا! تم مجھے کیسے بھول سکتی ہو۔'' اس نے بے یقینی سی محسوس کی۔

☆☆☆

اس دن کے بعد اذلان اپسرا کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگیا۔ اب دوستوں کے سامنے اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے اسے سچ مچ اپسرا سے دوستی کرنی تھی۔

اذلان نے اس کے بارے میں تمام معلومات اکٹھی کرلی تھیں۔ اپسرا کے بابا سرکاری ملازم تھے۔ وہ دو بہنیں تھیں۔ وہ اندرون شہر سے تبادلہ ہوکر ادھر آئے تھے۔ متوسط طبقے کے لوگ تھے۔ کرائے کے گھروں میں ہی رہائش رہی تھی۔ ملک صاحب کا گھر اذلان کے گھر کے سامنے تھا اور اذلان کے مکان کے اوپری پورشن سے ملک صاحب کا یہ کرایہ پر دیا پورشن صاف نظر آتا تھا۔ دو کمرے چھوٹا سا برآمدہ اور کھلا صحن۔ اذلان نے اپنے ٹیرس سے کھڑے ہوکر افسوس کیا کہ وہ پچھلے چند ماہ سے ملک صاحب کے نئے کرایہ داروں کی آمد کیوں نوٹ کر نہ پایا تھا۔

''رمشہ! بات سنو۔'' وہ بہن کے پاس آیا جو اپنی پرشین بلی کے براؤن بالوں کو برش سے سنوار رہی تھی۔

''کیا؟'' رمشہ نے بے توجہی سے پوچھا۔

''یار! سارا دن اس بلی کے ساتھ لگی رہتی ہو۔ تمہاری عمر کی لڑکیاں گھومتی ہیں فیشن کرتی ہیں، سہیلیاں بناتی ہیں، ان کے گھر آتی جاتی ہیں۔'' اذلان کی بات پر رمشہ نے بھنویں اوپر کرکے آنکھیں گھمائیں۔

''مجھے نہیں دلچسپی ان چیزوں میں اور میری دوست بس ایک ہی ہے یونو مائی بیسٹ فرینڈ ردا۔'' رمشہ نے جتا کر اپنا کام جاری رکھا۔

''وہ کالی بلی۔ تمہیں بھی ساری دنیا میں ایک ہی لڑکی دوست بنانے کو ملی۔'' اذلان نے منہ بنا کر کہا تو رمشہ بھڑک گئی۔

''خبردار جو میری ردا کو کچھ کہا۔ کالی پیلی جیسی بھی ہے میری سہیلی ہے۔''

''اوکے اوکے۔ نہیں کہتا کچھ۔ مگر یار لگتا نہیں تم اذلان شاہ کی بہن ہو۔ کوئی بیوٹی سینس ہوتا ہے بندے میں۔ اب اس بلی کو ہی دیکھ لو اتنی بھیانک ہے کہ مجھے اسے دیکھ کر خوف آتا ہے اور تم ہر وقت گود میں لیے بیٹھی ہو۔'' اذلان شرارت سے کہہ کر دور سرک گیا۔ رمشہ نے برش والا ہاتھ اونچا کیا۔

''بھائی! اب خاموش ہوجاؤ ورنہ.....''

''ارے معاف کرو بہن!'' اذلان نے ہاتھ جوڑے۔ ''شام کو پزا کھانے چلو گی۔'' اس کی آفر پر رمشہ کا ہاتھ نیچے ہوا۔

''چلوں گی۔ مگر کس خوشی میں مجھے پیزا کھلا رہے ہو بھائی! مجھ سے کوئی خاص کام آن پڑا ہے۔'' رمشہ بھائی کی رگ رگ سے واقف تھی۔

''وہ..... رمشہ! ملک صاحب کے مکان میں نئے کرایہ دار شفٹ ہوئے ہیں۔ ان کی ایک بیٹی ہے اپسرا۔ بہت پیاری سی لڑکی ہے میرے ساتھ ٹیوشن پڑھتی ہے۔'' اذلان نے تمہید باندھی۔

''اپسرا! واہ۔ کیا خوب صورت نام ہے۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

رمشہ بے اختیار بولی۔

''وہ خود بھی بہت خوب صورت ہے۔'' اذلان تیزی سے کہہ کر خاموش ہوا۔ ''وہ دراصل بے چاری محلے میں نئی ہے تو کسی سے دوستی نہیں اس کی۔ بہت اداس رہتی ہے۔ میں نے سوچا تم دوستی کرلو اس لڑکی سے تو.....''

''ہیں..... میں کیسے دوستی کرلوں۔ میں نے تو دیکھا بھی نہیں اسے۔'' رمشہ بھائی کی بات پر حیران ہوئی۔

''تو چلی جاؤ نا اس کے گھر۔ سامنے ہی تو ہے۔ آج امی نے کوفتے بنائے ہیں۔ لے جاؤ۔ اسی بہانے دیکھ لوگی اور دوستی بھی کرلوگی۔'' اذلان نے فوراً مشورہ دیا۔

''لیکن مجھے کیا پڑی ہے اس کے گھر جانے کی۔'' رمشہ نے کندھے اچکائے۔

''میں نے اسے کہا ہے نا کہ میری بہن تم سے دوستی کرے گی، اب میری بات رکھ لو۔ تھوڑی دیر کو چلی جاؤ۔ پھر شام کو پزا کھانے چلیں گے۔'' اذلان نے منت بھرے انداز میں کہا تو رمشہ نے کچھ پل سوچنے میں صرف کیے۔

''صرف کوفتے دے کر واپس آجاؤں گی بس۔'' رمشہ نے احسان کرکے کہا۔

''ارے کچھ دیر تو رکنا۔ کیا سوچے گی وہ۔'' اذلان نے فوراً کہا۔

''مجھے فالودہ بھی کھلاؤ گے۔'' رمشہ نے موقع کا فائدہ اٹھایا۔

''کیوں نہیں۔'' اذلان نے حاتم طائی بن کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' رمشہ نے گرین سگنل دیا تو اذلان ایک دم خوش ہوا۔

☆☆☆

رمشہ کوفتوں کا ڈونگا لے کر اپسرا کے گھر گئی تو اذلان اپنی کھڑکی کھول کر دیکھنے لگا۔ دونوں بہنوں نے صحن میں داخل ہوتی رمشہ کا پرتپاک استقبال کیا تھا۔ ان کی امی نے رمشہ کے ہاتھ سے ڈونگا لیا اور کچن میں چلی گئیں جبکہ رمشہ کو وہ بہنیں بصد اصرار ایک کمرے میں لے گئیں۔ اذلان خوش ہوگیا۔ ورنہ تو رمشہ کے نخرے پر سوچ رہا تھا نجانے دوستی کرے نہ کرے۔ کافی دیر وہ بے چینی سے رمشہ کے گھر سے باہر آنے کا انتظار کرتا رہا۔ آدھا گھنٹہ کھڑکی میں کھڑے ٹانگیں سوکھ گئیں تو وہ رمشہ کی رشین بلی کو گود میں لے کر بیٹھ گیا جو اسی کی طرح اپنی مالکن کی غیر موجودگی میں بے آرام ہوتی تھی۔ ڈور بیل کی آواز پر وہ اڑتا ہوا نیچے پہنچا امی دروازہ کھول چکی تھیں اور اب رمشہ سے سوال جواب جاری تھے۔

''امی! بہت اچھی فیملی ہے۔ لڑکیاں تو بہت ہی پیاری اور با اخلاق ہیں۔'' رمشہ ان کی تعریف میں رطب اللسان تھی۔

''رمشہ! ادھر آؤ۔'' اذلان نے اس کو بازو سے پکڑ کر امی کی نظروں سے دور کیا۔

''ارے مجھے سننے تو دو۔ کہاں کھینچے جارہے ہو بہن کو۔'' امی ان کو سیڑھیوں کی طرف بڑھتے دیکھ کر جھنجلائیں۔

''امی آتی ہے بس۔'' اذلان رمشہ کو اوپر لے آکر ہی رکا۔

''اب بتاؤ، کافی دیر بیٹھی رہیں ادھر۔ دوستی ودستی کی اپسرا سے۔'' اذلان نے بے تابی سے پوچھا۔

''اپسرا تو کوئی حور لگتی ہے بھائی۔ جتنی دیر میں وہاں رہی سچی جیلس ہی ہوتی رہی اس کے حسن سے۔'' رمشہ نے ایک لمبی سی سانس بھر کر کہا تو اذلان یوں خوش ہوا جیسے اس کی تعریف ہوئی ہو۔

''دیکھ لیا میں نے کہا تھا نا۔ ویسے خوب صورتی میں تو ہم بھی کم نہیں تم خوامخواہ جیلس ہوئیں۔'' اس نے اترا کر کہا تو رمشہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں بھائی! وہ تو خوب صورتی سے کچھ آگے کی چیز ہے۔ اس کے اپنے گھر میں اس جیسا کوئی نہیں۔'' رمشہ کی صاف گوئی پہلی بار اذلان کو اچھی لگ رہی تھی۔

''پھر کیا کیا باتیں ہوئیں۔ میرا ذکر کیا۔'' وہ

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

بے تابی سے پوچھنے لگا۔

''آپ کا ذکر تو آیا مگر اپسرا کے تاثرات سے یہ لگا وہ آپ زیادہ پسند نہیں کرتی۔ آپ تو کہہ رہے تھے وہ باتیں کرتی ہے آپ سے۔'' رمشہ کی بات پر اذلان لب بھینچ گیا۔

''اس کے چہرے پر کیسا تاثر آیا میرے ذکر پر۔'' اس نے کڑے دل سے پوچھا۔

''منہ بن گیا اس کا۔'' رمشہ کا جملہ اذلان کو تیر بن کر لگا۔

''وہ..... آج کل ہم دونوں میں ناراضی چل رہی ہے تو اسی لیے۔'' اذلان نے خفت سے گردن کھجائی۔

''اچھا۔ شام کو تیار رہنا۔ مجھے ابھی نیند آ رہی ہے۔ کھانا کھا کر سوئی ہوں۔ او کے بائے۔'' رمشہ یاد دلا کر چلی گئی تو اذلان گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

☆☆☆

اذلان نے رمشہ کی فیس بک آئی ڈی میں اپنی چند تصاویر پوسٹ کیں اور کیپشن لکھا۔

''میرا خوبرو بھائی اذلان شاہ۔'' تصاویر انتہائی چن کر منتخب کی تھیں جن میں وہ میں بے حد وجیہہ اور شاندار نظر آ رہا تھا۔ پوسٹ ڈال کر وہ بے چینی سے کمنٹس اور لائیکس کا انتظار کرنے لگا۔ اسے زیادہ زحمت نہ اٹھانا پڑی۔ رمشہ کے یونی اور فیس بک کے کافی فرینڈز پوسٹ پر دھڑا دھڑ لائیکس اور کمنٹس دینے لگے۔ لڑکیاں تو فدویانہ کمنٹس پاس کر رہی تھیں کچھ نے اذلان کا میریٹل اسٹیٹس بھی پوچھ لیا۔ اور جواب میں کنوارا جان کر قرار حاصل کیا۔ آدھے گھنٹے میں لائیکس اور کمنٹس کی تعداد سیکڑوں میں پہنچ گئی تھی۔ بس اس ایک خاص ہستی کا کوئی لائک تک نہ نظر آیا تھا جس کی وجہ سے یہ پوسٹ ڈالی گئی اذلان انتظار ہی کرتا رہ گیا۔ اس نے مایوس ہو کر لاگ آؤٹ کر لیا۔

''اور بھی دکھ ہیں۔ زمانے میں محبت کے سوا۔'' وہ بڑبڑا کر اپنے روٹین ورک میں مصروف ہو گیا پر دھیان کا پنچھی اڑ کر بار بار اس پوسٹ کی منڈیر پر بیٹھنے کو اکساتا۔ رات کو وہ لاگ ان ہوا تو اپسرا کے میسنجر کا گرین ڈاٹ آن تھا۔ اذلان نے بے تابی سے اپنی پوسٹ کے نوٹیفکیشن کھول کر دیکھے پر ایک بار پھر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک بھی لائک یا کمنٹ اس سنگدل حسینہ کا نہ تھا۔

''اتنا اگنور کر رہی ہے میری تصاویر کو۔'' اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر ان باکس میں اپسرا سے بات چیت کا آغاز کیا۔

''السلام علیکم! کیسی ہو۔'' اس بار کی بورڈ اردو ٹائپنگ والا تھا۔

''وعلیکم السلام۔ الحمدللہ ٹھیک۔'' ریپلائی فوراً آیا تھا۔ اذلان ایک دم کھل اٹھا۔

''کیا کر رہی ہو اپسرا۔''

''سونے کی تیاری۔'' جواب مختصر تھا۔

''کسی کی نیندیں لوٹ کر نیند آ جاتی ہے تمہیں۔'' اذلان نے فقط سوچا۔

''آج کل ایف بی پر کم نظر آتی ہو۔'' اذلان نے پوچھا۔

''لاسٹ سمسٹر چل رہے ہیں تم جانتی تو ہو۔ تمہیں کیسے فرصت ہے اوٹ پٹانگ پوسٹس لگانے کی۔'' اپسرا کی بات پر اذلان کو صدمہ ہوا۔

''اوٹ پٹانگ۔ میں نے اپنے عزیز بھائی کی تصویروں کی پوسٹ لگائی ہے اور محترمہ.....! تم انہیں اوٹ پٹانگ کہہ رہی ہو۔'' اذلان نے دبا دبا غصہ ظاہر کیا۔

''ہاں کہہ رہی ہوں اوٹ پٹانگ۔ رمشہ! میں نے تمہیں کہا تھا۔ تم اپنے بھائی کو ہمارے درمیان ڈسکس نہیں کرو گی۔'' اپسرا نے یاد دلایا۔

''لیکن یہ میری وال ہے۔ جہاں میں نے اس کی پکس لگائی ہیں۔ تم سے ڈسکس نہیں کیا۔ تم خود پر لے رہی ہو تو یقیناً تمہارے دل میں چور ہے۔'' اذلان نے بے دھڑک بات کی۔ چند لمحے اسکرین پر خاموشی چھا گئی۔

''اپسرا۔'' اذلان نے بے چین ہو کر ٹائپ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کیا۔ جس انسان سے نفرت ہو اس کا چہرہ دیکھنا بھی اذیت ہے۔ اپسرا کے ٹائپ کیے گئے الفاظ اسکرین پر چمکے اور اذلان بجھ کر رہ گیا۔

''نفرت..... نہیں اپسرا۔ تم اذلان شاہ سے نفرت نہیں کر سکتیں۔ تم خود سے جھوٹ بول رہی ہو۔ محبت کبھی نفرت میں نہیں بدل سکتی۔ یہ وقتی طور پر دب جاتی ہے۔ چھپ جاتی ہے۔ مر بھی جاتی ہے مگر اپنا وجود نہیں بدلتی۔ محبت ہمیشہ محبت ہی رہتی ہے۔'' اذلان شاہ نے تڑپ کر سوچا۔

اپسرا تو میسیجز سے لاگ آؤٹ ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ٹیوشن پر اپسرا کا دیدار تو ہوتا تھا پر بات نہیں ہو سکتی تھی وہ شاذ ہی ان تینوں کو نگاہ بھر کر دیکھتی۔ بس پڑھائی پر سارا فوکس ہوتا تھا۔ سر بھی اب اپسرا کی موجودگی کی وجہ سے ان تینوں کو بے تکلف نہیں ہونے دیتے تھے۔ ماحول میں ایک دم تکلف کی چادر تن گئی تھی جس سے اذلان برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ اس دن وہ ٹیوشن پر آیا تو اتفاق سے معید اور نوید غیر حاضر تھے بس وہ اور اپسرا ہی سر سے پڑھتے رہے۔ پھر سر کی ضروری کال آ گئی تو وہ معذرت کر کے اٹھ گئے۔ اذلان نے موقع غنیمت جان کر اس خوب صورت چہرے کو نظر بھر دیکھا۔

کاش یہ مجھ سے کچھ بے تکلف ہو جائے۔ آج تک لڑکیوں کو متوجہ کرنے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ مگر یہ الگ ہی چیز ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔ اسکرین پر بلی کا نام جگمگا رہا تھا۔

''ہیلو، ہاں کہو۔'' اذلان نے اپسرا پر نظریں جمائے پوچھا۔

''امی کہہ رہی ٹیوشن کی واپسی پر وہی لیتے آنا۔'' رمشہ نے یاد دلایا۔

''اوہ، کیا طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر کے پاس لے جا رہی ہیں۔'' اذلان نے ذرا اونچی آواز میں پریشانی سے کہا تو بے نیازی سے بیٹھی اپسرا نے چونک کر اسے دیکھا۔

''آپ فکر مت کریں، رمشہ کو کچھ نہیں ہوگا امی۔'' اس کی اگلی بات پر اپسرا پوری طرح متوجہ ہوئی۔

''ہیں یہ کیا ہانک رہے ہو بھائی! مجھے کیا ہوا ہے۔'' دوسری طرف سے رمشہ حیران ہوئی۔

''تسلی رکھیں۔ ٹھیک ہو جائے گی۔'' اذلان نے فکر مند لہجے میں کہہ کر موبائل آف کیا اور بالوں میں اضطراری انداز میں ہاتھ پھیرے۔ اپسرا کچھ پوچھنے کو بے چین نظر آ رہی تھی۔

''رمشہ..... میری چھوٹی بہن..... ٹائیفائڈ ہو گیا ہے اسے۔ طبیعت بہت خراب ہے۔'' اذلان نے زمانے بھر کا تفکر الفاظ میں سمویا۔

''اوہ۔ کب ہوا ٹائیفائڈ، اس دن تو ٹھیک ٹھاک ہمارے گھر آئی تھی۔'' اپسرا نے آخر خاموشی توڑی۔

''بس اچانک سے بیمار ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر کا علاج چل رہا ہے۔ آپ کو بہت یاد کرتی ہے۔ اس دن آپ کے گھر سے بہت خوش واپس آئی تھی امی سے کہہ رہی تھی میری کوئی دوست نہیں پر اب اللہ نے مجھے اپسرا کی صورت ایک دوست دے دی ہے۔ اب پتا نہیں اس کی خوشی کو نظر لگ گئی یا کیا.....'' اذلان نے ٹھنڈی آہ بھر کر بات ادھوری چھوڑی۔

''اوہ۔'' اپسرا واقعی پسیج گئی۔ ''میں آؤں گی اسے دیکھنے کل۔'' وہ فوراً بولی تو اذلان خوشی سے جھوم اٹھا پر بہ ظاہر سنجیدہ صورت بنائے رکھی۔

''جی ضرور آیئے گا۔ ویسے کتنے بجے آئیں گی آپ۔ دراصل ڈاکٹر کے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے نا۔ تو.....'' اذلان نے بے اختیار پوچھا پھر وضاحت کی۔

''پانچ بجے ٹیوشن سے پہلے آؤں گی۔'' اپسرا نے بتایا تو وہ دل میں خود کو شاباشی دینے لگا۔ پھر سر کے آنے پر دونوں پڑھائی کی طرف متوجہ ہوئے۔

☆☆☆

''امی کتنے دن ہوئے آپ نانو کے پاس نہیں گئیں۔'' اذلان نے محتاط لہجے میں بات شروع کی تو تکیہ پر کور چڑھاتی عابدہ بیگم کے ہاتھ تھم سے گئے۔

''گھر کے کاموں سے فرصت ہو تو جاؤں نا۔ پھر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تمہارے بابا کے مزاج۔ خود تو زمینوں پر رہتے ہیں۔ مجھے بھی منع کر رکھا ہے میکے جانے سے۔ ہائے برسوں گزر گئے میکے میں گزرا وقت دھندلی یاد بن گیا۔'' وہ تکیہ ایک طرف رکھ کر رنجور لہجے میں بولیں۔

''کیوں بنا دھندلی یاد۔ آپ بھی جب چاہیں اس دھند کو صاف کر سکتی ہیں۔'' اذلان کی بات پر وہ پھیکا سا مسکرائیں۔

''وہ کہتے ہیں تم خود اب بچوں کی ماں بن گئی ہو۔ ذرا ذرا سی بات پر ماں اور میکہ کو یاد کرنا چھوڑ دو۔ انہیں کیا پتا بیٹی چاہے جتنی بڑی ہو جائے اور ماں چاہے جتنی بوڑھی۔ مگر انسیت اور محبت ختم تھوڑا ہی ہوتی ہے۔ آج بھی میکے میں قدم رکھوں تو میں وہی پرانی عابدہ بن جاتی ہوں جو ماں سے لاڈ اٹھواتی تھی ان کی گود میں سر رکھتی تھی۔'' وہ کسی خیال میں کھو کر بولیں۔ ''پر یہ مرد ذات کہاں سمجھتی ہے ہم عورتوں کے احساسات۔'' انہوں نے ٹھنڈی آہ بھری۔

''میں سمجھتا ہوں نا آپ کے جذبات۔ بس آج آپ پورا دن نانو کے ساتھ گزاریں۔ پیچھے کی فکر نہیں کریں۔ رمشہ اور میں رہ لیں گے۔'' اذلان نے ان کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دی۔

''لیکن.....'' وہ متذبذب ہوئیں۔

''امی۔ لیکن ویکن کچھ نہیں آپ تیار ہو جائیں میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔'' وہ بضد ہوا۔ امی نے وال کلاک کی جانب دیکھا۔

''اس بھری دوپہر میں۔'' دن کے ڈھائی بجاتی سوئی ان کو فکر میں ڈال گئی۔

''تو کیا ہوا نانو دروازہ نہیں کھولتیں کیا اس وقت۔ آپ کو چھ بجے میں خود لینے آؤں گا۔'' اذلان کا اصرار دیکھ کر ان کا دل بھی راضی ہوا اور وہ تیار ہونے چل دیں۔ پندرہ منٹ کے اندر وہ ان کو نانو کے گھر گاڑی پر چھوڑ آیا تھا۔

''بھائی! یہ آپ کیا کر رہے ہو؟'' رمشہ نے اذلان کی واپسی پر جھنجلا کر پوچھا۔

''چپ رہو۔ تم بیماری کی صحیح طرح ٹی ایکٹنگ کرنا۔ اتنی بے بسی ظاہر کرنا کہ وہ بس ہمدردی میں ہی بار بار تم سے ملنے آئے۔'' اذلان نے بڑے بھائی کا رعب جمایا۔ ''اور وہ جوامی کی پہلی والی فانڈیشن ہے نا وہ چہرے پر مل لینا۔ گالوں کی سرخی سے وہ تمہیں صحت مند نہ سمجھ لے۔'' اس نے مزید ہدایت دی تو رمشہ کی ہنسی نکلی۔

''''آپ کو میک اپ کی کتنی نالج ہے بھائی!''''

''ہاں تو گفٹ جو کرتا ہوں بچیوں کو۔'' وہ بڑبڑایا تو رمشہ چونکی۔

''کیا کہا..... کیا کرتے ہو۔''

''کچھ نہیں۔ میں کہہ رہا ہوں ایکٹنگ نیچرل کرنا۔'' اذلان نے پھر تاکید کی۔

''بے فکر رہو۔ میں ایسی زبردست ایکٹنگ کروں گی کہ اپسرا سچ مچ ہمدردی کرنے لگے گی۔ بس تم اپنا وعدہ نہ بھولنا۔'' رمشہ نے پھر یاد دلایا۔

''ارے نہیں۔ بالکل نہیں بھولوں گا۔ تمہارا آئی پیڈ پکا۔ امی کو منانا تو میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔'' اذلان نے تسلی دی تو رمشہ خوش ہو گئی۔

کئی ماہ سے وہ آئی پیڈ کی ضد کر رہی تھی اور عابدہ بیگم ٹال رہی تھیں پر اب اذلان نے یقین دلایا تھا وہ امی کو منا لے گا۔ وہ اکلوتا لاڈلا ماں سے ہر ضد منوا لیتا۔ رمشہ ویسی ضد نہیں کر سکتی تھی بس کہہ کر خاموش ہو جاتی جبکہ اذلان کسی بات پر چپک جائے تو پوری کروا کر دم لیتا تھا۔

شام کے سوا پانچ بجے ڈور بیل بجی تو اذلان جھٹ سے دروازے پر آیا۔ وہ اپسرا کو گھر سے نکلتے تو کھڑکی سے دیکھ ہی چکا تھا۔

''السلام علیکم۔'' اپسرا بے بی پنک شلوار سوٹ میں کھلتا گلاب لگ رہی تھی۔ اذلان تو سلام کا جواب دینا بھول گیا۔

''رمشہ گھر پر ہے۔'' اپسرا اس کی نظروں سے بے آرام ہوئی۔

''جی آئیں۔ وہ گھر پر ہی ہے بھلا مریض کہاں جاتا ہے۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اذلان اسے رمشہ کے کمرے میں لے آیا۔ جہاں رمشہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سر سے پیر تک چادر اوڑھے بس چہرہ کھلا تھا جس پر مہارت سے پیلے رنگ کی فاؤنڈیشن لگا کر زردی ظاہر کی گئی تھی۔

''اوہ رمشہ! کیسی ہو؟'' اپسرا نے قریب آکر پوچھا۔

''بس صحیح نہیں ہے طبیعت۔'' رمشہ نے نقاہت سے کہا۔

''آپ بیٹھیے نا۔'' اذلان ایک کرسی بیڈ کے قریب لے آیا۔

''تھینک یو۔'' اپسرا بیٹھ گئی۔

''کیا لیں گی آپ، چائے شربت۔'' وہ نثار ہوا جارہا تھا۔

''کچھ نہیں، میں بس رمشہ سے ملنے آئی ہوں۔'' اپسرا نے سہولت سے انکار کیا۔

''ایسے کیسے چلے گا کچھ نہ کچھ تو لیتا ہوگا۔'' وہ کہہ کر فوراً کچن میں چلا آیا اور اسنیکس اور کولڈ ڈرنک جو ریڈی رکھی تھی اٹھائے واپس آیا اور میز پر ٹرے رکھ دی۔

اپسرا نے تکلف سے نگٹس کے دو چار پیس پلیٹ میں ڈالے۔ اتنے میں رمشہ کی پرشین بلی مالکن کو تلاشتی کمرے میں آئی۔

''اوہ پورشیا۔ آجاؤ میرے پاس۔'' رمشہ لیٹے سے اٹھ بیٹھی اور اپنی بانہیں پھیلا دیں۔

''رمشہ! تم بیمار ہو۔'' اذلان فوراً قریب آیا اور کندھوں سے پکڑ کر اس کو لٹایا۔ رمشہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا وہ خوامخواہ کھانسنے لگی۔

''کتنی کیوٹ بلی ہے۔'' اپسرا نے اشتیاق سے بلی کو دیکھا اور جھک کر اپنی گود میں اٹھالیا۔

''آپ کو بلیاں پسند ہیں۔'' رمشہ نے خوش ہو کر پوچھا۔

''بالکل۔'' وہ بلی کے بال سہلا رہی تھی۔

''بھائی تو بہت چڑتے ہیں بلیوں سے۔ مجھے بھی ڈانٹتے ہیں کیوں پالتی ہو گند کرتی ہے حالانکہ آپ یقین کریں یہ ٹرینڈ بلی ہے۔ چار ماہ کی لی تھی میں نے۔ اب تو دو سال کی ہے۔'' رمشہ روانی میں بولتی جارہی تھی۔

''میں کب چڑتا ہوں رمشہ! ایٹ لیسٹ پیٹس تو مجھے بہت پسند ہیں بالخصوص بلیاں۔'' اذلان نے بہن کو گھورا اور پورشیا کو پچکارا۔

''مائی لولی پورشیا! کم آن۔'' اپسرا کی گود سے چھلانگ لگاتی بلی اذلان نے پکڑ لی اور گود میں لے کر سہلانے لگا۔ رمشہ منہ کھول کر اس کا دلار دیکھتی رہی۔

''او کے رمشہ! اب میں چلتی ہوں۔ ٹھیک ہے۔'' اپسرا اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اتنی جلدی جارہی ہیں آپ۔'' اذلان بے چین ہوا۔

''جی ٹیوشن بھی جانا ہے۔'' وہ رمشہ سے مخاطب تھی۔

''چلیں میں آپ کو نیچے چھوڑ کر آتی ہوں۔'' رمشہ بستر سے چھلانگ مار کر نکلی۔

''ارے نہیں، تم تو بیمار ہو۔'' اذلان دانت پیس کر بہن کی طرف آیا۔ ''بس یہی حرکتیں ہیں اس کی۔ تب ہی روز بیمار ہوجاتی ہے۔ احتیاط نہیں کرتی۔'' وہ رمشہ کو لٹاتے اپسرا کو کہنے لگا۔

''رمشہ! تم آرام کرو او کے۔'' اپسرا نے اس کے گال پر پیار کیا۔

''پھر کب آئیں گی آپ۔'' رمشہ نے رٹوایا ہوا جملہ بولا۔

''بہت جلد۔'' اپسرا نے مسکرا کر کہا۔

اذلان بیرونی گیٹ تک اسے چھوڑنے آیا۔

''آپ کے آنے کا بہت شکریہ اپسرا!'' اذلان نے کہا تو اپسرا مسکرائی۔

''شکریہ کی کیا بات۔''

''میری بہن نے آپ کو دیکھ کر اچھا محسوس کیا ورنہ وہ بہت سست اور چڑچڑی ہورہی تھی۔'' اذلان نے اس کے خوب صورت چہرے پر نظر جما کر کہا۔

''اچھی بات ہے اس نے اچھا محسوس کیا۔ مجھے خوشی ہوئی۔'' اپسرا نے اذلان کی آنکھوں

Wadar Azeem
Pakistanipoint.com

میں دیکھنے سے گریز کرتے کہا اور گیٹ پار کر گئی۔
اذلان اس کو آخر تک جاتے دیکھتا رہا۔

☆☆☆

اپسرا کا رویہ بعد کے دنوں میں کچھ بہتر ہوا تھا وہ ٹیوشن پر اذلان کے سلام کا جواب بھی دے دیتی اور کچھ بات چیت بھی کر لیتی۔ پر دلی ہنوز دور است کے مصداق وہ اذلان سے اتنی بے تکلف نہ ہوئی تھی کہ لگتا وہ اذلان کی دوست ہے یا ان دونوں کے درمیان کوئی معنی خیز رشتہ پنپ رہا ہے۔ اذلان نے اس کے اپنے گھر آنے کا احوال بھی معید اور نوید کو مرچ مسالا لگا کر سنایا تو جواب میں دونوں ہنسنے لگے۔
"کیوں ہنس رہے ہو تم لوگ۔ میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے کیا۔" اذلان اچھا خاصا تپ گیا۔
"مان لے اذلان! کہ اپسرا بڑی ٹیڑھی کھیر ہے، تجھ سے نہیں پھنسنے والی۔" معید کی بات پر اذلان کو پتنگے لگے۔
"کیوں نہیں پھنسنے گی۔ میری پرسنالٹی دیکھی ہے آج تک کسی لڑکی نے مجھے انکار نہیں کیا۔ مجھ سے دوستی کرنے کے لیے بچیاں ترستی ہیں۔" وہ تفاخر سے بولا۔
"مگر اپسرا ان لڑکیوں میں شامل نہیں۔ وہ تجھے منہ بھی نہیں لگاتی۔"
معید کی صاف گوئی پر اذلان نے بھڑک کر اس کو ایک تھپڑ جڑ دیا جواباً معید نے اسے مکا مارنا چاہا مگر اذلان نے اپنے آہنی ہاتھ سے اس کا ہاتھ موڑ کر اس کی کمر سے لگا دیا۔
"ارے یہ کیا کر رہے ہو تم لوگ۔ چھوڑو اسے اذلان۔" نوید نے گھبرا کر اذلان کی گرفت سے بہ مشکل معید کو چھڑایا۔
"آئندہ اگر الٹی سیدھی بات کی تو بہت برا حشر کروں گا۔ اسے سمجھا دو۔" اذلان نے تیز سانسوں کو کنٹرول کرتے دھمکی دی۔
"چل بڑا آیا سورما۔ میرا حشر کیا برا کرے گا ایک لڑکی تو پھنسا نہیں سکتا۔" معید نے اپنی جسمانی پسپائی کا بدلہ زبان سے لیا۔
"میں تجھے اپسرا سے دوستی کر کے دکھاؤں گا۔ لیکن پھر تجھے دھول چاٹنی ہوگی۔" اذلان نے شیو پر ہاتھ پھیر کر کہا۔
"میں زمین پر ناک بھی رگڑ لوں گا۔ تو بس اس کو گرل فرینڈ بنا کر دکھا۔ دیکھتے ہیں وہ تجھ سے کیسے پھنستی ہے۔" معید کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔
"میرا نام اذلان شاہ ہے۔ یاد رکھنا۔ اذلان ہارتا نہیں ہراتا ہے۔" وہ معید کے پاس آیا اور ہموار لہجے میں کہا۔ "تو وہ زمین منتخب کر کے رکھ لے جس کی مٹی تجھے چاٹنی ہے۔" وہ مستحکم لہجے میں بولا۔
"بالکل منتخب کر کے رکھتا ہوں۔ مگر تو نے زبانی کلامی قصے نہیں سنانے، اپسرا کو گرل فرینڈ بنا کر ہمیں ثبوت بھی پیش کرنے ہوں گے سمجھے۔" معید کو اس کا اعتماد کھل رہا تھا۔
"ثبوت۔ کیسے؟" اذلان الجھا۔
"مطلب ڈیٹ شیٹ مارنے کے وقت کی وڈیو یا تصاویر۔ فون پر پیار محبت جھاڑنے کی ریکارڈنگ۔ ورنہ میں یقین نہیں کروں گا اور بہ صورت دیگر تجھے دھول چٹواؤں گا۔" معید نے شرطیں گنوا کر تپاتی ہوئی نظریں اذلان پر گاڑیں۔
"نوید! سمجھا اپنے بھائی کو پٹے گا مجھ سے۔"
اذلان نے مٹھیاں بھینچ کر مکا بنایا۔
"نہیں کر سکتا نا۔ میں جانتا تھا۔ بس ٹھنڈا ہو کر بیٹھ جا۔ شاباش۔" معید طنزیہ ہنسا۔
"تیری تو..... میں یہ چیلنج قبول کرتا ہوں اور اب تجھے ناک رگڑنی ہوگی میرے قدموں میں۔" اذلان نے تنفر سے کہا جواباً دونوں خاموش رہ گئے۔

☆☆☆

مقابلے کے امتحان میں وہ شان دار کامیابی سے پاس ہوا تھا۔ اس کی محنت رنگ لائی تھی اور اس کا سول سروسز میں جانے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو گیا تھا۔ پولیس ڈپارٹمنٹ میں ایس پی کے عہدے پر فائز ہو کر وہ اپنی پہلی ٹریننگ پر جا رہا تھا۔ یہ اذلان کی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

زندگی کی چند بڑی خواہشوں میں سے ایک خواہش تھی۔ جس کو پورا ہوتے دیکھ کر خوش ہونا اس کا فطری حق تھا۔ مگر وہ چاہنے کے باوجود وہ خوشی محسوس نہیں کر پا رہا تھا اور اس کی وجہ تھی اپسرا جس نے چند دن پہلے ہی رمشہ کی آئی ڈی کو ان فرینڈ کر دیا تھا۔ یہ اذلان کی طرف سے فیس بک پر اپنی تصاویر پوسٹ کرنے پر اس کی نفرت کا کھلا اظہار تھا اور یہ نفرت اذلان کی ہر خوشی پر بھاری ہوگئی۔ وہ بجھے دل سے سامان باندھ کر ٹریننگ پر چلا آیا۔ اماں بابا اور رمشہ کے بے حد اصرار کے باوجود وہ اپنے لیے رکھی گئی فیملی پارٹی میں بھی شریک نہیں ہوا۔ جاتے جاتے اس نے رمشہ کو مختصر بات بتا کر اس کی آئی ڈی اسے واپس سونپ دی۔ رمشہ بھائی کے چہرے پر اداسی کے سائے دیکھ کر رنجیدہ ہوئی تھی۔

''میں نے کہا تھا نا بھائی! وہ آپ سے بہت متنفر ہے۔ آپ نے ان سنی کر دی۔ اب ہرٹ ہو گئے نا۔'' رمشہ نے آہستہ سے کہا۔ اذلان نے لب بھینچ لیے۔

''خود سوچو آپ کی تصاویر پہ اتنا غصہ ہوئی ہے اگر آپ کو سامنے دیکھ لے تو کیا کرے گی'' وہ مزید بولی تو بہن کی بات پر ایک زخمی مسکراہٹ اذلان کے چہرے پر آئی۔

''اپسرا سے کبھی سامنا ہو تو اسے کہنا رمشہ کہ محبت کبھی نفرت میں نہیں بدلتی۔ وہ خود کو دھوکا دینا چھوڑ دے۔'' وہ بہت دکھ سے بولا رمشہ بس اسے دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

اپسرا سے دوستی کرنا اب ایک چیلنج بن چکا تھا۔ اذلان نوجوانی کے بپھرے ہوئے جذبات کے تحت معید کو دھول چٹانے کا پکا ارادہ کر چکا تھا۔ معید کا مذاق اڑاتا لہجہ اس کی انا پر کاری ضرب بن کر لگا تھا۔ اب اس چیلنج کو ہر حالت میں پار لگانا تھا۔

وہ عصر اور مغرب کی نماز باقاعدگی سے مسجد میں پڑھنے لگا۔ اپسرا کے بابا جس وقت نماز کو نکلتے وہ بھی اسی وقت گھر سے نکل آتا۔ گلی میں ساتھ چلتے مسجد میں ایک ساتھ داخل ہوتے رفتہ رفتہ ان کے درمیان سلام دعا اور بات چیت کا آغاز ہوا۔ اور یہ بات چیت بے تکلفی میں بدلنے لگی۔ اذلان اپسرا کی اماں کو سبزی لینے میں بازار جاتے دیکھتا تھا۔ سو اب اکثر وہ جب ان کو واپس سبزی کی شاپر اٹھا کر لاتے دیکھتا تو فوراً اپنے گھر سے نکل کر ان کی مدد کرتا اور پڑوسی ہونے کا اخلاق جتا کر آدھے راستے سے ان کا کچھ سامان اپنے ہاتھوں میں تھام لیتا۔ وہ انکار کرتیں پھر مسکرا کر دعا دیتیں۔ اذلان کے گھر ہر جمعرات کو نیاز کی دیگ اترتی تھی۔ جس میں سے وہ ایک اچھا خاصا حصہ نکال کر اپسرا کے گھر خود بہ نفس نفیس لے جاتا۔ کبھی اپسرا نیاز وصول کرتی کبھی اس کی چھوٹی بہن یا امی۔ آنٹی کو نیاز دے کر وہ پانی طلب کر لیتا۔ آنٹی بخوشی اس کو صحن کی کرسی پر بٹھا کر شربت بنا کر پلاتیں۔ رمشہ اور امی کا حال احوال دریافت کرتیں۔ وہ خوش دلی سے گھونٹ گھونٹ شربت پیتا جواب دیتا۔ اپسرا برتن خالی کر کے کچن سے باہر آتی اور اسے تھما دیتی۔ اذلان مسکرا کر اسے دیکھتا اور اجازت چاہتا۔

اپسرا اذلان کی خود میں انتہائی دلچسپی نوٹ کر چکی تھی۔ اس کو اپنی خوب صورتی کا احساس بھی تھا۔ جس کی وجہ سے مخالف جنس اس کی طرف فوراً مائل ہو جاتی تھی پر اذلان کا فریفتہ انداز کچھ الگ تھا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ ہو رہی تھی۔

وہ بھی معمول کے دنوں جیسا ایک دن تھا جس کے ڈھلنے کے بعد رات کو اذلان سٹنگ روم میں بیٹھا موبائل پر مصروف تھا۔ چونکہ لائٹ گئی ہوئی تھی اسی لیے وہ وقت گزاری کو ادھر بیٹھ گیا۔ امی اور رمشہ اپنے روم میں آرام کر رہی تھیں اور بابا حسب معمول زمینوں پر تھے۔ بیرونی دروازہ اچانک زور زور سے دھڑ دھڑایا گیا تو وہ اٹھ کر باہر چلا آیا۔ لائٹ جانے کی وجہ سے جنریٹر چل رہا تھا۔ پر شاید آنے والے کی بے خبری کہ بیل نہیں بجائی گئی۔

''آرہا ہوں بابا۔'' اذلان نے ناگواری سے کہہ کر توڑنے کی حد تک پیٹا جانے والا دروازہ کھولا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''اپسرا آپ.....'' وہ دروازہ کھولتے ہی خوش گوار حیرت کا شکار ہوا۔ جبکہ مقابل کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''اذلان! میرے بابا..... وہ ان کو.....''

اپسرا بے ربط بتاتے ہوئے رو پڑی تو اذلان چونکا۔

''کیا ہوا انکل کو؟'' اذلان کے استفسار پر اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

''ان کے دل میں بہت درد ہو رہا ہے ان کی حالت غیر ہے پلیز ہیلپ می۔'' وہ بہت گھبرا کر بولی۔

''اوہ۔ تم پریشان مت ہو اپسرا! انکل کو کچھ نہیں ہوگا۔ میں چلتا ہو تمہارے ساتھ۔'' وہ تیزی سے واپس پلٹا اور رمشہ کے کمرے میں آ کر افراتفری میں اسے جھنجوڑ کر اٹھایا۔

''کیا ہوا بھائی۔'' وہ آنکھیں ملتی بیزاری سے بولی۔

''میں باہر جا رہا ہوں تم دروازہ لاک کر لو۔ امی کو ڈسٹرب مت کرنا۔'' وہ جلدی جلدی والٹ اور موبائل جیب میں ڈالتے بولا اور نیچے چلا گیا۔ رمشہ حیرانی سے پیچھے چلی جب تک وہ دروازے تک پہنچی وہ اپسرا کے ساتھ اس کے گھر تک پہنچ چکا تھا۔ اس کے بابا کی حالت واقعی بہت خراب تھی۔ اس کی امی اور چھوٹی بہن ان کو سنبھال بھی رہی تھیں اور رو بھی رہی تھیں۔

اذلان سب کو گاڑی میں بٹھا کر جلدی سے اسپتال پہنچا۔ انکل کو فوراً آئی سی یو میں داخل کر کے طبی امداد دی گئی۔ ان کو انجائنا کا اٹیک آیا تھا۔ پر جلد اسپتال پہنچنے کی وجہ سے بچت ہو گئی تھی۔ آنٹی اور اپسرا پریشان صورتیں لیے تھیں۔

''آنٹی آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ اللہ نے کرم کیا ہے۔'' اذلان نے آنٹی سے کہا۔

''بس بیٹا۔ اللہ کا ہی آسرا ہے۔ وہ ہی مددگار ہے۔ تمہارا بہت شکریہ۔ تم نے بروقت ہمیں اسپتال پہنچایا۔'' وہ تسبیح پڑھتے تشکر کے گہرے احساس سے بولیں۔

''ارے نہیں۔ یہ تو میرا فرض تھا۔'' اذلان نے انکساری سے کہا۔

''نہیں بیٹا۔ مشکل میں ہر کوئی مدد نہیں کرتا۔ جن میں اخلاص ہوتا ہے وہی کام آتے ہیں اور ان ہی سے پریشانی کہی جا سکتی ہے۔ آدھی رات کو ان کی طبیعت بگڑی تو میرے ذہن میں صرف آپ کے گھرانے کا خیال آیا ورنہ آس پڑوس میں دوسرے لوگ بھی ہیں۔ پر اپسرا کو صرف آپ کے پاس دوڑایا۔'' وہ خلوص سے بولیں تو اذلان خاموش سا ہو گیا۔

''جی۔ یہ آپ کی محبت ہے آنٹی۔ اب آپ ریلیکس ہو کر بیٹھ جائیں اور انکل کو اگلے بارہ گھنٹے آبزرویشن میں رکھا جائے گا۔ پھر ان شاء اللہ وہ بھلے چنگے گھر جائیں گے۔'' اذلان نے اسپتال کے روم کا وزٹ پر آنٹی کو کندھوں سے پکڑ کر بٹھایا اور ایک بار پھر تسلی دی۔

''ان شاء اللہ۔'' وہ زیر لب بولیں۔ اذلان نے کلاک پر نظر کی۔ جس کی سوئیاں صبح کے پانچ بجا رہی تھیں۔

''بیٹا! اب آپ اپنے گھر جاؤ اور آرام کرو۔ یہاں تک پہنچایا۔ اتنی دیر ساتھ رہے۔ بہت شکریہ۔ آپ کی بے آرامی پر مجھے اچھا محسوس نہیں ہو رہا۔'' آنٹی نے اذلان کو محبت سے دیکھ کر کہا۔

اذلان نے کن انکھیوں سے اپسرا کو دیکھا جو بہن کے ساتھ پیشنٹ بیڈ پر سر جھکا کر بیٹھی تھی۔ اذلان کی موجودگی میں وہ بہنیں تکلف سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ بیڈ پر سستا بھی نہیں سکتی تھیں۔ یہ خیال اذلان کو ایک دم ہی آیا تھا۔

''او کے آنٹی! اب میں چلتا ہوں۔ آپ لوگ بھی آرام کریں۔ صبح آٹھ بجے ان شاء اللہ پھر چکر لگاؤں گا۔''

اذلان نے اجازت چاہی اور ادھر سے نکل آیا۔

صبح آٹھ بجے وہ ناشتے کے لوازمات کے ساتھ اسپتال میں پھر موجود تھا۔ آنٹی اس کو تکلف سے منع کر رہی تھیں پر وہ میز پر پلیٹیں اور چائے کے کپ رکھتے مسکرا رہا تھا۔

''اپسرا! بیٹا ناشتا نکالو۔ یہ بچہ تو بہت ضدی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہے۔ اسپتال کی کینٹین سے ناشتا منگوا لیتے۔ کیا ضرورت تھی اتنے تکلف کی۔ بہن جی کو بھی زحمت دے دی۔''

''ارے آنٹی کوئی بات ہی نہیں۔ امی تو انکل کی طبیعت کا سن کر ہی پریشان ہوگئی ہیں۔ خود ناشتہ بھجوایا ہے۔''

''یہ چائے لیں۔'' اپسرا نے چائے کا کپ اس کی طرف بڑھایا تو اذلان کے لبوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''بہت شکریہ۔'' وہ اپسرا کے خوب صورت مگر تھکے ہوئے چہرے کو بغور دیکھتا رہا۔

دوپہر میں انکل کو فائنل چیک اپ کے بعد ہاسپٹل سے فارغ کر دیا گیا۔

''اچھا آنٹی! اب اجازت دیجیے۔ میرے لائق کوئی اور کام ہو تو بے جھجک بتائیے گا۔'' ان کو گھر پہنچا کر اذلان نے انکساری سے اجازت چاہی۔

''نہیں بیٹا! تمہارا بہت شکریہ۔ تم بہت کام آئے۔'' وہ اذلان کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولیں۔

''آج میرا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بھی تمہارے جیسا ہوتا۔'' ان کے لہجے سے حسرت کر لائی۔

''میں بھی تو آپ کا بیٹا ہوں آنٹی!'' اذلان نے اپسرا کو دیکھ کر کہا جو گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں الجھی تھی۔

''او کے آنٹی اللہ حافظ۔'' وہ ایک خوش گوار احساس لیے اپنے گھر واپس آیا۔

پھر وہ گاہے بہ گاہے انکل کی خیریت پوچھنے کے بہانے اپسرا کے گھر جانے لگا اور انکل کی ناسازی طبع کے پیش نظر ان کے باہر کے کئی کام انجام دینے لگا۔ امی بھی ایک دو بار ان کے گھر سے ہو آئیں۔ وہ خالص گھریلو عورت تھیں جو بہ مشکل ہی اپنی گھر کی جنت سے قدم باہر نکالتی تھیں۔

اپسرا اذلان سے اب کچھ بے تکلف ہوگئی تھی۔ وہ اس سے فون پر بھی بات کر لیتی تھی۔ کبھی کسی کام کے بہانے کبھی یونہی اذلان اس کو فون کر لیتا۔ اب اپنی کھڑکی میں وہ اسے چھپ کر دیکھنے کے بجائے براہ راست سامنے کھڑا ہو کر دیکھتا۔ اپسرا جان گئی تھی کہ وہ نادیدہ نگاہیں جن کو محسوس کر کے وہ چونک اٹھتی تھی وہ اذلان کی تھیں اور یہ جان کر اس کی عجیب سی کیفیت ہوگئی تھی۔ اس کا دل اذلان کے حوالے سے نرم پڑ گیا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ اس کو چاہنے لگی تھی۔ اسے اذلان کی عادت پڑتی جا رہی تھی۔ وہ شام میں مخصوص اوقات میں اس کو روز نظر آتا۔ دن کے مخصوص حصے میں اسے ضرور فون کرتا۔ اس کو بے حد اہمیت دیتا۔ اس کے گھر دوڑ دوڑ کر پہنچتا۔ وہ اس کی طرف متوجہ کیسے نہ ہوتی۔

ایک تو کچی عمر اور پھر اذلان اس کی زندگی میں آنے والا پہلا لڑکا جو اس حد تک اس کے دل کے قریب آیا تھا۔ وہ اس کے لیے کورے کاغذ پر لکھے پہلے حرف کی طرح تھا۔ جو بہت مشکل سے مٹتا ہے۔ دوسری طرف اذلان بھی اپسرا کو چاہنے لگا تھا۔ وہ اس سے ایک دن نہ دیکھتا تو بے چین ہو جاتا۔ کسی لڑکی سے دوستی کر کے دو تین ماہ بعد اس کو سر سے اتار دینا اذلان کی عادت تھی۔ جتنی تیزی سے تعلقات بڑھاتا اتنی تیزی سے ختم کر لیتا۔ مگر اپسرا اس کے حواسوں پر سوار ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اس کے حوالے سے حساس ہو رہا تھا۔ اس کا حسن۔ اس کا گریز۔ اس کی ہنسی۔ ہر چیز منفرد تھی اور ہر چیز اذلان کو روز بہ روز اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

☆☆☆

''ابے۔ بچی پٹی کہ نہیں۔'' معید نے بہت دن بعد پھر سے وہی موضوع چھیڑا۔ وہ اس وقت اذلان کے گھر پر بیٹھے تھے۔ اس دن کی ہاتھا پائی کے بعد تینوں پھر سے دوست بن گئے تھے۔ پڑوس میں رہتے دن رات کا آنا جانا اور اسکول ٹیوشن کا پڑھنا ساتھ تھا۔

''تمیز سے بات کر۔'' اذلان نجانے کیوں بھڑکا۔

''اوہے ہوئے ٹشن تو دیکھ۔ بھول گیا اپنی شرطیں۔'' معید نے یاد دلایا۔

''تجھے دھول چاٹنے کی بڑی جلدی ہے۔'' اذلان نے تمسخر سے کہا۔

Wadal Azeem
Pakistanipoint.com

''دھول چٹوانے کی پیارے۔'' معید کی بات نے اذلان کو پھر جذباتی کیا۔

''تیری اطلاع کے لیے عرض ہے وہ مجھ سے فون پر باتیں بھی کرتی ہے اور ملاقاتیں بھی۔'' اذلان نے بڑھا چڑھا کر بتایا۔

''اچھا۔ ثبوت دے۔'' معید نے فوراً کہا۔

''کیوں دوں؟'' اذلان گڑبڑایا۔

''ہماری آپس میں یہی بات طے ہوئی تھی کہ تو فونز کالز اور ڈیٹنگ کی ریکارڈنگ پیش کرے گا۔ ورنہ تجھے کیا کرنا ہے یاد ہے نا۔''

معید کی بات پر اذلان کا چہرہ سرخ ہوا۔ جس طرح کی باتیں معید کو سننی تھیں وہ ابھی تک اذلان اور اپسرا کے درمیان نہیں ہوئی تھیں۔ وہ چاہ کر بھی اپسرا سے الٹی سیدھی بات نہیں کرسکتا تھا۔ وہ اس عمر میں بھی اتنی سوبر تھی۔ کہ اذلان کچھ کہتے کہتے رک جاتا۔ اپسرا کی ناراضی کا خیال دامن گیر ہوجاتا۔ مگر اس دن اس نے پہلی بار فون پر ریکارڈنگ کا آپشن لگایا اور اپسرا کو کال ملائی۔ سلام دعا کے بعد معمول کی کچھ باتیں ہوئیں اور پھر اذلان نے اس کو بڑے ہی جذباتی انداز میں آئی لو یو بول دیا۔ اپسرا آگے سے خاموش ہوئی۔

''اپسرا پلیز مجھے ریپلائی دو۔ تم بھی پیار کرتی ہو نا مجھ سے۔ ویسی ہی دل کی گہرائی سے۔ جیسے میں کرتا ہوں۔'' اذلان اس کی خاموشی سے کچھ شہ پاکر مزید بولا۔ پر چند منٹ اور گزرنے پر بھی خاموشی برقرار رہی۔

''کچھ تو کہو اپسرا!'' اب وہ پریشان سا ہوا۔

''اذلان۔'' اپسرا کی آواز سنائی دی۔

''ہاں کہو اپسرا!'' اس کا وجود سماعت بن کر اپسرا کے جواب کا منتظر تھا۔

''آئی لو یو ٹو۔'' اپسرا کی آواز بہ مشکل نکلی۔ اذلان تو خوشی سے اچھل پڑا۔

''اوہ اپسرا! تم نہیں جانتی ان چند لفظوں نے مجھے کتنی خوشی دی ہے۔ پلیز پھر سے کہو۔'' وہ بے خودی سے بولا۔

''نہیں۔'' اپسرا پہلی بار شرما کر بولی۔

''او کے او کے۔ اچھا بتاؤ میں تمہیں کتنا اچھا لگتا ہوں۔'' ریکارڈنگ کا خیال کر کے اس نے ذرا اترا کر پوچھا۔

''بہت۔'' اپسرا نے یک لفظی جواب دیا۔

''بس بہت؟'' اذلان شوخ ہوا۔

''بہت زیادہ۔'' وہ دقت سے بولی۔

''بس بہت زیادہ؟'' اذلان نے اور شوخی دکھائی۔

''حد سے زیادہ۔ اب اس سے زیادہ بتانا مجھے نہیں آتا۔'' اپسرا نے بے بسی سے کہا۔ اذلان قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''او کے۔ اتنا بہت ہے میرے لیے۔ لگتا ہے آج خوشی سے مر ہی جاؤں گا۔'' اذلان نے سرشار لہجے میں کہا۔

''اللہ نہ کرے۔'' اپسرا بے اختیار بولی۔

''آئندہ سے ایسی بات مت کیجیے گا۔'' اپسرا کا لہجہ اپنا پن لیے ہوئے تھا۔

''جو حکم ڈیئر!''

''اچھا اب میں رکھتی ہوں، اللہ حافظ۔'' اپسرا نے کہہ کر جلد ہی فون بند کردیا۔

وہ آج اذلان کو کچھ کنفیوژ سی لگی۔ ورنہ عام طور پر اس کا لہجہ رواں اور پراعتماد ہوتا تھا۔ شاید محبت کے اقرار نے اسے چور بنا دیا تھا۔ بہرحال اذلان اس کے مثبت جواب پر خوش تھا بے حد خوش۔

اب وہ اپسرا سے اکثر و بیشتر ایسی ہی بے تابی سے اپنی محبت کا اظہار کرلیتا تھا۔ وہ جواباً شرمیلا سا رسپانس دے دیتی تھی۔ اذلان کے لیے یہی بہت تھا۔ اس سے زیادہ کہنا شاید اپسرا کو ناراض کرسکتا تھا۔ اس نے آج تک کسی لڑکی کے احساسات کی اتنی پروا نہیں کی تھی پر اپسرا کی کر رہا تھا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کی پسند ناپسند سے کسی حد تک واقف ہوگئے تھے۔

اذلان اور اپسرا کے درمیان پنپتے رشتے کی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

وہ واحد رازدار تھی۔اس سے پہلے بھائی کے لڑکیوں سے ریلیشن شپ کی تھوڑی بہت جانکاری اسے تھی۔مگر اذلان اسے کم ہی اپنے ذاتیات میں دخل دینے دیتا۔ پر اپسرا کے حوالے سے وہ پہلے دن سے بھائی کی ہر بات سے آگاہ تھی کیونکہ اپسرا سے دوستی کی خاطر اذلان نے اسے آگے کیا تھا۔اذلان اپسرا سے سیریس ہے۔رمشہ کو یہ یقین ہوگیا تھا مگر وہ اس کی دوستوں کے ساتھ شرط سے بے خبر تھی۔اسے تو بس ان دونوں کی ایک دوسرے کے لیے بے قراری نظر آئی تھی۔

اذلان اپنی پڑھائی سے لاپروا ہو رہا تھا۔اس کا رمشہ کو افسوس تھا۔بے شک وہ ذہین تھا اور تعلیم کے ساتھ اس کا ذہن ہر چیز میں چلتا تھا۔مگر اس کی توجہ بہت بٹی ہوئی تھی۔بابا اپنی زمینوں پر مصروف تھے اور اماں گھر گھر ہستی میں۔دونوں ہی بچوں کی ذہانت کی طرف سے مطمئن تھے کہ اذلان اور رمشہ نے انہیں تعلیم کے حوالے سے کبھی مایوس نہیں کیا تھا۔مگر اب لگتا تھا کہ اذلان ان کو مایوس کرنے والا تھا۔

☆☆☆

اپسرا کی سالگرہ آرہی تھی اور اذلان سیلیبریٹ کرنے کو بے چین تھا۔وہ ابھی تک اپسرا سے باہر اکیلے میں نہیں ملا تھا۔ایک دو بار اس نے آفر کی جس کو اپسرا نے مسترد کردیا۔اذلان نے اس کا دوٹوک رویہ دیکھ کر زیادہ اصرار نہ کیا۔اب اس نے رمشہ کو آمادہ کیا کہ وہ اور اپسرا کی بہن ایک دو اور سہیلیاں مل کر کسی ریسٹورنٹ میں اس کی سالگرہ کی سیلیبریشن کا پلان کریں۔جس میں اذلان کی شمولیت بہ ظاہر صرف ان کو ریسٹورنٹ تک پک اینڈ ڈراپ کی ہو۔

رمشہ نے اپسرا کی برتھ ڈے ڈنر کے لیے اپسرا اور اس کے گھر والوں کو منا لیا۔اوائل مارچ کی ایک خوب صورت شام دونوں بہن بھائی نے اپسرا اور بصرہ کو گھر سے پک کیا اور ریسٹورنٹ کی طرف چلے جہاں اپسرا کی کچھ اور فرینڈز نے آنا تھا۔اذلان ڈرائیونگ سیٹ پر جبکہ رمشہ اس کے برابر میں بیٹھی تھی۔اپسرا بصرہ پیچھے تھیں۔اپسرا نے فائر بلو کلر کی خوب صورت فراک اور سلور پاجامہ پہن رکھا تھا۔سلور کام سے سجا بلو دوپٹا سلیقے سے وجود پر پھیلائے اور شہد رنگ بال کھولے وہ ہلکے سے میک اپ میں بھی حور لگ رہی تھی۔

اذلان نے بیک ویو مرر اسی پر سیٹ کر رکھا تھا اور ڈرائیونگ کرتے وہ مسلسل اپسرا کو دیکھ رہا تھا۔اپسرا کو اس کی ستائشی نظروں کا ارتکاز خود میں سمٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔مطلوبہ جگہ گاڑی کھڑی کرکے وہ ان کے ساتھ ہی ریسٹورنٹ میں چلا آیا۔اندر ایک کارنر برتھ ڈے کے لیے انہوں نے بک کروایا تھا۔جہاں اپسرا کی کچھ سہیلیاں اس کی منتظر نظر تھیں۔

''تم لوگ جب تک فارغ ہو جاؤ میں یہی بیٹھا ہوں۔'' وہ کچھ دور رکھی ایک میز کی کرسی کھینچ کر بیٹھا اور بہ ظاہر موبائل پر جھک گیا۔لیکن اس کا سارا دھیان ادھر لگا تھا۔جہاں اپسرا اپنی سالگرہ کا کیک کاٹ رہی تھی۔کھلتا گلابی چہرہ موم بتیوں کی روشنی میں دمک رہا تھا اور کچھ محبوب کی نگاہوں کا اعجاز تھا۔وہ خوشی سے کھلی پڑ رہی تھی۔تالیوں کی گونج میں اس نے کیک کاٹا۔رمشہ نے ایک کیک پیس کاٹ کر اپسرا کے منہ میں ڈالا اور سب کو نفاست سے کاٹ کر پلیٹوں میں دیا۔پھر سب اپنے اسمارٹ فونز سے تصاویر اتارنے لگیں۔

''بھائی! میرے فون سے ہماری تصاویر اتاریں نا۔'' رمشہ نے اذلان کو بلایا وہ قریب چلا آیا۔اپسرا کی دوستوں نے اس اسٹائلش اور شاندار سے لڑکے کو بغور دیکھا۔رمشہ اپسرا کو ساتھ لگائے کھڑی تھی۔اذلان نے کئی تصاویر اپسرا اور رمشہ کی نکالیں۔پھر ان کے آگے کھڑے ہو کر کچھ سیلفیز بھی لیں۔اذلان نے ایک دو سیلفیز اس اینگل سے لیں کہ اس کے پیچھے صرف اپسرا کھڑی نظر آرہی تھی اور رمشہ کو کروپ کرلیا تھا۔

''آپ بھی یہیں بیٹھ جائیے نا۔'' ان کا آڈر کیا گیا پیزا آیا تو اپسرا کی ایک سہیلی نے اذلان سے

Wadar Azeem
Pakistanipoint.com

پیشکش کی۔

''اگر برتھ ڈے گرل کو اعتراض نہ ہو تو بیٹھ جاتا ہوں۔'' اذلان نے مسکراتی نظروں سے اپسرا کو دیکھا۔ جو اپنی سہیلی کی اذلان کی طرف توجہ کڑی نظر سے دیکھ رہی تھی۔

''بیٹھ جائیں بھائی!'' رمشہ نے اسے کرسی پیش کی۔

''تھینک یو۔'' اذلان اسٹائل سے بیٹھا۔ اس نے بلیک کلر کی پینٹ اور بلیک ڈاٹ والی بلو شرٹ پہنی ہوئی تھی جیل سے سنوارے بال۔ تازہ شیو کیا وجیہہ چہرہ۔ کسرتی جسم۔ اپسرا کی سہیلی کا متوجہ ہونا فطری تھا۔

''آپ اپسرا کے نیبر ہیں۔'' سہیلی متجسس تھی۔

''جی۔'' اذلان مسلسل مسکرا رہا تھا۔ لڑکیوں کا اپنی طرف متوجہ ہونا وہ انجوائے کرتا تھا۔

''روبیہ! جلدی ختم کرو بس نکلنا ہے ہمیں۔'' اپسرا نے کولڈ ڈرنک اسے تھمائی۔

''ارے جلدی کیوں۔ ابھی اور انجوائے کرتے نا۔'' روبیہ کی نظریں اذلان پر تھیں۔

''نہیں۔ بس اب بہت ہوا۔'' اپسرا اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ باقی سب نے بھی اس کی پیروی کی۔ اذلان کار کی چابی ہاتھ لیے آگے چلا۔

روبیہ دوسری لڑکی کے ساتھ مخالف سمت میں اپنی سواری کی طرف بڑھ گئی۔ مگر جاتے جاتے اذلان کو بائے کرنا نہ بھولی۔ اپسرا نے غصے سے یہ منظر دیکھا۔ اذلان نے بے چارگی سے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''میرا کیا قصور۔'' وہ ہلکی آواز سے بڑبڑایا تھا۔

اپسرا اور بصرہ گاڑی میں بیٹھیں تو اپسرا نے زور سے دروازہ بند کیا۔ رمشہ نے چونک کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اذلان نے کار اسٹارٹ کی۔ اور بیک ویو مرر سے اپسرا کا تمتمایا چہرہ دیکھا۔ اپسرا کے گھر پر گاڑی رکی تو بصرہ کفٹس کے شاپر اٹھائے پہلے باہر نکلی۔

''اپسرا! بات سنو۔'' اذلان نے بے اختیار اسے پکارا۔ مگر وہ ان سنی کر کے کار سے اتر گئی۔

اگلے دو دن اپسرا نے اس کا فون نہیں اٹھایا تھا۔ وہ کھڑکی میں کھڑا ہوتا تو اپسرا کمرے میں گھس جاتی۔ ٹیوشن پر اس کی طرف دیکھتی بھی نہیں تھی۔ وہ بہانے سے اس کے گھر گیا تو وہ چھپ کر بیٹھ گئی۔ وہ جلے پیر کی بلی کی طرح بالکنی اور ٹیرس کے چکر کاٹتا۔ واٹس ایپ میسیجز کا ڈھیر وہ تواتر سے بھیجتا۔ پر نہ میسج سین ہوتے نہ کال اٹھائی جاتی۔ اذلان صحیح معنوں میں پریشان ہو گیا۔ اپسرا کی ایسی ناراضی دیکھی نہیں تھی۔ وہ بھی اتنی معمولی بات پر۔ اپنے تئیں تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ مسکرا کر کسی کو دیکھنا کیا جرم تھا۔ جس کی اتنی بڑی سزا وہ دے رہی تھی۔ اور اگر جو اس کو پتا چل جائے کہ میں لڑکیوں سے کتنی گہری دوستیاں کرتا آیا ہوں پھر۔ یہ سوچ کر اذلان کو جھرجھری آ گئی۔

تیسرے دن بالآخر اپسرا نے فون ریسو کر لیا۔

''اپسرا! یار ایسی کیا ناراضی۔ تم نے تو میری جان ہی نکال دی۔'' اذلان نے اس کی آواز سن کر بے تابی سے کہا۔

''اب بولو بھی کچھ۔'' دو دن سے مجھے ٹینشن دیا ہوا ہے۔ وہ اس کی خاموشی پر جھنجلایا۔

''آپ کو کیا ضرورت تھی روبیہ کو گھور گھور کر دیکھنے کی۔ پھر دانت بھی نکال رہے تھے۔'' اپسرا پھٹ پڑی تو وہ لب دبا کر مسکرا دیا۔

''تمہاری دوست خود مجھے لفٹ کروا رہی تھی۔ میں نے تو کچھ نہیں کیا۔''

''آپ نے اس کو رسپانس دیا تھا اذلان۔'' اپسرا نے شکوہ کیا۔

''اتنی چھوٹی سی بات پر اتنا غصہ۔''

''یہ چھوٹی بات نہیں ہے۔ میں آپ کو کسی اور کی طرف متوجہ ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔'' اپسرا نے دل کی بات کہی تو اذلان کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''تم بہت سادہ اور معصوم ہو اپسرا! دنیا میں پتا نہیں کیا کیا ہو رہا ہے، تم صرف دیکھ کر مسکرانے پر خفا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہو۔'' اذلان نے ہلکی آواز میں کہا۔

''دنیا میں جو بھی ہوتا رہے۔ مجھے کیا۔ میں صرف آپ کی بات کر رہی ہوں۔'' اپسرا چڑ کر بولی۔

''اچھا آج معافی دے دو، اس کے بعد کسی لڑکی کو جان بوجھ کر نہ دیکھوں گا نہ مسکراؤں گا بس۔'' اذلان نے دل کی سچائی سے کہا۔

''سچ کہہ رہے ہو؟'' اپسرا نے تصدیق چاہی۔

''بالکل سچ۔ تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔ کسی اور لڑکی کے متعلق اب میں سوچوں گا بھی نہیں۔'' اذلان نے یکا یک ایک بڑا عہد کرلیا۔ اپسرا خاموش ہوئی۔

''چھوڑو اب گزری باتیں، مجھے بتاؤ میرا گفٹ پسند آیا۔'' پھر اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں پوچھا۔

''جی، بہت پسند آیا۔'' اپسرا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

☆☆☆

''اذلان! تو مان لے تو فیل ہوگیا ہے اس مشن میں۔'' وہ پی ایس فور کھیلتے ہوئے معید کی بات پر چونکا۔

''دماغ تو ٹھیک ہے تیرا۔ ہار خود رہا ہے کہتا مجھے ہے۔'' اذلان نے ریموٹ کنٹرول پر تیزی سے انگلیاں چلاتے آنکھیں ٹی وی اسکرین پر جمائے رکھیں۔ وہ اس وقت اپنے اوپر والے لاؤنج میں بیٹھا۔ ان دونوں کے ساتھ گیم کھیل رہا تھا۔

''میں اس مشن کی نہیں۔ اپسرا والے مشن کی بات کر رہا ہوں۔'' معید نے ہنس کر کہا تو اذلان کے ہاتھ سست پڑے۔

''کیا مطلب؟'' وہ ریموٹ چھوڑ کر معید کی طرف متوجہ ہوا۔

''بھئی بڑی بات ہے۔ اب میں یاد دلواؤں تجھے بار بار۔ کیا کہا تھا اپسرا سے دوستی کر دکھائے گا۔ نکل گئی نا غبارے سے ہوا۔'' وہ مذاق اڑانے والے لہجے میں بولا۔

''پہلی بات وہ میری دوست بن چکی ہے۔ دوسری بات اب یہ میرا پرسنل معاملہ ہے جو میں تم لوگوں کے ساتھ شیئر نہیں کرنا چاہتا۔'' اذلان نے اطمینان سے کہا تو معید نے تیکھے انداز میں اسے دیکھا۔

''واہ جی پرسنل معاملہ۔ جب بات نہیں بنی تو معاملہ ذاتی ہوگیا۔''

''ہاں ہوگیا ذاتی تجھے کیا۔'' اذلان نے شرٹ کے بازو فولڈ کیے۔

''چل ہار گیا ہے۔ سیدھی طرح مان لے اور شرط پوری کر۔'' حدید نے بھی حصہ لیا۔

''تو خاموش رہ۔'' اذلان بھڑکا۔

''دیکھ اذلان! تو اپنی بات سے مکر رہا ہے۔ جو طے ہوا تھا وہ ہوا تھا۔ اپسرا سے دوستی نہیں کر سکا تو سیدھا سیدھا اقرار کرلے۔ چل میں شرط میں ترمیم کرلیتا ہوں۔ تو دھول چاٹنے کے بجائے اسے جھاڑو سے صاف کر دینا۔ ہاہا۔'' معید نے آنکھ دبا کر نمید کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا۔

خفت کے احساس سے اذلان کا چہرہ لال ہوگیا۔

''تیری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ صرف میری دوست ہی نہیں میری لور بھی بن چکی ہے۔'' اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سیل فون نکالا اور مینو میں جا کر اپنی اور اپسرا کی گفتگو کی ریکارڈنگ نکال کر موبائل اونچا کیا۔ دونوں دم سادھ کر سننے لگے۔ اپسرا کی شرمیلی آواز گونج رہی تھی۔ ''آئی لو یو ٹو''

''اور یہ دیکھ۔ میری اور اس کی تصاویر۔'' اذلان نے موبائل گیلری کھول کر برتھ ڈے والی سیلفیز نکالیں جس میں وہ اور اپسرا ایک ساتھ نظر آرہے تھے۔ معید اور حدید کے منہ حیرت سے کھلے تھے۔

''اب آگیا یقین۔''

اذلان نے موبائل سے نظر اٹھا کر تفاخر سے انھیں دیکھا تو معید اور حدید کے پیچھے کھڑی اپسرا پر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

نظر پڑ گئی۔ جو ہاتھوں میں ایک ڈھکی پلیٹ تھامے کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا اور آنکھیں پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ جن میں سے چھلکتی بے یقینی اور شکایت ازلان کو صاف نظر آ رہی تھی۔ ازلان کے ہاتھ سے موبائل پھسل کر گرا گیا۔ وہ بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''اپسرا'' وہ بے چین ہو کر آگے بڑھا۔ اپسرا نے ایک نفرت بھری نظر اس پر ڈالی اور بے دردی سے آنکھیں رگڑتی دروازے سے باہر نکل گئی۔ ازلان نے اس کا پیچھا کیا مگر وہ تیزی سے درمیانی راستہ عبور کرتی اپنے گھر کی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ ازلان اپنا سر تھام کر وہیں قدمچے پر بیٹھ گیا۔

☆☆☆

وہ پچھتاوے کے گہرے سمندر میں غرق تھا۔ اپسرا کو منانے کی ہر کوشش ناکام گئی تھی۔ وہ نہ کوئی بات سننا چاہتی تھی نہ کوئی بات کہنا چاہتی تھی۔ اس نے ٹیوشن آنا چھوڑ دیا تھا۔ اپنا نمبر بند کر دیا تھا۔ رمشہ سے دوستی ختم کر دی تھی۔ ازلان نے رمشہ کو ثالث بنا کر بہت بار اس کے گھر بھیجا۔ مگر اس نے ایک بات نہ سنی بلکہ رمشہ سے آخری دفعہ یہی کہا کہ ازلان کو کہو میرا پیچھا چھوڑ دے اب میں قیامت تک اس پر بھروسا نہیں کر سکتی۔ میرا دل بری طرح سے ٹوٹا ہے۔ رمشہ نے من و عن یہ الفاظ ازلان کو کہہ سنائے وہ بے طرح شرمندہ ہوا۔ پر اب اس شرمندگی کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

معید اور حدید سے اس نے دوستی ختم کر دی تھی۔ بڑھی ہوئی شیو۔ آنکھوں میں ہمہ وقت لال ڈورے اور بکھرا ہوا حلیہ۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ امی نے جولاڈلے بیٹے کا یہ حال دیکھا تو بابا کو بلوا بھیجا۔ بابا اپنے شیر جوان بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہوئے۔ وہ جہاندیدہ تھے۔ بھانپ گئے کہ نوعمری میں دل کا روگ لگا ہے۔

''صاحبزادے! کیا ہوا ہے؟ خیر تو ہے۔'' انہوں نے بغور اسے دیکھ کر پوچھا تو ازلان نظریں چرا گیا۔

''کچھ نہیں بابا۔''

''مرد بچہ بن۔ ذرا ذرا سی باتوں کو لے کر جوگ لیتے ہیں کیا۔'' انھوں نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

''چل بیٹا! میرے ساتھ زمینوں کا چکر لگا۔ دل بہلے گا۔'' انہوں نے فوراً طے کیا۔

''بابا! میری پڑھائی کا حرج ہوگا۔'' ازلان بد دلی سے بولا۔

''نہیں ہوتا۔ کچھ دنوں میں لوٹ آنا۔'' وہ اسے لے کر اپنی زمینوں پر آ گئے۔ ادھر آ کر بھی ازلان کا دل نہ لگا پر باپ کو دکھانے کو وہ بہ ظاہر بہتر حلیے میں نظر آنے لگا۔ ورنہ تو اندر انتہا کی بے چینی لگی تھی۔ کسی طرح اپسرا کو منا لینے کا ناممکن خیال ستاتا رہتا۔ جیسے تیسے کر کے دس دن کاٹے اور واپس شہر بھاگا۔ یہاں آ کر دل کو دھچکا سا لگا۔ اپسرا کا خالی گھر منہ چڑا رہا تھا۔

''آنٹی آپ کے جانے کے تیسرے دن آئی تھیں بھائی! بتا رہی تھیں انکل کا تبادلہ سابقہ شہر میں ہو گیا ہے۔ جہاں ان کی جگہ زبردستی کسی سفارشی کو بٹھایا گیا تھا۔ اسی ٹینشن کی وجہ سے انکل کو انجائنا اٹیک ہوا تھا۔ مگر اب سب بہتر ہے۔ وہ بہت خوش تھیں واپس جانے پر۔ آپ کا پوچھ رہی تھیں۔'' رمشہ نے تفصیلی بتایا۔

''اپسرا نہیں آئی؟'' ازلان نے اک آس سے پوچھا۔

''نہیں بھائی!'' رمشہ نے اس کو رنج سے دیکھا۔

''وہ امی کے ساتھ مارکیٹ گئی تھی۔ جب پیچھے اپسرا ان کو گھر سے بنا کر کچھ دینے آئی۔ ازلان اور اس کے دوستوں نے لاپروائی سے دروازہ کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ اپسرا سیدھا اندر چلی آئی اور پھر یہ واقعہ ہو گیا۔

ازلان نے رمشہ کو ساری سچائی بتا دی۔ شرط کا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سن کر وہ حیران رہ گئی۔

''بھائی! آپ نے یہ بہت غلط کیا۔'' وہ یہی کہہ سکی۔ اذلان نے سر جھکا لیا۔

پھر وہ بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اپنی عمر سے بڑا تو ہمیشہ ہی لگتا تھا مگر اب اپنی عمر سے زیادہ سمجھ دار بھی نظر آتا۔ اس نے ہر الٹی سرگرمی چھوڑ کر بس تعلیم کو ہی مقصد حیات بنا لیا۔ وقت کے ساتھ۔ رفتہ رفتہ دل سنبھل گیا پر اپسرا کی یاد باقی رہ گئی۔ جس سے اس نے دل میں سنبھال کر رکھا۔

☆☆☆

میں تجھے بھول کر خوش ہوں
اس سے بڑی بھول اور کیا ہوگی

وہ سیمینار ہال کی چندہ کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔ پولیس کی مخصوص وردی میں ملبوس اس کا چوڑا اور وجیہہ سراپا مزید پرکشش اور مغرور نظر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ اسی کی رینک کے دو اور آفسر اور ایک آئی جی بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ عورتوں کے حقوق پر مشتمل ایک کانفرنس تھی۔ ایک این جی او ادارہ ویمن پروٹیکشن سیل جس کے ساتھ پولیس کی معاونت شامل تھی۔ اسی کے کرتا دھرتا اور سرگرم کارکنان کے ساتھ پولیس آفیسرز کی آفیشل میٹنگ بھی تھی۔

اذلان کا اس شہر میں پرسوں ہی تبادلہ ہوا تھا اور آج وہ اس کانفرنس میں بیٹھا سامنے اسٹیج پر لگی اسکرین پر چلتے فوٹیج میں اس ادارے کے بننے کے اغراض و مقاصد پر ایک خلاصہ دیکھ رہا تھا۔ میسج کی بپ نے اذلان کو موبائل کی طرف متوجہ کیا۔ جوابی میسج دے کر اس نے جھکا ہوا سر اٹھایا اور جیسے ساکت سا ہو گیا۔ اس کے عین سامنے اپسرا ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ رہی تھی۔ اذلان نے اسے دیکھ کر حیرت سے بے اختیار آنکھیں جھپکیں۔

''یہ یہاں کیسے؟'' اس نے خوش گوار انداز میں سوچا۔ اپسرا کی نظر بھی اسی وقت اذلان پر پڑی تھی اور وہ چونک سی گئی۔ مگر اس نے خود کو جلد کمپوز کر لیا اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''یہ مس اپسرا ہیں۔ ویمن پروٹیکشن سیل کی ریپریزینٹیو اور ہیومن ویمن رائٹس ایکٹیویسٹ۔'' پروٹیکشن سیل کے انچارج نے اذلان سے اس کا تعارف کروایا۔

''باقی سب معززین کے ساتھ تو آپ کا تعارف ہے۔ مس اپسرا! ان سے ملیے۔ ایس پی اذلان شاہ۔ ادھر حال ہی میں کمپلین سیل ڈپارٹمنٹ میں تعینات ہو کر آئے ہیں۔'' نوید صاحب نے اپسرا کو بطور خاص بتایا۔ تو اپسرا نے ایک بے نیاز نظر اذلان پر ڈالی۔ اذلان جی جان سے اسی کی طرف متوجہ تھا۔

''ہیلو مس اپسرا!'' اذلان نے مبہم مسکراہٹ سے اپسرا کو وش کیا۔ اپسرا جواباً خاموش رہی پر اس کے نقوش کا تناؤ صاف نظر آتا تھا۔

''اذلان ایک انتہائی قابل آفیسر ہیں۔ اپنے چار سالہ پولیس کیریئر میں ان کی دیانت داری اور فرض شناسی ضرب المثل دیکھی گئی ہے۔ امید ہے ہمارے ادارے کے ساتھ بھی ان کا تعاون مثالی رہے گا۔'' انچارج نے اذلان کا مزید تعارف پیش کیا۔

وہ خاموشی سے سنتی رہی۔ فیروزی رنگ کے کپڑوں میں ملبوس سر پر دوپٹا لیے پروقار انداز سے بیٹھی اپسرا اذلان کے دل میں اتر رہی تھی۔ دوپٹے کے ہالے میں چمکتا حسین چہرہ تناؤ میں بھی خوب صورت لگ رہا تھا۔

''ان شاء اللہ! آپ کے ادارے کے ساتھ میرا بھرپور تعاون رہے گا۔'' اذلان نے پرجوش طریقے سے کہا۔ وہ اپسرا کو نظروں میں سموئے ہوئے خوشی کے انوکھے احساس سے دوچار تھا۔ قسمت ایک بار پھر دونوں کو اس موڑ پر مدمقابل لے آئی تھی۔ آگے کی تمام گفتگو خالص پروفیشنل باتوں پر ہوئی۔

انچارج کے بار بار ٹوکنے پر اپسرا کے چہرے کا زاویہ کچھ درست ہوا اور وہ ویمن ہراسمنٹ (عورتوں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کی ہراسگی) اور ڈومیسٹک وائلنس (گھریلو تشدد) جیسے مسائل اور ان کی دن بدن بڑھتے ہوئے ریشو کو ڈسکس کرنے لگی۔ اس کا لہجہ رواں اور سادہ تھا۔ اس کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ اپنے کام سے بہت سنجیدہ ہے۔ اگرچہ گفتگو کے دوران اس نے اذلان کو بالکل نظر انداز کر کے نظریں باقی حاضرین پر مرتکز رکھی تھیں۔ پر اذلان کو برا محسوس نہیں ہوا تھا۔ وہ اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ اذلان کی سماعت تک اس کی مدھر آواز پہنچ رہی تھی۔ اس کے لیے یہی کافی تھا۔ وہ اتنا قناعت پسند تو نہیں تھا مگر۔ اس دن سیمینار سے واپس لوٹتے اذلان کی کیفیت ہوا میں پرواز کرتے ایک ایسے پرندے کی سی تھی جس کو اڑنے کے لیے من پسند آکاش میسر آ گیا ہو۔

☆☆☆

تم جس گھڑی بچھڑے تھے وقت وہیں تھم گیا
زندگی چلتی رہی سانس وہیں رک گئی

زندگی بہت عجیب چیز ہے اور قسمت اس سے زیادہ عجیب تر۔ خوش گمانی کو جب مایوسی میں بدلے عرصہ گزر جائے تو اچانک معجزے رونما ہو جاتے ہیں۔ اور انہونیاں وقوع پزیر ہونے لگتی ہیں۔ آپ کی مچلتی خواہشات جب عروج پر ہوں تو قدرت ان کو خوب سر پٹخواتی ہے۔ یوں کہ وہ بے دم ہو کر زمین بوس ہو جاتی ہیں اور پھر سر اٹھانا ہی بھول جاتی ہیں۔ جذبات معتدل ہو جاتے ہیں۔ درد ٹھہر جاتے ہیں۔ اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب آپ کے متعدل اور ٹھہرے ہوئے جذبوں میں دوبارہ ہلچل مچائی جاتی ہے۔ اور آپ حیران ہو کر بس ان اتفاقات کو دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

اذلان اس رات دیر تک جاگ کر سوچتا رہا۔ اپسرا کا دوبارہ اتنی قریب سے نظر آنا معجزہ ہی تو تھا جو اس کے جذبات میں پھر ہلچل مچا گیا تھا۔ وہ اپسرا کو سوچنے اور سوچتے رہنے پر مجبور ہوا تھا۔ اب رات کے بجائے وہ اس کے خیالات پر دن کو بھی حاوی ہو گئی تھی۔ وہ اپنے کام کے دوران الجھنے لگا تھا۔ اپنا ذہن حاضر رکھنے کے لیے اس کو وقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اور اگلے کئی دن وہ اسی کیفیت کے زیر اثر رہا۔

☆☆☆

''آفندی کیس کی کیا پروگریس ہے۔'' اذلان نے ایس ایچ او عبدالمقیط سے پوچھا۔

''سر ان کی ضمانت منسوخ ہو گئی ہے۔'' عبدالمقیط نے ایک فائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بتایا۔

''گڈ۔'' اذلان نے مصروف انداز میں فائل پر نظر ڈالی اور میز پر بجتا ہوا فون اٹھایا۔

''السلام علیکم سر۔ مس اپسرا آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔'' آپریٹر کی اطلاع پر اذلان شاہ حیرت و خوشی کی ملی جلی کیفیت کا شکار ہوا۔

''مس اپسرا!'' اس نے بے اختیار دہرایا۔

''جی سر! مس اپسرا۔ سوشل ایکٹیویسٹ اور وومن پروٹیکشن سیل کی ریپریزنٹیٹو۔'' آگے سے تفصیل گوش گزار کی گئی۔

''اندر بھیج دیجیے۔'' اذلان نے فوراً کہا اور نظریں استقبالیہ دروازے پر گاڑ دیں۔ کچھ ہی لمحوں بعد دروازہ بے آواز وا ہوا اور اپسرا اندر داخل ہوئی۔ اذلان اسے دیکھ کر بے اختیار اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ عبدالمقیط نے بھی فوراً اس کی پیروی کی۔ مس اپسرا۔

''خوش آمدید۔ پلیز بیٹھیے۔'' وہ پرجوش انداز میں بولا تو عبدالمقیط نے گردن گھما کر آنے والی شخصیت کو دیکھا۔ اپسرا سپاٹ انداز میں نپے تلے قدم اٹھاتی قریب آئی اور عین اس کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

''کہیے کیسی ہیں اپسرا!'' اذلان نے اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی اور نظریں اس کے صبیح چہرے پر جمائیں۔

''الحمدللہ۔'' اپسرا نے اختصار سے کہا۔

''کیا لینا پسند کریں گی۔ چائے کافی کس چیز

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سے تواضع کروں۔'' خوشی اذلان کے لہجے سے چھلک رہی تھی۔

''میں یہاں چائے کافی پینے نہیں آئی ایس پی صاحب! ایک کیس کے سلسلے میں آئی ہوں۔'' اپسرا نے رکھائی سے جواب دیا۔ اذلان نے عبدالمقیط کے سامنے سبکی محسوس کی۔

''میں یہ فائل دیکھ لوں گا۔ آپ جاسکتے ہیں۔'' اذلان نے فوراً عبدالمقیط کو ٹہلایا۔

''او کے سر۔'' وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ بیٹھیے ایس ایچ او صاحب۔'' اپسرا نے فوراً کہا تو اذلان نے حیران ہوکر اپسرا کو دیکھا۔ عبدالمقیط پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے اپسرا!'' اذلان نے پیشہ ور لہجے میں پوچھا۔

''ایک مظلوم عورت اور اس کے متعلقین کئی ہفتوں سے مسلسل ان کے تھانے کے چکر کاٹ رہے ہیں۔ مگر ایس ایچ او صاحب ان کی مدعی کے خلاف ایف آئی آر درج نہیں کر رہے۔'' اپسرا نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا اور تیکھی نظر سے عبدالمقیط کو دیکھا۔

''عبدالمقیط آپ ایف آئی آر کیوں نہیں کاٹ رہے؟'' اذلان نے مقیط سے استفسار کیا۔

''وہ سر! بات دراصل یہ ہے کہ..... اتنی جلدی محض شک کی بنیاد پر ہم کیس رپورٹ تو کر سکتے ہیں پر گرفتاری ثبوت مانگتی ہے۔'' عبدالمقیط نے گڑبڑا کر وضاحت دی۔

''تمام ثبوت موجود ہیں۔ بس ظالم کے ہاتھ اتنے مضبوط ہیں ہیں کہ ایس ایچ او صاحب کی ہتھکڑی دور سے ہی لرز رہی ہے۔'' اپسرا نے طنزیہ انداز میں جتایا۔

''یہ میں کیا سن رہا ہوں عبدالمقیط! ہمیں اپنے پیشے سے اتنا مخلص ہونا چاہیے کہ کسی کا دباؤ ہمارے کام پر اثر انداز نہ ہو۔'' اذلان نے بردباری سے عبدالمقیط سے کہا۔ جو رومال سے اپنا پسینہ پونچھ رہا تھا۔

''اس عورت نے پروٹیکشن سیل میں آکر ہم سے کمپلین کی ہے۔ میں نے اس سے سارا معاملہ سنا ہے۔ اس کے ساتھ جن لوگوں نے زیادتی کی ہے وہ با حیثیت اور با اختیار لوگ ہیں۔ اسی لیے باوجود ڈاکٹری رپورٹس اور عینی گواہان کے اس کی شنوائی نہیں ہو رہی۔'' اپسرا بے حد ناراضی سے بول رہی تھی۔

''قانون کی نظر میں مجرم مجرم ہی ہے۔ چاہے وہ جتنا با اختیار و با حیثیت ہو۔ ہمارا کام ہر قیمت پر اس کو اس کے انجام تک پہنچانا ہے۔'' اذلان نے سنجیدگی سے عبدالمقیط کو دیکھا۔

''اس وقت وہ عورت کہاں ہے۔ آپ مجھے اس کے متعلق تفصیلی بتایئے۔'' پھر اس نے اپسرا کو مخاطب کیا۔

''یہ فائل ہے جس میں اس کی تمام رپورٹس ہیں اور اس کا شکایت نامہ۔ وہ میرے ساتھ ہی یہاں آئی ہے باہر بیٹھی ہے۔'' اپسرا نے اذلان کی طرف فائل بڑھائی اذلان نے فوراً کھول کر دیکھا۔

''عبدالمقیط آپ ابھی اس عورت کو لے جاکر اس کی ان افراد کے خلاف ایف آئی آر کاٹیں اور فوری ان کو گرفتار کریں۔ اس معاملے میں اب مزید ایک لمحے کی تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔'' اذلان نے فائل بند کر کے عبدالمقیط کے حوالے کی اور اس کو تحکم سے کہا۔

''جی او کے سر!'' وہ فوراً کھڑا ہوا اور اذلان کو سلیوٹ کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

''جی میڈم۔ ہوگیا آپ کا کام اور کوئی حکم۔'' عبدالمقیط کے باہر نکلتے ہی اذلان نے ایک پرسکون سانس کھینچی اور شوخی سے اپسرا کو مخاطب کیا۔

''خدا کرے کہ کام ہوجائے۔'' اپسرا سابقہ ٹون میں بولی۔

''ارے۔ اتنی بے اعتباری ٹھیک نہیں ہے۔ ہم وردی والوں پر بھروسا کریں بی بی۔ سب کو ایک ہی

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

لاٹھی سے ہانکنا درست نہیں۔'' اذلان نے دونوں کہنیاں میز پر ٹکا کر آگے جھکتے ہوئے کہا۔

''ایک غلط انسان کے منہ سے سچائی کی باتیں بالکل اچھی نہیں لگ رہیں۔ خدا جانے یہ پاک وردی اس جسم پر کیوں پہنا دی گئی ہے جو خود محافظ کے روپ میں مجرم ہے۔ دھوکا باز ہے۔'' اپسرا نے اذلان کو براہ راست دیکھتے ہوئے بھرپور طنز کیا۔ اذلان ایک لمحے کے لیے بالکل خاموش ہوگیا۔

''یہ غلط انسان کبھی آپ کو بہت محبوب رہا ہے۔'' اذلان نے بڑے ضبط سے کہا۔

''غلطی تھی میری جو ایک بدفطرت پر اعتبار کیا۔'' اپسرا نے اطمینان سے کہا پھر کرسی سے اٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ میز پر ٹکائے اور تھوڑا جھکی۔

''آپ سے آفیشلی واسطہ نہ پڑتا تو یقین کریں آپ کی صورت مجھے قیامت تک نہیں دیکھنی تھی۔ لیکن قسمت اگر ہمیں کام کے معاملات میں ایک دوسرے کے روبرو لے ہی آئی ہے تو آپ اپنی فطرت کو لپیٹ کر کسی طاق میں رکھ لیں۔ کیونکہ یہ میرے سامنے یہ بہت پہلے ہی کھل چکی ہے۔ دوبارہ ایک ہی کانٹے سے شکار آپ کو مہنگا پڑ سکتا ہے ایس پی اذلان شاہ!''

وہ اذلان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زہریلے لہجے میں بولی تو اذلان نے پوری آنکھیں کھول کر اس کا تنتایا ہوا چہرہ دیکھا۔ جس پر غصے کا سرخ رنگ غالب تھا۔ جھکنے سے اس کے سر پر رکھا دوپٹا پیچھے سرک گیا تھا اور شہد رنگ بال شانوں سے آگے پھسل آئے تھے۔ تھوڑی دیر دونوں ایک دوسرے کو برابر دیکھتے رہے۔ پھر اپسرا جھٹکے سے سیدھی ہوئی اور دوپٹا سر پر لیتی پلٹی اور نپی تلی چال سے آفس کا دروازہ پار کر گئی۔

☆☆☆

شاید آتی ہو میری یاد کی ہچکی اس کو
میں نے راتوں کو اٹھ کر بھی اسے سوچا ہے

اذلان کو شدید محبت کا دعوا تو نہیں تھا مگر اپسرا کے بعد اس نے کسی کو چاہا نہیں تھا۔ کسی کو سوچا نہیں تھا۔ پھر کسی لڑکی سے فلرٹ کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ اس کا دل اس لمحے میں اٹک گیا تھا جو جدائی کا تھا۔ جس لمحے ان دو سرخ برستی آنکھوں سے مچلتے شکوے اس کو زمین کی اتھاہ گہرائی میں دفن کر رہے تھے۔ ان سے چھلکتی شکایت اس کو شرمندگی کے سمندر کی تہ میں پٹخ رہی تھی۔ اذلان کا وجود وہیں مٹی ہوگیا تھا۔ اس کا جسم نمک بن کر پانی میں پگھلا تھا۔ پھر اس نے زندگی تو جی تھی مگر اس مٹی اور نمک کے محلول کے ساتھ۔

اس نے اپسرا کی یاد اپنے پاس رکھ کر اس کے وجود سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ وہ اس کے تعاقب میں نہیں گیا کہ یہی اس کے محبوب کی منشاء تھی۔ بعد کے تمام برس وہ اس کی پسند کے ساتھ جیا۔ اپسرا کی پسند کی تمام چیزیں اس نے اپنائی تھیں۔ اس نے اپنے گھر کو پالتو بلیوں سے بھر لیا۔ اس کے پسندیدہ کھانے اپنے مینیو میں شامل کر دیے۔ اپنے وجود پر اس کی پسندیدہ رنگ سجا لیے۔ نہ اس کو پکارا نہ دکھایا۔ بس دل کا اطمینان یوں حاصل کیا۔

پر قدرت اس کو اپسرا کی جھلک پھر سے دکھا کر سوئے جذبات جگا گئی تھی۔ وہ بے خود ہو کر پھر اس کو کھوجنے نکلا مگر فیس بک آئی ڈی کے ذریعہ اپسرا کی خود سے نفرت کی شدت نے اس کو مزید پیش قدمی سے روک دیا۔ وہ پھر پیچھے ہٹا۔ اپسرا کی یاد پر پھر قناعت کی۔ شہر بدلا مصروفیت بڑھی۔ مگر پھر اتفاق یا معجزہ ہوا اور اپسرا ایک بار پھر اس کے روبرو آگئی اور اس بار اپسرا کی اپنے لیے نفرت اس نے براہ راست دیکھی اور محسوس کی تھی۔ اور یہ نفرت سہنا اذلان کے لیے آسان نہیں تھا۔

☆☆☆

پری اپنے ماموں کی گودی میں مزے سے فیڈر منہ میں ڈالے بیٹھی تھی۔ پھر اس نے فیڈر منہ سے نکالا اور اس کو الٹا کر دیا۔ فیڈر کی نپل سے دودھ قطرہ قطرہ ماموں کی پینٹ کو داغدار کرنے لگا۔ پر ماموں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بجائے خفا ہونے کے اس منظر سے انجوائے کر کے پری کو گدگدانے لگا۔

''ارے یہ کیا کر رہی ہو پری! اور بھائی تم اس کو روک نہیں رہے۔'' رمشہ کی نظر پڑی تو فوراً آگے آ کر اذلان کی گود سے بیٹی کو اٹھایا۔

''رہنے دو بلی۔ ہماری چھوٹی بلی کو مستی کرنے دو۔'' اذلان نے بے پروائی سے کہا۔ حد ہے بس۔ کوئی مانے گا کہ ایس پی اذلان شاہ گھر میں بھانجی کے ہاتھوں دودھ میں نہاتے ہیں۔ رمشہ بچی کو پرام میں بٹھا کر رومال لے آئی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اذلان کی پینٹ صاف کرنے لگی۔

''گھر میں اذلان شاہ صرف ایک عام انسان ہے ایس پی نہیں، پیاری بہنا۔'' اذلان نے بہن کو محبت سے دیکھا۔

''بچوں پر جان دیتے ہو بھائی۔ سال بھر میں ایک بار آتے ہیں باقی سارا سال ماموں کا دلار یاد کرتے ہیں۔'' رمشہ اذلان کے برابر میں بیٹھتے بولی۔

''بچے تو دنیا کی حسین ترین نعمت ہیں بہنا! معصوم اور ریاکاری سے پاک روحیں۔'' اذلان نے پرام میں ہاتھ پاؤں مارتی پری کو پیار کیا۔

''تو شادی کر لو بھائی! یہ نعمت ہمیشہ کے لیے آپ کو بھی مل جائے گی۔'' رمشہ نے ہنس کر مشورہ دیا۔

''شادی؟'' اذلان نے زیر لب دہرایا۔

''ہاں شادی اور کتنا ٹالو گے بھائی! اب تو پوری طرح سٹیبلش ہو، ایک چھوڑ چار شادیاں بھی کر سکتے ہو۔'' وہ مذاقاً بولی تو اذلان نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''بس خود کی ہو گئی تو میرے پیچھے پڑی ہو۔ میرا سکون چبھتا ہے تمہیں۔ کنواری زندگی کے مزے چھیننے کی کوششوں میں ہو۔'' اذلان نے بھی مذاق میں بات اڑائی۔

''بھائی پلیز، سیریس ہو جاؤ۔ سچی ادھر امریکا میں صرف تمہاری طرف دھیان اٹکا رہتا ہے۔ اماں بابا کے گزرنے کے بعد تمہاری تنہا زندگی مجھے پریشان کرتی ہے۔'' رمشہ ایک دم سنجیدہ ہوئی تھی۔ والدین کے ذکر پر اذلان کا بھی دل اداس ہوا۔ دونوں پچھلے سال ہی ایک دوسرے کے پیچھے چل بسے تھے۔

''اس دفعہ آئی ہوں تو پکا ارادہ کیا ہے تمہاری شادی کر کے ہی جاؤں گی۔'' رمشہ ایک عزم سے بولی تو اذلان نے مصنوعی جھرجھری لی۔

''خدا کو مانو بلی۔ کون اللہ کی بندی اتنی جلدی نکاح پر راضی ہوگی۔''

''کون راضی نہیں ہوگی بھلا۔ کیا کمی ہے میرے بھائی میں۔ خوبرو جوان پھر اتنا بڑا عہدہ۔ لڑکیاں تو خواب دیکھتی ہیں ایسے لڑکوں کے۔'' رمشہ نے فخر سے کہا تو اذلان پھیکا سا مسکرایا۔

''ایک ہے جو راضی نہیں ہوگی۔ جو میرے جیسوں کے خواب بھی نہیں دیکھتی۔'' اذلان کی بات پر رمشہ چونکی۔

''اس کا یہاں کیا ذکر۔ میں اپنی ہونے والی بھابھی کی بات کر رہی ہوں۔'' رمشہ فوراً سمجھ گئی تھی۔

''میری ہونے والی بیوی کا تصور میرے ذہن میں جب ابھرا اسی کا سراپا سامنے آیا۔ وہ میری زندگی میں شامل ہو یا نہیں پر خیال اور خواہش پر تو کسی کا اختیار نہیں نا۔'' اذلان نے ایک سانس بھر کر کہا تو رمشہ خاموش ہو گئی۔

''اسے بھول جاؤ بھائی! اب تک تو وہ کہیں انگیجڈ یا کمیٹڈ بھی ہو گئی ہوگی۔'' رمشہ نے بھائی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر التجا کی۔

''وہ کہیں انگیجڈ یا کمیٹڈ نہیں ہے رمشہ!'' اذلان نے کہا تو رمشہ بری طرح چونکی۔

''تمہیں کیسے پتا چلا ہے بھائی!'' اس کے سوال پر اذلان مبہم سا مسکرایا۔

''قسمت نے ایک بار پھر ہمیں ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا ہے بہنا۔'' اذلان نے مختصراً

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

رمشہ کو بتایا۔

''اوہ۔'' رمشہ نے سن کر جیسے دکھ کا اظہار کیا۔

''بھائی! تم اس بار اپنے قدموں کو اس کی راہ سے موڑ لو تو بہتر ہے۔ جتنا میرا اندازہ ہے وہ تم سے کسی قسم کی کمٹمنٹ نہیں کرے گی۔'' اس نے بھائی کو متنبہ کیا۔

اذلان خاموش سا ہو کر پری کا سر سہلاتا رہا۔

''ماموں سیر کرنے چلیں۔'' اسری کمرے سے نکل کر آنکھیں ملتی آئی اور ماموں کی گود میں بیٹھ کر فرمائش کی۔

''لو دیکھو تو۔ نیند سے پوری طرح آنکھیں کھلی نہیں اور منہ پہلے کھلا فرمائش کو۔'' رمشہ نے ہنس کر بیٹی کو دیکھا۔

''میری پرنسس کو کچھ نہ کہو گندی مما۔'' اذلان اسری کو گود میں لیے باہر نکل گیا اس کے پیچھے رمشہ بھی گاڑی میں آ کے بیٹھ گئی

''بھائی یہ پیک کر دیجیے۔'' رمشہ پری کو گود میں لیے کاؤنٹر پر آئی اور بچوں کے ٹوائز سامنے رکھے۔

اذلان بہن سے کچھ دور کھڑا اسری کی نہ ختم ہونے والی معصوم فرمائشیں سن کر کھلونوں کا ڈھیر خریدتا جا رہا تھا۔

''بھائی! اب بس کرو۔ کیا کرے گی یہ اتنے ٹوائز کا۔'' وہاں بھی باکس بھرے پڑے ہیں۔ رمشہ نے اس کو مزید شاپنگ سے روکا۔

اذلان نے دو اور اسٹف ٹوائز کاؤنٹر پر رکھے اور بل بنانے کا کہا۔ وہ گھر کے سادہ شلوار سوٹ میں کھڑا اپنے عہدے کو یکسر بھلائے ایک پیار کرنے والا بھائی اور ماموں نظر آ رہا تھا۔ آج اس نے بہن اور بھانجیوں کے لیے ملازمت سے آدھے دن کی رخصت لی تھی۔ ورنہ رمشہ جب سے پاکستان آئی تھی اذلان کی بے انتہا مصروفیت کا شکوہ لیے بیٹھی تھی۔ وہ دونوں بچیوں اور ڈھیر کھلونوں (جو ملازم لڑکے کے ہاتھوں میں تھے) کے ساتھ شاپنگ مال کی کیپسول لفٹ کے اندر داخل ہوئے۔

''اب خوش ہو چھٹی بلی۔'' اذلان نے اسری کو گدگدایا۔

''کیسے خوش نہیں ہوگی۔ ماموں نے فرصت نکالی پھر ٹوائز دلوائے۔'' رمشہ نے ہنس کر کہا پھر ساتھ کھڑی ایک خاتون کی شکل غور سے دیکھی۔

''ارے مومنہ آنٹی آپ۔ کیسی ہیں؟'' وہ ان خاتون کو متوجہ کر کے بولی تو اذلان نے بھی ادھر دیکھا۔ سامنے رمشہ اپسرا کی اماں سے گلے مل رہی تھی۔

''کیسی ہو رمشہ بیٹی۔ سب ٹھیک ٹھاک۔'' وہ بھی رمشہ کو پہچان گئیں۔

''سب ٹھیک آنٹی! الحمدللہ۔ آپ سنائیں؟'' رمشہ نے اخلاق سے جواب دیا۔

''الحمدللہ۔ بیٹا۔ آپ کی امی ابو ٹھیک ہیں۔'' ان کے سوال پر رمشہ خاموش ہوئی۔

''آنٹی وہ دونوں تو اب اس دنیا میں نہیں رہے۔'' پھر دھیرے سے بتایا۔

''اف اللہ۔ مجھے سن کر بہت افسوس ہوا بیٹا۔'' آنٹی جیسے صدمے میں گھر گئیں۔

''اللہ اچھے لوگوں کو جلد اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ تمہارے انکل بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔'' انہوں نے لمبی سانس بھر کر بتایا۔ اب افسوس کرنے کی باری رمشہ کی تھی۔ اذلان کو بھی یہ سن کر دکھ ہوا۔ اتنے میں لفٹ کھل گئی تو یہ لوگ باہر نکل آئے۔

''اذلان بیٹا۔ یہ تم ہو نا۔'' آنٹی نے باہر نکل کر اس کو بھی پہچان لیا۔

''جی آنٹی۔ بالکل، یہ اذلان بھائی ہیں آپ کی یادداشت کمال ہے۔'' رمشہ مسکرا کر بولی۔ جبکہ اذلان خاموش کھڑا تھا۔

''ارے اس بچے کو میں کیسے بھول سکتی ہوں۔ اس محلے کا سب سے سادہ دل اور مخلص لڑکا۔'' آنٹی نے اذلان کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ جیسے زمین میں گڑ سا گیا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''کیا کرتے ہو بیٹا آج کل۔'' آنٹی نے پوچھا تو اذلان سے نظریں نہ اٹھائی گئیں۔

''میرے بھائی نے مقابلے کا امتحان پاس کیا آنٹی اور اب یہ الحمدللہ ایس پی ہے۔'' رمشہ نے فخر سے بتایا تو آنٹی کی آنکھوں میں ستائش دوڑ گئی۔

''ماشاءاللہ۔ جتنا اچھا بچہ یہ رہا ہے اس کو یہی بننا تھا۔'' وہ پیار سے بولیں تو رمشہ نے لب دبا کر سر جھکائے کھڑے بھائی کو دیکھا۔

''تمہاری شادی ہوگئی بیٹا۔'' آنٹی کے سوال پر اذلان نے نفی میں سر ہلایا۔

''آنٹی صرف میری شادی ہوئی ہے۔ بھائی ابھی تک لڑکی کی تلاش میں ہیں۔'' رمشہ ہنسی۔

''اچھا اچھا۔'' وہ اذلان کو ہی ستائشی نظروں سے دیکھے جارہی تھیں۔

''آپ کہاں رہتی ہیں آنٹی!'' رمشہ نے بات بدلی۔

''ادھر ہی رہتی ہوں سٹی اسکوائر میں۔ آؤ نا میرے ساتھ میرے گھر چلو۔'' وہ فوراً بولیں تو اذلان نے انکار کے لیے منہ کھولا مگر رمشہ فوراً راضی ہوگئی۔

''چلیں آنٹی۔ ہماری گاڑی میں چلتے ہیں۔'' وہ آنٹی کا ہاتھ پکڑ کر آگے آگے چلنے لگی اذلان نے سست رفتاری سے قدم بڑھائے۔

''ہاں چلو۔ میں تو کریم کی گاڑی میں آئی تھی۔ گھر میں ایک ہی کار ہے جو اپسرا آفس لے جاتی ہے۔ وہ گھر پر تھی نہیں تو.....'' آنٹی مسلسل بولتی جارہی تھیں۔ اذلان ان کے پیچھے سنتا آرہا تھا۔

دس منٹ کی ڈرائیو پر آنٹی کا اپارٹمنٹ تھا۔ آٹو میٹک لاک کھول کر وہ ان کو اندر لے آئیں۔ آؤ اس طرف ڈرائنگ روم ہے۔ انہوں نے بورڈ پر ہاتھ مار کر ایک روم کی لائٹس جلائیں۔ دونوں بہن بھائی چھوٹے سے مگر نفیس ڈرائنگ روم کے صوفوں پر بیٹھ گئے۔

آنٹی ان کے لیے ٹرے میں چار گلاس جوس کے لے آئیں۔

''ارے آنٹی آپ نے کیوں تکلف کیا۔'' رمشہ نے ان کے ہاتھ سے گلاس لیے۔

''تکلف کیسا بیٹا۔ انسانوں کو ترسی ہوئی ہوں۔ سارا دن اکیلی دیواروں سے باتیں کرتی ہوں۔ تم دونوں کو دیکھ کر کتنی خوشی ہوئی بتا نہیں سکتی۔ کوئی تو پرانا واقف حال ملا۔ نئے لوگ تو کسی سے میل جول ہی نہیں رکھتے۔ آس پڑوس میں کسی کو کسی کی پروا نہیں۔'' وہ افسردگی سے بولیں۔

''بصرہ کہاں ہے آنٹی!'' رمشہ نے اپسرا کی چھوٹی بہن کا پوچھا۔

''شادی کردی اس کی۔''

''ارے شادی۔ بہت جلدی کی۔'' رمشہ حیران ہوئی۔

''جلدی کہاں اپنے وقت پر کی ہے۔ اپسرا کو بہت کہا پر شادی کے لیے مانتی نہیں۔ بہت ضدی ہے۔ نجانے شادی کے نام سے چڑتی کیوں ہے۔'' وہ فکرمندی سے ہلکی آواز میں بولیں تو اذلان چونک اٹھا۔

''میں نے کہا تم ضد کرتی رہو میں چھوٹی کو بیاہ دیتی ہوں۔'' انہوں نے خفا لہجے میں بتایا۔ دونوں جواب میں خاموش رہے۔ پھر چند ایک باتوں کے بعد انہوں نے اجازت چاہی۔

''بیٹا۔ آپ دونوں آتے جاتے رہنا۔ اب تو گھر دیکھ لیا نا۔'' آنٹی نے بصد اصرار کہا تو رمشہ نے سعادت مندی سے سر ہلایا۔

''ضرور آنٹی۔ میں تو امریکا چلی جاؤں گی، بھائی آتے جاتے رہیں گے۔'' رمشہ کے لہجے میں ہلکی سی شرارت تھی۔

''امریکا بیاہی ہوئی ہو کیا؟'' آنٹی نے حیرت سے پوچھا۔

''جی آنٹی! اور بھائی ادھر آپ کی طرح تنہا تنہا رہتے ہیں اور ان کی فکر مجھے وہاں بے چین رکھتی ہے۔ اب کی بار ان کی شادی کرکے ہی جاؤں گی۔ آپ کی نظر میں کوئی اچھی سی لڑکی ہو تو مجھے ضرور

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

بتایئے گا۔ پلیز۔'' رمشہ نے آنٹی کا ہاتھ پکڑ کر پریشانی چہرے پر سجا کر کہا تو اذلان نے اسے گھور کر دیکھا۔

''ضرور۔ اتنے شان دار بچے کو لڑکیوں کی کیا کمی۔'' آنٹی کی آنکھوں میں پھر ستائش جاگی۔

''لڑکیاں تو بہت ہیں آنٹی۔ مگر مجھے بھائی کے لیے کوئی بہت پیاری اور اچھی فطرت کی لڑکی چاہیے بالکل ہماری اپسرا جیسی۔'' رمشہ نے ان کو بھرپور اشارہ دیا اذلان نے بہن کی صورت دیکھی۔ جو بغور آنٹی کے تاثرات جانچ رہی تھی۔

''ہاں کیوں نہیں۔ بہت قسمت والی لڑکی ہوگی جس کو اذلان جیسا ہیرا لڑکا ملے گا۔'' آنٹی نے اشارہ تو سمجھ لیا تھا پر غالباً بیٹی کی بے وجہ کی ہٹ دھرمی کا سوچ کر خوش نہ ہو سکی تھیں۔

''آپ ضرور کوشش کیجیے گا۔ یہ میرا موبائل نمبر رکھ لیجیے۔'' رمشہ نے ان کو اکسایا اور بیگ سے پین کاغذ نکال کر اپنا نمبر لکھ کر ان کو دیا۔

''او کے اللہ حافظ۔'' پھر وہ دونوں وہاں سے نکل کر گاڑی میں آ بیٹھے۔

''یہ سب کیا ہے رمشہ! کل تک تم مجھے کہہ رہی تھیں اپسرا مجھ سے کبھی کمٹمنٹ نہیں کرے گی اور آج تم آنٹی کو اشارے دے آئی ہو۔'' اذلان نے کار ریورس کرتے بہن سے شکوہ کیا۔

''میں نے آنٹی کی نظروں میں تمہارے لیے بہت پسندیدگی دیکھی بھائی تو سوچا ٹرائے کرنے میں کیا حرج ہے۔ کیا پتا ماں کا اصرار اسے مجبور کر دے اور تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خوشی تمہیں مل جائے۔'' رمشہ نے خلوص سے کہا تو اذلان بہن کی محبت پر آبدیدہ سا ہو گیا۔

''ان کو اگر پتا چلے کہ میں نے ماضی میں کیا حرکت کی ہے تو شاید ان کی پسندیدگی بھی نفرت میں بدل جائے۔'' اذلان نے کڑے دل سے کہا۔

''تم اپنے کیے پر شرمندہ ہو بھائی! آج سے نہیں اس وقت سے ہی۔ اللہ معاف کر دیتا ہے تو بندے کیوں نہیں کر سکتے۔'' رمشہ سے اس کی افسردگی نہ دیکھی گئی۔ ''میری دعا ہے بھائی کہ حالات تمہارے حق میں ہو جائیں اور اپسرا سچ مچ تمہیں مل جائے۔'' اس نے اذلان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر صدق دل سے کہا تو جواباً اذلان کے روئیں روئیں سے آمین کی صدا نکلی۔

☆☆☆

اگلے بہت سارے دن مصروفیت اور عجیب سی اداسی میں گزرے۔ لاشعوری طور پر اسے آنٹی کا رمشہ سے رابطہ کرنے کا انتظار تھا۔ پر یہ انتظار بس انتظار ہی رہا۔ اپسرا نے ماں کی بات پر میرا سابقہ ریکارڈ کھول کر رکھ دیا ہوگا۔ وہ مایوسی سے سوچتا۔ اس وقت بھی اذلان اپنی سیٹ پر بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ ٹیلی فون بجا۔

''سر آپ کا فنکشن میں جانے کا ٹائم ہو گیا ہے۔'' سیکریٹری نے کال پر یاد دلایا تو وہ آفس سے ہی اٹھ کر فریش ہوا اور سیدھا میریٹ ہوٹل چلا آیا۔ جہاں ویمنز ڈے کے اسپیشل فنکشن پر اس کو مہمان خصوصی کے طور پر بلوایا گیا تھا۔ وہاں اس کو خصوصی ویلکم کیا گیا اور سب سے آگے رکھے اسٹیج کے سامنے والی نشستوں میں سے ایک پر بٹھایا گیا۔ فنکشن روایتی انداز میں جاری تھا۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی ذہین محنتی اور بہادری سے جینے والی عورتوں کو خراج عقیدت پیش کیا جا رہا تھا۔ اسٹیج کے پیچھے بڑی سی اسکرین پر ایک کے بعد ایک مختصر تعارفی فوٹیجز چلائی جا رہی تھیں۔ اذلان پولیس یونیفارم میں ملبوس اپنے مخصوص بے نیاز انداز میں بیٹھا تھا۔ جب اسکرین پر اپسرا کا چہرہ نمودار ہوا اور اس کی اچیومنٹس پر فوٹیج چلائی گئی۔ اذلان ایک دم پوری طرح متوجہ ہو کر دیکھنے لگا۔ اپنے کیریئر کے مختصر سفر میں اس نے کمزور اور مظلوم عورتوں کے حقوق کے لیے کافی جنگ لڑی تھی۔ اور بہت کامیابی حاصل کی تھی۔ فوٹیج مکمل دیکھ کر اذلان نے اپسرا کی تلاش میں نظریں گھمائیں تو وہ دائیں طرف دوسری رو میں

Nadar Azeem
Pakistanipoint.com

موجود تھی۔ ہمیشہ کی طرح بے نیاز۔

اب اذلان کو اسٹیج پر بلایا گیا تاکہ وہ شیلڈز اور انعامات تقسیم کرے۔ فرداً فرداً ہر خاتون اسٹیج پر آتی اذلان کو اجرک دی جاتی جس کو وہ خاتون کے کندھے پر ڈالتا اور شیلڈ دیتا چند لمحوں کا فوٹو سیشن ہوتا پھر دوسری کی باری آتی۔ اپسرا کا نام آیا تو وہ بڑے باوقار انداز میں اسٹیج پر آئی اب اذلان کو اس کو بھی اجرک پہنانی تھی۔ جو اس کے ہاتھوں میں دے دی گئی۔ اذلان اجرک کو دیکھ کر کچھ دیر سوچتا رہا۔ اپسرا پاس ہی کھڑی تھی اور خلاف معمول اس کے چہرے پر مبہم مسکراہٹ بھی تھی۔ نظروں میں عجیب سا تاثر لیے وہ اس کی کیفیت سے جیسے حظ اٹھا رہی تھی۔ اذلان نے ایک دم فیصلہ لیا اور اجرک بجائے اپسرا کے کندھے پر ڈالنے کے اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اپسرا نے اس کی چالاکی پر بل کھایا اور ناچار اجرک ہاتھ سے بازو پر منتقل کی۔ اب مسکرانے کی باری اذلان کی تھی۔ اس کی طرف شیلڈ بڑھا کر وہ تھوڑا قریب آیا اور فوٹو کھنچوائی۔ اپسرا اس کے ہاتھ سے شیلڈ چھڑوا کر جا بھی نہیں سکتی تھی سو مجبوراً کھڑی رہی۔

''کامیابی مبارک ہو۔'' اذلان نے سرگوشی میں کہا تھا۔ اپسرا نے اس پر تیکھی نظر ڈالی اور شیلڈ جھٹکنے کے انداز میں چھینی اور لمبے ڈگ بھرتے اسٹیج سے اتر گئی۔ اذلان نے بے اختیار امڈنے والی مسکراہٹ دبائی۔ پھر تقریب کے اختتام تک وہ بے وجہ مسکراتا رہا۔

☆☆☆

''بھائی! آپ نے اجرک اپسرا کو پہنائی کیوں نہیں۔'' وہ گھر آیا تو رمشہ نے شرارت سے پہلا سوال یہی کیا۔

''تم دیکھ رہی تھیں۔ فنکشن کی کوریج۔'' اذلان نے صوفہ پر بیٹھ کر شوز اتارے۔

''تو اور کیا ٹی وی پر لائیو نظارہ دیکھا۔'' رمشہ کھلکھلائی۔

''اس کا غصہ دیکھا۔ جو وہ مجھ غریب پر کرتی ہے۔'' اذلان نے صوفہ کی بیک سے ٹیک لگائی۔

''غصہ تو کرے گی نا۔ آپ کی حرکتیں ہی ایسی ہیں۔'' رمشہ کی بات پر اذلان نے اسے گھورا۔

''کیسی حرکتیں۔ اجرک ہماری ثقافت کا حصہ ہے۔ کسی عورت کو اپنی بہن بیٹی تسلیم کرنا ہو تو مرد اسے اپنے ہاتھوں سے اجرک اوڑھاتا ہے۔ میں اپسرا کو کیسے پہنا دیتا۔'' اذلان نے بہن کو وضاحت دی تو رمشہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

''میں جانتی ہوں بھائی۔ ویسے اس کے کان میں کیا کہا آپ نے۔'' رمشہ پھر شرارت سے پوچھا۔

''اف یہ بھی نظر آ گیا۔'' اذلان کراہا۔

''سب دیکھا بھائی! سچ دونوں ایک ساتھ کھڑے اتنے پرفیکٹ لگ رہے تھے۔ ماشاء اللہ۔'' رمشہ نے بے اختیار کہہ کر خاموش ہوئی۔ اذلان کے وجیہہ چہرے پر نارسائی کے سائے لہرائے۔

''بھائی۔ قدرت نے اگر آپ کو دوبارہ اپسرا کے اتنا قریب آنے کا چانس دیا ہے تو اس کو گنوانا مت۔ اپنی محبت کو ہر حال میں منا کر اپنا بنا لو۔'' رمشہ نے اس کو رستہ سجھایا۔ اذلان نے پوری آنکھیں کھول کر بہن کو دیکھا۔

''یہ تم کہہ رہی ہو رمشہ!''

''ہاں بھائی! یہ میں کہہ رہی ہوں۔ اس کا دوبارہ آپ کے سامنے آنا خدا کی کوئی مصلحت ہے۔ ورنہ اب تک تو وہ کسی اور کی ہو چکی ہوتی۔ مگر وہ کسی اور سے شادی پر بھی راضی نہیں۔ آخر کیوں؟ اس کے دل میں اب تک آپ ہی ہو نا۔'' رمشہ کی بات اذلان کے دل کو لگی۔

''اس کو مناؤں تو کیسے۔ وہ بہت ناراض نظر آتی ہے۔ کوئی بات کروں تو کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے۔'' اذلان نے بے بسی سے بہن کو دیکھا۔

''کسی وقت لڑکیوں کو دو منٹ میں اپنی طرف متوجہ کرنے والا لڑکا اتنا بے بس کیسے ہو گیا بھلا کہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایک ناراض لڑکی کو نہ منا سکے۔'' رمشہ نے ازراہ مذاق کہا تو اذلان نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''اس لڑکے کی ساری خود پرستی کی ہوا اسی لڑکی نے نکال دی تھی بہنا!''

''مجھے کچھ نہیں پتا۔ جلدی اپسرا کو مناؤ تاکہ میں آنٹی کے پاس رشتہ لے کر جاؤں ورنہ لڑکیاں کم نہیں۔ اس بار تو آپ کا نکاح پڑھوانا ہی پڑھوانا ہے۔'' رمشہ نے بے مروتی سے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔ پیچھے اذلان نے ایک گہری سانس لے کر صوفہ کی بیک سے دوبارہ سر ٹکالیا۔

☆☆☆

جتنی بدل رہا ہے وہ راہ مسلسل
اتنی ہی بڑھ رہی ہے میری چاہ مسلسل

اور یہ رمشہ کی باتوں کا ہی اثر تھا کہ وہ اگلے ہی دن لنچ کے وقفہ میں اپنی آفس سے اٹھ کر اپسرا کے دفتر چلا آیا۔ ایس پی صاحب کو اچانک اپنے سامنے پا کر سیل کے ورکرز میں ہلچل سی مچ گئی۔ انچارج صاحب اپنی کیبن سے اٹھ کر دوڑے چلے آئے اور خاطر مدارت کو اصرار کرنے لگے۔

''نہیں۔ کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں۔ پلیز۔'' اذلان نے نظریں ادھر ادھر دوڑائیں۔

''مس اپسرا نظر نہیں آرہی ہیں۔'' اس نے اپسرا کی سیٹ خالی دیکھ کر محتاط لہجے میں پوچھا۔

''وہ ایکچوئلی ان کی مدر کی طبیعت ٹھیک نہیں اسی لیے انہوں نے آج آف لی ہے۔'' انچارج نے بتایا تو اذلان فوراً کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اوکے نوید صاحب! میں چلتا ہوں۔'' اذلان نے اجازت چاہی اور ان کو وہیں حیران پریشان چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ کار میں بیٹھ کر اس نے کچھ سوچا اور اپسرا کے گھر کی طرف گاڑی دوڑا دی۔ اپارٹمنٹ کے سامنے پہنچ کر اذلان نے بیل بجائی تو کچھ ہی دیر میں دروازہ کھل گیا۔ اپسرا گھر کے سادہ سے حلیے میں سامنے کھڑی تھی۔

''السلام علیکم۔ کیسی ہو؟'' اذلان نے گلا کھنکار کر سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' وہ سپاٹ انداز میں بولی۔

''میں آنٹی کی مزاج پرسی کو آیا ہوں سنا ہے طبیعت ناساز ہے۔'' اذلان نے اس کو دروازے میں ڈٹے کھڑے دیکھ کر اپنی آمد کی تو جیہہ بیان کی۔

''آپ کو کس نے مشورہ دیا ہے کہ ہمارے حال احوال کی خبر رکھیں۔'' اپسرا نے رکھائی سے پوچھا۔

''آپ مجھے اندر آنے دیں گی تو تفصیل سے جواب دوں گا۔'' اذلان نے اس کو جتا کر کہا۔

''اپسرا بٹیا! اب بہن جی کی طبیعت کیسی ہے؟'' ایک خاتون سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئیں تو اذلان کے ساتھ ہی کھڑی ہو کر اپسرا سے پوچھنے لگیں۔

''اماں! اب بہتر ہیں خالہ۔'' اپسرا ایک دم محتاط ہوئی۔

''یہ پولیس والا تمہارے ساتھ کام کرتا ہے یا رشتہ دار وغیرہ ہے۔'' انہوں نے اذلان کی وجاہت کو تماشائی نظروں سے دیکھ اشتیاق سے پوچھا۔

''آپ اندر آجائیے۔'' اپسرا نے خالہ کا سوال نظر انداز کر کے اذلان کو راستہ دیا۔

''خالہ پھر بات ہوتی ہے آپ سے۔ اللہ حافظ۔'' اپسرا نے کہہ کر دروازہ بند کر دیا۔ تو خالہ بڑبڑاتے ہوئے آگے چل دیں۔ اذلان جب تک ایک بیڈ روم کے کھلے دروازے سے اپسرا کی امی کو بیڈ پر بیٹھا ہوا دیکھ کر ادھر ہی چلا آیا۔

سلام کر کے ان کی خیریت معلوم کی۔

''بس فکروں نے آدھا نچوڑ لیا ہے۔ پھر ہائی بلڈ پریشر اور شوگر بھی جان کو چمٹ گئے ہیں۔'' وہ پھیکا سا مسکرائیں۔

''خوش رہا کریں نا۔ سب بیماریاں بھاگ جائیں گی۔'' اذلان نے ان کا ہاتھ تھام کر تھپتھپایا۔

''کیسے خوش رہوں۔ جب اولاد ہی خوش نہ رہنے دے۔'' وہ شکوہ کناں انداز میں بولیں تو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ازلان سمجھ کر خاموش رہا۔ پھر ان سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔

"کب سے آئے بیٹھے ہو بیٹا! کوئی مدارت نہیں ہو سکی۔" اپسرا نجانے کہاں چھپی بیٹھی ہے۔ تھوڑی دیر بعد خیال آنے پر وہ بیٹی پر غصہ ہوئیں۔

"ارے آنٹی! کوئی بات نہیں۔" محسوس تو ازلان کو بھی ہوا کہ اپسرا اس سے مکمل گریزاں ہے مگر ظاہر نہ کیا۔ میری یخنی بھی مجھے پلانی تھی۔ دوا کا وقت ہو رہا ہے۔ چلنے پھرنے سے فی الحال ڈاکٹر کی منع ہے۔ وہ ازلان کو جیسے اپنی مجبوری بتا رہی تھیں۔

"آپ بیٹھی رہیں۔ میں اپسرا کو کہتا ہوں۔" وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ اپسرا کی جھلک کچن سے نظر آ رہی تھی سو ازلان ادھر ہی آیا۔ اپسرا دیگچی میں چمچ گھماتی کسی گہری سوچ میں کھوئی تھی۔

"وہ...... آنٹی کو یخنی چاہیے ان کو دوائی لینی ہے۔" ازلان نے گلا کھنکار کر اسے متوجہ کیا اپسرا اس کی آواز پر چونکی۔ چمچہ اس کے ہاتھ سے ایک دم گرا اور اس کو پکڑنے کی کوشش میں اپسرا کا ہاتھ گرم دیگچی سے جا ٹکرایا۔ ایک سسکاری اس کے لبوں سے نکلی اور اس نے فوراً اپنا ہاتھ دیگچی سے ہٹایا اور دو قدم پیچھے ہٹی۔

"کیا ہوا؟" ازلان بے اختیار قریب آیا اور اپسرا کا ہاتھ نرمی سے پکڑ کر دیکھا۔ گورے ہاتھ کی پشت کا چوتھائی حصہ جلنے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"او گاڈ۔ یہ تو کافی جل گیا ہے۔" وہ فکرمندی سے بولا۔

"جلنے دو۔ آپ کو کیا؟" وہ ہاتھ چھڑا کر دور ہٹی۔ پھر سنک کا نل کھول کر اس کے نیچے ہاتھ رکھا۔ جلن کے شدید احساس سے آنسو بہنے لگے۔

"ارے یہ کیا کر رہی ہو۔" ازلان ایک دم پھر نزدیک آیا اور نل بند کیا۔ "کوئی ٹیوب وغیرہ لگاؤ بجائے اس طرح......

"میری فکر میں مت پڑیں ازلان! پلیز میرا پیچھا چھوڑ دیں۔" اپسرا نے اس کی بات کاٹی اور کچن سے نکل کر تیز قدموں سے اپنے بیڈ روم میں آئی۔ بیڈ پر بیٹھ کر سائیڈ والی دراز کھول کر برنال تلاش کرنے لگی۔ ازلان اس کے پیچھے آیا اور قدرے فاصلے پر بیٹھ گیا۔ تلاش کی ناکامی پر اپسرا جھنجلا کر دراز بند کر کے پلٹی تو ازلان کو قریب بیٹھا دیکھا۔

"اب کیوں آئے ہو دوبارہ میری زندگی میں۔ میرا سکون برباد کرنے۔" وہ دبا دبا سا چلائی۔ ازلان بالکل خاموش اسے دیکھتا رہا۔

"مجھے چین سے کیوں نہیں جینے دیتے دونوں بھائی، بہن۔ رمشہ ہر دوسرے روز میری امی کے پاس آ جاتی ہے۔ آپ کے لیے میرا ہاتھ مانگنے۔" اپسرا کے انکشاف پر وہ ذرا حیران ہوا۔ "آپ کے لیے ازلان! جس سے میں دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کرتی ہوں۔" اس کی سرخ آنکھوں سے پانی کے ساتھ غصہ چھلکنے لگا۔ "جس لڑکے نے میرے جذبات کو ٹھیس پہنچائی میری محبت کو رسوا کیا۔ جس نے مجھے کھلونا سمجھ کر......" شدت جذبات سے اپسرا کی آواز رندھ گئی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"میں اپنی غلطی پر پشیمان ہوں اپسرا! مجھے معاف کر دو۔" ازلان نے ہلکی آواز سے کہا۔

"صرف پشیمان ہونے سے کیا آپ اپنا وہ اعتماد مجھے لوٹا سکتے ہو۔ جو میں نے آپ پر کیا تھا۔" اپسرا کی سوالیہ نظروں نے ازلان کی شرمندگی میں اضافہ کیا۔

"جائیں ایس پی ازلان شاہ! اپنی ذات اور کرسی کا غرور سنبھالیں۔ میری طرف آئیں گے تو آپ کو آپ کا داغدار ماضی اچھے سے یاد دلواؤں گی۔" وہ غصے سے کھڑی ہوئی ازلان بھی اس کے ساتھ کھڑا ہوا۔

"مجھ سے جس طرح چاہو، جیسا چاہو بدلہ لے لو اپسرا! مگر مجھ سے اتنی بے گانگی سے بات مت کرو۔ تمہاری آنکھوں میں کبھی اپنے لیے بہت محبت دیکھی ہے۔ اب یہ نفرت برداشت نہیں ہوتی۔" ازلان کرب سے بولا۔

''آپ اسی قابل ہو اذلان شاہ!'' اپسرا نے تلخی سے کہا۔ ''وہ محبت کب کی دفن ہوگئی۔ میں اب مر کر بھی آپ سے پھر محبت نہیں کر سکتی۔''

''ایسا مت کہو اپسرا! مریں تمہارے دشمن۔'' اذلان تڑپ کر دو قدم آگے آیا۔

''تو آپ مر جاؤ اذلان۔ میری جان چھوڑو۔'' اپسرا کٹھور پن سے بولی تو اذلان ساکت ہوا۔

''تم واقعی چاہتی ہو میں تمہاری جان چھوڑ دوں۔ مر جاؤں۔'' اذلان نے عجیب انداز میں استفسار کیا۔

''مر جاؤ۔'' اپسرا تیوریاں چڑھائے بیزار نظر آئی۔

''ٹھیک ہے پھر میرے مرنے کا انتظار کرو۔'' وہ ایک قدم اور قریب آیا۔

''تم اپنے یہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرو کہ میں جلدی اوپر چلا جاؤں تاکہ تمہاری جان چھوٹے۔'' اذلان نے اپسرا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور دعا کے انداز میں انہیں جوڑا۔

''دیکھتے ہیں تمہاری طلب پوری ہوتی ہے یا میری۔'' وہ اپسرا کے بے حد قریب کھڑا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نجانے کیا تھا کہ اپسرا کے ہاتھ ذرا سے لرزے اور پلکیں جھکیں۔ اذلان کی قربت نے ایک لمحے اسے متزلزل کیا مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنے ہاتھ جھٹکے سے چھڑائے اور دور ہٹی۔

''تم یہاں سے چلے جاؤ اذلان! پھر کبھی میری راہ میں مت آنا۔ میں بھی اپنی ہر وہ راہ بدلتی ہوں جو تمہاری طرف نکلتی ہے۔ میں کل ہی اس ادارے سے ریزائن کر رہی ہوں۔ جہاں تم سے جڑے رہنے کا امکان ہے۔'' وہ سنگ دلی سے کہہ کر اذلان کا دل پارہ پارہ کر کے کمرے سے نکل گئی۔ اذلان شکست خوردہ سا کمرے سے نکلا۔ اپسرا ماں کے کمرے میں تھی۔ اذلان نے دیکھا پرنا چاہتے ہوئے بھی قدم آگے بڑھائے اور بیرونی دروازہ کو کھول کر فلیٹ سے باہر آ گیا۔

☆☆☆

زندگی اتنی تہی داماں ہے کہ
میری دسترس میں تو بھی نہیں

اپسرا نے جو کہا کر دکھایا۔ اس نے جاب سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ اذلان کو پتا چلا تو اس نے عجیب سا دکھ محسوس کیا۔ رمشہ کو اس نے اپسرا کے گھر جانے سے روک دیا تھا۔ وہ اذلان پر اچھا خاصا خفا ہوئی اور اپسرا کو کافی برا بھلا کہا۔ جو اذلان کے اتنی معافی تلافی پر بھی اس کو معاف کرنے پر تیار نہ تھی۔

''میں اب آپ کے لیے ایسی دلہن ڈھونڈوں گی بھائی کہ اپسرا بھی اس کے آگے پانی بھرتی نظر آئے گی آپ دیکھ لینا۔'' رمشہ نے عزم مصمم باندھا۔ ''سمجھتی کیا ہے وہ خود کو۔ کیا دنیا میں وہی ایک حسین اور ذہین لڑکی ہے۔'' رمشہ کی جلبلاہٹ پر اذلان ہلکا سا مسکرایا۔

''وہ ٹھیک سمجھ رہی ہے بہنا! میرے لیے دنیا میں بس وہی ایک حسین اور ذہین لڑکی ہے۔''

''بھائی! آپ خواہ مخواہ دیوانے ہو رہے ہو۔ حقیقت پسندی سے سوچو آپ جیسے خوب صورت، اسمارٹ اور چھڑے چھانٹ ایس پی کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں۔ مٹی ڈالو اپسرا پر اور کسی بہترین لڑکی سے شادی کر لو۔'' رمشہ کی بات پر اذلان نے اسے گھورا۔

''مٹی ڈلے اس کے دشمنوں پر۔ جو اس کے بقول میں خود ہوں۔'' وہ دھیما سا کہہ کر پھر مسکرایا۔ رمشہ نے کان لگایا پر کچھ پلے نہ پڑا۔

''لگتا ہے آپ کے دماغ شریف سے عقل ہی نکل گئی ہے۔'' وہ بدمزا ہو کر بولی۔

''تم اب واپس امریکا جاؤ بلی! حسیب دن میں دس کالز کرتا ہے۔ وہ تمہیں اور بچیوں کو مس کر رہا ہے۔'' اذلان نے سنجیدگی سے کہا تو رمشہ نے منہ پھلا لیا۔

''یعنی اس بار بھی میرا آنا یونہی ضائع گیا۔

Wadaa Azeem
Pakistanipoint.com

آپ نے شادی نہیں کرنی۔''

''نہیں شادی تو کرنی ہے۔'' اذلان کی بات پر وہ اچھلی۔

''واؤ پھر ڈھونڈوں لڑکی؟''

''لڑکی کھوئی کب ہے کہ تم ڈھونڈوں گی۔'' اذلان نے مسکرا کر کہا تو رمشہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔

''میں واپس امریکا جاتی ہوں۔ وہ ''نخریلی لڑکی'' جب ہاں کرلے تو نکاح پڑھوا کر مجھے خوش خبری سنا دینا۔'' وہ جل کر بولی۔

''ان شاءاللہ۔ سب سے پہلے تمہیں خوش خبری سناؤں گا۔'' اذلان اطمینان سے بولا۔

''بھائی! اتنا کچھ ہوجانے کے بعد بھی آپ اتنے شیور ہو؟'' رمشہ نے اچنبھے سے پوچھا۔

''ہاں رمشہ! کیونکہ وہ بظاہر جتنا بھی مجھ سے نفرت جتالے۔ اس کی آنکھوں میں میں نے اپنی محبت دیکھ لی ہے اور مجھے اپنے اللہ سے پوری امید ہے کہ میری محبت کی شدتیں رائگاں نہیں جانے دے گا۔ اپسرا ایک دن میری ہی بنے گی۔'' اذلان نے ایک جذب سے کہا تو رمشہ خاموش سی ہوگئی۔

☆☆☆

دل میں تیرے ملنے کی آس اب بھی ہے
دل تیرے نہ ملنے پر اداس اب بھی ہے

وقت اپنی رفتار سے گزرنے لگا۔ اذلان اپنی ملازمت میں پہلے سے زیادہ مصروف ہوگیا تھا۔ رمشہ واپس جاچکی تھی۔ اسی لیے وہ دن میں گھڑی بھر بھی گھر نہیں جاتا تھا۔ بس رات کو آرام کرنے آتا اور صبح سویرے دفتر چلا جاتا۔ اذلان کو تنہا گھر اب وحشت میں مبتلا کردیتا تھا۔ اس گھر میں کسی نسوانی وجود کا بسنا شاید نصیب نہیں تھا۔ وہ اکثر اداسی سے سوچتا۔ اپسرا اپنی جاب چھوڑ چکی تھی۔ اس کے گھر اذلان نے جانا چھوڑ دیا تھا۔ مگر وہ ایک انجانی امید کے سہارے مطمئن تھا کہ اپسرا اس کو دل میں بسائے ہوئے تھی اسی لیے کسی اور کے ساتھ گھر نہیں بسا رہی تھی اور اسی اطمینان کو لے کر وہ زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے متعلق مکمل جانکاری رکھ رہا تھا۔

اپسرا جاب چھوڑنے کے بعد بھی اپنی فیلڈ میں ویسی ہی سرگرم تھی۔ وہ ویمن سوشل ایکٹیویسٹ کے طور پر ایک اور ادارہ جوائن کرچکی تھی۔ اس نے مظلوم اور بے بس عورتوں کی دادرسی کرنا نہیں چھوڑی تھی۔ اذلان اس کے سوشل اکاؤنٹس فالو کررہا تھا۔ وہ عورتوں کے ساتھ ڈھائے گئے مظالم پر ان مظلوم عورتوں کو لے کر ظالموں کے آگے ڈٹ کر کھڑی تھی۔

وہ ایک عمدہ اور قابل تقلید کام کررہی تھی۔ مگر یہ راستہ جس پر وہ چل رہی تھی بڑا کٹھن تھا۔ ایک جوان لڑکی کا جواں مردی سے معاشرے کے مگرمچھوں سے جھگڑا مول لینا آسان نہیں تھا۔ اسے قدم قدم پر خطرہ تھا۔

اذلان کے علم میں یہ خطرے آنے تب شروع ہوئے جب اپسرا نے پروٹیکشن سیل سے ریزائن کیا۔ اور وہ یہ جان کر بے حد پریشان ہوگیا اور اس نے اپسرا سے فون پر رابطہ کرکے اس سے اس بات سے آگاہ کیا اور محتاط رہنے کی تلقین کی۔ مگر اپسرا نے جوابا نہایت رکھائی سے یہ کہہ کر فون کاٹ دیا کہ اذلان کو اپسرا کے لیے فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہ وہ اپنا اچھا برا سب سمجھتی ہے۔ اس دن پہلی بار اذلان کو اپسرا کا لہجہ بہت برا لگا تھا۔ اس دن پہلی بار وہ اپسرا کی طرف سے بہت مایوس ہوا تھا۔

☆☆☆

''کورٹ کی دی گئی تاریخ پر پیشی میں نہ پہنچنے کی داؤد راؤ نے قسم کھائی ہے۔ ہم چند ہیں کہ اپنی ملازمت سے وقت نکال کر صبح سویرے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔'' پولیس موبائل سے باہر نکل کر اذلان نے سن گلاسس آنکھوں پر لگاتے عبدالمقیط کو مخاطب کیا۔

''جی سر! ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔'' وہ مؤدب ہوکر اس کے ساتھ چلتا بولا۔

''میں نے کبھی غلط بھی کہا ہے۔'' اذلان نے مسکرا کر عبدالمقیط کو دیکھا۔

''کبھی نہیں سر!'' عبدالمقیط نے حسب توقع

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

فوراً کہا۔

''پیٹ اندر کرکے سیدھا ہوکر چلو۔ کھانا اور رشوت کم کھایا کرو۔'' اذلان رعب سے کہا تو عبدالمقیط نے فوراً سر ہلایا۔ پھر دھیان آنے پر چونکا۔

''سر! رشوت نہیں کھاتا خدا کی قسم۔ ہاں کھانا جم کر کھاتا ہوں۔ مگر سر! میری باڈی ہے ہی ایسی۔ تھوڑا کھاؤ زیادہ لگتا ہے۔ ہوتا کوئی آپ کی طرح اسمارٹ باڈی والا تو کیا ہی بات تھی۔'' وہ رشک سے اذلان کو سرتاپا دیکھ کر بولا۔

''مجھ جیسا اسمارٹ بننے کے لیے تمہیں ہجر کھانا ہوگا۔ تغافل پینا ہوگا۔'' اذلان نے سنجیدگی سے کہا تو عبدالمقیط نے غور سے سن کر سر ہلایا۔

''وہ تو ٹھیک ہے سر! پر یہ دونوں چیزیں کس پنساری کی دکان سے ملیں گی اور کتنی مقدار میں لینی ہوں گی۔'' اس نے مدبر بن کر پوچھا تو اذلان اس کی بے وقوفی پر مسکرایا۔

''کس بندر نے تمہیں پولیس میں بھرتی ہونے کا مشورہ دیا تھا۔'' وہ سر میرے ابا نے کہا تھا۔ عبدالمقیط شرمندگی سے بولا تو اذلان کو بے ساختہ ہنسی آئی۔

آج سر بڑے دنوں بعد موڈ میں آئے ہیں۔ اس نے اذلان کے چہرے پر نظر ڈال کر سوچا۔

کورٹ میں بہت زیادہ رش نہیں تھا۔ کچھ وکلاء ادھر ادھر گھوم رہے تھے اور تاریخ پر آئے کچھ لوگ۔ کورٹ کے احاطے میں داخل ہوکر اذلان نے گلاسز اتار کر جیب میں اٹکائے۔ اور بجتا موبائل کانوں سے لگایا۔ وہ کال سنتے ہوئے چلنے لگا کہ اس کی نظر برآمدے میں کھڑی اپسرا پر پڑی۔ وہ ایک لڑکی سے بات کررہی تھی جو معمولی حلیے اور اڑی رنگت کے ساتھ گھبرائی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اپسرا نے اس کو بازو سے تھام کر بینچ پر بٹھایا اور بیگ سے جوس نکال کر دیا۔ اذلان کے لبوں پر بڑی دلفریب سی مسکراہٹ آئی۔

''یہ باز نہیں آئے گی۔ زمانے بھر سے ہمدردی ہے سوائے مجھ غریب کے۔'' اذلان نے کراہ کر سوچا اور موبائل آف کیا۔ اس کی نگاہ اپسرا سے ہٹنے پر تیار نہ تھی۔

اذلان دھیرے دھیرے چلتا اس کے قریب آنے لگا۔ اچانک اذلان کی نظر دو مضبوط قد کاٹھ آدمیوں پر پڑی جو اپسرا سے قدرے فاصلے پر مخالف سمت میں کھڑے اسے گھور رہے تھے۔ ان کی حرکات و سکنات نے اذلان کی چھٹی حس کو چونکایا۔ ان میں سے ایک آدمی نے شلوار میں اڑسا ہوا جدید طرز کا پسٹل نکالا اور اپسرا کی طرف اونچا کیا۔ اذلان نے اپنا پسٹل نکالا اور دوڑ کر اپسرا کے سامنے آیا۔ تب تک آدمی کی پسٹل دب چکی تھی۔ آگ کی طرح ایک سنسناتی ہوئی گولی اذلان کے بائیں کندھے میں پیوست ہوئی۔ اذلان لڑکھڑایا۔ پھر اس نے دائیں ہاتھ سے جوابی فائر کیے۔ ایک گولی نے آدمی کے بازو کو چھوا۔ مگر وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اذلان کے کندھے سے ابلتا لہو اس کی وردی کو داغدار کرتا زمین پر بہنے لگا۔ اپسرا نے حواس باختہ ہوکر یہ منظر دیکھا تھا۔

''اذلان!'' اپسرا کے لبوں سے ایک سسکاری نکلی اور وہ بے اختیار اس کے قریب آئی۔ عبدالمقیط بھی دوڑتا اس طرف آیا تھا۔ اس نے اذلان کو اپنے بازوؤں میں تھام لیا۔ عبدالمقیط اس آدمی کا پیچھا کرو۔

''جلدی اسے حراست میں لو۔'' اذلان نے اپنا درد ضبط کرتے عبدالمقیط سے کہا۔ اپسرا کو جھٹکا سا لگا۔ اذلان کو اپنی تکلیف کی پروا نہیں تھی۔

''نہیں عبدالمقیط! پہلے انہیں جلدی ہاسپٹل لے کر چلو۔'' اس نے گھبرا کر عبدالمقیط سے کہا۔ کورٹ کے اس حصے میں لوگوں کا ہجوم جمع ہونے لگا۔ عبدالمقیط نے ایک دو اور لوگوں کے ساتھ مل کر اذلان کو سہارا دیا اور پولیس موبائل میں پیچھے لاکر لٹا دیا۔ اپسرا اس کے ساتھ ہی آئی تھی۔ وہ دوسری سیٹ پر بیٹھ گئی۔ گاڑی تیزی سے کورٹ کے احاطے سے باہر نکلی اور سڑک پر دوڑنے لگی۔

اپسرا کی حالت الگ غیر تھی۔ وہ سفید پڑتے ہونٹوں پر زبان پھیرتی اپنے کہے الفاظ کی بازگشت کے زیر اثر تھی۔

''تم مرجاؤ اذلان! میری جان چھوڑو۔'' اپنے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لفظوں کی سفاکی یاد آئی تو اپسرا نے جھرجھری لی۔

''اللہ پاک اذلان کو زندگی دے آمین۔'' اپسرا نے دل سے دعا کی۔ اسپتال کی ایمرجنسی میں اذلان کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور اس کو فوری آپریشن تھیٹر میں منتقل کیا گیا۔ اپسرا باہر رکھی ایک بینچ پر سر جھکائے بیٹھ گئی آنسو تو اتر سے اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔

''عبدالمقیط! اذلان کو کچھ ہوگا تو نہیں۔'' اس نے کوئی دسویں بار پاس بیٹھے عبدالمقیط سے پوچھا تھا۔

''اللہ پر بھروسا رکھیں مس اپسرا!'' عبدالمقیط نے دسویں بار اس کو ایک جیسی تسلی دی۔

''میں اپنی بد دعا واپس لیتی ہوں اللہ پاک۔ اذلان کو کچھ مت کرنا۔'' اپسرا نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر ایک بار پھر دہرایا۔ وہ کب سے بار بار یہی جملہ بولے جارہی تھی۔ عبدالمقیط کچھ بھی نا سمجھی کیفیت میں اس کو سن رہا تھا۔ سوا گھنٹہ بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تو دونوں ہی اٹھ کر جونیئر ڈاکٹر کے پاس آئے۔

ڈاکٹر نے جیسے ہی اذلان کے خطرے سے باہر آنے کی نوید سنائی تھی۔ اپسرا کا چہرہ کھل اٹھا۔ عبدالمقیط نے بھی شکر کا سانس لیا۔ ایک گھنٹے مزید کڑے انتظار کے بعد اذلان کو روم میں شفٹ کردیا گیا۔ اپسرا نے اس کو اسٹریچر پر تھیٹر سے روم میں لے جاتے ہوئے دیکھا اور پھر بیڈ پر لٹاتے ہوئے بھی۔ اس کے توانا سینے اور بائیں کندھے کو پٹیوں نے جکڑ رکھا تھا۔

''یہ گولی میرا نصیب تھی جو اذلان نے اپنے وجود پر کھائی ہے۔'' اپسرا نے سوچا اور ایک عجیب کیفیت میں گرفتار ہوئی۔

''مس اپسرا! آپ ادھر کیوں کھڑی ہیں، آیئے نا اندر۔'' عبدالمقیط نے اس کو دروازے سے لگ کر کھڑے دیکھا تو آفر کی۔

''نہیں عبدالمقیط! اب میں جارہی ہوں۔ امی پریشان ہورہی ہیں۔ آپ یاد سے اذلان کا صدقہ اتار دیجیے گا۔'' اپسرا نے کئی ہرے نوٹ عبدالمقیط کی طرف بڑھائے۔

''ارے یہ کیا؟'' عبدالمقیط نے روپے لیتے تامل کیا۔ اپسرا نے اصرار سے پیسے دیے اور ایک نظر اذلان پر ڈالی اور تیز قدموں سے طویل برآمدے کو عبور کر کے باہر نکل گئی۔ عبدالمقیط نے آخر تک اس سے دیکھا اور اندر چلا آیا۔

☆☆☆

''عبدالمقیط! اپسرا کہاں ہے؟'' اس کو سامنے دیکھ کر اذلان نے پہلا سوال یہی کیا۔

''وہ اپنے گھر چلی گئیں سر!'' عبدالمقیط نے بتایا۔

''اچھا۔'' وہ مایوس ہوا۔ گولی لگنے سے لے کر نیم بے ہوشی کی کیفیت تک اس کو اپنے پاس ہی محسوس کیا تھا۔

''اس آدمی کا کیا ہوا۔ پکڑا گیا یا نہیں؟'' اذلان نے پوچھا۔

''سر میں نے وائرلیس پر اطلاع دے دی تھی۔ کچھ ہی دیر میں پولیس نے اس کو ڈھونڈ نکالا۔ اب وہ سلاخوں کے پیچھے ہے۔'' عبدالقیط نے اپنی کارکردگی بتائی۔

''گڈ۔ اس سے اچھی طرح پوچھ گچھ کرو۔ اپسرا کی جان کے درپے کیوں ہے۔ کیا دشمنی ہے اس کی اپسرا سے۔'' اذلان نے ہلکی آواز میں ہدایات دیں۔ اس کے لہجے سے اپسرا کے لیے فکرمندی چھلک رہی تھی۔ عبدالمقیط نے اذلان کی اپسرا سے محبت شدت سے نوٹس کی۔

''جی سر! ہم نے اس سے اقرار جرم کروالیا ہے۔ آگے بھی سب کچھ اگل دے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔'' عبدالمقیط نے تسلی دی پھر اس نے ہاتھ میں پکڑے روپے اذلان کے سر پر وارے۔

''یہ کیا کررہے ہو؟'' اذلان نے اچنبھے سے پوچھا۔

''مس اپسرا نے آپ کا صدقہ اتارنے کے لیے دیے تھے۔'' عبدالمقیط کی بات پر ایک خوش گوار احساس اذلان کے رگ وپے میں دوڑ گیا۔

اپسرا نے دیئے ہیں۔ وہ کتنی دیر یہاں ٹھہری رہی؟ اذلان نے شاد ہوکر پوچھا۔

''جب تک آپ کمرے میں شفٹ نہیں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہوگئے۔ وہ باہر بینچ پر بیٹھی روتی رہیں اور اللہ سے نجانے اپنی کون سی بد دعا کی معافی مانگتی رہیں۔''
عبدالمقیط نے مزید تفصیل گوش گزار کی تو اذلان کے نقاہت زدہ چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔
''آخر تمہارا دل پگھل ہی گیا اپسرا میڈم!'' اذلان نے سوچا۔
وزیٹنگ آورز میں اس کے روم میں پولیس والوں اور جاننے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ سب اس کی عیادت کو آرہے تھے۔ پھول اور پھل لے کر۔ مگر اذلان کی نظر کسی اور کا انتظار کر رہی تھی۔ وزیٹنگ آورز تمام ہوئے اور اس کی موہوم سی امید بھی۔ رات کو عبدالمقیط اس کے ساتھ رہا۔ اذلان کا چہرہ پھر سے مرجھایا ہوا تھا۔
''سر! آپ کو تکلیف محسوس ہو رہی ہے کیا؟'' عبدالمقیط کے سوال پر اذلان نے نفی میں سر ہلایا۔
''بس انتظار کی کوفت نے دل خراب کر دیا ہے عبدالمقیط۔'' اذلان نے چھت کے پنکھے کو توجہ سے دیکھتے کہا۔
''کس کا انتظار سر!'' عبدالمقیط کے سوال پر اذلان نے نظریں اس پر ٹکا دیں۔
''ہے کوئی دل کے قریب ہستی۔ اسی کا۔''
اذلان کی بات پر عبدالمقیط مبہم سا مسکرایا۔
''مس اپسرا! وزیٹنگ آورز میں یہاں آئی تھیں۔ ایک بوکے اور گھر کی بنی یخنی وغیرہ لے کر۔'' عبدالمقیط نے انکشاف کیا تو وہ چونک اٹھا۔
''پھر اندر کیوں نہیں آئی؟'' اذلان نے بے تابی سے پوچھا۔
''آپ کے روم میں عیادت کرنے والے اور لوگ موجود تھے۔ مس اپسرا نے مجھے اپنی لائی چیزیں دی اور آپ کی خیریت کی تسلی کر کے واپس چلی گئیں۔'' عبدالمقیط نے بتایا۔
''اوہ۔ مجھے وہ بوکے دکھاؤ جو وہ میرے لیے لائی تھی۔'' اذلان نے فرمائش کی تو مقیط نے ٹیبل پر پڑے رنگ برنگے پھولوں کے ڈھیر سے اپسرا کا دیا بوکے نکالا اور اذلان کو دیا۔ اذلان نے اس بوکے کو محبت سے ہاتھ میں لیا اور سفید خوب صورت گلابوں کی خوشبو سانسوں میں اتاری۔
''مجھے کل صبح ہی ڈسچارج ہونا ہے عبدالمقیط! اور گھر شفٹ ہونے کے بعد مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ میں کچھ دن مکمل آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' اذلان نے پھولوں کو نرمی سے چھوتے عبدالمقیط سے کہا تو عبدالمقیط اس فیصلے کے پس پردہ بات سمجھ کر مسکرایا۔

☆☆☆

اگلی صبح وہ اسپتال سے گھر آگیا۔ اٹینڈیٹ اذلان کے ساتھ ہی آئے تھے۔ اس نے رمشہ سے یہ بات چھپائی ہوئی تھی۔ سو رمشہ کی کال آئی تو حتی المقدور بشاش لہجے میں اپنی مصروفیت ظاہر کر کے اس نے فون رکھ دیا۔ سات سمندر پار بہن کو وہ ٹینشن دینا نہیں چاہتا تھا۔ ویسے تو اس کی مصروفیت کی گھڑی صرف انتظار کی سوئی پر اٹک گئی تھی۔ اس کو شدت سے اپسرا کی آمد کا انتظار تھا اور وہ بہت دل جمعی سے اس کی راہ تک رہا تھا۔
صبح سے سہ پہر ڈھلی اور شام ہوئی مگر اپسرا نہیں آئی۔ وہ چڑ گیا۔ بات بے بات اٹینڈیٹ اور نوکروں سے الجھنے لگا۔ شام کو ہلکے پھلکے اسنیکس سے بھری ٹرے واپس بھجوا دی۔
''سر!'' دروازہ بجا کر ایک ملازم اندر آیا۔
''مجھے کچھ نہیں کھانا راول۔'' اذلان نے اس کو کچھ لاتے دیکھ کر غصے سے کہا۔
''سر! یہ آپ کے لیے مس اپسرا نے بھیجا ہے۔'' ملازم ڈرتے ڈرتے ایک بوکے لے کر قریب آیا۔ اذلان کے چہرے کے زاویے درست ہوئے۔
''وہ خود نہیں آئی؟'' اذلان کے استفسار پر ملازم نے سر نفی میں ہلایا۔
''سوری سر! آپ نے چونکہ صرف مس اپسرا کو عیادت پر اندر آنے کی اجازت گیٹ پر دی ہوئی ہے تو ان کی طرف سے بھیجا گیا بوکے میں لے آیا۔'' وہ جیسے وضاحت دے کر بولا۔
''ادھر لاؤ، مجھے دو۔'' اذلان نے ایک سانس بھر کر ہاتھ بڑھایا۔ ملازم نے فوراً اس کے ہاتھ میں بوکے دیا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

۔آج ہلکے نارنجی رنگ کے گلاب نظر کے سامنے تھے۔ چھوٹی سی چٹ پر اپسرا عتیق کا نام لکھا تھا۔ اذلان نے ان پھولوں کو محبت سے چہرے کے نزدیک کیا۔

''کیا چیز ہوتم اپسرا میڈم! مجھے سزا اور جزا کے درمیان لٹکائے رکھنا چاہتی ہو۔ اپنے دل کو اتنے قفل لگا کر بند رکھا ہے کہ اس کی کسی کیفیت کا صحیح اندازہ میں لگا نہیں پاتا۔'' اس نے بوکے اپنے سرہانے رکھا اور آنکھیں موند لیں۔

پھر اگلے کئی دن وہ بستر پر اپسرا کی طرف سے بھیجے گئے گلاب وصول کرتا رہا۔ لگتا تھا گلاب کے سب رنگ واقسام بھجوانے کا اس نے تہیہ کر رکھا ہے۔ تروتازہ کھلتے گلاب اذلان کا مزاج خوشگوار کر دیتے۔ وہ ان کی مسحور کن مہک اپنے اندر اتارتا رہتا۔ ان کی پتیوں کو نرمی سے چھو کر ان پر اپسرا کا لمس محسوس کرتا اور مسرور ہوتا۔

''اپسرا ذرا آ کر دیکھو تو میری قناعت پسندی۔ تمہاری چھوئی ہوئی چیز کو چھو کر بھی خوش ہوتا ہوں۔'' وہ اپسرا کو غائبانہ مخاطب کر کے کہتا۔ لاشعوری طور پر اذلان کو اپسرا کی طرف سے سرخ گلابوں کا انتظار تھا۔ جواب تک نہیں آئے تھے۔

☆☆☆

کچھ دن ریسٹ کے بعد اذلان واپس اپنی سیٹ پر آ گیا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں رہ گیا سارا کام۔ اہم کیسز اہم معاملات اس کے منتظر تھے۔ وہ پوری طرح اپنی ڈیوٹی میں جت گیا۔ اس پر گولی چلانے والا ملزم کو تو واقعہ کی شام کو ہی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس نے اعتراف جرم بھی کر لیا تھا۔ اس کا نشانہ اپسرا تھی۔ ایس پی صاحب نجانے کیسے درمیان میں آ گئے۔ بہرحال اب وہ ملزم جیل میں تھا اور مزید پوچھ گچھ کے لیے جسمانی ریمانڈ لیا جا رہا تھا۔ اپسرا کو بھی چند بار تفتیش کے لیے بلایا گیا تھا۔ اس کے لیے خطرے ابھی بھی کم نہیں ہوئے تھے۔ سوشل میڈیا پر ایک وائرل وڈیو اذلان کی نظر سے گزری جس میں ایک شخص اپسرا کے خلاف زہر اگل رہا تھا اور اس پر ایٹیک کرنے کی کھلم کھلا دھمکیاں دے رہا تھا۔ اپسرا نے اس کی بیوی کو (جس سے وہ زبردستی اپنے دوستوں کے ساتھ تعلق رکھنے پر مجبور کرتا) اس سے نجات دلوائی تھی۔ یہ شخص بظاہر معاشرے کا معزز اور متمول فرد مانا جاتا تھا۔ اس کا اصلی نقاب اس کے چہرے سے کھینچا گیا تو وہ تڑپ اٹھا اور اب چوٹ کھائے ناگ کی طرح نظر آ رہا تھا۔ اذلان یہ وڈیو دیکھ کر فکرمند سا ہو گیا۔

اس نے کورٹ کے واقعہ کے بعد سے اپسرا کے لیے سیکیورٹی فراہم کروادی تھی۔ اپسرا کو احساس بھی نہیں تھا کہ اس کے گھر کے باہر سادہ لباس میں کچھ گارڈ اس کی حفاظت پر معمور ہیں۔ اس کے باوجود اس وڈیو نے اذلان کو بے چین سا کر دیا۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو ہدایت دی کہ اس بندے کو جلد سے جلد گرفتار کریں اور یہ کہ اب تک یہ بندہ کیوں کھلا گھوم رہا ہے؟ بیوی نے اس پر کیس کیوں نہیں کیا۔

ان سوالوں اور ان کے علاوہ کئی باتوں کے جواب لینے وہ چھٹی والے دن اپسرا کے گھر جا پہنچا۔ راستے سے اس نے ایک سرخ کھلتا گلاب خوب صورت پلاسٹک کی ریپرنگ میں لے کر کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ دروازہ اپسرا کی امی نے کھولا اور اذلان کو بہت خوشی سے ویلکم کیا تھا۔ اس سے لے کر ڈرائنگ روم میں آئیں اور حال احوال پوچھنے لگیں۔ وہ خوش دلی سے جواب دیتا رہا۔ آنٹی اس کے ساتھ ہوئے واقعہ سے بے خبر تھیں۔ سو اذلان نے بھی کچھ بتانا مناسب نہ سمجھا۔ کچھ دیر باتوں میں گزری پھر وہ اذلان کے بار ہا منع کرنے کے باوجود کچھ کھانے پینے کا انتظام کرنے کمرے سے نکل گئیں۔

''ارے آنٹی خوامخواہ تکلف کیا۔'' کچھ دیر بعد آنٹی ٹرالی گھسیٹ کر لائیں تو اذلان نے اٹھ کر ان کی مدد کی۔

''تکلف کیسا بیٹا! تم بھی میرے ہی بیٹے ہو۔'' صوفے پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے ایک پلیٹ اسے دی۔

''میں خود لے لوں گا آنٹی!''

''امی! کہاں ہیں۔ بصرہ کا فون آیا ہے۔'' اپسرا ڈرائنگ روم میں قدم رکھ کر وہیں رک گئی۔ سامنے ہی اذلان ماں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اذلان نے

Waqar Azeem
pakistanipoint.com

بھی فارمل ڈریسنگ میں سلیقے سے دوپٹا اوڑھے ہوئے اپسرا کو دیکھا۔ جو غالباً نہا کر آئی تھی شہد رنگ کھلے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ چہرہ بھی دھلا دھلایا بنا میک اپ نکھرا ہوا تھا۔

''السلام علیکم۔'' اذلان نے سلام میں پہل کی۔

''وعلیکم السلام۔'' اپسرا دھیرے دھیرے چلتی قریب آئی اور ماں کو فون دیا۔ پھر قریبی صوفہ پر بیٹھ گئی۔

''کیسی ہو اپسرا۔'' اذلان نے پوچھا۔

''الحمدللہ۔''

''آپ کیسے ہیں؟'' اپسرا نے اس سے دیکھا جو مکمل صحت مند نظر آرہا تھا۔

''آپ کی دعا ہے۔'' اذلان لب دبا کر مسکرایا۔ اپسرا چونکی۔

''بیٹا! تم بیٹھو۔ میں بصرہ سے بات کر کے آتی ہوں۔'' آنٹی عجلت میں کہہ کر کمرے میں نکل گئیں۔

''مریض چل کر خود آپ کے دروازے تک پہنچا ہے۔ آپ کو تو میری عیادت کرنے کی بھی توفیق نہ ہوئی اپسرا میڈم۔ افسوس ہے۔'' آنٹی کے جاتے ہی اذلان نے اپسرا پر چوٹ کی۔

''ہاں بس آنا تو چاہتی تھی مگر.....'' اپسرا نے ہاتھ آپس میں ملا کر ادھوری بات کی۔

بس پھر سوچا۔ یہ بندہ اس قابل نہیں کہ اس کو شفاء کی دعا دینے اس کے پاس جایا جائے۔ بوکے دے کر ہی ٹرخا دیتی ہوں۔'' اذلان کے لہجے میں شکوہ تھا۔ اپسرا نے نظر اٹھا کر اس سے دیکھا۔

''ایسی بات نہیں اذلان۔''

''پھر کیسی بات ہے۔ فلاور شاپ پر کیا سرخ گلابوں کا کال پڑ گیا تھا جو کسی ایک بوکے میں بھی یہ رنگ نظر نہ آیا۔'' اذلان نے ایک اور شکوہ کیا تو اپسرا بے اختیار چونکی۔

''آپ جانتے ہیں سرخ رنگ کس جذبے کی نشانی ہے۔'' اپسرا نے آہستہ سے پوچھا۔

''یعنی تمہارے دل میں یہ جذبہ میرے لیے ابھی بھی ناپید ہے۔'' اذلان نے افسردہ سے لہجے میں کہا۔

''آہ۔ جان سے چلا جاتا تو اچھا تھا۔ قبر پر تو تم سرخ گلاب بچھاتی نا۔'' وہ آہ بھر کر بولا۔

''اللہ نہ کرے۔'' اپسرا نے بے اختیار بول کر لب بھینچ لیے۔ اذلان نے چونک کر اسے دیکھا۔ دونوں کے ذہن میں ماضی لہرایا تھا۔

''میرے دل میں تمہارے لیے محبت تب بھی تھی اور اب بھی موجود ہے۔ چاہے تم یقین کرو یا نہ کرو۔''

''اپسرا!'' اذلان نے دھیرے سے کہا۔

''ماضی کی بات مت کریں اذلان!'' اپسرا نے جیسے اذیت محسوس کی۔

''میں بھی ماضی بھلا کر تمہارا ساتھ حال کا سفر کرنا چاہتا ہوں اپسرا!'' اذلان نے کوٹ کی جیب سے لال گلاب نکالا۔

''تم نے سفید سے لے کر گلابی پھول مجھے بھجوائے یعنی دوستی سے لے کر پسندیدگی تک کا اظہار کیا۔ میں روز سوچتا محبت کا اظہار بھی بھیجو گی۔ مگر تم بہت ظالم ہو۔ پسندیدگی تک آ کر رک گئیں۔ اب میرا اظہار قبول کرو جو شروع سے آخر تک بس ایک ہی ہے۔ محبت محبت اور صرف محبت۔'' اذلان اپنی جگہ سے اٹھا۔ اپسرا کے سامنے آ کر تھوڑا جھکا اور سرخ گلاب اس سے پیش کیا۔ اپسرا نے بری طرح چونک کر اذلان کو دیکھا۔ جو آنکھوں میں چاہت کا ایک جہاں لیے اس سے دیکھ رہا تھا۔ اپسرا کی نظریں اس کی محبت کی تاب نہ لا کر جھک گئیں۔ اذلان پھول قبول کر لینے کا انتظار کرنے لگا۔ پر اپسرا دونوں ہاتھ گود میں رکھے خاموش بیٹھی تھی۔ مایوسی کی ایک شدید لہر اذلان کے دل میں اٹھی۔ اور اسے پہلے کہ وہ مایوس ہو کر پیچھے ہٹتا۔ اپسرا نے ہاتھ بڑھا کر اس سے وہ سرخ گلاب لے لیا تھا۔ اذلان نے بے ساختہ شکر کا سانس بھرا۔

''بہت شکریہ۔ میری محبت قبول کرنے کے لیے۔'' وہ خوش ہو کر سرگوشی میں بولا تو اپسرا بش ہو گئی۔ وہ محویت سے اس کے گلابی ہوتے رخسار دیکھنے لگا۔

''امی!'' اپسرا نے ہلکی آواز سے کہا تو اذلان فورا سیدھا ہوا اور مڑ کر دروازے کو دیکھا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔

WaqarAzeem
PakistanPoint.com

''جھوٹی۔'' اذلان مصنوعی تیوری چڑھا کر واپس اپنی نشست پر بیٹھا۔

''میں جھوٹی نہیں، اپسرا ہوں۔'' اپسرا نے اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی۔

''اس بات سے کس کو انکار ہے۔ تم واقعی اپسرا ہو۔'' اذلان نے جذب سے کہا تو اپسرا مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ کتنی دلکش تھی۔ اذلان سے نظر نہ ہٹائی گئی۔

''اپسرا بی بی۔ اب یہ دنیا سے پنگے شنگے لینا چھوڑ دو اور شرافت سے گھر بساؤ۔'' پھر وہ خالص پولیس والے لب ولہجے میں بولا۔

''کیسے پنگے؟'' اپسرا حیران ہوئی۔

''ہمم..... یہ بھی میں بتاؤں کیسے پنگے۔ وہ پنگے جن کے نتیجے میں تمہارے حصے کی گولی اپنے جسم پر جھیلی ہے محترمہ!'' اذلان نے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرا۔

''ایسے پنگے تو میں لیتی رہوں گی ایس پی صاحب! جب تک اس معاشرے سے ظلم ختم نہیں ہوتا مظلوم کی دادرسی بھی ختم ہوسکتی۔'' اپسرا نے پختہ لہجے میں کہا۔

''تو تم یہ راستہ نہیں چھوڑو گی؟'' اذلان نے بھنویں جوڑ کر اس سے دیکھا۔

''بالکل نہیں۔'' اپسرا نے عزم سے کہا۔

''اوکے۔ تو پھر مجھ سے شادی کرلو۔ میں تمہاری ڈھال بن کر تمہاری طرف آئے ہر تیر کو خود پر سہہ لوں گا۔'' اذلان نے اچانک پیشکش کی تو اپسرا لب دبا کر اسے دیکھنے لگی۔

''کوئی اعتراض ہے ابھی بھی۔'' اذلان بے چین ہوا۔ اپسرا نے سر ہلایا۔

''کیا؟'' اذلان جاننے کو بے تاب ہوا۔

''میری ڈھال بن کر میرے حصے کی گولیاں کھا کر آپ آئے دن اسپتال کو رونق بخشیں گے۔ تو مجھے آپ کی خدمت کرنی پڑے گی۔ پھر میرا کام تو التواء میں پڑ جائے گا نا۔'' وہ آنکھوں میں شرارت لیے اس کو دیکھ رہی تھی۔ اذلان نے اس کے جملے کو دھیان سے سنا اور پھر بھرپور اطمینان کی سانس بھری۔

''پڑ جانے دو التواء میں۔ تمہارے بیمار کو تمہاری توجہ کی ضرورت تمہارے سو کالڈ کام سے زیادہ ہوگی۔'' وہ بھی شرارت سے بولا تو جواباً اپسرا مسکرادی۔

''اپسرا! بس اب بہت ہوا۔ اب نہیں رہا جائے گا تمہارے بنا۔ میں آج ہی آنٹی سے تمہارا ہاتھ مانگتا ہوں۔'' اذلان نے اس کو محبت سے دیکھتے جذباتی ہوکر کہا۔

''تو مانگ لیں نا۔ کس نے روکا ہے۔'' اپسرا نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ تو اذلان خوشی سے دیوانہ ہوگیا۔

''بیٹا! معاف کرنا بصرہ کی باتیں شروع ہوتی ہیں تو ختم ہونے کو نہیں آتیں۔ رمشہ کی طرح پردیس میں بیٹھی ہے۔ نہ کوئی کہنے والا نہ سننے والا۔ سو فون کرے تو گھنٹہ بھر سے پہلے نہیں رکھتی۔'' آنٹی دروازے سے اندر آتے شرمندگی سے بولیں۔

''ارے اپسرا! اتنی دیر مہمان کو سوکھے منہ بٹھائے رکھا ہے۔ اب چیزیں ویسی کی ویسی پڑی ہیں۔'' آنٹی کی نظر بھری میز پر پڑی تو بیٹی کو لتاڑا۔

''کوئی بات نہیں آنٹی! اپسرا کے اقرار کی برفی میں نے چکھ لی ہے۔ میں سیر ہوگیا ہوں۔'' اذلان نے چمکتی آنکھوں سے اپسرا کو دیکھ کر دھیمے سے کہا۔ اپسرا نے گھبرا کر ماں پر نظر کی۔ جن کے کانوں تک یہ جملہ نہیں پہنچ سکا تھا۔

''آنٹی! مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' اذلان نے ان کے صوفہ پر بیٹھتے ہی فوراً کہا۔

''ہاں بیٹا! کہو۔'' آنٹی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

اپسرا ایک دم اٹھ کر کمرے سے باہر بھاگی۔ اذلان بے اختیار مسکرایا۔ اس کی مشرقی حیا اذلان کو سرشار کرگئی تھی۔ اس نے بہت محبت سے آنٹی سے اپسرا کا ہاتھ مانگ لیا۔ اس یقین کے ساتھ کہ اب ان کے ملن میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تھی۔ اپسرا ازل سے اذلان کی تھی اور ابد تک اسی کی رہنی تھی۔

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آپو

حمیرا عروش

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"آپو نے میرا گھونگٹ اٹھایا تو میں جی جان سے بدمزا ہو کر رہ گئی۔ انہوں نے ساتھ ہی میٹھے لہجے میں توجیہہ بھی پیش کردی۔"

"ہمارے یہاں رواج ہے کہ گھر کے بزرگ دلہن کا گھونگٹ اٹھا کر منہ دکھائی دیتے ہیں۔ اب اماں ابا تو ہیں نہیں۔ یہ رسم مجھے ہی ادا کرنی ہے۔ یہ رہی تمہاری منہ دکھائی۔ اوہو! منہ میٹھا کرانا تو میں بھول ہی گئی۔"

گلاب جامن کا چمچہ بھر کر بڑا سا ٹکڑا میرے منہ میں ڈالا تو حقیقی معنوں میں مجھے اس کا ذائقہ کڑوا، زہر لگا۔ جسے میں نے بمشکل حلق سے نیچے اتارا۔

یوں آپو کے لیے روز اول سے ہی میں اپنے دل میں پسندیدگی بھرا کوئی جذبہ نہ رکھ سکی۔ دل میں ایک گرہ سی پڑ گئی اور آنے والے وقت میں ان کے ٹھنڈے و شیریں بھرے لہجے نے اس گرہ کو مزید مضبوط کرنے میں کسر نہ چھوڑی۔ ایسا لہجہ، ایسا انداز جس کے مقابل آپ کو ان کی بات سے اختلاف تو در کنار، اپنا خاموشی بھرا انداز تک تکبر لگنے لگے۔

بایدوشاید ایسا ہوتا ہے کہ ہم بولنا چاہتے ہیں مگر مقابل کا محبت بھرا انداز ہمیں گنگ کر دیتا ہے۔ پھر چاہے وہ اپنے انداز کو تلوار بنائے یا کوئی اور ہتھیار، ہم بے بس ہو جاتے ہیں۔ میرے ساتھ ایسا قدم قدم پر بارہا ہوا۔

آپو شادی کے ایک برس بعد بیوہ ہو کر واپس میکے سدھار گئیں تو بیمار ماں جوان و خوب صورت بیٹی کے سر پر سفید بیوگی کی چادر دیکھ کر یہ صدمہ سہہ نہ پائیں اور تمام دکھوں سے منہ موڑ کر عدم سدھار گئیں۔ والد محترم کا انتقال تو سات برس قبل ہی ہو چکا تھا، لہٰذا آپو بے حد ہمت سے کام لیتے ہوئے بیوگی کے احساس کو سبک کرنے کے لیے میدان کارزار میں اتر آئیں۔ عالیان کا بھرپور خیال رکھنے لگیں۔ ملازمہ کو رخصت کر کے گھر کے سب کام خود انجام دینے لگیں۔ قدم قدم پر کوشش کی کہ عالیان کو ماں کی کمی محسوس نہ ہو، کبھی آنے والے ہر رشتے کو جواب

دیتی رہیں اور جب عالیان کی طرف سے گرین سگنل ملا تو میری کزن شہلا (جوان کی بے حد قریبی دوست تھیں) کے توسط سے ہمارے ہاں رشتہ لے کر آئیں۔ اس طرح میں عالیان کی زندگی میں شامل ہوگئی۔

چونکہ وہ عالیان سے دس برس بڑی تھیں اور گھر میں امتیازی اہمیت کی حامل تھیں لہٰذا عالیان ہر امر میں ان کی منشاء کو درخور اعتنا جانتے تھے۔ اب بھی میں نے آپو سے میکے جانے کا پوچھا تو انہوں نے ہمیشہ کی طرح کھلے دل سے اجازت دے دی۔

میں کچن کا کام ختم کر کے کمرے میں گئی تو آپو میری الماری سے میرے کپڑے نکال چکی تھیں۔

''گڑیا! میں نے تمہارے کپڑے نکال دیے ہیں۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ عالیان بس آتا ہی ہوگا۔'' وہ اپنے ازلی شہد آگیں لہجے میں بول کر کمرے سے نکل گئیں۔

میں نے نارنجی رنگ کے بے حد بھاری کامدار جوڑے کو دیکھا اور سخت کوفت محسوس کی۔ انہوں نے اتنے محبت بھرے انداز میں کہا تھا کہ میں دوسرا جوڑا نکال کر پہنتی تو یقیناً ناقدری اور بے مروتی میں شمار ہوتا۔ یوں میں نے مجبوراً وہ ریشمی جوڑا زیب تن کیا۔ گرمی کی بدولت پورا دن بے آرام سی دل میں کڑھتی رہی۔ یہ ایک الگ داستان تھی۔

☆☆☆

ہمیں خوش خبری عطا ہوئی تو میں مسرور سی نیٹ پر اسلامی نام سرچ کرنے لگی۔ غلطی سے باتوں باتوں میں آپو سے ذکر کر بیٹھی تو آپو نے بڑے پیار اور دلار سے مجھے آگاہ کرنا مقدم گردانا۔

''ہمارے ہاں پہلے بچے کا نام ددھیال والے رکھا کرتے ہیں۔ چندا!''

حسب سابق میں ان کے الفاظ کو حرف آخر گردان کر دل مسوس کر رہ گئی۔ اس کے علاوہ چارہ بھی نہ تھا کیونکہ انہیں ہر بات میں بھائی کی ہم نوائی حاصل تھی۔

چند ماہ بعد انہوں نے بڑے دلار سے عمیر کا نام رکھا۔ مجھ سے پوچھنا تو درکنار مشاورت تک کرنا ضروری نہ سمجھا گیا۔ آپو نے عمیر کو شہد چٹا کر سینے سے ایسے لگایا تھا گویا اپنی مامتا کی آگ ٹھنڈی کر رہی ہوں۔

میرے دل میں ان کی ادھوری زندگی کا خیال اجاگر ہوا تو دل دکھ سے بھر گیا۔ ایک اسی احساس اور ان کے محبت بھرے انداز نے مجھے کبھی ان کی کسی بات سے اختلاف نہ برتنے دیا تھا۔

آنے والے دنوں میں بھی وہ عمیر پر اپنی تمام تر ممتا نچھاور کرنے لگیں۔ وہ بھی مجھ سے زیادہ ان کا گرویدہ ہوتا گیا۔

آپو کی زندگی کا سونا پن عمیر کی شرارتوں سے دور ہو رہا تھا جبکہ میری زندگی عمیر کے بغیر سونی ہونے لگی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ میرے سامنے نہیں تھا۔ وہ ہر لمحہ میری نگاہوں کے سامنے رہ کر بھی مجھ سے دور تھا۔ میرے پاس آنے پر کسی طور آمادہ نہ ہوتا۔ آپو ہر وقت اس کے ساتھ مگن رہتیں۔ نت نئے کھیل کھیلتیں۔ شام کو عالیان کو بتانے کے لیے ان کے پاس پورا ''عمیر نامہ'' تیار ہوتا۔ میں کہیں پس منظر میں غائب ہوتی چلی گئی۔

گھر کے کاموں سے وہ عرصہ ہوا دستبردار ہو چکی تھیں۔ اب ان کی تمام تر دلچسپیوں کا مرکز عمیر تھا۔ پہلے پہل میں ہنس کر ٹال جایا کرتی تھی مگر اب وہ میرے پاس نہ آتا تو مجھے جلن محسوس ہونے لگی۔ میری ممتا متاثر ہو رہی تھی۔ ایک ماں کا ''تمغہ'' سجا کر میں زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔ اپنی ممتا کی تسکین کے لیے اولاد کی قربت لازم و ملزوم ہوا کرتی ہے۔

میرا صبر اور میری دعائیں رنگ لائیں کہ کچھ لوگوں کا ہماری زندگی میں نہ ہونا ہی سود مند ہوتا ہے۔ آپا کا طویل ترین عرصے بعد اچھی جگہ سے رشتہ آیا تھا۔ عبدالباری صاحب کی پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا اور وہ بے اولاد تھے۔ والدین حیات نہ تھے۔ ایک بہن بیرونی ملک مقیم تھیں۔ انہوں نے دوست کی فیملی کے توسط سے رشتے کی بات چلائی تھی۔ امید کے برعکس آپو نے مثبت اشارہ دے دیا اور عالیان کو بھی رشتہ پسند آ گیا۔

میرے سر سے بوجھ اترا اور میں سکون کا سانس لے کر ان کی شادی کی تیاریوں میں مگن ہوگئی۔

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

میں آج مارکیٹ جانے کا قصد رکھتی تھی۔ روٹی پکانے کے بعد سالن بنانے سے قبل میں نے آپو سے اظہارِ خیال کرنے کے لیے ان کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے۔ مگر اندر سے آتی آواز نے میرے قدم روک دیے۔

''مما گندی! چھی چھی والی!'' یہ آواز آپو کی تھی۔ جو ایک سبق کی طرح عبیر کو سکھا رہی تھیں۔ مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

میں اکثر عبیر کو گود میں اٹھانے کی کوشش کرتی تو وہ یہی کہتا ''مما گنی، گنی، گنی.....'' اس بات کے پیچھے جو پس منظر تھا آج واضح ہو چکا تھا۔ میں بوجھل قدموں سمیت اپنے کمرے میں آ کر سر تھام کر بیٹھ گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں؟ گرم سیال بہہ کر میرے رخسار بھگونے لگا۔ ساڑھے چار سال میں مجھے نہیں یاد پڑتا تھا کہ کبھی میں نے آپو کی کسی بات سے اختلاف یا کسی حکم سے روگردانی کی ہو۔ آپو نے آخر مجھ سے کس بات کا بدلہ لیا تھا۔ آخر کیوں اپنی زندگی کے سونے پن کا بدلہ میری گود چھین کر لیا۔

میں مٹی کی مادھو بن کر انہیں ہر فیصلے کا اختیار سونپتی چلی گئی۔ انہیں وہ درجہ دے بیٹھی جو دراصل ان کا تھا ہی نہیں تو پھر کوئی تو سزا مجھے ملنی تھی۔ یہی سہی!

جب انسانوں کو انسان سے بڑا درجہ سونپ دیا جائے تو پھر یونہی عقل کو دنگ کر دینے والے بھیانک حقائق سامنے آتے ہیں۔ تبھی اللہ تعالیٰ نے میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہر رشتے کی حدود مقرر کی ہے۔

آپو کی شادی میں محض دو ماہ باقی رہ گئے تھے۔ ایسی صورتِ حال میں، میں کوئی بدمزگی پیدا نہ کر سکی۔ الٹا عالیان مجھ سے بدگمان ہو جاتے تو میرے درد میں مزید اضافہ ہوتا۔ میں یہ سوچ کر جبر اور صبر کے کڑوے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

جس روز آپو رخصت ہوئیں۔ عبیر کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ میری گود میں رہنے پر تو وہ کسی طور آمادہ نہ تھا۔ رو رو کر نڈھال ہوا تو عالیان کے کندھے سے لگ کر سو گیا۔

''بے حد لاپرواہ ہو تم۔ ایک بچے کو خود سے مانوس نہ کر سکیں۔ بچہ بھی وہ جو تمہارا اپنا ہے۔ اس گھر کی گاڑی آپو کے دم سے چل رہی تھی۔ اب اللہ جانے کیا حال ہوگا ہمارا۔'' عالیان بے حد فکر مند تھے۔ میں صدمے کی سی کیفیت میں کچھ بول ہی نہ پائی۔

ولیمے تک کے وقفے میں عالیان نے ہی عبیر کو سنبھالا۔ میں اٹھاتی تو زور زور سے چلانے لگتا۔

''مما بھاؤ والی..... مما بھاؤ والی! آپو پاس جانا ہے۔''

ولیمے والے روز وہ بڑی بے قراری سے آپو کی گود میں چڑھ کر بیٹھ گیا۔ دیگر مہمان بچے کی بے قراری سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔

''دراصل عبیر آپو سے بے حد مانوس ہے۔ زیادہ تر ان ہی کے پاس رہا ہے۔'' میں نے کچھ خواتین کی سوالیہ نظریں بھانپ کر کہا۔

''واہ بھئی، ایسی نندیں بھی کسی کسی کی ہوتی ہیں۔ ماں کے مزے ہی مزے!'' میرے ساتھ بیٹھی ایک خاتون ازراہِ تفنن بولیں تو میں پھیکی سی مسکراہٹ بھی لبوں پر نہ سجا سکی۔

☆☆☆

آج عالیان آفس گئے تو عبیر کو سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ میں نے تنگ آ کر آپو کو فون کر کے موبائل عبیر کے کان سے لگا دیا۔ وہ ان کی آواز سن کر خوش ہو گیا مگر جب فون بند ہوا تو آپو، آپو کہہ کر چلانے لگا۔ میں نے ایل سی ڈی پر کارٹون لگائے تو چند لمحات کے لیے بہل گیا۔

ایک گھنٹے بعد آپو شہرنامدار کے ساتھ آموجود ہوئیں۔ لاڈلا دوڑ کر ان سے لپٹ گیا۔

''چلو بھئی، اس کے کپڑے دے دو۔ میں اپنے شہزادے کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گی۔'' ہمیشہ کی طرح آپو نے ٹھنڈے میٹھے لہجے میں حکم صادر کر دیا۔

میرے قدم ڈگمگائے مگر میں نے لرزیدہ ہاتھوں سے عبیر کے کپڑے پیک کر دیے۔

''سارا دن تو میں اکیلی ہوتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ عبیر زیادہ تنگ کر رہا ہے تو تم اپنے پاس لے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آؤ۔ بچہ بہل جائے گا اور تمہارا بھی وقت گزر جایا کرے گا۔'' آپو نے خود غرضی کی بلندی کو چھوا۔

ریفریشمنٹ کے بعد آپو اسے لے کر روانہ ہوگئیں۔ یک دم مجھے پورا گھر ویران لگنے لگا۔ ایک نگاہ میں نے پورے گھر پر دوڑائی۔ پھر تکیے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

میں نے دبے دبے الفاظ میں عبیر کو لانے کا تذکرہ کیا تو عالیان نے صاف منع کر دیا۔

''وہ جہاں خوش ہے، اسے وہیں رہنے دو۔''

یوں ہم دونوں ہفتے میں ایک بار خورد و نوش کی مختلف اشیاء اور کھلونوں سے لدے پھندے ان سے ملنے جانے لگے۔

آپو نے وہیں عبیر کا اسکول میں ایڈمیشن کرا دیا تھا۔ یوں میرے لخت جگر کی واپسی کی راہ مسدود ہو کر رہ گئی۔

آپو چراغ کا وہ جن تھیں جو عبیر کی ہر بگڑی عادت کو اس کی ادا گردان کر خوشی خوشی اسے مزید شہ دیتی تھیں کہ وہ جو چاہے کرے۔ وہ غصے میں اتنے آرام سے کولڈ ڈرنک، چائے یا دودھ الٹ دیتا اور آپو اس کی حرکت پر سرزنش کرنے کے بجائے بگڑا موڈ درست کرنے کے لیے جی جان سے میدان میں اتر جاتیں۔

☆☆☆

شادی کے تین سال بعد آپو کے ہاں خوش خبری متوقع ہونا بڑی غیر متوقع سی بات تھی۔ عمر بھی اچھی خاصی بڑھ چلی تھی مگر قدرت کو جو منظور ہوتا ہے، اس امر میں کوئی عذر حائل نہیں آ سکتا۔

آپو کی طبیعت ناساز تھی۔ میں ان کی عیادت کی غرض سے ان کے پاس تھی۔ عالیان صبح آفس جاتے ہوئے مجھے ان کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ ان کی کچھ سسرالی رشتہ دار خواتین بھی ان کے پاس موجود تھیں۔ میں سلائس اور چائے کا مگ ٹرے میں رکھ کر آپو کے لیے کمرے میں جانے لگی تو دبی دبی سی آوازوں نے میرے قدم منجمد کر دیے۔

''نری جان چھڑائی ماں نے، خاک تربیت کی، شروع سے اچھی تربیت اور محبت ملی ہوتی تو بچے کا یہ حال نہ ہوتا۔ کون چاہتا ہے کہ بھائی کا گھر خراب ہو تبھی عبیر کو اپنے گھر لے آئی۔''

''دیکھنے میں کتنی سمجھ دار اور ذمہ دار لگتی ہے مگر سچ ہے بھئی، قبر کا حال مردہ ہی جانے۔'' باجی کلثوم نے افسردہ سا لہجہ اپنایا۔

میں سدا کی بزدل ان کے خاموش ہونے کا انتظار کرنے لگی تاکہ کمرے میں قدم رکھ سکوں۔

آپو نے دو معذور بچوں کو جنم دیا تو بڑی سنگین صورت حال تھی۔ وہ غم سے نڈھال تھیں۔ ہم سبھی انہیں سنبھالنے میں ہلکان تھے۔

عالیان نے مجھے ان ہی کے پاس چھوڑ رکھا تھا۔ گو کہ عبیر اب اچھا خاصا سمجھ دار بچہ تھا لہٰذا میرے پیار بھرے برتاؤ پر بے حد مثبت انداز میں پیش رفت کی۔

کچھ آپو کو اپنے غم سے فرصت نہ تھی کہ ہمارے درمیان آ کر ''ظالم سماج'' کا رول پلے کرتیں لہٰذا اس جانب سے راوی چین ہی چین رقم کرتا تھا۔

میں نے عالیان سے عبیر کو گھر لے جانے کی بات کی تو وہ پر سوچ انداز میں بولے۔

''آپو سے بات کرتا ہوں۔''

اور جب انہوں نے آپو سے بات کی تو وہ ایسے پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ الاماں الحفیظ۔

''خدا نے ان معذوروں کو تو میری قسمت میں لکھ دیا۔ تم لوگ میرے عبیر کو بھی مجھ سے دور لے جاؤ۔ میری خدمتوں، قربانیوں اور محبت کا مجھے یہی صلہ ملنا تھا۔ ارے، یہ دن دیکھ لینے سے پہلے میں مر کیوں نہ گئی؟'' ایسا واویلا اور جذباتی بلیک میلنگ کہ ہر بار کی طرح ایک بار پھر وہ رخ مند ہوئیں اور میں شکست خوردہ رہی۔

عالیان کو میرے چہرے کی افسردگی دکھنے لگی تھی یا شاید وہ اب تنہا زندگی کے سونے پن کا ادراک کر پائے تھے کہ راتوں کو اٹھ کر میرا بے چینی سے ٹہلنا انہیں بھی بے چینی سے میرا ہاتھ تھام لینے پر مجبور کر دیتا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایک دن مجھے دلاسا دینے کے سے انداز میں بولے۔

''چلو ہم کسی اچھی لیڈی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔'' میں بذیانی انداز میں پھٹ پڑی۔

''تم لوگ کون ہوتے ہو..... گود بھرنے اور پھر چھین لینے والے۔ اپنے فیصلے اپنے پاس سنبھال رکھو عالیان صاحب! میں چھٹکارا چاہتی ہوں، تم سے، آپو سے..... جیسے جیسے..... عمیر سے میرا تعلق ختم ہوگیا۔'' میں پاگلوں کی طرح عالیان کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتی ہوش وخرد سے بیگانہ ہوچکی تھی۔

عالیان ندامت زدہ تھے۔ انہیں مجھے سنبھالنے میں کافی وقت لگا۔

☆☆☆

ان کے بے حد اصرار اور منتوں کے بعد میں خفگی بھرے انداز میں سہی مگر آج سیاہ لباس زیب تن کرکے آؤٹنگ کے لیے تیار ہوئی۔ عالیان کا موڈ بہت خوش گوار تھا۔

''پہلے عمیر سے ملنے چلتے ہیں۔''

عالیان کے کہنے پر میں نے بدستور مہر بہ لب نگاہیں تیزی سے دوڑتی سیاہ تارکول کی سڑک پر جمائے رکھیں۔

آپو کے گھر کا بیرونی دروازہ خلاف معمول کھلا تھا۔ سبزی والا ذرا فاصلے پر موجود تھا۔ بہرکیف ہم نے اندر قدم بڑھائے۔ جہاں آپو کی چنگھاڑتی آواز نے ہمارا خیر مقدم کیا۔

''جیسی سڑی ہوئی تمہاری شکل ہے، بالکل ویسی سبزی اٹھا کر لائے ہو۔ ذرا یہ بتاؤ کہ تم نے آذر کا پیمپر کیوں اتنا ٹائٹ باندھا تھا؟ دیکھو کتنے نشان پڑ گئے۔ اب ایسے ہی نشان میں تمہارے منہ پر ڈالوں گی۔ اپنی ماں کے پاس رہتے تو مزا آتا۔ کاٹ کر پھینک دیتی، جیسے تمہارے بھائی کو چھری سے کاٹا تھا۔''

میں سکتے کے عالم میں کھڑی رہ گئی۔ عالیان نے سرعت سے اندر داخل ہوکر بے دردی سے عمیر کو زود وکوب کرتی آپو کو پیچھے دھکیلا اور عمیر کو ساتھ لپٹا لیا۔

جو گلاب اپنے آنگن سے توڑ کر پرائے آنگن کی سجاوٹ کے لیے مٹی میں گاڑ دیے جائیں۔ وہ بے مول و بے وقعت ہوکر مرجھا جاتے ہیں۔

اس روز ہم آپو سے ہر تعلق ختم کرکے عمیر کو ساتھ لے آئے۔ آپو نے زندگی کے ہر ورق پر اپنا نام رقم کرنا چاہا بھی عمیر کی ذمہ داری بھی اٹھالی۔ اس کے باوجود کہ یہ ذمہ داری ناپسندیدگی سے نفرت کا درجہ پا گئی مگر پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا۔ مجھے خود سے ایک قدم بھی آگے نہ دیکھ سکنے کی خواہش میں میرا حق چھین کر بھی تشنہ رہیں۔ مگر قدرت نے ایک ہی بار انصاف کی تمازت لیے زوردار تمانچا ان کے منہ پر دے مارا۔

☆☆☆

''آپو کے پاس جانا ہے ورنہ آپو ماریں گی۔'' عمیر دن میں دس بار یہ بات دہراتا۔ عالیان سمجھاتے۔

''اب آپ اپنی مما کے پاس رہیں گے۔ بیٹا!''

''مما نے بھائی کو کاٹ کر پھینکا پاپا!'' وہ آنکھوں میں دہشت وخوف سموئے بولتا۔

''نہیں بیٹا! آپو جھوٹ بولتی ہیں۔''

''آپو جھوٹ بولتی ہیں۔'' وہ بے یقین سے انداز میں بولتا۔

ہماری بھرپور توجہ اور نفسیاتی علاج کروانے کے بعد عمیر کا خوف زائل ہوگیا۔ واہمے، اندیشے اپنی موت مرگئے مگر اس کے گزشتہ اذیت بھرے دنوں نے میرے اور عالیان کے دلوں پر انمٹ نشان چھوڑ دیے۔ عالیان نے اپنی غلطی کا ازالہ ہر صورت کیا۔

میں اکثر سوچتی ہوں، آپو نے اپنی احساس کمتری کا سیال ہماری زندگی میں انڈیل کر آخر کیا پایا؟

کہیں آپ کی زندگی میں کوئی ایسا انسان تو نہیں جو آپ پر غیر ضروری مسلط ہے؟ اگر ہے تو اپنی مروت کا پیالہ اتنا ہی پُر رکھیے۔ جہاں سے آپ کے صبر کا پیمانہ شروع ہوتا ہے۔

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

شعاع عمیر

اللہ کا عذاب

☆اس طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ ظلم کی مرتکب بستیوں کو پکڑتا ہے۔ یقیناً اس کی پکڑ بہت ہی المناک اور سخت ہے۔ (سورۃ ہود..... 102)

☆قوم عاد کو زناٹے کی آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔ اس آندھی میں تم یوں انہیں پچھڑا ہوا دیکھو گے گویا وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں۔ (سورۃ الحاقہ..... 6،7)

☆کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں جو مجھے پانی سے بچالے گا، کہ آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی پھر ڈوبنے والوں میں ہو گیا۔

☆پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑا، پھر کسی پر تو ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا، اور ان میں سے کسی کو کڑک نے آ پکڑا اور کسی کو ان میں سے زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو ان میں سے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے لیکن وہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔ (سورۃ العنکبوت)

قربانی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

☆جو شخص اس طرح قربانی کرے کہ اس کا دل خوش ہو کر (اور) اپنی قربانی میں ثواب کی نیت رکھتا ہو وہ قربانی اس شخص کے لیے دوزخ سے آڑ ہو جائے گی۔ (طبرانی کبیر)

☆جو شخص قربانی کرنے کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے سو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آوے (حاکم)

☆اپنی قربانیوں کو خوب قوی کیا کرو (یعنی کھلا پلا کر) کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔ (کنز العمال)

☆قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن مع اپنے سینگوں اور اپنے بالوں اور کھروں کے حاضر ہوگا (یعنی ان سب چیزوں کے بدلے ثواب ملے گا) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص درجہ پہنچ جاتا ہے سو تم لوگ جی خوش کر کے قربانی کرو۔ (زیادہ داموں کے خرچ ہو جانے پر جی برا مت کیا کرو)۔ (ابن ماجہ، ترمذی، حاکم)

خلافت ایسی ہوتی تھی

عمر بن عبدالعزیز کے پاس زکوٰۃ کا مال آتا ہے فرمانے لگے۔ غریبوں میں تقسیم کر دو۔

بتلایا گیا: کہ اسلامی سلطنت میں کوئی بھی فقیر نہیں رہا۔

فرمایا: اسلامی لشکر تیار کرو۔

بتلایا گیا: اسلامی لشکر ساری دنیا میں گھوم رہے ہیں۔

فرمایا: نوجوانوں کی شادیاں کر دو۔

بتلایا گیا: کہ شادی کے خواہش مندوں کی شادیوں کے بعد بھی مال بچ گیا ہے۔

فرمایا: اگر کسی ذمہ قرض ہے تو ادا کر دو۔ قرض ادا کرنے کے بعد بھی مال بچ جاتا ہے۔

فرمایا: دیکھو (یہودی اور عیسائیوں) میں سے کسی پر قرض ہے تو ادا کر دو۔

یہ کام بھی کر دیا گیا مال پھر بھی بچ جاتا ہے۔

فرمایا: اہل علم کو مال دیا جائے۔ ان کو دیا گیا۔ مال پھر بھی بچ جاتا ہے۔

فرمایا: اس کی گندم خرید کر پہاڑوں کے اوپر ڈال دو کہ مسلم سلطنت میں کوئی پرندہ بھی بھوکا نہ رہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ادیبہ.....لاٹھیاوالا

گوہرنایاب

☆کنول کے پتے اور مرغابی کے پر کی چکنائی نہیں پانی میں رہتے ہوئے بھی خشک رکھتی ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا داری سے آزاد رہو تاکہ جب دنیا چھوڑنے کا وقت آئے تو تمہیں کچھ رنج نہ ہو۔(مستنصر حسین تارڑ)

☆رشتے کی کتاب پر پہلا لفظ ''ایمانداری'' نہ لکھا ہو تو اس کے آخری صفحے پر آخری لفظ ''جدائی'' لکھا ملتا ہے۔(خلیل الرحمٰن قمر)

☆ہم ''حسین ترین، امیر ترین، ذہین ترین اور زندگی کے ہر حوالے سے بہترین ہو کر بالآخر مر ہی جائیں گے۔(جون ایلیا)

☆''عشق'' وہ بیماری ہے جس سے انسان تندرست بھی ہو سکتا ہے لیکن ''یاد'' وہ نیم حکیم ہے جس کی ہر پڑیا آپ کے مستقبل کی جان خطرے میں ڈالتی جاتی ہے۔(امرتا پریتم)

☆جنہیں ہم کم تر اور حقیر بنائے رکھتے ہیں وہ بھی ہمیں رفتہ رفتہ کم تر اور حقیر بنائے دیتے ہیں۔ (رابندر ناتھ ٹیگور)

ماریہ نذیر.....بھاگٹانوالہ

عدالتی نظام

ایک گائے لاہور سے بھاگتی ہوئی جا رہی تھی ہاتھی نے اسے روکا اور بھاگنے کی وجہ پوچھی۔

گائے بولی: ''لاہور ہائیکورٹ کا حکم ہے کہ ملک کی تمام بھینسوں کو قید کر لیا جائے۔''

ہاتھی بولا: ''مگر تم تو گائے ہو تم کیوں بھاگ رہی ہو۔''

گائے نے قدرے تحمل سے جواب دیا: ''مجھے پتا ہے میں گائے ہوں۔ لیکن اگر انہوں نے مجھے پکڑ لیا تو کم از کم بیس سال یہ ثابت کرنے میں لگ جائیں گے کہ میں گائے ہوں بھینس نہیں۔''

ساجدہ جاوید سندھیو ٹنڈو محمد خان

وبا

موت کا موسم ہے اک نئی وبا آئی ہے
سانس لینے کی بھی اک سزا آئی ہے
جان نہیں چھوڑتی جان لینے تلک
عشق ترے ٹکر کی وبا آئی ہے

ثناشہزاد.....کراچی

دلچسپ معلومات

O: وہ کون سی نماز ہے جو نہ زمین میں اور نہ آسمانوں میں؟

☆: وہ نماز جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا میں پڑھی تھی۔

O: اس نبی کا نام بتائیں جن کا کھانا آسمان سے لایا گیا تھا؟

☆: حضرت آدم علیہ السلام۔

O: دنیا میں موجود وہ کون سا پتھر ہے جو ابھی تو چھوٹا سا ہے لیکن قیامت کے دن پہاڑ کے برابر ہو جائے گا؟

☆: حجر اسود۔

O: وہ کون سے صحابی تھے جو جنات کی دعوت پر مسلمان ہوئے؟

☆: حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

O: وہ کون سی بے جان چیز ہے جس کے بارے میں قرآن نے کہا کہ یہ سانس لیتی ہے؟

☆: صبح کو۔

فضہ نور.....روہڑی

تکلیف دہ لمحہ

حضرت لقمان سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی چیز یا لمحہ موت سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے؟

حضرت لقمان نے فرمایا: ''ہاں، جب کوئی شریف انسان کسی مجبوری میں کسی کم ظرف انسان کے آگے دست سوال دراز کرے۔''

سعدی وحید سعدی.....اسلام آباد

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

منفی سوچ

امریکہ میں جب ایک قیدی کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو وہاں کے کچھ سائنس دانوں نے سوچا کہ کیوں نا اس قیدی پر کچھ تجربہ کیا جائے قیدی کو بتایا گیا کہ ہم تمہیں پھانسی دے کر نہیں ماریں گے۔ بلکہ زہریلا کوبرا سانپ سے ڈسا کر ماریں گے، اس کے سامنے بڑا سا زہریلا کوبرا سانپ لے آنے کے بعد اس کی آنکھیں بند کر کے اس کو کرسی سے باندھ دیا گیا اور اس کو سانپ نہیں بلکہ دو سیفٹی پن چبھوئی گئیں قیدی کی کچھ سیکنڈ میں ہی موت ہوگئی پوسٹ مارٹم کے بعد پایا گیا کہ قیدی کے جسم میں سانپ کے زہر جیسا ہی زہر ہے اب یہ زہر کہاں سے آیا جس نے اس قیدی کی جان لے لی! وہ زہر اس کے جسم نے ہی صدمے میں جاری کیا ہمارے جسم میں اسی کے مطابق ہارمونز تیار کرتی ہے۔ 75 فیصد بیماریوں کی وجہ منفی سوچ ہی ہوا کرتی ہے۔

قاضی صبا.....اٹک

قرض اور فرض

پہلی جنگ عظیم کے موقع پر حکومت ہند کو عوام سے قرض لینا پڑا۔ انگریزوں نے اپنے دور فرمانروائی میں غالباً پہلی بار پبلک سے قرضہ حاصل کرنے کے لیے اپیل کی تھی حکومت نے اعلان کیا کہ جو کوئی قرضے کے اشتہار کے لیے مختصر اور مؤثر عبارت مرتب کرے گا، اسے پانچ سو روپے کا انعام دیا جائے گا اس اعلان کا اخباروں میں آنا تھا کہ بہت سے اہل قلم عبارت آرائی اور قلم کاری میں مصروف ہو گئے۔ سینکڑوں عبارتیں لکھ کر بھیجی گئیں مگر جس عبارت نے انعام حاصل کیا وہ حکیم احمد شجاع پاشا کی مرہون قلم تھی۔ ان کی لکھی ہوئی عبارت یہ تھی۔

''قرض اور فرض میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ آپ کے لیے وہ بھی نہیں۔''

زرینہ خانم لغاری.....مظفر گڑھ

سنہرے اقوال

☆انسان اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لیے جب پریشان ہوتا ہے تو حالت بہتر بنانے کی صلاحیت سلب ہو جاتی ہے۔

☆بڑھاپے سے زیادہ انتقامی جذبات چہرے کو بگاڑ دیتے ہیں۔

☆اپنی زبان سے ہر شخص اپنا ظرف دکھاتا ہے دوسروں کا عکس نہیں۔

☆نیت کتنی بھی اچھی ہو دنیا آپ کو آپ کے دکھاوے سے جانتی ہے اور دکھاوا کتنا بھی اچھا ہو اللہ آپ کو آپ کی نیت سے جانتا ہے۔

☆یاد رکھیں انسان کو مقصد زندہ رکھتا ہے جب انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہ رہے تو ایک ایک کر کے اس کے جسم کے اعضاء دم توڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔

گڑیا راجپوت.....جاتری شریف

حلال اور حرام

کسی نے امام جعفر سے پوچھا کہ ذبح کیے ہوئے جانور اور مردہ جانور کے گوشت میں کیا فرق ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا: اگر گوشت آگ کی تپش سے سکڑتا ہے تو ذبح کیے ہوئے جانور کا ہے اور آگ کی تپش سے پھیلتا ہے تو مردہ جانور کا ہے۔

شہلا گل سحر.....کوہاٹ

چلو جاؤ نہیں ملتے

کہو اب کیا بہانہ ہے
بلا کا زعم ہے تم کو
چلو جاؤ نہیں ملتے
تمہارے سنگ نہیں چلتے
ذرا اب جی کے دکھلاؤ

(سباس گل)

☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بشریٰ محمود

یادوں کے دریچے سے

ماریہ نذیر، کی ڈائری میں تحریر

ن۔م راشد کی نظم

میں اسے واقفِ اُلفت نہ کروں،

سوچتا ہوں کہ بہت سادہ و معصوم ہے وہ
میں ابھی اس کو شناسائے محبت نہ کروں
روح کو اس کی اسیرِ غمِ اُلفت نہ کروں
اس کو رسوا نہ کروں، وقفِ مصیبت نہ کروں
سوچتا ہوں کہ ابھی رنج سے آزاد ہے وہ
واقفِ درد نہیں، خوگرِ آلام نہیں
سحرِ عیش میں اس کی اثرِ شام نہیں
زندگی اس کے لیے زہر بھرا جام نہیں
سوچتا ہوں کہ محبت ہے جوانی کی خزاں
اس نے دیکھا نہیں دنیا میں بہاروں کے سوا
سوچتا ہوں کہ غمِ دل نہ سناؤں اس کو
سامنے کبھی اس کے راز کو عریاں نہ کروں

حمیرا، کی ڈائری میں تحریر

ناہید حنا کی غزل

جانتی ہوں کہ وہ خفا بھی نہیں
دل کسی طور مانتا بھی نہیں

کیا وفا و جفا کی بات کریں
درمیاں اب تو کچھ رہا بھی نہیں

درد وہ بھی سہا ہے تیرے لیے
میری قسمت میں جو لکھا بھی نہیں

ہر تمنا سراب بنتی رہی
ان سرابوں کی انتہا بھی نہیں

ہاں چراغوں کی کیفیت تھی کبھی
اب تو پلکوں پہ اک دیا بھی نہیں

دل کو اب تک یقین آ نہ سکا
یوں نہیں ہے کہ وہ ملا بھی نہیں

وقت اتنا گزر چکا ہے حنا
جانے والے سے اب گلہ بھی نہیں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

قاضی صبا ایوب، کی ڈائری میں تحریر

میرا جی کی غزل

ہنسو تو ساتھ ہنسے گی دنیا، بیٹھ اکیلے رونا ہوگا
چپکے چپکے بہا کر آنسو، دل کا دکھ دھونا ہوگا

بیرن ریت بڑی دنیا کی، آنکھ سے ٹپکا جو بھی موتی
پلکوں سے اٹھانا ہوگا، پلکوں ہی سے پرونا ہوگا

پیاروں سے مل جائیں پیارے، انہونی کب ہونی ہوگی
کانٹے پھول بنیں گے کیسے، کب سکھ سیج بچھونا ہوگا

بہتے بہتے کام نہ آئے لاکھوں بھنور طوفانی ساگر
اب منجدھار میں اپنے ہاتھوں جیون ناؤ ڈبونا ہوگا

میرا جی کیوں سوچ ستائے، پلک پلک ڈوری لہرائے
قسمت جو بھی رنگ دکھائے، اپنے دل میں سمونا ہوگا

نمرہ اقراء کی ڈائری میں تحریر

بسمل عظیم کی غزل

تنگ آگئے ہیں کیا کریں اس زندگی سے ہم
گھبرا کے پوچھتے ہیں اکیلے میں جی سے ہم

مجبوریوں کو اپنی، کہیں کیا کسی سے ہم
لائے گئے ہیں، آئے نہیں ہیں خوشی سے ہم

کم بخت دل کی مان گئے، بیٹھنا پڑا
یوں تو ہزار بار اٹھے اس گلی سے ہم

دن ہی پہاڑ ہے شب غم کیا ہو کیا نہ ہو
گھبرا رہے ہیں آج سر شام ہی سے ہم

دیکھا نہ تم نے آنکھ اٹھا کر بھی ایک بار
گزرے ہزار بار تمہاری گلی سے ہم

چھیڑا عدو نے روٹھ گئے ساری بزم سے
بولے کہ اب نہ بات کریں گے کسی سے ہم

محفل میں اس نے غیر کو پہلو میں دی جگہ
گزری جو دل پہ کیا کہیں بسمل کسی سے ہم

معتبر ہم تھے کبھی دنیا کی نظر میں ہم بھی
پھر ہوا یوں کہ مری تم نے حمایت کی تھی

ہم نے مانا کہ چلو مرکزی مجرم ہم ہیں
کچھ دنوں تم نے بھی تو ہم سے محبت کی تھی

بے وفاؤں سے وفا خبط ہے لاحاصل سا
ہمیں معلوم تھا پھر بھی یہ حماقت کی تھی

نفع نقصان کی باتیں نہیں جچتی ہم کو
ہم نے کب یار ترے ساتھ تجارت کی تھی

مبتلا تازہ ہے وہ، خوش ہے محبت سے تو سن
اس نے آغاز میں ہم پر بھی عنایت کی تھی

کیوں زبانوں پہ فقط نام ترا ہے ابرک
تم سے پہلے بھی تو کتنوں نے بغاوت کی تھی

صدف سمیع کی ڈائری میں تحریر

خلیل الرحمٰن قمر کی نظم

تمہارا آخری میسج میرے ان باکس میں رکھا ہے
اس میں تم نے لکھا ہے کہ اب بھول جانا تم
جدائی پھانسی بھی ہو تو صبر سے جھول جانا تم
مجھے اپنی قسم دی ہے، میری تو جان لے لی ہے
مگر میں جان دے کر بھی آخر تک نبھاؤں گا
میں تجھ کو بھول جاؤں گا
مگر تم سے فقط میری ذرا سی یہ گزارش ہے
میری آنکھوں میں مت رہنا میرے دل سے اتر جانا
بھلاتے بھول جاتے میں تجھے میں یاد کر لوں تو
مجھے تم یاد نہ آنا، کبھی بھی یاد نہ آنا

اقصیٰ ناصر کی ڈائری میں تحریر

اتباف ابرک کی غزل

سر یہ ہر حال جھکا ہم نے قناعت کی تھی
اک بار ہی تری بس رب سے شکایت کی تھی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مدیرہ کرن

نامے میرے نام

علیزے راجپوت......سدوجا (سندھ)

میں تقریباً سوا سال سے کرن پڑھ رہی ہوں پہلے بھابھی پڑھتی تھیں اب میں پڑھتی ہوں۔ پہلی بار لکھ رہی ہوں اگر شائع نہ کیا تو آخری ہوگا۔ ''ہاں نی تو''۔ اس ماہ کا سرورق صائمہ انصار کی مسکراہٹ کے ساتھ جلوہ نما تھا۔ ویسے ایسی لڑکی ہمارے پڑوس میں بھی ہے۔ ''حمد و نعت'' سے مستفید ہونے کے بعد یہ رنگ خوشیوں کے اچھے تھے۔ ''میرے بھی سپنے'' نعمان سمیع کی سن کر سر سے گزار دی۔ ''مقابل ہے آئینہ'' میں صفیہ مہر کا اصلی روپ سامنے آیا۔ آسیہ مرزا میری پسندیدہ ہیں مگر یہ کہانی روایتی سی لگ رہی، ہاں پر جو اس میں شاعری ہے وہ اچھی ہے۔ نفیسہ سعید کی 'دیوی' ہمارے خاندان میں پائی جاتی ہیں۔ دل کر رہا تھا دیوی کو مار مار کر دیو بنا دوں ''جفت ساز'' ایک دل گداز تحریر۔ ''حماقت'' ٹھیک تھا بس۔ 'اے دل بے خبر' دو ماہ کے بعد آخر کار پڑھ لیا سیٹ رہا۔ ''وقت کی چھٹی'' اچھی تھی۔ ''کنار خواب جو'' پہلی قسط پڑھی تھی اب نہیں پڑھا۔ میرے خیال سے لمبا چلے گا۔ نوشین فیاض کا ناولٹ بھی اچھا رہا۔ ''انوکھی شادی'' بہت مزے کا تھا۔ اللہ کرے صبح نہ ہو ورنہ اس کی ساس بہو کو دیکھ کر مر جائے گی۔ کشف بلوچ کا ''راہ دشوار سہی'' ٹھیک تھا بس ''کرن کرن خوشبو'' چار سو پھیل گئی۔ ''یادوں کے دریچے'' سے سب کی ڈائری اچھی تھی۔ ''نامے میرے نام'' فائزہ بھٹی غائب تھیں۔

میں غم جہاں سے نڈھال ہوں کہ سراپا حزن و ملال ہوں
جو لکھے ہیں میرے نصیب میں وہ الم کسی کو خدا نہ دے

دعاؤں کی طلب گار

☆علیزے جی! ہم نے آپ کا خط شائع کر دیا۔ امید ہے کہ آپ آئندہ بھی اس محفل میں شریک ہوں گی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر غم و پریشانی سے دور رکھے۔ (آمین)

فضہ نور......روہڑی

اس بار کرن کسی سرپرائز سے کم نہیں تھا میرے لیے۔ حبس اور گرمی کے موسم میں کرن ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ثابت ہوا۔ اب سرپرائز کیسے تھا اس ماہ کا شمارہ تو یہ بتاتی چلوں اس بار کرن کا شمارہ توقع کے برخلاف 9 تاریخ کو ملا ورنہ تو 17 یا 18 کو موصول ہوتا ہے۔

جون کے کرن کا ٹائٹل بھی زبردست لگا ماڈل کا اسٹائل بہت پسند آیا۔ سب سے پہلے کرن کے تمام سلسلوں کو پڑھا۔ ''نامے میرے نام'' سے شروعات کی۔ جہاں ہماری پیاری قارئین بہنوں کے تبصرے پڑھے پر ''نامے میرے نام'' کے کئی جگمگاتے نام غائب تھے۔ فوزیہ آپی، فائزہ بھٹی، اقرا امتیاز، صائمہ مشتاق، انوش ابصار کہاں ہے آپ سب؟ ''نامے میرے نام'' کی رونق مدھم لگی ماریہ نذیر آپ کا تبصرہ شروعات میں تھوڑا افسردہ اور بعد میں بھرپور لگا اس طرح شرکت کریں اور محفل کو چار چاند لگاتے رہیے آپ کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔

ثناء شہزاد آپ سے مجھے شکوہ ہے۔ آپ مجھ سے ملنے کی خواہش مند نہیں میرا کوئی ذکر ہی نہیں چلو کوئی گل نہیں پر میں آپ سب سے ملنے کی خواہش مند ہوں۔ آپ سب ہمیشہ صدا خوش رہیں۔ آپی مجھے پوچھنا تھا کرن میں قارئین کے پیغامات والا سلسلہ کیوں بند کر دیا۔ وہ دوبارہ سے شروع کر دیں تاکہ ہم قارئین دوستیں پیغامات بھجوا سکیں۔

کرن کتاب میں ''اس ماہ کا پھل'' کھجور کی افادیت جانی۔ ''کچھ موتی چنے ہیں'' میں انمول موتی چنے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

انتخاب سب کے بہترین ''مجھے یہ شعر پسند ہے'' اقراء سرور، فائزہ بھٹی اور ماریہ نذیر کے شعر پسند آئے۔ ''آئینہ صفت'' سمیرا حمید نے اتنے خوب صورت الفاظ کا چناؤ کیا۔ آپی آپ کرن کے لیے سمیرا حمید سے کچھ لکھوائیں۔ اللہ پاک محمود ریاض صاحب کے درجات بلند کرے آمین۔'' میری بھی سنیے'' نعمان سمیع کے بارے میں جانا جو آج کل اک نیا چہرا ہے ٹی وی اسکرین کا، اور انٹرویو اچھا تھا۔ صفیہ مہر ''مقابل آئینہ'' بہت سارے جوابات سے متفق ہوں آپ کے صفیہ خاص کر کرن میں نئے ٹیلنٹ کو جگہ دینے کے حوالے سے۔ ناولٹ ''پھول کھلنے لگے راہوں میں'' نوشین فیاض مرد جتنا بھی مرتبے اور رتبے میں بڑا ہو یہ وہ چاہتا ہے کہ عورت گھر داری والی گھریلو ہو۔ اسفند کی زندگی بھر کی حسرت جو اس کی ماں کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی وہ مصباح جیسی لڑکی کی شکل میں پوری ہو گئی۔ زویا کو بھی عمر کی محبت نے گھڑ بنا دیا۔

''اے دل بے خبر'' صدف ریحان گیلانی دوسری اور آخری قسط پڑھی سبطین جیسے مرد ہی ہوتے ہیں جو عورت کی کمزوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور صف نازک ایسی بے وقوف مرد کی چال بازیوں کو نہیں سمجھتی۔ شکر ہے تابعہ کو بھی عقل آ ہی گئی۔ تابعہ کی بی جان کا فیصلہ درست ثابت ہوا وہ جاتے ہوئے بھی اپنی لاڈلی کا بھلا ہی کر کے گئیں سچ کہتے ہیں بڑے بوڑھے کہ انہوں نے اپنے بال دھوپ میں نہیں سفید کیے ان کا تجربہ نوجوان نسل سے کئی زیادہ ہوتا ہے۔

نگہت سیما۔ آج بھی ''دست مسیحا'' کے سحر سے ہم نہ نکل سکے۔ اک اور شاہکار کو پڑھا۔ پاکستان کی تعمیر کی منظر کشی اور اس وقت کے حالات کو بہت خوب صورتی سے لفظوں ڈھالا بہت خوب شجاع اور مہرین کی سچی محبت اور نیل گروالوں کے مخلص پن نے بہت متاثر کیا۔ اس ماہ کا بہترین ناول ''جنت ساز''، ''انوکھی شادی'' پڑھ کر بہت ہنسی آئی خاص کر شمع کا چھلانگ لگا کر بیڈ سے اترنا پڑھ کر تو پیٹ میں درد ہونے لگا۔ (ہم صرف ہنسی کے مارے) بہت مزے کا سین تھا اور صفوان کے ہاتھوں کے طوطے ہی اڑ گئے شمع کو دیکھ کر اس کا حال ایسا تھا۔ ''دل کے ارمان آنسوؤں میں بہہ گئے۔''

''راہ دشوار سہی'' کٹھن راستوں کے بعد آخر کار آسانی آ ہی جاتی ہے حسنہ کی زندگی کی رنجشیں کچھ کم ہوئی اگر ہم دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں تو ہمارا رب ہمارے لیے آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔

''اک نارنجی سی'' اک ہلکا پھلکا افسانہ، فروا کی سمجھ داری کو اس کی جذباتیت کہنا غلط ہے اس نے سوچ کے نئے در وا کیے جو شخص کسی لڑکی کی عزت نہیں کرے گا تو وہ ایسے لڑکے سے کیسے شادی کرتی۔ آخر کو یونس کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو ہی گیا کسی بھی لڑکی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا فطرتاً غلط عمل ہے۔

نشا محسن علی ''وقت کی چھٹی'' وقت کی اڑتی دھول میں انسان اکثر بہت کچھ کھو دیتا ہے۔ روح کی غذا محبت سے گندھے رشتے ہوتے ہیں جو کسی بھی کھٹے میٹھے ذائقے سے کم نہیں وقت کی فریبی بہت ظالم ہے جو انسان کو تنہا کر کے چھوڑ دیتی ہے انسان آگے بڑھنے کی چاہ میں روح کی رنگ آلودگی کو بھی اپنے وجود میں لپیٹ لیتا ہے۔ نفیسہ سعید ''دیوی'' لوگوں لوگ کے سامنے دکھاوا کر کے دیوی بن جانا آسان ہے پر اصل نیت کا حال جاننے والا وہ اوپر خالق بیٹھا ہے۔ اللہ ایسے چال باز لوگوں سے پناہ دے۔

ماہم اوزلین ''حماقت'' اک اچھا موضوع زیر بحث لائیں اکثر اوقات انسان اپنی ضد کو انا کا مسئلہ ہی بنا لیتا ہے اریبہ کی پھوپھو بھی انہی لوگوں میں سے تھیں جو انا کی کھوکھلی دیوار ایسی کھڑی کر لیتے ہیں جس کو گرانے کے بجائے جان تک کی پروا نہیں کرتے۔ اریبہ کو پھپھو کی حماقت نے بچا لیا۔ ورنہ شاید وہ بہت بڑی حماقت کر جاتی۔ اس ماہ کا مکمل شمارہ اچھا رہا۔

فضہ جی ''کرن'' کو پسند کرنے کا بہت شکریہ۔ ناولٹ یا ناول بھیجنے کا طریقہ یہی ہے جیسے آپ یہ خط بھیجتی ہیں یا پھر ای میل بھی کر سکتی ہیں۔ کوشش کریں کہ بڑے صفحات یعنی رجسٹر کے پیپر استعمال کریں۔

سیدہ تبسم بشیر حسین..... ڈنگہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دو ماہ بعد ''کرن'' نظر آیا تو خوشی کی انتہا نہ رہی پر یہ کیا آپ لوگوں نے میرا خط ہی نہیں لگایا۔ ٹائٹل بہت خوب صورت تھا ویری گڈ! ''اداریہ'' ایک ایک لفظ درست! ''حمد و نعت'' سبحان اللہ! ''آئینہ صفت'' سمیرا حمید نے محمود ریاض کے بارے میں ایک ایک لفظ درست لکھا کاش میں بھی ان سے ملی ہوتی۔ ''انٹرویوز'' میں ''یہ رنگ خوشیوں کے'' سب کے جوابات ایک سے تھے۔ ''میری بھی سنیے'' میں نعمان سمیع کی سنی جو بھلی ہی لگی البتہ ان کا ڈرامہ ''میرا دل میرا دشمن'' بالکل بورنگ ہے۔ ''مقابل ہے آئینہ'' میں صفیہ مہر کے جوابات سارے اچھے لگے۔ نگہت عبداللہ کا ناول مسنگ تھا ذرا کوفت ہوئی۔

''جفت ساز'' نگہت سیما اپنے مخصوص انداز میں موجود تھیں تحریر پسند آئی۔ ''کنار خواب جو'' لگتا ہے لمبا چلے گا چلو مکمل ہونے پر پڑھ لیں گے۔ ''اے دل بے خبر'' دو اقساط کا یہ ناول پسندیدگی کی سند لے گیا۔ ''پھول کھلنے لگے ہیں راہوں میں'' نوشین معذرت کے ساتھ ناولٹ پسند نہیں آیا۔ افسانے سارے اچھے تھے کسی ایک کی تعریف کرنا زیادتی ہوگی۔ ''کرن کرن خوشبو'' سے سعدیہ وحید ادبیہ دعا مصطفیٰ نے اچھا لکھا۔ ''کرن کتاب'' پوری کی پوری لاجواب تھی ''نامے میرے نام'' بہت سی بہنیں غیر حاضر تھیں جلدی سے حاضر ہو جائیں خاص کر فائزہ بھٹی، فوزیہ ثمر اور اقراء سرور، ثناء پیاری لڑکی دعا کے لیے جزاک اللہ! میرا بھی بڑا دل کرتا ہے آپ سے سے ملنے کا دعا کریں کسی دن ہم سب ایک جگہ مل جائیں خوب باتیں کریں گے کتنا مزا آئے گا نا؟

آخر میں وہی پرانی فرمائش ہے کہ ماورا حسین کا تفصیلی انٹرویو کریں اور ام مریم اور مریم عزیز سے بھی کچھ لکھوالیں مہربانی ہوگی جناب۔

تبسم جی! سب سے پہلے خط لکھنے کا بہت شکریہ، آپ کا خط شاید لاک ڈاؤن کی وجہ سے ہمیں موصول ہی نہیں ہوا۔ ام مریم یا مریم عزیز کچھ لکھیں گی تو ضرور شائع کریں گے ان شاء اللہ۔

ساجدہ جاوید سندیلو.....ٹنڈو محمد خان

یہ میرا حوصلہ ہے کہ تیرے بغیر
سانس لے رہا ہوں بات کر رہا ہوں

کہتے ہیں کہ انتظار کے لمحات بہت طویل اور تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ دو ماہ کے طویل انتظار کے بعد جب اس بار کرن 8 کو ملا ٹائٹل گرل کو دیکھ کر سارے شکوے شکایات بھول گئے بہت بہت زبردست ٹائٹل تھا۔ ''حمد و نعت'' سے دل کو ٹھنڈک ملی۔ پھر اداریہ پڑھا واقعی میں کورونا وائرس نے سب کو پریشان کر دیا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اس نادیدہ وائرس کو جلد از جلد ختم کرے (آمین) ''آئینہ صفت'' میں محمود ریاض کو پڑھ کر خوشی ہوئی واقعی میں اچھے انسان کبھی بھی نہیں مرتے وہ ہمیشہ اپنی اچھائیوں کے ساتھ ہر اک کے دل میں بستے ہیں۔ ''یہ رنگ خوشیوں کے'' میں سب کے جوابات پسند آئے۔ لیکن زیادہ پسند تب آتا ہے جب (کرن کا سارہ اسٹاف) (فوٹو شوٹو) کے ساتھ خود حاضر ہوتا۔ سچی میں مدیرہ آپی ''آپ ہم قاری بہنوں کو بھی ''مقابل ہے آئینہ'' اور ''کچن اور آپ'' میں بلاتی ہیں ہم بھی انٹری مار دیتے ہیں مگر اب ہم سب قاری دوستوں کو آپ سب اسٹاف سے ملنے کا شوق ہوا ہے کہ ہم بھی آپ سب اسٹاف کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ شاہین رشید آپی اب یہ ذمہ داری ہم نے آپ کو سونپ دی سب کا انٹرویو کریں Ok۔ کہانیوں کے بارے میں کیا لکھوں ہر بار بیسٹ ناول پڑھنے کو ملتا ہے اس بار سارے ناول افسانے زبردست تھے۔ ایک کے بارے میں کیا لکھوں۔ (مقابل ہے آئینہ) میں صفیہ مہر نے واقعی میں لاجواب کر دیا۔ ''کرن کرن خوشبو'' میرا فیورٹ سلسلہ ہے اس میں بہت اچھی باتیں انسان کو سیکھنے کو ملتی ہے۔

''نامے میرے نام'' میں بہت ساری دوستیں غائب تھیں۔ فائزہ بھٹی، اقرا سرور اور بہت ساری، شکیلہ سہیل آپ نے میرے خط کی تعریف کی شکریہ ثناء شہزاد آپ کے پاس 1999 کے کرن ڈائجسٹ ہیں تو پلیز مائنڈ مت کرنا آپ سے ریکویسٹ ہے کہ پلیز یہ شاید 2002-2003 کے کرن میں ناول جن کے نام

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

میں بھول چکی ہوں مگر کردار کے نام وجاہت یزدانی اور مقدس، ازون ارتضیٰ اور کشش تو پلیز اگر آپ برا نہ مانیں تو اس ناولز کی رائٹر اور ناولز کے نام بتائیں پلیز، میرے سارے کرن خاندان میں تقسیم ہوجاتے ہیں (تانیہ بھتیجی) (صبیحہ بھانجی) لے کر جاتی ہیں اور واپس نہیں کرتیں۔ لیکن جب سے فروری کے شمارے میں میرا خط آیا تب سے کرن کو ہاتھ لگانے نہیں دیتی۔ تانیہ اور صبیحہ ناراض سی ہوچکی ہیں ہم سے (کیا آپ کی شادی کامیاب ہے؟ کہ سارے سوالوں کے جواب ہم نے صحیح دیے، ہاہاہا)

''مسکراتی کرنیں'' میں (باس کون) ارم کمال (مجبوری) (ثناء شہزاد) نے مسکرادیا۔ (کچھ موتی چنے ہیں) تبسم بشیر سعدیہ وحید سعدی کے انتخاب پسند آئے۔ ''کرن کا دستر خوان ہر بار کچھ نیا ذائقہ ساتھ لاتا ہے۔'' مطلب سارہ کرن اے ون تھا۔ میرے خط سمیت (ہاہاہا) کچن اور آپ کے جوابات بھیج رہی ہوں پلیز شامل کرنا۔

ج: ساجدہ ''کرن'' آپ سب بہنوں کا ڈائجسٹ ہے اس لیے ہم آپ سب بہنوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرواتے ہیں۔ آپ کے ''کچن اور آپ'' کے جوابات ان شاء اللہ ہم ضرور شامل اشاعت کریں گے۔

شائستہ صدیقی.....ٹی قیصرانی

فروری کا ڈائجسٹ پندرہ تاریخ تک ہمیں مل گیا اس بار ماڈل بہت کیوٹ تھی بالکل پٹھانوں کا اسٹائل بنایا ہوا تھا۔ آپی میرا یہ چوتھا لیٹر ہے کوئی تو شائع کردیں۔ اب آتے ہیں کرن کی اسٹوریوں کی طرف، تو سب سے بیسٹ اسٹوری ''ساگر کنارے'' تھی جواب ختم ہوگئی ہے۔ ''شام رنگ سیاہ'' ایمل رضا جی اگر اسٹوری کا ایسا فضول اینڈ نکالنا تھا تو پہلے بتادیتیں ہم پڑھنے کے لیے ٹائم ضائع تو نہ کرتے، نگہت عبداللہ جی سے خصوصی ریکویسٹ ہے اسٹوری کو اتنا لمبا نہ کریں بور کررہی ہے۔ آسیہ مرزا کی اسٹوری ''میرے ہم نفس میرے ہم نوا'' بہت ہی مزے کی اسٹوری لگ رہی ہے۔

شائستہ جی۔ آپ نے بہت مختصر تبصرہ کیا کرن کی کہانیوں پر آپ تین خطوط اس سے پہلے ہمیں موصول ہی نہیں ہوئے۔ ورنہ ضرور شائع کرتے یہ بھی کافی لیٹ ملا پر اپنی کہانیوں اور ناولز کے بارے میں جو بھی معلومات چاہیے ''کرن'' کے آفس میں فون کرکے معلوم کیجیے۔

حمیرا گل.....ملتان

دعا ہے کہ آپ خیریت سے ہوں (آمین ثم آمین) سب سے پہلے سارے انٹرویو پڑھ ڈالے اور پھر ''مقابل ہے آئینہ'' میں صفیہ مہر سے ملاقات کی۔ ارے بھئی آپ کم روشن ستارہ کیوں بنیں گی۔ یاد رکھیں اللہ کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں اس لیے پیارے رب سے جب بھی مانگو دل کھول کے پورے یقین سے مانگو۔ ہماری دعا ہے آپ سب سے روشن ستارہ بنیں آمین۔ سب سے پہلے نگہت سیما کا ''جفت ساز'' پڑھا ماضی اور حال کو بہت خوب صورتی سے ساتھ ساتھ دکھاتی بہترین تحریر تھی۔ نفیسہ سعید کی تحریر ''دیوی'' بھی خوب رہی یہ ایک کڑوی حقیقت ہے کہ اکثر لوگ نیکی بھی دوسروں کو دکھانے کے لیے اور ان کی واہ واہ سمیٹنے کے لیے کرتے ہیں۔ ماہم اوزلین کی تحریر ''حماقت'' اپنے اینڈ کی وجہ سے بہت پسند آئی۔ اس مہینے کے لیے بس اتنا ہی باقی کہانیاں ابھی زیر مطالعہ ہیں۔ دراصل وبا کی وجہ سے بھائی گھر سے کم نکلتے ہیں اور اب انہوں نے کہا ہے کہ آج ہی آج لیٹر دے دو تو پوسٹ کردوں گا ورنہ پھر لیٹر لیٹ نہ ہوجائے۔ ان شاء اللہ اگلے مہینے تفصیلی تبصرے کے ساتھ حاضری دوں گی۔

حمیرا گل جی! خط لکھنے کا بہت شکریہ اپنی کہانیوں کے بارے میں ''کرن'' کے آفس فون کرکے معلوم کیجیے۔

فرحت جبین.....راولپنڈی

سالگرہ نمبر بہت زبردست رہا۔ خاص طور سے ایمل جی کا ناولٹ، اف کیا کمال لکھتی ہیں آپ، کہانی کم سحر زیادہ لگتا ہے۔ حرف حرف قدم جکڑنے والا۔ ایمن کی کہانی شروع سے آخیر تک درد ہی درد سہتی رہی۔ کمال کمال۔ میمونہ جی کا مکمل ناول، یا خدا! انتار لا گیا ہمیں کہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint

بس۔ ہدیٰ کیسی پیاری لڑکی واقعی اللہ والی تھی۔ بہت ہی زبردست لکھا ہے۔ میمونہ جی کم کم لکھا لیکن جب لکھا بہت ہی خوب صورت۔ افسانوں میں سب سے زبردست عطیہ جی کا افسانہ ''ثمر'' رہا۔ عطیہ جی کمال لکھتی ہیں۔ باقی افسانے بھی اچھے تھے۔ فرح بخاری کا ناول بھی اچھا تھا۔ لیکن باقی آئندہ ماہ دیکھ کر موڈ خراب ہوگیا۔ آسیہ مرزا کا ناول بے حد بوریت کا شکار ہے۔ یوں لگتا ہے صفحات ضائع کیے جارہے ہیں۔ بہت معذرت کے ساتھ۔ صدف آصف اور صدف ریحان گیلانی کے ناول بھی سو سو تھے بس۔

فرحت جی، ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو آسیہ مرزا کا ناول پسند نہیں آرہا۔ خط لکھنے کا شکریہ، اپنی کہانی کے متعلق کرن کے آفس میں فون کر کے معلوم کیجیے۔

زرتاشیہ نعمان.....ملتان

2 ماہ کے طویل انتظار کے بعد کرن ہاتھ لگا۔ دلی خوشی محسوس ہوئی۔ کرونا نے بہت تباہی مچائی ہوئی ہے اللہ پاک سب کو اس نادیدہ وائرس سے محفوظ رکھے اور جو اس کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے اور جو اس کا شکار ہو کر لقمہ اجل بن گئے ان کی مغفرت کرے آمین۔ ''مارچ'' کے شمارے پہ کچھ تبصرہ کرنا چاہوں گی۔ ''ایمل رضا'' کی ''مہوا کا پیڑ'' ایک بہت ہی منفرد اور اچھوتی سی تحریر لگی۔ ''اے دل بے خبر'' کی اگلی قسط اب پڑھوں گی۔ اچھی کاوش ہے۔ ''صدف ریحان گیلانی'' کی۔ اور اس پہ تبصرہ بھی اگلے ماہ ان شاء اللہ۔ تینوں مکمل ناول ''زندگی یہ سفر میں ہے'' (میمونہ صدف) ''کنار خواب جو'' (فرح بخاری) اور ''پیکر وفا (صدف آصف) بہت پسند آئے۔ یہ بتائیں کرن کتاب کے ''کچن اور آپ'' والے سروے میں شمولیت کیسے کی جاسکتی ہے؟ خط کے اختتام پر ''کرن'' کی پوری ٹیم کے لیے نیک خواہشات اور دعائیں۔

زرتاشیہ جی: آپ نے شاید پہلی بار کرن کی محفل میں شرکت کی ہے۔ بہت شکریہ، لیکن تبصرہ کچھ مختصر ہے امید ہے کہ آپ آئندہ تمام کہانیوں پر تبصرہ کریں گی۔ ''کچن اور آپ'' میں آپ جس طرح یہ خط بھیجا ہے اسی طرح جوابات لکھ کر پوسٹ کردیں۔

مہوش ابرار.....ممتاز آباد ملتان شریف

کرن میں مری آمد پہلی مرتبہ ہے۔ اور مجھے پوری امید ہے کہ کرن میری پہلی بار آمد پر مجھے خوش آمدید کہے گا۔

میں کرن، خواتین کی بہت پرانی قاری ہوں۔ مگر ذرا مختلف، تمام قارئین تو ہر ماہ باقاعدگی سے پڑھتے ہوں گے مگر میں چار سے پانچ مہینے کے ڈائجسٹ اپنی سہیلی کی والدہ سے اکٹھے لے کر پڑھتی ہوں۔ مگر پڑھتی ضرور ہوں۔

اسی چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں تبصرہ بھی جنوری کے ڈائجسٹ پر کروں گی میری آپ سے اپیل ہے کہ آپ میرا خط ضرور شائع کریں۔

جنوری کا ٹائٹل بہت اچھا تھا خاص طور پر ماڈل کے ہاتھ بہت اچھے لگے۔ ''حمد و نعت'' نے دل کو منور کیا۔ منیب بٹ سے ملاقات اچھی رہی۔ زین افضل کے بارے میں بھی جان کر اچھا لگا۔ ''آسیہ مرزا کا میرے ہم نفس میرے ہم نوا'' اچھا چل رہا ہے نگہت عبداللہ کا ''ہوائیں رخ بدل گئیں'' کافی لمبا ہوگیا بس اب اس کا اینڈ کردیں۔ سدرہ حیات کا مکمل ناول ''کچھ لمحے ہم پر قرض'' کی پہلی قسط پڑھ کر بہت مزا آیا۔ افسانے تقریباً تمام ہی اچھے تھے۔ کرن کتاب کو پڑھ کر بہت کچھ نیا سیکھنے کو ملتا ہے۔ ''نامے میرے نام'' میں اپنی تمام بہنوں کے خط پڑھ کر اپنی رائے دینے کا شوق مجھے بہت تھا مگر میں تازے شمارے پر تو تبصرہ نہیں کرسکتی اس لیے جہاں تک (جس مہینے) تک شمارے پڑھے ہیں اس پر تبصرہ کیا ہے۔

میں ایک رائے دینا چاہوں گی ہوسکتا ہے آپ کو پسند آئے۔ آپ کو ہر مہینے کے شمارے میں ایک کالم بھی شامل کرنا چاہیے۔ اور ساتھ ساتھ جس جس مہینے میں ہمارے جو لیجنڈز ہیں جو حیات ہیں یا جو گزر چکے ہیں ان کے حوالے سے ان کی تاریخ پیدائش اور وفات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے کارناموں کو خراج تحسین پیش کرنے کا ایک الگ صفحہ رکھیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تاکہ ہمارے قارئین ان گزری شخصیات کے کارناموں اور ملک کے لیے دی گئی ان کی قربانیوں اور خدمات کے بارے میں جان سکیں۔ اور ان کے تجربات سے انہیں کچھ سیکھنے کو ملے۔

ج: مہوش ابرار جی، کرن کی محفل میں خوش آمدید خط لکھنے کا بہت شکریہ، امید ہے کہ آپ آئندہ بھی خط لکھیں گی۔ آپ کے مشورے پر ہم ضرور غور کریں گے۔

سحر وقاص راجپوت..... خیرانوالہ گیٹ لاہور

لیجیے ایک بار پھر ''کرن'' کی محفل میں حاضر ہیں حالانکہ غصہ بھی ہے کہ میرا خط شائع نہیں ہوا اور نہ ہی غزل، لیکن رسالے سے محبت اور دو ماہ کی دوری نے پھر لکھنے پر مجبور کر دیا اور ہم بیٹھ گئے۔ اس ماہ کا ٹائٹل دیدہ زیب تھا۔ ماڈل کا ہیئر کلر اور ڈریس بہت خوب صورت تھا۔ ''حمد اور نعت'' سے مستفید ہو کر اداریہ پڑھا۔ مدیرہ نے صحیح کہا کہ ہمیں خود احتیاط کی ضرورت ہے ایک نادیدہ وائرس ہماری زندگی میں یوں شامل ہوا کہ ہم بے بس اور لاچار ہیں کوئی بھی اللہ جیسی سپر پاور کے بھیجے گئے اس عذاب سے چھٹکارا پانے کا حل نہیں جان سکا۔ بس اللہ پاک ہم گناہ گاروں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ محمود ریاض صاحب کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ شمارے کی لسٹ پر نظر ماری تو جناب نگہت سیما کے ''جفت ساز'' پر ہی دوڑ لگائی پچھلے دو مہینوں میں ''نیل گروں'' کی گلی کی بہت یاد آرہی تھی کہانی کے شروع سے تو اندازہ نہیں ہوا مگر آخر پر دل خوش ہو گیا لکھاری نے قیام پاکستان کے حوالے سے جو لکھا اس پر آنکھ بھر آئی۔ مہرین اور شجاع کی محبت کی نیا پار لگ گئی ان کو مبارک اور ''نگہت سیما'' جی کو شاندار ناول لکھنے پر ڈھیروں مبارکباد ''اے دل بے خبر'' تابعہ کچھ زیادہ ہی بے وقوف نکلی بھلا موبائل فون پر ہونے والی محبت بھی سچی ہوتی ہے۔ یہ تو بی جان کی دور اندیشی اور عقل مندی تھی جو اسے بڑے نقصان سے دوچار نہیں ہونا پڑا جاتے جاتے بھی وہ احشم جیسا محبت کرنے والا شوہر دے گئیں۔ بزرگوں کی باتوں اور فیصلوں میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ اور پھر ''پھول کھلنے لگے ہیں راہوں میں'' پڑھا جو کہ خاصا فلمی لگا معذرت کے ساتھ۔ زندگی میں اتنے بھی حادثاتی اتفاق نہیں ہوتے جتنے اس ناولٹ میں ہوئے۔ بہرحال اسفند اور مصباح کی جوڑی اچھی لگی۔ سلسلے وار ناول میں ''ہوائی رخ بدل گئیں'' کی کمی بہت محسوس ہوئی۔ ''میرے ہم نفس میرے ہم نوا'' میں آسیہ مرزا جی نے سکندر کو خوب ہمت و حوصلہ دلایا امید نہیں تھی کہ ارسلہ کی رخصتی اتنی جلدی ہو جائے گی۔ ارسلہ تم زیادہ ہواؤں میں مت اڑو محبت کے بغیر زندگی ادھوری ہے آسائشیں تو انسان کو خود غرض بنا دیتی ہیں اور کاہل بھی۔ اللہ نیلوفر کو اپنے گھر خوش رکھے۔ اور یہ اریبہ کس ڈگر چل پڑی سکندر تو کبھی ارسلہ کو بھلا نہیں پائے گا تم یہ یکطرفہ محبت کے راستے پر نہ ہی چلو۔ عابس صاحب کی محبت ان کو مل جائے اور مہوش جیلانی زیادہ خوش نہ ہو تیموں کی آہ بہت جلدی لگتی ہے۔ افسانے سارے ہی اچھے تھے۔ لیکن ''وقت کی چھٹی'' اور ''انوکھی شادی'' زیادہ اچھے لگے۔ ''سجیلہ بانو عرف سجو اور سج'' کو وقت اپنی ہی جگہ پر واپس لے آئے۔ ''انوکھی شادی'' کی شمع کو اس کا موٹو صفوان غوری مل گیا پر حال تو ساس کا بھی کچھ کم نہ ہو گا شمع ٹوٹا کو دیکھ کر وہ کیا کہتے ہیں۔ ہاں یاد آیا رب نے بنائی جوڑی..... آگے کی مثال رہنے ہی دیں۔ نفیسہ سعید کی ''دیوی'' جی ہاں مائرہ صاحبہ ہر دفعہ ہی کچھ انوکھا کام لے کر آتی ہیں اس دفعہ تو حد ہی کر دی ایک بڑی بچی کو ایک چھوٹا بچہ تحفے میں دینا، وہ تو اللہ نے بچا لیا نہیں تو جاوید بھائی کو بچانا مشکل ہو جاتا۔ ''کرن کتاب'' ساری ہی اچھی تھی۔ کامیاب شادی کا راز جاننا بھی اچھا لگا اور ساری ریسپیز بھی۔ ارم کمال کا انتخاب شدہ شعر پسند آیا فائزہ بھٹی، تبسم اور ماہا اس بار محفل میں شامل کیوں نہیں تھیں کہاں مصروف تھیں تم لوگ۔

ج: سحر جی۔ ہمیں آپ کا خط موصول ہی نہیں ہوا اس لیے شائع نہیں ہو سکا۔ ''کرن'' کو پسند کرنے کا بہت شکریہ۔ آپ کے بیٹے کے لیے جلد ہم ماہرین سے مشورہ کر کے ''کرن کتاب'' میں کچھ ٹوٹکے شائع کریں گے۔

☆☆

برکھا رُت

پھر جلد کی حفاظت کیسے کروں؟

چہرے کی جلد ہمارے جسم کا وہ حصہ ہے جو موسمی تبدیلیوں سے سب سے پہلے متاثر ہوتا ہے۔ ایسے میں اس کی نگہداشت پر بروقت توجہ دینا ضروری ہے۔ گرمیوں کے دوران مون سون کا موسم راحت اور سکون کا باعث بنتا ہے تو دوسری طرف کبھی کبھی یہ ہماری جلد کے حوالے سے کئی مسائل بھی سامنے لاتا ہے۔ برسات کے موسم اکثر نوجوان یہ شکایت کرتے ہیں کہ ان کی جلد پر ایکنی نکلتی ہے۔ اس مون سون میں آپ چند مشورے اور ضروری احتیاط کے ذریعے اپنی جلد کو ایکنی سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

چند مشورے:۔ اگر آپ کی جلد چکنی ہے تو آپ کو اس موسم میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اپنے چہرے کو ہر بیس منٹ سے آدھے گھنٹے کے دوران جیل والے فیس واش سے دھوئیں اور ٹھنڈے پانی کا استعمال کریں۔ صاف تولیہ یا ٹشو پیپر سے جلد کو صاف کریں تاکہ چہرے کی چپچپاہٹ ایکنی کو بڑھنے نہ دے۔ اس کے علاوہ جنک فوڈ اور تلی ہوئی اشیا سے پرہیز کرنا ہوگا۔ گرین اور لیموں کا استعمال لازمی کریں۔

ٹوٹکے:۔

☆ برسات میں ہونے والی جلد کی بیماریوں کے لیے خشخاش کا شربت روزانہ پینے سے جلد کی بیماریاں ٹھیک ہوجاتی ہیں۔ خشخاش کو دودھ میں بھگو کر باریک پیس کر چہرے پر لگانے سے ایکنی بھی کم ہوجاتی ہے اور چہرے کی رنگت بھی صاف ہوتی ہے۔

☆ بارش میں بھیگنے کے بعد ہمیشہ نیم گرم پانی میں نمک ملا کر غسل کریں۔

☆ نیم اور پودینہ کے پتوں کو ابال کر پانی آدھا رہ لیں اور پانی کو ٹھنڈا کر کے فریج میں رکھ لیں۔ دن میں چار سے پانچ دفعہ چہرے پر اس پانی کے چھپکے ماریں۔ آپ چاہیں تو نہانے کے پانی میں بھی اس پانی کی کچھ مقدار شامل کرسکتے ہیں۔

☆ نیم کے پتوں کے پیسٹ میں ایک چمچ ملتانی مٹی، آدھا چائے کا چمچ ہلدی اور کچا دودھ ملا کر لیپ بنائیں اور چہرے اور گردن پر لگائیں۔ اگر آپ کی جلد چکنی زیادہ ہو تو ہلدی کی جگہ صندل پاؤڈر شامل کریں۔ دن میں تین دفعہ اس ماسک کو لگائیں اور پھر نیم گرم پانی سے دھولیں۔

☆ ابلتے ہوئے پانی میں نیم کے پتے شامل کریں اور اس کی بھاپ لیں، جلد اور صاف ہوجائے گی۔

☆ آلو میں موجود پوٹاشیم ایکنی کو دور کرنے میں مدد کرتا ہے۔ برسات کے موسم میں چہرے پر نکلنے والی ایکنی میں آلو کارس بڑا کارگر ہوتا ہے۔ آلوؤں کو کچل کر یا کدوکش کر کے ململ کے کپڑے میں ڈال کر لٹکا دیں۔ اس کا پانی آہستہ آہستہ نکلتا رہے گا۔ اس رس کو روئی میں بھگو کر دن میں چار سے پانچ دفعہ چہرے پر لگائیں۔

☆ کھلے مسام ایکنی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اگر آپ کی جلد کے مسام کھلے ہوئے ہیں اور جلد پر بلیک ہیڈز بھی ہوں تو آپ کو اپنی جلد کو جلدی جلدی ایکسفولیٹ کرنا چاہیے۔ جلد کو ایکسفولیٹ کرنے کے لیے اسکرب کا استعمال بہترین ہوتا ہے۔

تین چمچے براؤن شوگر میں ایک چمچ شہد ملا کر چہرے اور گردن پر ہلکے سے مساج کریں اور ٹھنڈے پانی سے منہ دھولیں۔ اگر ایکنی موجود ہوں تو پھر نہ کریں۔

☆ دو چمچے بیسن میں آدھا چائے کا چمچ لیموں کا رس اور ایک چوتھائی چائے کا چمچ دار چینی کا سفوف شامل کریں اور پیسٹ بنا کر چہرے پر لگا کر چہرہ خشک کرلیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس ماہ کا پھل

"کیری"

گرمی کا توڑ

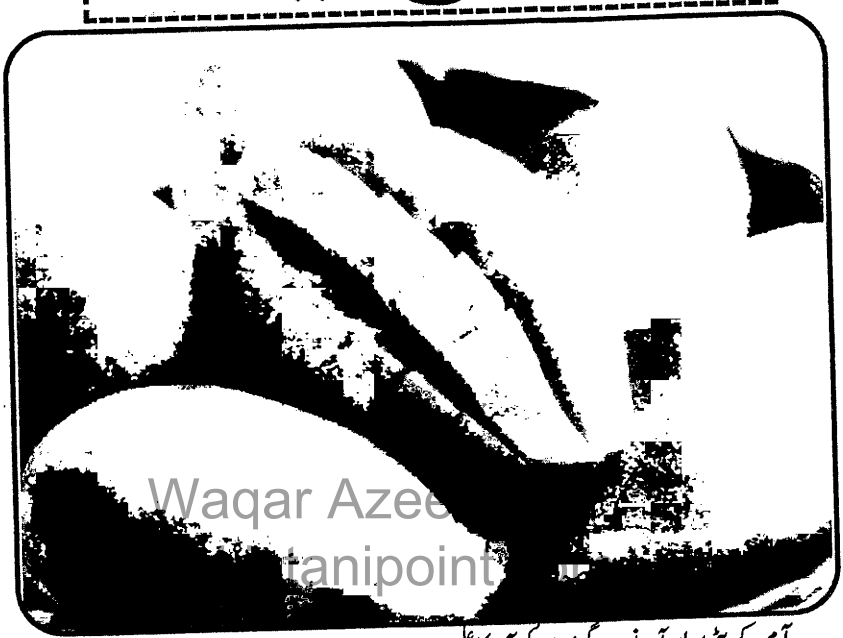

Waqar Azeem
Pakistanipoint

آم کے پیڑ پر بور آنے سے گرمیوں کی آمد کا علم ہوجاتا ہے اور جیسے ہی سورج اپنی تپش میں اضافہ کرتا ہے، آم کے پیڑ کیریوں سے لد جاتے ہیں۔ کیری یا کچے آموں کا تذکرہ آتے ہی منہ میں پانی بھر آتا ہے اور تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں مربے، اچار اور چٹنی بنانے کی۔

آم قدرت کا ایک ایسا شاہکار پھل ہے جس کے درخت کے پتے، کونپلیں، شاخیں اور کچا پھل بھی بے انتہا افادیت کا حامل ہوتا ہے۔ آج کے اس مضمون میں ہم آپ کو کچے آم یعنی کے کیری کی افادیت اور کیری کے کچھ ٹوٹکے بتائیں گے۔

☆ کیری کھانے کا اپنا مزا تو ہے ہی، اس کے طبی فوائد بھی بہت زیادہ ہیں۔ طبی ماہرین کے مطابق آم کی نسبت کیری میں وٹامن سی، بی، ون اور بی ٹو زیادہ پایا جاتا ہے۔

☆ کیری کا جوس پینا صرف فرحت بخش ہی نہیں بلکہ یہ شدید گرمی کے اثرات کو کم کرکے ڈی ہائیڈریشن کی روک تھام کرتا ہے۔ گرمیوں میں پسینے کی شکل میں بہت زیادہ سوڈیم کلورائیڈ اور آئرن خارج ہوسکتا ہے، جس سے جسم ڈی ہائیڈریشن کا شکار ہوتا ہے۔ کیری کا شربت اس سے بچانے میں مدد دیتا ہے۔ کیری کو آگ سے بھون کر گودا نرم، شکر اور پانی کے ساتھ ملا کر بطور شربت کے طور پر استعمال کرنے سے گرمی کے اثرات زائل ہوجاتے ہیں۔ کیری پر نمک لگا کر کھانے سے پیاس کی شدت کم ہوجاتی ہے اور پسینے سے ہونے والی نمک کی کمی پوری ہوجاتی ہے۔

☆ کیری کا استعمال معدے کے عوارض سے بچاؤ میں مدد دیتا ہے، جو موسم گرما میں کافی عام ہوجاتے ہیں۔

کیری کھانے کی عادت قبض، ہیضے، سینے کی جلن اور متلی کی کیفیت اور بدہضمی سے تحفظ یا ان کا اچھا علاج ثابت ہوتی ہے۔

☆ کیری میں نیاسن نامی ایسڈ ہوتا ہے جو کہ دل کے لیے صحت بخش جز ہے۔ نیاسن خون کی شریانوں کے مسائل سے جڑے امراض کا خطرہ کم کرتا ہے جبکہ بلڈ میں کولیسٹرول لیول بہتر کرتا ہے۔

☆ کیری کا سفوف یا آم چور کو گوشت خورے کا موثر علاج سمجھا جاتا ہے۔ اس مرض میں اکثر مسوڑھوں سے خون، خراشیں، کمزوری اور تھکاوٹ وغیرہ کا سامنا ہوتا ہے۔ کچے آم وٹامن سی سے بھرپور ہوتے ہیں اور عام طور پر اس کی کمی ہی اس مرض کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح یہ وٹامن خون کی شریانوں کی لچک بڑھاتا ہے اور خون کے سرخ خلیات کو بڑھاتا ہے جس سے انیمیا کا مسئلہ بھی کم ہوتا ہے۔

☆ کیری جگر کے لیے بہت فائدہ مند ہے اور یہ جگر کے مختلف امراض سے بچانے یا علاج میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ کیری کے ٹکڑوں کو چبانا چھوٹی آنت میں، پتے میں بننے والے سیال بائل کو داخل کرتا ہے، جہاں وہ چربی کو جذب کرنے کی صلاحیت بڑھاتا ہے جبکہ غذا میں موجود نقصان دہ جراثیم کو مارتا ہے۔

☆ معمولی مقدار میں کیری کا سفوف دوپہر کے وقت کی سستی کو دور کرنے کے لیے کافی ثابت ہوتا ہے جو عام طور پر کھانے کے بعد طاری ہوتی ہے۔ درحقیقت کچے آم جسمانی توانائی بڑھاتے ہیں اور کارکردگی بہتر بنانے میں مدد دیتے ہیں۔

☆ کیری معدے اور انتڑیوں کے علاج کے لیے بہت مفید ہے۔ ایک یا دو کچے آم جن کی گٹھلی ابھی پوری طرح نہ بنی ہو، نمک اور شہد کے ساتھ کھانا گرمی، اسہال، بواسیر، صبح کے اضمحلال، پرانی بدہضمی، فساد ہضم اور قبض کے لیے موثر علاج ہے۔

☆ کیری میں تپ دق، انیمیا اور پیچش سے بچاؤ کے لیے جسم کی مزاحمتی صلاحیت کو طاقت ور بنانے کی بھی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

☆ کیری بالوں کی خشکی اور دیگر بالوں کے مسائل کے لیے انتہائی مفید ہے۔

☆ کیری وزن کم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

کیری سے طریقہ علاج:

❖ مثانے کی پتھری دور کرنے کے لیے صبح نہار منہ کیری دو تین تولے روزانہ کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

❖ لو کے اثر کو ختم کرنے کے لیے کیری گرم راکھ میں دبا دیں۔ نرم ہونے پر نکال لیں۔ اس کا رس لے کر ٹھنڈے پانی میں چینی کے ساتھ ملا کر استعمال کروائیں۔ لو لگنے کی صورت میں تریاق کا کام دے گی۔

❖ صفراوی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے کیری کی قاشوں کو شہد اور کالی مرچ کے ساتھ کھانا چاہیے۔

❖ کیری کا اچار جس قدر پرانا ہو، اس کا تیل گنج کے مقام پر لگائیں، بال چھڑ میں فائدہ ہوگا۔

❖ خواتین کو کیری کے چھلکے کو گھی میں تل کر شکر ملا کے کھانے سے کثرت حیض میں فائدہ ہوتا ہے۔ یہ چھلکا مستوی اور قابض ہوتا ہے۔ آم کی گٹھلی کی گری قابض ہوتی ہے چونکہ اس میں بکثرت گیلک ایسڈ ہوتا ہے۔ اس لیے پرانی پیچش، اسہال، بواسیر اور لیکوریا میں مفید ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سماجی مسائل

بھلانا سیکھیں

آپ کی زندگی صحت اور شخصیت کے لیے لازمی ہے

ماضی کو کیوں یاد کیا جائے یا یاد رکھا جائے؟ اپنی اچھی صحت اور نشوونما کے لیے ہمیشہ اپنے مستقبل پر نظر رکھیں۔ جو وقت گزر گیا اسے یا اس سے وابستہ ناکامیوں یا تلخیوں کو یاد نہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ یہ درست ہے کہ اپنے گزرے ہوئے وقت کو بھلانا مشکل ہوتا ہے لیکن یہ زندگی کا لازمی حصہ نہیں ہے جب تک آپ بھولنا اور نظر انداز کرنا نہیں سیکھیں گے تب تک آپ آگے نہیں بڑھیں گے، چاہے وہ آپ کا وہ کھلونا ہو جو آپ کے بچپن میں آپ کی پاس تھا لیکن اسے آپ نے کسی کو دے دیا تھا کیونکہ وہ آپ کی عمر کے مطابق نہیں تھا۔ مطلب آپ ذرا بڑے ہو چکے تھے یا آپ کی پہلی محبت جو کچھ وجوہات کی وجہ سے کبھی آپ کی نہیں ہو، کسی یا پھر اپنی ساس کے خلاف آپ کی پرانی مشکلات اور شکوے ہوں۔ آپ کو ندامت، دکھ، افسوس اور احساس کمتری یا خودترسی کی فیلنگز کا احساس ہوگا لیکن ایک مرتبہ جب آپ ان محسوسات کو تسلیم کرلیں گے اور ان کی حقیقت کو سمجھ جائیں گے کہ پرانی باتوں، تلخ یادوں کو بھلانا اور نظر انداز کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا تو پھر اس طرز عمل کے مطابق جینا اور اس سے متعلق معاملات سے نمٹانا آپ کے لیے آسان ہوجائے گا، اس سے آپ کو بھی فائدہ ہوگا اور آپ کے اردگرد موجود لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

کیوں؟ ہم سب ہی مختلف طور پر شاکی یا شکوہ کناں رہتے ہیں اس لیے یہ بالکل فطری ہے کہ جب آپ کی سوچ اور توقع کے مطابق کچھ نہیں ہوتا تو اس کی وجہ سے آپ کو غصہ آتا ہے، آپ پریشان ہوتے ہیں اور دکھی ہوتے ہیں تاہم جب ان محسوسات کا اثر زائل ہوتا ہے اور آپ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ نے اس سے کیا سیکھا ہے تو آپ دو چیزوں کو سمجھنا شروع کریں گے کہ یا تو وہ کبھی ہونا نہیں تھا کیونکہ آپ دونوں کی شخصیات اور فطرت میں تضاد تھا (آپ کی پہلی محبت کے کیس میں) یا پھر یہ کہ دوسرا فرد جس سے آپ کو مخصوص برتاؤ کی توقع تھی وہ کبھی نہیں بدلے گا۔ اس نے اپنی پوری پچھلی زندگی اسی انداز میں گزاری ہے اور آپ کبھی بھی کسی کو بدلنے پر مجبور نہیں کرسکتے بلکہ آپ خود کو بدلنے کی کوشش کرسکتے ہیں اور ایک مرتبہ جب آپ بھولنے اور نظر انداز کرنے کا عمل کرتے ہیں تو پھر آپ کو احساس ہوتا ہے کہ اس مخصوص فرد یا انسان کے علاوہ بھی دنیا ہے جس میں آپ رہتے ہیں جس کے بغیر، جس سے کٹ کے رہنا آپ کے لیے ممکن نہیں ہے۔

کیا فراموش کرنے یا نظر انداز کرنے کا کوئی فائدہ ہے؟ اس حوالے سے لاتعداد اسٹڈیز کی جاچکی ہیں کہ بے اطمینانی، پرانے گلے شکوے اور نفرتوں کی فیلنگز کو دبانے کے سائیکو مینک اثرات ہمارے جسم اور ذہن کو کس طرح متاثر کرتے ہیں اکثر ان فیلنگز کے نتیجے میں خطرناک بیماری جیسے کینسرز ہوجاتے ہیں ایک کتاب You louise L جسے Caun Youselfheal hay نے لکھا ہے اس کی اچھی مثال ہے۔ صرف ایک لمحے کے لیے آپ تصوراتی طور پر ہر چیز کو بالکل سیٹ دیکھیں اور خود کو آزاد محسوس کریں۔ ایسا کرنے سے آپ کے جسم کے اندر موجود خلیات آزادی اور سکون کی حالت میں گھومنے لگتے ہیں، آپ کی ٹانگیں اور بازو آزادی سے حرکت کرنے لگتے ہیں اور اس لمحے آپ بہت لطف محسوس کرتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی ہونے دیجیے، یہ آپ کے جسم اور ذہن کو اس طرح حیات نو بخشتا ہے کہ کوئی اور اس طرح نہیں کرسکتا۔

روحانی اساتذہ بھی اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ اپنے آپ سے ضرور محبت کریں اور دوسروں سے نفرت کرنے میں وقت کو مت ضائع کریں کیونکہ اس سے آپ کو صرف دل کا درد اور سخت اذیت ہی ہوتی ہے جو اگر لمبے عرصے تک آپ کے وجود

میں پناہ لے لے تو اس کا نتیجہ ٹیومر ہوسکتا ہے جبکہ دوسرا فرد آپ کے اس ردعمل سے قطعی ناواقف ہوتا ہے لیکن ایک مرتبہ جب آپ خود سے محبت کرنا سیکھ لیتے ہیں تو پھر آپ بھولنے اور نظر انداز کرنے کے طریقے بھی سیکھ جائیں گے۔ کیا بھولنا، فراموش کرنا اور نظر انداز کرنا آسان کرنے کے طریقے ہیں۔

دکھ اور تاسف کی حقیقت کو تسلیم کیجیے۔ زندگی بہت اچھی نہیں ہے، یہ ناپائیدار ہے، اسے قبول کیجیے، کسی کو بھی یکساں کارڈز کا سیٹ نہیں ملتا۔ ہر ایک کی زندگی میں خوشی اور غم کے مختلف ادوار آتے ہیں۔ ہم بالکل یہ نہیں جانتے کہ کب لوگوں کو خوشیاں، غم سے واسطہ پڑسکتا ہے۔ دکھ درد کسی کے حصے میں بھی آسکتا ہے یہاں تک کہ ان لوگوں کے حصے میں بھی جن کے پاس ہر چیز ہے، پیسہ، شہرت اور کامیابی۔ دکھی ہونے کی فیلنگز، تنہائی، ان چاہا ہونے اور غیر اہم ہونے کے احساس کا نتیجہ بھی ہوسکتی ہیں۔

دوسرے مرحلے میں آپ وجوہات کو شناخت کریں، ایک مرتبہ جب آپ کو اس بات کی آگاہی ہوجاتی ہے کہ کیوں کسی فرد یا صورت حال کی وجہ سے آپ کے اندر منفی فیلنگز گھر کرلیتی ہیں تو پھر آپ ہوش مندی سے فیصلہ کریں کہ زندگی ان فیلنگز میں سے کسی پر بھی ضائع کرنے کے لیے نہیں ہے، یہ بہت مختصر ہے۔ یہ وقت ان چیزوں کو فراموش کرنے اور نظر انداز کرنے کا ہے۔ سب سے پہلے آپ اسے ذہنی طور پر کیجیے اور اگر آپ کسی بھی شخص کو زبانی آمنے سامنے یہ بتاسکتے ہیں کہ آپ وہ سب فراموش کرچکے ہیں جو ماضی میں ہوا تھا یہ تو بہت بہتر ہے۔ اب مستقبل کی طرف بڑھیں، آپ کا مستقبل وہی ہے، ویسا ہی ہے جیسا آپ نے بنایا ہے اور جس سے آپ بنتے ہیں۔ اسے ساکن نہ ہونے دیں کہ اس میں آپ کی زندگی کے دکھ اور پچھتاوے یکجا ہوکر جمع ہوجائیں۔ اپنے آپ کو میچور کریں۔ صحت مند اور خوشی سے بھرپور زندگی کا انتخاب کریں۔

ایک ٹپ فطرت سے لیں:۔

اس کے بارے میں سوچیں، وقت صرف آگے بڑھتا ہے۔ یہ ماضی کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے، جب ہم آگے بڑھنا بھول جاتے ہیں اور وقت کا ساتھ نہیں دیتے تو نقصان اٹھاتے ہیں پھر بھی ہم ماضی سے نہیں نکلتے۔ نا امیدیاں اور پرانے دکھ ہمارے شعور سے چپک جاتے ہیں۔ ہم پرانی یادوں کی فائلز کو اسٹور کرتے ہیں، کبھی کبھی انہیں کھولتے بھی ہیں۔ خود کو سوچوں سے بالکل آزاد کردینے سے ہمارے ذہنوں کے سوئچ آف ہوجاتے ہیں اور پرانی فائلز مٹ جاتی ہیں۔ ہم ایک ٹپ وقت سے لے سکتے ہیں..... ماضی کو چھوڑ دیں۔

دانشور کہتے ہیں.....

ہمیں لازمی طور پر نظر انداز کرنا، بھلانا، چھوڑ دینا سیکھنا چاہیے اور ساتھ میں یہ بھی سیکھنا چاہیے کہ جن چیزوں کے لیے ہم نے دعا کی اور جن کی ہمیں تمنا تھی، ان کے لیے کیسے جگہ بنائی جائے۔

☆ ماضی کی تلخ یادوں سے چھٹکارے کے لیے کچھ تجاویز یہ ہیں:۔

❖ خود کو ماضی کے بجائے مستقبل کا اسیر بنایئے۔ مستقبل میں دنیاوی مستقبل کے ساتھ آخرت کے مستقبل کی فکر کیجیے جو اصل ہے۔ اس پر جتنا غور کریں گے، ماضی سے اتنی ہی نجات ملے گی۔

❖ ماضی کا جائزہ صرف ایک کام کے لیے لیجیے اور وہ ہے۔ ماضی میں مجھ سے ایسی کیا غلطیاں ہوئیں جن سے سیکھ کر میں اپنے مستقبل کو بہتر بنا سکتا ہوں۔ ایک مفکر کا قول ہے۔

''میں ہزار غلطیاں بھی کروں تو میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے ہزار غلطیاں کی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے ہزار ایسے طریقے دریافت کیے ہیں جن سے میں آئندہ غلطی سے بچ سکوں گا۔''

❖ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیے۔ دوسروں سے اپنی توقعات کو کم سے کم رکھیے۔ جب ذہن میں تلخ یادیں آئیں تو انہیں جھٹک دیجیے اور اعوذ باللہ پڑھ کر ذہن کو کہیں اور لگانے کی کوشش کیجیے۔ اگر آپ خوش رہنا چاہتے ہیں تو دوسروں سے توقعات کم سے کم کیجیے۔ ان سے غلطی، دھوکا اور نقصان کی توقع رکھیے۔ انسان پریشان اس وجہ سے ہوتا ہے کہ حقیقت اس کی توقع کے خلاف ہوتی ہے جب توقع کم ہوگی تو حقیقت لازماً اس سے بہتر ہوگی اور آپ یقیناً خوش رہیں گے۔

موسم برسات

رحمت کہیں زحمت نہ بن جائے

بارش کا موسم آتے ہی ہر چہرہ کھل اٹھتا ہے۔ لوگ تفریح کے پروگرام بناتے ہیں اور گھروں میں مزے مزے کے پکوان بنائے جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر انسان ایک عجیب ترنگ اور سرمستی کی کیفیت میں ہوتا ہے۔

برسات کا موسم جہاں دلوں میں نئی امنگ بھر دیتا ہے، وہیں اس موسم میں مناسب احتیاط نہ کی جائے تو بیماریاں سارا مزا کرکرا کر دیتی ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس موسم میں، برسات میں آپ کا مزا خراب نہ ہو تو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال کریں۔

⌘ سب سے پہلے گھر کی مکمل صفائی ستھرائی کا زیادہ خیال رکھیں۔ خاص طور پر باورچی خانے کو اچھی طرح صاف رکھیں اور کھانے کے برتن اچھی طرح دھوکر استعمال کریں۔ کھانا کھانے سے قبل ہاتھ اچھی طرح دھولیں۔

⌘ برسات کے موسم میں گوشت کا استعمال نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ گوشت کے علاوہ زیادہ روغنی اور مسالے دار اشیاء کے استعمال سے پرہیز کریں۔ ان کی جگہ آسانی سے ہضم ہوجانے والی غذائیں استعمال کرنا صحت کے لیے مفید ہے۔

⌘ اس موسم کے دوران بازاری غذائیں کھانے سے گریز کریں۔ لیموں، سرکہ اور کیری کا شربت پینا فائدہ مند ہوتا ہے۔

موسم برسات کی بیماریاں:۔

ہم جانتے ہیں کہ جب بھی بارشوں کا موسم آتا ہے تو مختلف بیماریاں سر اٹھالیتی ہیں۔ مون سون اپنے ساتھ بہت سی ایسی وبائی بیماریاں لاتا ہے جنہیں بہت سے لوگ جانتے تو ہیں لیکن ان سے بچاؤ کے لیے مختلف تدابیر کے بارے میں انہیں علم نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی تشخیص میں تاخیر ہونے کی وجہ سے ان کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر ایک کو مون سون میں پیدا ہونے والی بیماریوں سے آگاہی ہوتا کہ احتیاطی تدابیر پر ان بیماریوں سے بچا جاسکے۔

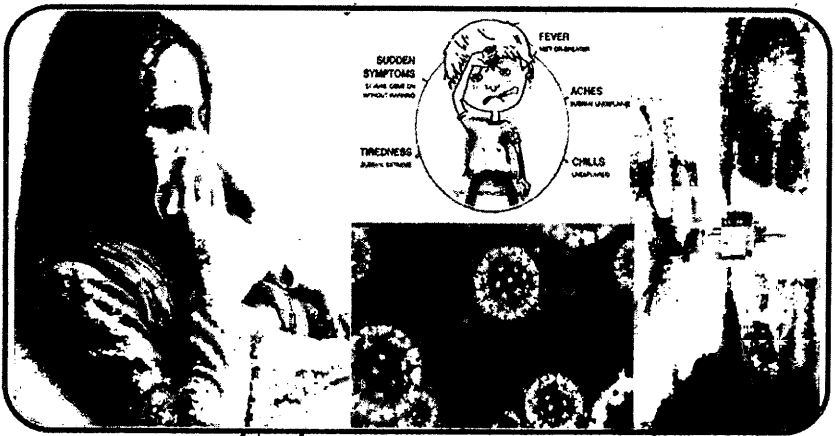

انفلوئنزا (وبائی زکام)

وبائی زکام برسات کے موسم میں پھیلنے والی عام بیماری ہے۔ یہ نزلہ زکام انفلوئنزا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انفلوئنزا وائرس ہوا کے ذریعے انسانی جسم میں داخل ہوتا ہے اور ناک، گلے اور پھیپھڑوں کو متاثر کرتا ہے۔ اس بیماری کی نشانیوں میں بہتی ہوئی ناک، جسم اور گلے میں

شدید درد اور بخار شامل ہیں۔

بچاؤ:۔

⌘اس وبائی مرض سے بچنے کے لیے اچھی غذا لینا چاہیے تاکہ جسم کی قوت مدافعت زیادہ مضبوط ہو جو اس وائرس کو ختم کر سکے۔

⌘ایک تحقیق کے مطابق مرغی کے پنجوں کے سوپ کا استعمال بہت فائدہ دیتا ہے۔

⌘پانی اور بھاپ میں سانس لینے سے ناک سے حلق تک کا اندرونی حصہ نزلے کی رطوبت سے صاف ہو جاتا ہے۔ اگر اس پانی میں یوکلپٹس آئل کے بھی چند قطرے شامل کر لیے جائیں تو ناک کھلنے اور وائرس کا باآسانی نکلنے کا عمل اور موثر ہو جاتا ہے۔ یوکلپٹس یعنی سفیدے کے درخت کے پتوں سے بھی یہ کام لیا جا سکتا ہے۔

⌘سادہ گرم پانی میں ایک چائے کا چمچہ شہد اور تازہ لیموں کا رس شامل کر کے چسکیاں لے کر پینے سے چھلے ہوئے گلے کو بہت آرام پہنچتا ہے۔

⌘دودھ میں ہلدی اور تھوڑا سا رس اور چٹکی بھر کالی مرچ ملا کر پی لیں۔

⌘فلو میں روزانہ لہسن کی چار سے آٹھ کلیاں کچی کھانا بہت مفید ہوتا ہے۔ اگر پیٹ کو موافق نہ آئے تو تھوڑا سا بھون کر یا پنیر میں ملا کر کھائیں۔

⌘دار چینی کی چائے نزلہ اور زکام کے لیے فائدہ مند ہے۔

⌘ہر سال فلو کا حفاظتی ٹیکہ لگوائیں۔

⌘آٹے کا چھان چھ گرام، پانی میں جوش دے کر ہلکا نمک ملا کر گرم گرم پی لیں۔

دار چینی ایک گرام، ملیٹھی ایک گرام اور مرچ سیاہ پانچ دانے ایک کپ پانی میں جوش دے کر استعمال کریں۔

کولرا (ہیضہ)

ہیضہ کچھ خطرناک بیکٹیریا کی وجہ سے ہوتا ہے جو خراب کھانوں، گندے پانی اور حفظان صحت کی کمی کے باعث پھیلتے ہیں۔ آج کل اس کے لیے ڈپ اسٹکس موجود ہیں جو انسانی فضلے میں ہیضے کے بیکٹیریا کی موجودگی کا پتا دیتے ہیں۔

بچاؤ:۔

○ مریض کو او۔ آر۔ ایس (نمکول) پانی میں گھول کر دینا چاہیے۔

○ گلے سڑے پھل استعمال نہ کریں۔ بعض پھل مثلاً امرود، تربوز، خربوزہ، کھیرا کھانے میں احتیاط کریں۔ صاف پانی یا ناریل یا چاول کے پانی جیسے اضافی محفوظ مشروبات دینے سے اسہال کو روکا جا سکتا ہے۔

○ باسی اشیاء ہرگز نہ کھائیں۔ تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں۔

○ اسپغول ثابت بیس گرام دہی میں ملا کر دو تین مرتبہ کھالیں۔

○ ادرک کا استعمال کریں۔

ملیریا:۔

ملیریا ان بیماریوں میں سے جس کی وجہ گندے پانی میں پیدا ہونے والی مادہ مچھر ''انوفیلیس'' ہے۔ اس کی تشخیص خون کے ٹیسٹ سے کی جاتی ہے۔ اس کی نشانیوں میں تیز بخار، جسم میں درد، پسینہ آنا شامل ہے۔

بچاؤ:۔ ملیریا بخار ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق دوائیوں کا استعمال کریں۔ دوا کا پورا کورس کریں تاکہ جسم سے ملیریا کے جراثیم کا مکمل خاتمہ ہو۔

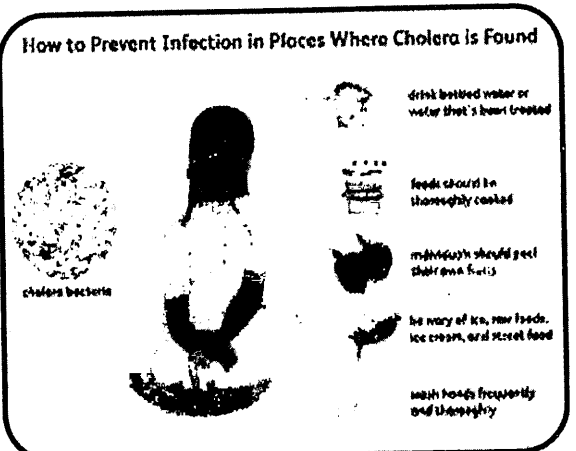

احتیاطی تدابیر:۔

○ پانی میں لیموں نچوڑ کر حسب ذائقہ چینی ملا کر پینے سے چار دن میں ملیریا کے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔

○ روزانہ تلسی کے پتے کھانے سے ملیریا نہیں ہوتا۔ اگر ملیریا ہو جائے، بخار آنے پر بائیس تلسی کے پتے اور بیس پسی ہوئی سیاہ مرچ کو دو کپ پانی میں چائے کی طرح ابال لیں۔ چوتھائی پانی رہنے پر مصری ملا کر ٹھنڈا کر کے پلائیں۔

○ دھنیا اور سونٹھ دونوں ہم وزن پیس کر روزانہ تین بار پانی سے پھانکیں۔

ایک چمچہ زیرہ پیس لیں۔ اس سے تین گنا گڑ اس میں ملا کر اس کی گولیاں بنالیں۔ مقررہ وقت پر سردی لگ کر آنے والے ملیریا بخار کے آنے سے پہلے ایک ایک گھنٹے میں ایک ایک گولی کھالیں۔

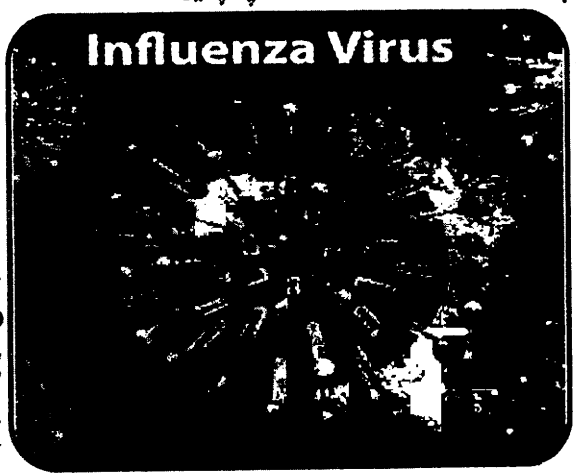

○ دار چینی ملیریا میں بہت موثر ثابت ہوتی ہے۔ ایک چمچہ دار چینی کا پاؤڈر، ایک چمچہ شہد اور چٹکی بھر کالی مرچ کو گرم پانی میں گھول کر پینے سے ملیریا کا بخار اتر جاتا ہے۔

○ ملیریا کے کچھ دن بعد تک چاول نہیں کھانے چاہئیں۔

ٹائیفائیڈ:۔

ٹائیفائیڈ پانی میں پیدا ہونے والے بیکٹیریا سالمونیلا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ٹائیفائیڈ کی بیماری آلودہ پانی پینے اور خراب کھانا کھانے سے ہوتی ہے۔ اس کی علامات میں کچھ دنوں تک تیز بخار، پیٹ میں درد، سر درد اور قے آنا شامل ہے۔ اس کے علاوہ گلے کی خرابی اور پیٹ اور چھاتی پر عارضی گلابی دھبوں کا پڑنا بھی شامل ہے۔

بچاؤ:۔ اگر یہ علامات ظاہر ہوں تو فوراً ڈاکٹر کے پاس جائیں کیونکہ کوئی بھی دوا لینے سے ٹائیفائیڈ کا ٹیسٹ درست نہیں آتا۔ اینٹی بائیوٹکس ٹائیفائیڈ کا واحد موثر علاج ہے۔

○ اینٹی بائیوٹک کا کورس پورا کریں تاکہ بخار دوبارہ حملہ آور نہ ہو۔

○ پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے سادہ ابلا ہوا پانی پلائیں۔

○ ایسے پھل اور سبزیاں کھائیں جو چھیلے جاسکیں، جیسے کیلا۔

○ ٹھوس، زیادہ مرچ مسالے اور چکنائی والی غذا سے پرہیز کریں۔

○ آدھا پاؤ اجوائن رات پانی میں بھگو کر صبح گرائنڈر میں پانی سمیت پیس کر کپڑے سے اچھی طرح چھان کر پانی نکالیں۔ اتنا پانی نکالیں کہ ڈیڑھ لیٹر والی بوتل بھر جائے۔ اس میں ایک پاؤ شکر ملا کر فریج میں رکھیں اور صبح نہار منہ آدھا کپ استعمال کریں۔

یرقان:۔

یرقان کا شمار ان خطرناک وبائی بیماریوں میں ہوتا ہے جو جگر میں انفیکشن پیدا کرتی ہیں۔ آلودہ پانی اور کھانے کا استعمال اس بیماری کی وجہ بنتا ہے۔ اس بیماری کا کوئی علاج نہیں کیا جاتا بس مختلف مشروبات پینے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اس میں پرہیز بہت ضروری ہے۔

بچاؤ:۔ یرقان کے مریض بیماری کے دوران ہر قسم کی جسمانی مشقت چھوڑ دیں۔ نمک، مرچ اور روغن میں پکے ہوئے کھانوں کے بجائے پھل اور کچی سبزیاں استعمال کریں۔

ایمن خان

س: ''آپ کیا سمجھتی ہیں کہ کھانے کے لیے جیا جاتا ہے یا جینے کے لیے کھایا جاتا ہے؟''

ج: ''میں تو جینے کے لیے کھاتی ہوں۔ ظاہر ہے سب ہی جینے کے لیے کھاتے ہیں۔ ویسے دماغ میں بہت اچھا کھا لیتی ہوں، بقول امی کے میں اتنا بولتی ہوں کہ دوسروں کا دماغ کھا جاتی ہوں۔''

س: ''گھر کے کام کاج میں خصوصاً کچن میں آپ کی دلچسپی کس حد تک ہے یا پڑھنے کا شوق آپ کو ان بکھیڑوں سے دور رکھتا ہے؟''

ج: ''کچن میں مجھے تھوڑی بہت دلچسپی ہے، گھر کے کام بہت اچھے طریقے سے نمٹا لیتی ہوں اور کچھ پڑھنے کا شوق ہے یا نہیں پر کرن کو پڑھے بغیر رہ نہیں سکتی۔ ایسے سمجھو کہ کھانا ہضم نہیں ہوتا۔''

س: ''ہمیشہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کھانا مزے دار ہی پکے، کبھی کبھی نتائج برعکس بھی ہوتے ہیں۔ ایسے میں کھانے والے کے کیا تبصرے ہوتے ہیں؟''

ج: ''کبھی کبھی گھر والے کہتے ہیں کوئی اچھی سی ڈش بناؤ، اگر وہ جل جائے تو پورے گھر والوں کا موڈ ہی بدل جاتا ہے۔''

س: ''کون سی رائٹر کو پڑھتے وقت کھانا دھواں ہوا؟''

ج: ''ایسا کوئی ناخوش گوار واقعہ میرے ساتھ پیش نہیں آیا، اس سے متعلق کوئی یادگار واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔''

س: ''عام طور پر کہا جاتا ہے ''ان'' کے دل میں اترنے کا راستہ معدے سے ہو کر گزرتا ہے۔ آپ اس خیال سے کس حد تک اتفاق کرتی ہیں؟''

ج: ''جن کے ''ان'' ہوں گے وہ جانتی ہوں گی کہ دل کے پاس پہنچنے کا راستہ کیا ہے، ابھی ہم کنوارے ہیں۔''

س: ''لوگ آپ سے زیادہ تر کس چیز کی فرمائش کرتے ہیں۔ آپ ہمیں اس ڈش کی ترکیب بتائیں؟''

ج: ''سب کہتے ہیں کہ اسپرنگ فرائیڈ چکن آپ کے ہاتھ کی بہت مزے دار ہوتی ہے۔ ترکیب یہ ہے۔''

ایک کلو مرغی پر یہ سب مسالے لگا کر رکھ لیں۔

نمک	آدھا چائے کا چمچہ
بیکنگ پاؤڈر	چٹکی بھر
اجینوموتو	آدھا چائے کا چمچہ
سفید مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
سویا سوس	دو کھانے کے چمچے
سرکہ	چوتھائی کپ

ترکیب:۔ یہ سب مسالے ایک کلو مرغی پر لگا کر چند گھنٹوں کے بعد تین انڈوں میں دو چائے کا چمچہ مرچ کے چمچے اور چٹکی بھر نمک ڈال کر، مرغی پر پیسٹ لگا کر، کھلے تیل میں تل کر سرخ کر لیں۔ اب اسپرنگ فرائیڈ چکن تیار ہے، مزے دار ہے۔

س: ''آپ کے ہاتھ کی پہلی ڈش کھا کر گھر والوں نے کیا تبصرہ کیا؟''

ج: ''پہلی ڈش بناتے وقت میرا موڈ بہت خراب تھا۔ ماما زبردستی کچن میں لے آئیں پھر میں نے ڈش تو تیار کر لی مگر جلائی ضرور تھی۔ سب گھر والے یہی کہہ رہے تھے، چھوٹی ہے، وقت کے ساتھ سیکھ لے گی۔''

س: ''ایسے مہمان جن کی آمد ناگوار گزرتی ہے پھر ان کی تواضع کیسے کرتی ہیں؟''

ج: ''اگر گھر والوں میں کوئی مہمان آجائے تو خاطر تواضع بہت اچھے طریقے سے کرتی ہوں۔ مہمان ہوتے ہی اللہ کی رحمت ہیں، ان کی آمد ناگوار نہیں گزرتی۔''

س: ''کون سی ڈش دیکھ کر گھر کے مردوں کو غصہ آجاتا ہے پر ان کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟''

ج: ''کریلے کا سالن دیکھ کر گھر کے مرد کڑوے کریلے جیسے لگتے ہیں۔''

س: ''گھر والوں کی پسندیدہ ڈش جسے پکانا ناگوار گزرتا ہے؟''

ج: ''میرے گھر والوں کو میرے ہاتھ کی بنی ہوئی اسپرنگ فرائیڈ چکن بہت پسند ہے لیکن جب وہ بے وقت پکانے کو کہتے ہیں تو مجھے رونا آتا ہے، اتنا سا منہ بن جاتا ہے۔''

س: ''آپ کے خاندان کی کوئی اسپیشل ڈش؟''

ج: ''کوئی خاص نہیں، سب اپنی منواتے ہیں۔''

کرن کتاب

خالدہ جیلانی

اطالوی کباب

اجزاء:۔

قیمہ	ایک پاؤ
انڈے	تین عدد
ڈبل روٹی	دو سلائس
پنیر کا بورا	چار کھانے کے چمچے
نمک	حسب ضرورت
سیاہ مرچ	ایک چائے کا چمچہ
ہرا دھنیا	ایک چوتھائی کپ

ترکیب:۔

ڈبل روٹی سوکھی ہو تو پانی میں بھگو کر نچوڑ لیں۔ قیمہ میں انڈے، ڈبل روٹی، نمک، کالی مرچ، ہرا دھنیا اور پنیر ملا کر یک جان کر لیں۔ اب گول کباب بنا کر کارن فلور میں سرخ سرخ تل لیں۔ نہایت لذیذ اور عمدہ اطالوی کباب تیار ہیں۔

مینگو بسکٹ ٹرائفل

اجزاء:۔

ڈائجسٹو بسکٹ	دو سو گرام
مینگو جیلی	دو پیکٹ
کٹے آم	دو عدد
پھینٹی ہوئی کریم	چار سو گرام

کسٹرڈ کے اجزاء:۔

دودھ	تین کپ
چینی	چار کھانے کے چمچے
کارن فلور	دو کھانے کے چمچے
مینگو ایسنس	آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

جیلی کو پکا کر ٹھنڈی کر لیں اور من پسند شیپ میں کاٹ لیں۔ کسٹرڈ بنانے کے لیے ایک پین میں دودھ، چینی، مینگو ایسنس اور کارن فلور ڈال کر پکائیں، یہاں تک کہ وہ گاڑھا ہو جائے پھر پھینٹی ہوئی کریم میں یک جا کر لیں۔ ایک بڑے پیالہ میں ڈائجسٹو بسکٹس پھیلا کر اوپر سے آدھی جیلی ڈالیں۔ پھر اس پر آدھا کسٹرڈ ڈال کر آدھے کٹے ہوئے آم ڈال دیں۔ پھر باقی بچا ہوا کسٹرڈ ڈال دیں۔ باقی بچی ہوئی جیلی آم سے سجا دیں اور ٹھنڈا کر کے سرو کریں۔

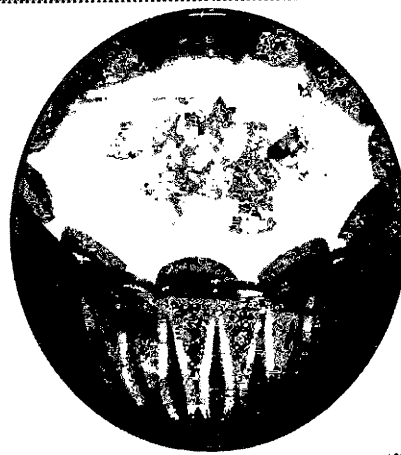

اجزاء:۔

پانی	ایک گلاس
دودھ	ایک گلاس
آم (بڑا)	ایک عدد
الائچی پاؤڈر	ایک چوتھائی چائے کا چمچہ
جائنا گراس (اگراگر)	12 گرام
چینی	چار کھانے کے چمچے

ترکیب:۔

دو پیالوں میں چھ چھ گرام جائنا گراس کو پندرہ منٹ کے لیے پانی میں بھگو دیں۔ آم کے قتلوں کو گرائنڈر میں پیس لیں۔ ایک پین میں ایک گلاس پانی ڈالیں، اس میں چینی اور چھ گرام جائنا گراس ڈال کر ہلکی آنچ پر پکانے کے لیے رکھ دیں۔ چمچے سے ہلاتے جائیں یہاں تک کہ جائنا گراس پوری گھل جائے۔ پھر چولہا بند کر دیں اور آم کا گودا اس میں اچھی طرح مکس کر دیں۔ پھر تین گلاسوں کو تین چھوٹے باؤل میں ہلکا سا جھکا کر رکھ دیں اور اس میں آم کا آمیزہ ڈال دیں۔ تیس منٹ کے لیے فریج میں جمانے رکھ دیں پھر اسی طرح باقی اجزاء سے دودھ کا آمیز تیار کر لیں اور آم کے آمیزے والے گلاسوں میں ڈال کر ٹھنڈا کرنے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔

اجزاء:۔

بغیر ہڈی کا گوشت	آٹھ سو گرام
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
نمک	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
دھنیا پاؤڈر	دو چائے کی چمچے
لال مرچ پاؤڈر	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
کچری پاؤڈر	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
جوتری	آدھا چائے کا چمچہ
بھنا پسا زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
بڑا لیموں	ایک عدد
گرم مسالا	ایک کھانے کا چمچہ
لہسن ادرک پیسٹ	ایک چائے کا چمچہ
براؤن پیاز	دو عدد
دہی	ایک کپ
ہری مرچ (کٹی ہوئی)	دو عدد
ہرا دھنیا پودینہ	آدھا کپ
آئل	آدھا کپ

ترکیب:۔

ایک پین میں گوشت کی بوٹیاں ڈالیں اور تمام اجزا کو اس میں اچھی طرح مکس کر کے چار سے پانچ گھنٹوں کے لیے میرینیٹ کر دیں۔ پھر اس کو ہلکی آنچ پر پکائیں اور گوشت گل جائے تو اچھی طرح بھون لیں اور گرم گرم نان یا پراٹھوں کے ساتھ پیش کریں۔

چنا برگر

جزاء:۔

سفید چنے (ابلے ہوئے)	دو پیالی
نمک	حسب ذائقہ
کچلا ہوا لہسن	ایک چائے کا چمچہ
پیاز	تین عدد درمیانی
ٹماٹر	دو عدد درمیانے
کٹی ہوئی لال مرچ	ایک چائے کا چمچہ
ثابت دھنیا	ایک چائے کا چمچہ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
املی کا پیسٹ	،، کھانے کے چمچے
ہری چٹنی	ب ضرورت
سادے بن	ب ضرورت
کوکنگ آئل	ب ضرورت

ترکیب:۔

دو کھانے کے چمچے کوکنگ آئل میں ایک چوپ کی ہوئی پیاز اور لہسن کو ہلکا سا نرم ہونے تک فرائی کریں۔ پھر اس میں نمک، لال مرچ اور بھنا کٹا زیرہ اور دھنیا ڈال کر اچھی طرح بھونیں۔ پھر اس میں ابلے ہوئے چنے ڈال کر لکڑی کے چمچے سے کچل لیں تاکہ پیسٹ بن جائے اور کچھ ثابت رہ جائے۔ آخر میں املی کا پیسٹ ڈال کر اچھی طرح ملاتے ہوئے چولہے سے اتار لیں۔

بھاری چکن کباب رول

اجزاء:۔

بغیر ہڈی کا مرغی کا گوشت	آدھا کلو
پیسٹا	ایک کھانے کا چمچہ
لہسن ادرک	ایک کھانے کا چمچہ
نمک	حسب ضرورت
لال مرچ	ایک چائے کا چمچہ
خشخاش	ایک کھانے کا چمچہ
کباب چینی	چھ عدد
بڑی الائچی	دو عدد
دار چینی	دو عدد
کالا زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
براؤن پیاز (پیس لیں)	آدھا کپ
دہی	آدھا کپ
سرسوں کا تیل	تین کھانے کے چمچے

ترکیب:۔

☆ چکن کی بوٹیوں پر سارے اجزاء لگا کر دس منٹ کے لیے میرینیٹ کرلیں پھر گرل پین یا کوئلے پر سیخیں یا پتیلی میں بھی پکا سکتے ہیں۔

☆ ایک کپ میدہ، آدھا کپ آٹا، تین کھانے کے چمچے لیسی چینی، ایک چائے کا چمچہ نمک اور ایک چائے کا چمچہ بیکنگ پاؤڈر دو کھانے کے چمچے تیل ڈال کر گوندھ لیں اور پراٹھا بنالیں۔ اس پر کباب رکھ کر رول کرلیں اور چاہیں تو مایو اینڈ گارلک کیچپ بھی لگا سکتے ہیں یا پیاز بھی رکھ سکتے ہیں۔

مجھے یہ شعر پسند ہیں

شگفتہ سلیمان

ثنا شہزاد ـــــ کراچی
یاد آؤں تو بس اتنی سی عنایت کرنا
اپنے بدلے ہوئے لہجے کی وضاحت کرنا
تم تو چاہت کا تشکر ہوا کرتے تھے
کس سے سیکھا ہے الفت میں ملاوٹ کرنا

افشاں سمیع ـــــ کراچی
عجیب تھا جرم محبت کہ جس پہ دل نے مرے
سزا بھی پائی نہیں اور معاف بھی نہ ہوا

سعدیہ وحید سعدی ـــــ اسلام آباد
پوچھا کبھی کبھار کے ملنے سے بھی گئے
میں نے کہا جہان نے پہرے بٹھا دیے
پوچھا زمانے بھر سے رہ و رسم کا سبب
میں نے کہا جناب نے پہرے اٹھا دیے

دعا مصطفیٰ ـــــ میرپور خاص
آخر گزر ہی جائے گی حیات
یہ کوئی تا حیات تھوڑی ہے

اقرا سرور ـــــ کراچی
اب تو ہاتھوں میں لکیریں بھی مٹی جاتی ہیں
اس کو کھو کر تو میرے پاس رہا کچھ بھی نہیں

فائزہ بھٹی ـــــ پتوکی
سانسوں کا سفر تم سے تم تک ہے
ہاں میری محبت بھی تم سے تم تک ہے
جذبہ عشق سچا نہ ہوتا تو راستہ بدل لیتے
میرے راستوں کا گزر تم سے تم تک ہے

فوزیہ ثمریٹ ـــــ گجرات
بعد مدت کے یہ اے داغ سمجھ میں آیا
وہی دانا ہے کہ جس نے نہ مانا دل

اقصیٰ ناصر ـــــ گلستان جوہر
بے خود تھے کیا غیر سے وعدہ مجھے منظور
آیا ہے اگر ہوش مگر کیوں نہیں جاتے

عاصمہ آصف ـــــ نوشہرہ کلاں
سجے گی کیسے بساط یاراں کہ شیشہ و جام بجھ گئے ہیں
سجے گی کیسے شب نگاراں کہ دل سر شام بجھ گئے ہیں
وہ تیرگی ہے رہ بتاں میں چراغ رخ ہے نہ شمع وعدہ
کرن کوئی آرزو کی لاؤ کہ سب در و بام بجھ گئے ہیں

ماریہ نذیر ـــــ بھاگٹانوالہ
عہد رفاقت ٹھیک ہے لیکن مجھ کو ایسا لگتا ہے
تم تو میرے ساتھ ہو گی میں تنہا رہ جاؤں گا

شکیلہ سہیل ـــــ ملکوال
اپنی محبت کے افسانے کب تک راز بناؤ گے
رسوائی سے ڈرنے والوں بات تم ہی پھیلاؤ گے
اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترک محبت کرنے والوں تم تنہا رہ جاؤ گے

عائش جنجوعہ ـــــ تونسہ شریف
آنسو بھی ہیں آنکھوں میں دعائیں بھی ہیں لب پر
بگڑے ہوئے حالات سنور کیوں نہیں جاتے

سندس بخاری ـــــ میرپور خاص
وہ جس کی روشنی کچے گھروں تک بھی پہنچتی ہے
نہ وہ سورج نکلتا ہے نہ اپنے دن بدلتے ہیں

ماہا بشیر حسین ـــــ ڈنگہ
تم نے جانا تھا میں نے جانے دیا
اس سے بڑھ کے وفا میں کیا کرتا

ام مریم اسد ـــــ چیچہ وطنی
زندگی اتنی بھی دشوار نہیں
اپنی اپنی گزاریے صاحب

مبشرہ اسد ـــــ چیچہ وطنی
میں نے یک طرفہ محبت تو کبھی کی ہی نہیں
اس کی جانب سے بھی چاہا ہے برابر خود کو

تبسم بشیر حسین ـــــ ڈنگہ
جاتے ہیں دیکھ کر لگتا تھا بچھڑنا ہی نہیں
نظر ایسی لگی کوئی تعلق بچا ہی نہیں

ثمرہ، اقرا ـــــ کراچی
جب کبھی خواب کی امید بڑھا کرتی ہے
نیند آنکھوں میں پریشاں پھرا کرتی ہے
یاد رکھنا ہی محبت میں نہیں سب کچھ
بھول جانا بھی بڑی بات ہوا کرتی ہے

بڑا کون؟

تیرہ سال بعد کیس ختم ہونے پر بزرگ سائل نے جج کو دعا دی۔

"اللہ تجھے ترقی دے اور تھانے دار بنائے۔"

جج نے بزرگ کی سادگی پر مسکراتے ہوئے کہا۔

"بزرگو! جج تھانے دار سے بڑا ہوتا ہے۔"

بزرگ بولے۔"نہیں بیٹا! تھانے دار بڑا ہوتا ہے۔"

جج:"وہ کیسے؟"

بزرگ بولے:"آپ کو کیس ختم کرنے میں تیرہ سال لگے، تھانے دار نے شروع میں ہی بول دیا تھا کہ پانچ ہزار دے دو، معاملہ ابھی ختم کروا دیتا ہوں۔"

گڑیارا جپوت..... جاتری شریف

گھبرانا نہیں ہے

کابل کے شاہی دربار میں ایک شخص نے بادشاہ سے درخواست کی کہ مجھے توپ بنانے کی اجازت دی جائے جو اتنی طاقت ور ہوگی کہ اگر یہاں سے اسے چلایا جائے تو اس توپ کا گولا سیدھا ہندوستان جا کر پورے دلی شہر اور مضافات کو تباہ و برباد کر دے گا۔

بادشاہ سلامت نے خوشی سے اجازت اور خرچا دے دیا۔

اس بندے نے بہت محنت سے بہت بڑی اور عالی شان توپ تیار کر لی اور بادشاہ سلامت سے درخواست کی کہ وہ اب اسے دلی پر داغنا چاہتا ہے۔ بادشاہ اور ان کے وزراء سمیت سب لوگ جمع ہو گئے۔ بلاسٹ ہوا تو وہ توپ خود ہی اڑ گئی۔ دھول مٹی، تباہی اور چیخیں ہر طرف نظر آنے لگیں۔

بادشاہ نے گھبراہٹ کے عالم میں توپچی سے پوچھا کہ "یہ کیا ہوا؟"

توپچی نے فخریہ لہجے اور سینہ تان کر کہا۔"گھبرانا بالکل نہیں ہے جہاں پناہ! جب یہاں اتنی تباہی ہوئی ہے تو دلی کا کیا حال ہوا ہوگا۔"

ارم کمال..... فیصل آباد

ہڈی والا آلو

گاؤں میں شادی ہو رہی تھی۔ دلہن والوں نے دیگ کے پاس اپنے رشتے دار کو بٹھا دیا تاکہ وہ مہمانوں کو حساب سے کھانا تقسیم کرے۔ وہ آدمی اپنے رشتے داروں کو دو بوٹیاں اور ایک آلو دیتا اور ناواقف کو ایک آلو اور شوربا دیتا۔ شادی میں ایک میراثی کھانا لینے گیا۔ اس کی پلیٹ میں آلو اور شوربا ڈال دیا گیا۔ وہ بوٹی کی امید لے کر دوسری مرتبہ کھانا لینے گیا پھر شوربا اور آلو ملا تو میراثی بولا۔

"مولا خوش رکھے، کوئی ہڈی والا آلو نہیں ہے۔"

زرینہ خانم لغاری..... مظفر گڑھ

قرنطینہ

شوہر نہانے کے لیے باتھ روم گیا تھا۔ بیوی نے اس کا موبائل چیک کیا۔ کانٹیکٹ لسٹ میں ایک نام "کورونا" نظر آیا۔ بیوی کو حیرت بھی ہوئی اور تجسس بھی۔ بیوی نے وہ نمبر ڈائل کیا تو کچن میں اس کا خود کا فون بجنے لگا۔ لاکھ سمجھانے پر بھی شوہر باتھ روم سے باہر نہیں آ رہا۔ بول رہا ہے۔

"میں قرنطینہ میں ہوں۔"

ستر سال کا رام

ایک ستر سال کا پنڈت مسلمان ہو گیا۔ مسلمان اسے اپنے پاس لے آئے کہ ہم میں رہ کر اسلام بھی سیکھے اور طور اطوار بھی۔

صبح صبح اٹھا تو "رام رام" کرنے لگا۔

مسلمان لپکے کہ "اب تو مسلمان ہو گیا ہے۔"

اس نے کہا۔"ستر سال کا رام ایک رات میں مسلمان ہونے سے رہا۔"

ام ہانیہ..... گجرات

سبق

کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا۔"آپ نے زندگی بھر شادی کیوں نہیں کی؟"

انہوں نے بتایا۔"یہ میری جوانی کی بات ہے۔ میں ایک شادی میں گیا ہوا تھا۔ وہاں نادانستہ میرا پاؤں میرے پاس کھڑی لڑکی کی چادر پر پڑ گیا۔ وہ سانپ کی طرح سسکاری مار کر ایک دم پلٹی اور شیر کی طرح دھاڑی۔

"بلڈی ہیل..... اندھے ہو گیا؟"

میں گڑبڑا معافی مانگنے لگا، پھر اس کی نظر میرے چہرے پر پڑی۔ وہ بہت ہی پیار سے دھیمے لہجے میں بولی۔

"اوہ! معاف کیجیے گا۔ میں سمجھی میرے شوہر ہیں۔"

"بس جناب! اس دن کے بعد سے آج تک مجھے شادی کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔"

مشی خان..... مانسہرہ

کچھ موتی چنے ہیں

دیوانہ پن

کتنی عجیب بات ہے کہ درد اور اذیت محسوس کرنے کے لیے بھی انسان کا اپنے حواس میں رہنا ضروری ہے۔ مجھے اس روز دنیا کے ہر دیوانے اور خرد سے بیگانے شخص کی تقدیر پر ٹوٹ کر پیار آتا ہے۔ نہ دنیا میں کسی درد کا جھمیلا اور نہ آخرت میں کسی عذاب کا ڈر۔ کاش! اس دیوانے پن کو اختیار کرنا بھی ہمارے بس میں ہوتا۔

(ہاشم ندیم.....پری زاد)

ماریہ نذیر.....بھاگٹانوالہ

بڑا عذاب

دنیا میں اس سے بڑا اور کوئی عذاب نہیں کہ انسان وہ بننے کی کوشش میں مبتلا رہے جو کہ وہ نہیں ہے، گو اس خواہش اور آرزو کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہم لوگ کوشش کر کے اور زور لگا کر اپنے مقصد کو پہنچ ہی جاتے ہیں اور بالآخر وہ نظر آنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جو کہ نہیں ہوتے۔ اپنے آپ کو پہچانو اور خود کو جانو اور دیکھو کہ تم اصل میں کیا ہو۔ اپنی فطرت اور اپنی اصل کے مطابق رہنا ہی اس دنیا میں جنت ہے۔

(اشفاق احمد.....زاویہ علم فہم اور ہوش سے)

قاضی صبا ایوب.....اٹک

غلطی تسلیم کرنا

آزمائشوں سے نہیں ڈرتے ہیں۔ اللہ سے ڈرتے ہیں کہ وہ آزمائشوں سے محفوظ رکھے اور جب آزمائش آجائے تو حوصلے کے ساتھ اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں۔ غلطی تسلیم کرنے والا انسان، اللہ کی نظر میں بہت بڑا ہو جاتا ہے۔

(تنزیلہ ریاض.....عہد الست)

ادیبہ.....لاٹھیہ والا

خوش رہیے

خوش رہا کرو۔ پریشان رہنے والوں کو کبھی کچھ نہیں ملا، اگر ملا بھی تو وہ اس سے لطف اندوز کبھی نہیں ہو سکے۔ صرف اس لیے کہا تھا کہ میں خود اس دور سے گزر چکا ہوں، برسوں تک خوب دل لگا کر پریشان رہا۔ شاید اس لیے کہ پریشان ہونا بے حد آسان ہے لیکن سوائے اس کے کہ چہرے پر غلط جگہ لائنیں پڑ گئیں۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ چہرے پر لائنیں پڑنی ہیں تو فقط وہاں پڑنی چاہئیں جہاں مسکراہٹ سے بنتی ہیں۔

(شفیق الرحمٰن)

سعدیہ وحید سعدی.....اسلام آباد

کھوکھلے رشتے

بظاہر ایک دوسرے سے مربوط مگر اندر سے کھوکھلے رشتے کہ جس میں نہ ایک دوسرے کے لیے گنجائش ہوتی ہے اور نہ ہی ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ۔ اگر زیادہ عرصہ تک انہیں نظریۂ ضرورت کے تحت چلایا جائے تو انسانی توقعات کی کٹھڑی اس کی کمر توڑ کر رکھ دیتی ہے پھر ضعیف رشتے اپنے زندہ لاشے کو سنبھالے ابدی نیند سونے کا انتظار کرتے رہ جاتے ہیں لیکن ملک الموت بھی بے مروت ہو کر دور سے مسکرا کر "کچھ وقت اور" کا دلاسا دے کر تماشائیوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔

(زاہدہ رئیس راجی.....کچھ وقت اور)

فضہ نور.....روہڑی

سفر نامہ

مارک ٹوین نے اپنے ایک ناول کے دیباچہ میں لکھا تھا۔

"اگر کوئی شخص اس کہانی میں مقصد تلاش کرتا ہوا پایا گیا تو اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اس کتاب سے سبق لینے کی کوشش کی تو اسے ملک بدر کر دیا جائے گا اور اگر کسی نے اس میں پلاٹ تلاش کرنے کی جرأت کی تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

ہم طبیعت کے ایسے متشدد نہیں ہیں، جیسے مارک ٹوین تھے تاہم اتنا خبردار کریں گے کہ اگر کسی نے اس سفر نامے سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو یہ اچھا نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص اس سفر نامے کو گائیڈ بنا کر اس کی مدد سے سفر کرنے کی کوشش کرے گا نتائج کا خود ذمہ دار ہوگا۔

(ابن انشا)

ثناء شہزاد.....کراچی

تبت
ٹالکم پاؤڈر
اب 5 مسور کن خوشبوؤں میں دستیاب
TIBET
Luxury
Talcum Powder
KOHINOOR CHEMICAL CO (PVT) LTD.
KARACHI
TIBET
Classic
Talcum Powder
KOHINOOR CHEMICAL CO. (PVT) LTD.
KARACHI
TIBET
TALCUM POWDER
KOHINOOR CHEMICAL CO. (PVT) LTD
KARACHI
TIBET
Select
Talcum Powder
TIBET
Award
Talcum Powder
تبت ٹالکم پاؤڈر۔ صبح سے شام مہکے مہکائے

TTP/21/2K19